سو موضوع
پانچ سو داستان
جلد دوم
مولانا سید علی اکبر صداقت
مترجم
مولانا سید نجیب الحسن نقوی
ناشر
مصباح القرآن ٹرسٹ
لاہور۔ پاکستان

سو موضوع، پانچ سو داستان

جلد دوم

تالیف

مولانا سید علی اکبر صداقت

مترجم

مولانا سید مجیب الحسن نقوی

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

نام کتاب : سو موضوع، پانچ سو داستان

جلد : دوم

مؤلف : مولانا سید علی اکبر صداقت

مترجم : مولانا سید مجیب الحسن نقوی

فنی معاونت : قلب علی سیال

کمپوزنگ : فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

سال اشاعت : ستمبر 2013ء

ناشر : مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ مکمل سیٹ جلد اوّل تا سوم :

اس کتاب کی اشاعت کے لیے سید تسلیم حیدر زیدی نے تعاون فرمایا ہے ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم ان کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے اور ان کے مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ ادارہ

ملنے کا پتہ

محمد علی بک ایجنسی، اسلام آباد 051-2557471

معراج کمپنی، اُردو بازار، لاہور۔ 042-37361214

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔ عرصہ دراز سے دورِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب "سوموضوع، پانچ سوداستان" مولانا سید علی اکبر صداقت کی تصنیف ہے۔ تاریخ کو عالمِ انسانیت میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ انسان واقعات گذشتہ سے آشنا ہو کر اپنے مستقبل کو روشن بنا سکتا ہے۔ موجودہ زندگی گزرے ہوؤں کی زندگی سے درس حاصل کرتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب "سوموضوع، پانچ سوداستان" کی پبلشنگ کا مشورہ مولانا محمد افضل حیدری نے ادارہ ھذا کو دیا۔ ادارہ نے کتاب ھذا کا ترجمہ کروانے کیلئے دو مترجمین "مولانا محمد حسن جعفری اور مولانا مجیب الحسن نقوی" کا انتخاب کیا۔ مولانا محمد حسن جعفری نے "سوموضوع، پانچ سوداستان جلد اوّل" کا اُردو میں ترجمہ کیا جبکہ مولانا مجیب الحسن نقوی نے "سوموضوع، پانچ سوداستان جلد دوم اور جلد سوم" کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ ادارہ دونوں صاحبان کا تہہ دل سے مشکور ہے۔

زیرِ نظر کتاب سے نہ صرف علمائے کرام بلکہ عام آدمی بھی استفادہ کرسکتا ہے۔ بلاشبہ اہلِ سٹیج کیلئے لاجواب تحفہ ہے۔ مزید براں مصباح القرآن ٹرسٹ کی ویب سائٹ "اَپ لوڈنگ" کے مراحل میں ہے۔ بہت جلد آپ ہماری تمام کتب ہماری ویب سائٹ www.misbahulqurantrust.com کے ذریعے گھر بیٹھے پڑھ سکیں گے۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق "مصباح القرآن ٹرسٹ" کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔ اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔ والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

سوموضوع، پانچ سوداستان جلدنمبر 2

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوموضوع، پانچ سوداستان جلد نمبر 2

اخلاقی، علمی وتربیتی حکایات کا خوبصورت اور دلچسپ مجموعہ جس میں آیات وروایات کا حوالہ اور معجزات معصومین کا ذکر شامل ہے۔ اس میں پانچ سو داستانیں رقم کی گئی ہیں۔

مصنف: سید علی اکبر صداقت

ترجمہ: مولانا سید مجیب الحسن نقوی

مقدمہ

''سوموضوع پانچ سو کہانیاں کی پہلی جلد شائع ہونے کے بعد بے انتہا عوامی استقبال اور پسندیدگی کے بعد دوسری جلد کی اشاعت کی سلسلے کو آگے بڑھایا گیا۔ گذشتہ کتاب میں ہر موضوع پر ایک آیت روایت اور پانچ اخلاقی، تربیتی نصیحتوں پر مشتمل کہانیاں جمع کی گئی تھیں۔ یہ انداز بھی لوگوں نے بہت پسند کیا۔

اس لیے بہت سے دوست احباب کی طرف سے مزید ایک سو موضوعات پر اسی طریقہ کار کے مطابق کتاب کی دوسری جلد لکھنے کی تاکید کی گئی۔ پہلے تو میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن دوستوں کی فرمائش اور اصرار کو ملحوظ رکھتے ہوئے گذشتہ روش پر چلتے ہوئے تمام نقائص کے ساتھ قارئین کیلئے یہ دوسری جلد کتاب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

ان کہانیوں سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ

۱۔ ان کے ذریعے عبرت اور نصیحت حاصل کی جائے۔

۲۔ گذشتگان کی زندگی پر غور کیا جائے جو ہمارے لئے عملی نمونہ ہے۔

واقعات جتنا زیادہ حقیقت سے قریب ہونگے اتنا ہی زیادہ انسانی روح ونفسیات پر گہرے اثرات ہونگے، انسانی سوچ اور فکر گہری ہوتی ہے۔

باب نمبر 1

اتحاد

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

اللہ کی رسی کو سب مل کر تھام لو اور تفرقہ نہ کرو۔

(آل عمران/ ۱۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

المؤمنون إخوة تتكافأ دماؤهم وهم يد على من سواهم

مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں سب کا خون ایک جیسا محترم ہے۔ غیروں کے سامنے ہاتھوں کی طرح متحد ہیں۔

(الکافی ۱/ ۴۰۳)

ا۔ مسلمانوں کے اتحاد سے خوف

عبدالملک مروان کی حکومت کے زمانہ میں داخلی اختلافات اور مسلمانوں کے درمیان خلفشار اتنا زیادہ ہو چکا تھا کہ روم کے بادشاہ نے اپنے وزیروں کے ساتھ مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لشکر کو تیار کیا جائے اور حملہ کر دیا جائے۔

سب وزیروں نے اس بات کی تائید کی لیکن ایک تجربہ کار وزیر نے اس مسئلہ کی مخالفت کی۔ جب اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا: کل جواب دوں گا۔

دوسرے دن جب ملک کی بعض اہم شخصیات اس کے پاس گئیں اور اس کا جواب چاہنے کیلئے انتظار میں تھے۔ اس وزیر نے دو مختلف کتے منگوائے اور پھر ان کو میدان میں چھوڑ دیا۔ دونوں کتے آپس میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ اور ایک دوسرے کو لہولہان کر دیا۔ ان کے جسموں سے خون رسنے لگا۔

اس کے بعد اس وزیر نے دوسرے کمرے سے بھیڑیے کو منگوایا۔ جسے پہلے سے ہی اس کمرے میں باندھ کر رکھا گیا تھا۔ اور پھر اسے ان دو کتوں کے بیچ چھوڑ دیا گیا۔ جب دونوں کتوں نے اپنے مشترکہ جانی دشمن کو دیکھا تو دونوں کتوں نے اپنے مشترکہ جانی

دشمن کو دیکھ کر اپنی لڑائی بھول گئے اور مل کر اس بھیڑیے پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ بھیڑیا دم دبا کر بھاگ نکلا۔

وزیر نے کہا: آپ کی اور مسلمانوں کی مثال ان کتوں اور بھیڑیے جیسی ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کے داخلی اختلافات ہیں لیکن جیسے ہی ان پر حملہ کیا جائے گا وہ اپنے داخلی اختلافات کو چھوڑ کر اکھٹے آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔

وزیر کی یہ بات بادشاہ اور دیگر وزرا کو بھی پسند آئی اور انہوں نے مسلمانوں پر حملے کا فیصلہ واپس لے لیا۔

(نمونہ معارف ۱/ ۱۳۔ مجانی الادب ۲/ ۲۳۲)

۲۔ اہل باطل کا اتحاد

امیر المومنین ؑ کو مسلسل خبریں مل رہی تھیں کہ معاویہ کا لشکر اور اس کے ساتھی مختلف شہروں پر قبضہ کر رہے ہیں۔ امام ؑ کے دو ساتھی (عبید اللہ ابن عباس و سعید ابن نمران) جو یمن کے والی اور حاکم تھے۔ معاویہ کی طرف سے بھیجے گئے بسر بن ابی ارطاہ کے یمن پر حملے سے خوف زدہ ہو کر عبداللہ ثقفی کو اپنی جگہ بیٹھا کر امام ؑ کے پاس آگئے۔ امام ؑ نے ان دونوں کہ سرزنش کی۔ پھر اٹھے اور منبر پر بیٹھ کر فرمایا: اب کوفہ تو میرے لیے بچا ہے اور تیرے بدلتے موسم (نفاق) پس خدا تجھے ویران کردے۔ پھر ایک شعر پڑھا: اے عمرو! تیرے پیارے باپ کی قسم کہ کھانے کے اس برتن کی تہ میں لگا گھی مجھ تک پہنچا ہے (یعنی اس حکومت سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں) مزید فرمایا: مجھے خبر دی گئی ہے کہ بسر یمن میں داخل ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم وہ باطل راستے پر اپنے اتحاد کی اور حق راستے پر تمہارے اختلاف کی وجہ سے جلد ہی تم پر مسلط اور حاکم ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ تم راہ حق میں اپنے امام کی نافرمانی کرتے ہو۔ اور وہ راہ باطل میں اپنے راہنما کی پیروی کرتے ہیں۔

وہ اس کے امانت دار اور تم خیانت کرتے ہو۔ اور اس اصلاح کی خاطر جو وہ اپنے شہروں میں انجام دیتے ہیں اور اس فساد کی وجہ سے جو تمہارے اندر موجود ہے۔"

جب عبید اللہ اور سعید خوف کی وجہ سے فرار کر گئے اور عبداللہ کو اپنی جگہ بیٹھا آئے تو ادھر بسر یمن میں داخل ہوا اور اس نے عبداللہ ثقفی سمیت بہت سے شیعوں کا قتل عام کیا۔ امام ؑ نے جب ان دونوں سے پوچھا کہ کیوں اس کا مقابلہ نہیں کیا؟ تو بہانے بنانے لگے اور کہا کہ ہم اس کے ساتھ جنگ کرنے کہ پوزیشن میں نہ تھے۔

امام ؑ نے شعر پڑھا اور فرمایا: جان لو کہ خدا کی قسم مجھے یہ بات پسند تھی کہ تمہاری جگہ میرے پاس فراس ابن غنم کے ہزاروں سوار ہوتے۔ جب ان کو پکارا جاتا تو وہ ان کے جنگجو بادلوں کی طرح بھاگتے ہوئے آتے۔

(نہج البلاغہ، خ ۲۵)

۳۔ بدر کے مجاہدوں کا اتحاد

اسلام کے ابتدائی دنوں میں مسلمانوں کی یکجہتی کا ایک مظاہرہ تیسری ہجری میں ہوا۔ جب بدر کے مقام پر نو سو پچاس

مشرکین ایک سو گھوڑوں، سات سو اونٹوں کے ساتھ ۳۱۳ مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے جبکہ مسلمانوں کے پاس ستر اونٹ، دو گھوڑے، چھ زرہیں اور سات تلواریں تھیں۔ واضح ہے ظاہری اعتبار سے مشرکین تعداد اور جنگی وسائل میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ تھے۔ مشرکین کی طرف عتبہ، شیبہ اور ولید تھے جبکہ مقابل پر امیر المومنینؑ، حمزہ اور عبیدہ تھے۔

مشرکین کی طرف سے عمرو بن وھب جاسوسی کرنے آیا تاکہ مسلمانوں کے سپاہیوں اور جنگی وسائل کا اندازہ لگا سکے۔ جب وہ واپس پلٹا تو یوں کہنے لگا: ''ان کی تعداد کم اور اسلحہ تھوڑا لیکن میں نے دیکھا کہ یثرب کے اونٹوں پر موت لادی جارہی تھی، مہلک زہر رکھا جارہا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ظاہری طور پر چپ ہیں لیکن سانپ کی طرح زہر ان کے سینوں میں بھرا ہوا ہے؟ وہ اپنی تلوار کے سایہ میں پناہ لیں گے۔ وہ بالکل بھی جنگ سے نہ بھاگیں گے یہاں تک کہ مارے جائیں۔ جب تک اپنے دشمن کو اپنی تعداد کے برابر قتل نہ کر ڈالیں، مارے نہ جائیں گے۔ بالآخر آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان کے ساتھ جنگ بہت مشکل ہوگی۔''

حکیم بن حزام نے جب یہ بات سنی تو عتبہ سے کہنے لگا کہ جنگ سے ہاتھ کھینچ لے۔ اس نے جواباً کہا کہ ابوجہل راضی نہیں ہوگا۔ پھر وہ ابوجہل کے پاس آیا اور آنحضورؐ کے سپاہیوں کی یکجہتی کا ذکر کیا۔ ابوجہل نے کہا کہ تمہارے پھیپھڑے یونہی پھول رہے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ تم خواہ مخواہ ڈر رہے ہو اور بزدل بن رہے ہو۔

جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کا اتحاد اس بات کا باعث بنا کہ مشرکین کے ستر بڑے لوگ گرفتار کر لیے گئے اور باقی بھاگ گئے۔ قتل ہونے والوں میں سے ایک جس کا سر لانے پر آنحضورؐ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ مشرکین کا سردار ابوجہل تھا۔ خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کی وحدت اور یگانگت کی وجہ سے فرشتوں کو مدد کیلئے نازل فرمایا۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

''ہم نے جنگ بدر میں تم مسلمانوں کی مدد کی اور پانچ ہزار فرشتوں کو مدد کیلئے بھیجا۔'' (آل عمران)

۴۔ اندلس میں اتحاد

ملک اندلس جسے اسپین کہا جاتا ہے جہاں کئی سو سال عیسائیوں کی حکومت رہی۔ جو وسعت اور خوبصورتی کے حوالے سے شام جیسا ہے۔ آب و ہوا کے لحاظ سے یمن جیسا اور پھولوں و خوشبوں کے اعتبار سے ہندوستان جیسا جبکہ دولت و زرخیزی میں مصر کی طرح اور قیمتی پتھروں کے حوالے سے چین جیسا ہے۔

طارق ابن زیاد نے خلیفہ کو لکھا کہ

''نسلی اور مذہبی اختلافات کی وجہ سے نفاق میں اضافہ ہوا۔ عوام پر عدم توجہ اور جنگی جوانوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ۷۱۱ عیسوی میں اندلس کے لوگوں کا کانٹ ڈولے ین کی سرابرہی میں مسلمانوں سے مقابلہ ہوا جس میں وہ شکست کھا گئے اور مسلمان اپنے اتحاد اور پختہ ایمان کی وجہ سے کامیاب ہوئے اور اندلس کو فتح کر لیا۔''

طارق ابن زیاد آگے بڑھا اور قرطبہ، مالقہ، غرناطہ، طلیطہ کو بھی فتح کیا۔ جو کوئی مسلمان نہ ہوتا طارق ابن زیاد اس سے جزیہ وصول کرتا۔ جب وہ طلیطہ پہنچا جو کہ عیسائیوں کا دارالخلافہ تھا، وہاں سے اس نے ۲۵ شاہی تاج اپنے قبضہ میں لیے۔

یوں مسلمانوں نے اپنے اتحاد کی وجہ سے اندلس میں اسلام کا پرچم لہرایا اور سات سو سال تک وہاں حکومت کی۔

(اتحاد در اسلام، ص ۹۰)

۵۔ اختلاف کا نتیجہ

اندلس میں مسلمان اپنے اتحاد کی بدولت سالہا سال سے اچھی زندگی گذار رہے تھے۔ جنت نظیر زندگی تھی لیکن ہر طرف نعمتوں اور رحمتوں کی بارش میں مسلمان غفلت کی نیند سونے لگے۔ آہستہ آہستہ نسلی و مذہبی اختلاف جنم لینے لگے ا، داخلی جنگیں شروع ہو گئیں۔ بہت سے شہر مسلمان کمانڈروں کے ہاتھ سے نکل گئے یہاں تک کہ صرف غرناطہ باقی رہ گیا اور وہ سن ۱۴۹۲ میں فرڈیننڈ بادشاہ کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ اور مسلمانوں کی حکومت کا سورج غروب ہو گیا۔

فرڈیننڈ نے "توازہ" نام کی عدالت لگائی جسمیں وہ مذہبی سوالات پوچھتا اور جو کوئی کتھولک عیسائی مذہب قبول نہ کرتا اس پر ہر طرح سے ظلم وجور کرنا جائز قرار دیا جاتا۔ شروع میں اس نے مذہبی آزادی اور زبان کی آزادی دی لیکن ۱۴۹۷ میں ظلم و بربریت شروع کر دی۔ اس نے تین ہزار مسلمانوں کو عدالت کے حکم کے مطابق زندہ جلا دیا۔

اسی طرح اسقف اعظم نے حکم دیا کہ جتنے بھی عرب مسلمان ہیں۔ چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، مرد و عورت سب کو قتل کر دیا جائے۔ ایک راہب نے بلدا کے نام فتوئی میں لکھا کہ جتنے بھی عرب ہیں ان کا عیسائی ہونا مشکوک ہے اس لیے تمام عربوں کو چاہے وہ کسی بھی مذہب کے ہوں سب کو قتل کر دیا جائے۔

اتحاد کے بعد اختلاف کے نتائج جو اندلس میں رونما ہوئے۔ تاریخ ان سب کو لکھنے سے عاجز ہے وہ تمام ظلم نا قابل بیان ہیں۔

(اتحاد در اسلام، ص ۹۸)

باب نمبر2

آداب

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

''اے ایمان لانے والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔'' (تحریم/۶)

امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

"ما الانسان لولا الادب الا بهيمة مهملة"

اگر کسی انسان میں ادب وآداب نہ ہوں تو وہ بے مہار جانور کی طرح ہے۔

(ارشادالقلوب ۱/۱۴۰)

ا۔امیر معاویہ کی بے ادبی کا جواب

امیر معاویہ کے قبیلہ کا ایک بوڑھا آدمی شریک بن اعور تھا۔ وہ بہت بری شکل کا آدمی تھا۔ اس کا باپ جس کا نام اعور تھا یعنی خراب آنکھ والا۔

جن دنوں معاویہ خلیفہ تھا شریک اس کے پاس گیا۔ معاویہ نے اپنی قوم کے اس بوڑھے شخص کو دیکھ کر کہا: ''تیرا نام شریک ہے جبکہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ تو اعور کا بیٹا ہے جبکہ صحیح آنکھ خراب سے بہتر ہے۔ تو بدصورت ہے جبکہ خوبصورت اچھا ہوتا ہے۔ تمہارے قبیلہ والوں نے کیا دیکھ کر تمہیں اپنے قبیلہ کا سردار بنایا ہے؟''

شریک نے معاویہ کی یہ باتیں سن کر جواباً کہا:

''خدا کی قسم تو معاویہ ایسا کتا ہے جو عوعو کرتا ہے۔ تو بھی عوعو کرتا ہے۔ اسی لیے تیرا نام معاویہ رکھا گیا ہے۔ تو حرب کی نسل ہے جبکہ جنگ سے بہتر صلح ہے۔ تو صخر کی نسل ہے جبکہ ہموار زمین ناہموار سے بہتر ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود تو کس طرح خلافت تک پہنچا ہے؟''

شریک کا جواب سن کر معاویہ آگ بگولہ ہوگیا اور کہا: ''نکل جا یہاں سے'' (حکایتہای پندآموز، ص ۱۱۰)

۲۔ بے ادب بیٹا

سعدی کہتا ہے بکر بن وائل کے آبائی علاقے ملکِ شام کے شہر نصیبین کے قریب ایک جگہ کسی بوڑھے شخص کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک رات اس نے مجھے بتایا کہ

''میرا صرف ایک بیٹا ہے جو ابھی یہاں موجود ہے اس کے علاوہ میری کوئی اولاد نہیں۔''

اس بیابان میں ایک بہت پرانا درخت ہے۔ لوگ اس کے نیچے آتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں۔ میں بھی کئی لمبی راتیں اس مقدس درخت کے نیچے بیٹھا تھا اور رو رو کر خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہا۔ پھر خدا تعالیٰ نے مجھے یہ بیٹا عطا کیا۔''

سعدی کہتا ہے اس دوران میں نے سنا کہ وہ نافرمان بچہ آہستہ آہستہ اپنے دوستوں سے کہہ رہا تھا اگر وہ درخت مجھے مل جائے تو میں اس کے نیچے جا کر دعا کروں گا کہ میرا باپ مر جائے۔ جی ہاں! باپ خوش تھا کہ وہ ایک ذہین بیٹے کا باپ بن گیا ہے لیکن بد بخت بیٹا یہ سوچتا تھا کہ اس کا باپ ایک بے کار بوڑھا شخص ہے۔

(گلستان سعدی، ص ۲۳۳)

۳۔ تعبیر خواب

ایک رات ہارون رشید بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سارے دانت گر گئے ہیں۔ اس نے تعبیر خواب جاننے کیلئے ایک معبر کو بلایا۔

معبر نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے سارے رشتہ دار جلدی مر جائیں گے۔ بادشاہ یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور اس نے کہا: ''تیرے منہ میں خاک'' پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں۔

پھر ایک دوسرے معبر کو بلایا گیا اور اس سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی گئی۔ اس نے جواب دیا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ بادشاہ سلامت اپنے تمام رشتہ داروں سے زیادہ عمر پائیں گے۔ ہارون رشید ہنسا اور بولا یہ دونوں تعبیریں ایک جیسی ہیں لیکن دوسری والی بات میں ادب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ اسے ہزار درہم انعام دیا جائے۔

(زینۃ المجالس، ص ۲۴۹)

۴۔ گستاخ

ابراہیم ادھم نے ایک مالدار شخص کو دیکھا کہ وہ گھوڑے پر بیٹھ کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ ابراہیم ادھم کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ وہ دل ہی دل میں اس کو برا بھلا کہتا رہا۔

جب سارے حاجی مکہ سے چلے گئے تو وہ آدمی بھی ایک قافلے کے ساتھ چلا گیا۔ راستے میں وہ قافلے سے الگ ہو گیا اور

اکیلا رہ گیا۔ اسے اکیلا دیکھ کر ڈاکوؤں نے سب کچھ لوٹ لیا اور اسے بالکل ننگا کر دیا۔ وہ مالدار برہنہ حالت میں بیابان میں چلا جا رہا تھا کہ ابراہیم ادھم وہاں پہنچا۔ اس نے جب اس مالدار شخص کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگا: "جو کوئی کعبہ جیسی جگہ پر گستاخی اور بے ادبی کرے گا۔ جہاں سب لوگ پیدل طواف کرتے ہیں وہاں اگر کوئی سواری کے ساتھ طواف کرے گا تو اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ بیابان میں زادراہ کے بغیر در بدر رہے گا"

(جوامع الحکایات، ص۱۹۹)

۵۔ آداب مجلس

ایک دن رسول خدا (ص) اپنے گھر تشریف فرما تھے۔ بہت سے صحابہ کرام آنحضورؐ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔ کمرہ بھر گیا مزید کسی کے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ اتنے میں جریر بن عبداللہ آئے۔ جب بیٹھنے کی جگہ نہ ملی تو دہلیز میں بیٹھ گے۔ رسول خداؐ کی نگاہ جب پڑی تو آنحضورؐ نے اپنی عبا اتار کر انہیں دی اور فرمایا: اسے نیچے بچھالیں اور اس کے اوپر بیٹھ جائیں۔

جریر نے عبا کو بوسہ دیا آنکھوں پر لگایا اپنے چہرے پر ملا۔ روتے ہوئے عبا طے کر دی اور حضورؐ کی طرف واپس لوٹا دی اور عرض کی: "میں آپ کے لباس پر بیٹھنے کی جسارت نہیں کر سکتا جس طرح آپ نے میرا احترام کیا ہے خداوند تعالیٰ آپ کے احترام میں اضافہ فرمائے۔"

آنحضورؐ نے اپنے دائیں بائیں نگاہ کی اور پھر فرمایا: "جب کوئی قابل احترام شخص آپ کے پاس آئے تو اس کی عزت کریں، احترام کریں۔ اسی طرح اگر کسی کا کوئی حق آپ پر ہے تو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں"

(محجہ البیضاء ۳/۱۷۳)

باب نمبر 3

شادی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۔

''اور غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی شادی کردو اور اسی طرح اپنی نیک کنیزوں اور غلاموں کو بھی بیاہ دو۔'' (نور/۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من تزوج احرز نصف دینه فلیتق الله فی النصف الاخر"

''جو کوئی شادی کرے گا اس نے اپنا آدھا دین بچالیا۔ پس آدھے دین کے بارے اللہ سے ڈرو۔''

(الکافی ۵/۳۲۸)

۱۔ جمیلہ اور حنظلہ

جس دن جنگ احد واقع ہوئی ایک رات پہلے حنظلہ اور جمیلہ کی شادی ہوئی تھی۔ دونوں طرف دلہا اور دلہن کے رشتے دار جمع تھے۔ اچانک پیامبر اکرمؐ کی طرف سے سپاہیوں کو اکٹھے ہونے کا حکم آیا۔

وہ لوگ سوچنے لگے کہ اگر آج شادی کی تقریب کی تو خدا اور پیامبر اکرمؐ ناراض ہو جائیں گے۔ اس لیے حضور پاکؐ کے پاس آئے اور ایک رات کی مہلت مانگی۔ رسولخداؐ نے ایک رات کی اجازت دے دی۔ آپؐ ابھی سوچ میں تھے کہ آیت نازل ہوئی:

''اگر مؤمنین کسی بات کی اجازت چاہیں تو انہیں اجازت دے دیں۔ خداوند معاف کرنے والا اور مہربان ہے'' (نور/۳)

حنظلہ رسول خداؐ کی اجازت کے ساتھ گھر لوٹ گئے۔ اور شب زفاف گذارنے کے بعد اگلی صبح اتنی جلدی آگئے کہ ابھی غسل نہ کر سکے تھے۔ لباس رزم پہنا، تلوار اٹھائی اور جلدی جلدی جنگ کیلئے نکل آئے۔

جمیلہ نے اس شب خواب میں دیکھا کہ آسمان میں دروازہ کھلا اور حنظلہ اس دروازے سے آسمان میں چلے گئے۔ پھر دروازہ بند ہو گیا وہ جان گئی کہ آج اس کا شوہر شہید ہو جائے گا۔ حنظلہ جب خدا حافظی کر کے جا رہے تھے، جمیلہ نے چند ایک اور لوگوں کو بھی بلا لیا۔ اس موقعہ پر حنظلہ نے کہا: ''آپ سب جانتے ہیں کہ گذشتہ رات میری بیوی میرے ساتھ تھی اور اگر آج میں شہید ہو جاتا

ہوں اور میری بیوی کے ہاں ہونے والا بچہ میرا ہی ہوگا۔ کوئی اس پر تہمت نہ لگائے۔"

پھر حنظلہ میدان جنگ میں چلا گیا۔ بہت بہادری سے لڑا لیکن دشمن کے ایک نیزے کے حملے میں شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: "میں نے حنظلہ کو زمین و آسمان کے درمیان دیکھا۔ فرشتے طلائی برتنوں میں اس کیلئے پانی لیے کھڑے تھے۔ اور اسے غسل کروا کر رہے تھے۔ اس لیے وہ غسیل الملائکہ ہیں۔"

جمیلہ کے ہاں پروردگار نے ایک لڑکا عطا کیا۔ جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ عبداللہ ۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ میں یزید کی فوج سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔

(اسد الغابہ ۵/۳۱)

۲۔ مولوی صالح اور آمنہ بیگم

مولوی احمد کے بیٹے مولوی محمد صالح مازندرانی غربت کے عالم میں اصفہان میں تعلیم حاصل کرنے گئے۔ تنگ دستی میں زندگی گذر رہی تھی۔ گلی کوچوں میں لگی روشنیوں میں پڑھا کرتے تھے۔ کچھ وقت بعد وہ مولانا محمد تقی مجلسی (علامہ باقر مجلسی کے والد) کے درس میں شرکت کرنے لگے۔ تقی مجلسی ان کے استاد بن چکے تھے ایک دن درس ختم ہونے کے بعد صالح کو بلایا اور کہا کہ کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے لیے لڑکی دیکھوں۔ اور اس سے تمہاری شادی کروا دوں؟ مولوی صالح کی طرف سے اجازت کے بعد وہ گھر گئے اور اپنی بیٹی آمنہ سے بات کی۔ آمنہ ایک تعلیم یافتہ لڑکی تھی۔ تقی مجلسی نے کہا: تمہارے لیے ایک نیک لڑکا دیکھا ہے لیکن غریب لوگ ہیں۔ کیا کہتی ہو؟

آمنہ بیگم نے جواب میں کہا: "غربت مردوں کا عیب اور برائی نہیں۔" اس کے ساتھ اس نے اپنی رضایت کا اظہار کر دیا۔ تقی مجلسی نے اپنی بیٹی کی شادی مولوی صالح کے ساتھ کر دی۔

شادی کے بعد مولوی صالح پہلی رات کتاب لیے بیٹھے تھے۔ اور کسی مسئلے میں الجھے ہوئے تھے۔ نئی نویلی دلہن نے حالات کا جائزہ لیا اور مولوی صالح سے دریافت کیا کہ کسی مسئلہ میں الجھے ہیں؟ اور گفتگو کے دوران مسئلے کو حل کر دیا۔ مولوی صالح نے جب دیکھا کہ ان کی بیوی کس قدر علوم میں مہارت رکھتی ہیں تو وہ شکر خدا ادا کرنے کے لیے عبادت میں مشغول ہو گئے۔ تین دن بعد علامہ تقی نے دریافت کیا کہ اگر میری بیٹی میں کوئی نقص ہے تو میں تمہارے لیے کوئی اور لڑکی دیکھ لیتا ہوں؟

اس پر مولوی صالح کہنے لگے نہیں ایسی بات نہیں میں تو صرف اس نعمت عظمیٰ پر اپنے پروردگار کے شکر میں اتنا کھو گیا کہ ارد گرد کے ماحول سے غافل ہو گیا۔ میں اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ علامہ تقی مجلسی نے کہا: "خداوند تعالیٰ کے شکر کو ادا نہ کر سکنے کا اقرار بندوں کیلئے شکر گذاری کی اعلیٰ منازل ہیں۔"

(نظام خانوادہ در اسلام، ص ۱۳۲)

۳۔ بوڑھے کی شادی

سعدی کہتا ہے کہ ایک بوڑھا شخص مجھے بتا رہا تھا کہ اس نے ایک جوان لڑکی سے شادی کی۔ اس کیلئے ایک کمرہ صاف ستھرا کیا اسے سجایا۔ اُس کے ساتھ گھنٹوں بیٹھا رہتا پیار کا اظہار کرتا۔ اُس کے ساتھ مذاق کرتا، لطیفے سناتا، دل لبھانے والی باتیں کرتا تا کہ وہ مجھ سے مانوس ہو جائے۔

ایک دن میں نے اُس سے کہا: تیری قسمت بہت اچھی ہے کہ تو ایک بوڑھے کی بیوی بنی ہے۔ میں جہان دیدہ، تربیت یافتہ اور مضبوط انسان ہوں۔ اچھے بُرے کو خوب جانتا ہوں۔ وعدے کا پکا ہوں۔ ہمدرد اور شیرین زبان ہوں۔ تو بہت خوش قسمت ہے کہ میری بیوی بنی ہے۔ کسی ایسے جوان کی بیوی نہیں بنی، جو خود غرض ہو، بدزبان ہو، وعدہ پورا نہ کرتا ہو۔ صرف اپنی شہوت کو پورا کرنے کے پیچھے ہو اور اس کوشش میں لگا رہے کہ نئی لڑکی تلاش کرے۔

میری جوان بیوی نے جواب میں کہا کہ تیری ساری باتیں میری سمجھ کے مطابق میری ماں کے کہے ہوئے ایک جملے کے بھی برابر نہیں ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو کہنے لگی میری ماں نے کہا تھا کہ جوان لڑکی کو کانٹے چبھیں تو اس بات سے بہتر ہیں کہ وہ کسی بوڑھے کے ساتھ بیٹھے۔

اس کے بعد ہمارے درمیان جدائی ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ کچھ عرصے بعد اُس کی شادی ایک جوان لڑکے سے ہو گئی۔ وہ لڑکا غریب تھا اور بداخلاق بھی تھا۔ وہ اُس پر ظلم کیا کرتا تھا لیکن وہ لڑکی پھر بھی شکر ادا کیا کرتی اور کہتی کہ خدایا شکر ہے تو نے مجھے عذاب الیم سے نجات دی اور اس ہمیشہ رہنے والی نعمت کو مجھے عطا فرمایا۔

(گلستان سعدی، ص ۲۳۱)

۴۔ قاضی مروؔ کی بیٹی

کہتے ہیں کہ مروؔ شہر کے قاضی نوح بن مریم جب اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتے تھے تو اُنہوں نے اپنے ایک مجوسی ہمسایے سے مشورہ کیا۔ اُس مجوسی نے کہا: عجیب بات ہے لوگ تم سے راہنمائی لیتے ہیں اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو؟!

قاضی نے کہا: ہاں تم سے مشورہ کر رہا ہوں۔

مجوسی نے کہا: ہمارا رہبر کسریٰ کا مالک شادی کیلئے مال و دولت کو معیار بناتا تھا اور کسی مالدار کو اپنی بیٹی دیتا تھا۔ روم کا بادشاہ قیصر خاندان اور حسب و نسب کو اہمیت دیتا تھا۔ اُسی کے مطابق شادی طے کرتا تھا۔ جبکہ تمہارا رہبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے دین کو بنیاد قرار دیتا تھا۔ بس تم ان میں سے جس کو اپنا رہبر مانتے ہو اُس کے مطابق عمل کر لو۔

(نمونہ معارف ۲/ ۷۳۷۔ مستطرف، ص ۲۱۸)

۵۔شادی جہاد کے برابر

ایک نیک شخص کی بیوی بہت اچھی تھی۔ اُسے بھی اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔ وہ اُس کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اچانک اُس کی بیوی مرگئی۔ اُس کے بعد دوستوں، عزیزوں نے بہت کہا کہ شادی کرلو۔ لیکن وہ نہ مانتا تھا۔ وہ کہتا: اب شادی نہیں کروں گا اور اکیلے ہی زندگی گذاروں گا۔

کچھ دنوں بعد اچانک اُس کی رائے بدل گئی اور اس نے اپنے دوستوں سے رشتہ تلاش کرنے کو کہا۔ سب نے اس تبدیلی کو وجہ جاننے کی کوشش کی۔ تو اُس نے بتایا جب میری بیوی کی وفات کو ایک ہفتہ گذر چکا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک دروازہ کھلا اور کچھ نورانی چہرے والے باہر آئے۔ پھر ایک دائرے میں گھومنے لگے۔ جب میرے پاس سے گذرتے تھے ایک کہتا: یہ منحوس ہے، پچھلے والا کہتا: ہاں ایسا ہی ہے۔

میں یہ منظر دیکھ کر ڈر گیا اور جرأت نہ کرسکا کہ کسی سے سوال کروں۔ پھر میں نے دیکھا سب سے آخر میں ایک شخص ہاتھ باندھے اِن ہستیوں کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ میں نے جرأت کرکے اُس سے سوال کیا کہ یہ کس کو کہہ رہے ہیں اور کیوں ایسا کہہ رہے ہیں؟ اس نے جواب میں کہا: یہ سب تمہیں کہہ رہے ہیں۔ اس لیے کہ آج سے پہلے تک تمہارا شمار مجاہدین فی سبیل اللہ میں ہوتا تھا۔ لیکن ایک ہفتہ سے ہمیں بتایا گیا اب تمہارے کام ایسے ہوگئے ہیں کہ تمہارا شمار جہاد میں پیچھے رہ جانے والوں میں کیا جانے لگا ہے۔ لیکن مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں ہے۔

میں جب نیند سے جاگا تو میں نے اندازہ لگایا جب سے میں نے شادی سے انکار کرنا شروع کیا ہے۔ میرے اعمال کا ثواب کم ہوگیا ہے۔ اس لیے میں نے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔

(محجۃ البیضاء ۳/۷۱)

باب نمبر 4

استعاذہ

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ

کہہ دو پروردگارا! شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (مومنون/۹۷)

امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

اللهم انی اعوذبك من سوء المنظر فی الاهل و المال و الولد۔

اے خدا لوگوں کی طرف سے اپنے اہل وعیال، مال، اور بچوں پر بری نظر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(نہج البلاغہ)

ا۔ نازیبا باتیں

ایک دن بیت المقدس میں افیق پہاڑی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے ابلیس ظاہر ہوا اور چاہتا تھا کہ اُن کو دھوکہ دے اس لیے اُس نے کہا: اے عیسیٰ آپ بہت عظیم ہو کہ آپ بغیر پدر پیدا ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: عظیم وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ ابلیس نے کہا: آپ عظیم ہو کہ آپ نے بچپن ہی میں جھولے میں بات کی۔ جناب عیسیٰ نے فرمایا: عظیم وہ ذات ہے جس نے مجھے گویائی عطا کی۔

ابلیس نے کہا: آپ عظیم ہیں کہ آپ نے مٹی سے پرندے کی شکل بنائی اور پھر اُس کو پرواز عطا کی۔ جناب عیسیٰ نے فرمایا: جو کوئی مسخر ہوا خداوند کی عظمت سے عطا ہوا۔ ابلیس نے کہا: یہ آپکی عظمت ہے کہ آپ خدائی طاقت سے بیماروں کو شفا دیتے ہیں۔ جناب عیسیٰ نے فرمایا: خداوند نے مجھے شفا دینے کی اجازت دی ہے۔ ابلیس نے کہا: آپ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: خداوند کی اجازت سے کرتا ہوں اور ایک دن وہ مجھے بھی موت دے گا۔

ابلیس نے کہا: آپ پانی پر چلتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: یہ خدا کی عظمت ہے کہ اُس نے پانی کو میرے پاؤں کے نیچے رام کر دیا ہے۔ ابلیس نے کہا: آپ زمین و آسمان میں برتر ہیں۔ آپ خلق کو رزق عطا کرتے ہیں۔ جناب عیسیٰ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ کی ذات پاک ہے اُس کا کلام اُس کے عرش کے برابر بزرگ ہے۔ ہر چیز اُس کی مرضی سے ہے۔

ابلیس نے ایک چیخ ماری اور اُلٹے پاؤں بھاگ گیا۔

(امالی صدوق، مجلس ۳۷)

۲۔ بدگمانی سے خدا کی پناہ

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف تھے۔ ایک عورت آئی آنحضورؐ سے کچھ باتیں کیں۔ پھر جب اُٹھ کر جانے لگی تو آنحضور بھی اُس کے ہمراہ چل پڑے۔ اس دوران انصار میں سے دو لوگ آنحضورؐ کے قریب سے گذرے۔ سلام کیا اور آگے چلے گئے۔ پیامبر اکرمؐ نے انہیں آواز دی اور پھر فرمایا: یہ عورت صفیہ عیالم ہے۔ اُن دو نے کہا: یارسول اللہ کیا ہم آپ اور اس عورت کے بارے میں شک کر رہے ہیں؟

آنحضورؐ نے فرمایا: شیطان خون کی طرح انسان کے وجود میں داخل ہو جاتا ہے۔ میں اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں شیطان آپ لوگوں کے وجود میں داخل نہ ہو جائے اور آپ لوگوں کو بدگمان نہ کردے۔

(محجۃ البیضاء ۵/ ۶۷)

۳۔ سزا کا خوف

رسول خداؐ کے زمانے میں ایک شخص نے کوئی غلطی انجام دی اور سزا کے خوف سے چھپ گیا۔ پھر جب امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو اکیلے میں دیکھا تو دونوں بچوں کو اپنے کندھوں پر سوار کیا اور پھر رسولخداؐ کی خدمت میں آ گیا۔ عرض کی: یارسول اللہؐ! میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اور ان دو شہزادوں کی پناہ میں آ کر آپؐ سے اُس غلطی پر جو میں نے انجام دی معافی کا طلبگار ہوں۔

رسولخداؐ مسکرائے اور فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو۔ پھر حسنین کریمین علیہما السلام سے فرمایا: آپؑ کی شفاعت کو اس مرد کے حق میں قبول کیا ہے۔

(منتہی الامال ۱/ ۲۸۴)

۴۔ کم ظرف شخص

سعدی کہتا ہے کہ اسکندریہ مصر کے ایک ساحلی شہر میں خشک سالی کی وجہ سے غذائی اشیا کی ایسی قلت ہوگئی جیسے آسمان کے دروازے بند ہو گئے ہوں جبکہ اہل زمین کی صدائیں آسمان سے ٹکرا رہی تھیں۔ ایسے حالات میں سفید پوش نیک لوگ انتہائی تنگ دستی کا شکار ہو گئے۔

قحط اور خشک سالی اتنی زیادہ تھی کہ بس خلق خدا کے دل سے اُٹھنے والی آہیں صرف بادل و مینہ نہ بن سکیں یا اُن کے اشکوں کی

بارش صرف سیلاب نہ بن سکی۔ ایسے حالات میں، خداوند تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے، کیا بتاؤں ایک کم ظرف امیر دولتمند شخص کی اچھی معاشی حالت کا ذکر ہوا۔ اِن حالات میں ایسے شخص کا ذکر ہے تو خلاف ادب ہے لیکن بات مکمل نہ کرنا بھی شائستہ نہیں ہوسکتا۔

کچھ لوگ اسے گویندہ کا تکبر سمجھیں، تب بھی ٹھیک ہے۔ میں نے ایسے شخص کے بارے شعر لکھا تھا جس کا مفہوم یوں تھا کہ اگر ظالم تاتاری قوم اِس پست فطرت نامرد کو قتل کردے تو تاتاری قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ انسانیت کے آگے بڑھنے کیلئے اس کا قتل ضروری تھا۔ جیسے انسان کو دریا عبور کرنے کیلئے پل ضروری ہے۔

یہ شخص جس کی زندگی کے بارے آپ کچھ جان چکے ہیں۔ اُس قحط کے سال میں بہت ساری مال و دولت کا مالک تھا اور خود نمائی و تکبر کرتے ہوئے بڑا دستر خوان لگاتا تھا۔ کچھ تنگ دست نیک لوگوں نے بھی ارادہ کیا کہ اُس کے دستر خوان پر جائیں۔ اس سلسلے میں میرے پاس مشورہ کرنے آئے۔ میں اُن کے وہاں جانے پر راضی نہ تھا میں نے کہا: شیر کتے کے کھائے ہوئے کو نہیں کھاتا چاہے اپنی غار میں بھوکا مرجائے۔ خدا سے پناہ مانگو اور اس کم ظرف کے پاس مت جاؤ۔

اگر فریدون کو نعمتیں اور مال و ثروت مل جائے تو اُس کے آس پاس میں بے ہنر لوگ تلاش مت کرو۔ نااہل بندے کے تن پر اگر ابریشم اور حریر کے لباس ہوں تو وہ ایسے خوبصورت نیلے اور طلائی رنگ کے قیمتی پتھروں جیسے ہیں جو بے جان دیوار پر لگائے گئے ہیں۔ (گلستان سعدی، ص ۱۵۹)

۵۔شیطانی منت

ایک دن ایک آدمی ابن عمر کے پاس آیا اور کہا: میں نے منت مانی ہے کی ایک دن صبح سے شام تک کوہ حرا پر ننگا کھڑا رہوں۔ ابن عمر نے کہا: ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں۔ جاؤ اپنی منت پوری کرو۔ پھر وہ آدمی ابن عباس کے پاس گیا اور اس سے بات کی۔ ابن عباس نے کہا: اے مرد، کیا تم نماز نہیں پڑھو گے؟

اس آدمی نے کہا: کیوں نہیں نماز تو پڑھوں گا۔ ابن عباس نے کہا: تو کیا برہنہ حالت میں نماز پڑھو گے؟ اس نے کہا: نہیں۔ ابن عباس نے کہا: کیا تمہاری منت ایسی ہی نہیں؟ شیطان تمہارے ساتھ کھیل کرنا چاہتا ہے تا کہ وہ اور اس کے دوست تم پر ہنسیں۔ وہ آدمی متوجہ ہوگیا اور اپنی منت سے پشیمان ہوگیا پھر پوچھا: اب کیا کروں؟ ابن عباس نے کہا: جاؤ ایک دن اعتکاف کرو اور عہد شکنی کا کفارہ ادا کرو۔ وہ آدمی ابن عمر کے پاس آیا اور سارا ماجرا نقل کیا۔ ابن عمر نے کہا: ابن عباس نے ٹھیک کہا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی فقہی استنباط میں اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ (الغدیر ۱۹/ ۷۰)

باب نمبر5

استغفار

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

جوکوئی براکام انجام دے یا خود پر ظلم کرے۔ پھر خداتعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہو۔ خداتعالیٰ کو معاف کرنے والا اور مہربان پائے گا۔ (نساء/۱۱۰)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

عجبت لمن يقنط ومعه الاستغفار۔

حیران ہوں اس پر جو (رحمت خدا سے) نا اُمید ہو گیا ہے جبکہ استغفار کرسکتا ہے۔

(نہج البلاغہ، ص ۱۱۲۳)

ا۔ توبہ کرنے والا چور

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک عورت کشتی میں سوار تھی وہ کشتی ڈوب گئی۔ وہ عورت ایک لکڑی کے تختے کے ذریعے نجات حاصل کر کے ایک جزیرے تک پہنچ گئی۔ اُس جزیرے میں ایک آدمی تھا جو چوریاں کیا کرتا تھا۔ جب اُس نے خوبصورت عورت کو دیکھا تو پوچھا: تم انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے؟ اُس نے جواب دیا کہ انسانوں میں سے ہوں، ہماری کشتی ڈوب گئی تھی۔ میں بہت مشکل سے ایک تختہ کے ذریعے اس جزیرہ تک پہنچی ہوں۔

وہ مرد اُس کے قریب آیا اور زیادہ قریب ہونے کی کوشش کی۔ دیکھا کہ وہ عورت کانپ رہی ہے۔ پوچھا: کیوں کانپ رہی ہو، کس سے ڈر رہی ہو؟ یہاں میرے علاوہ کوئی نہیں۔ عورت نے جواب دیا: اُس خدا سے ڈر رہی ہوں جو ہمیں دیکھ رہا ہے۔

اُس مرد نے پوچھا: کیا آج تک تم نے ایسا عمل انجام نہیں دیا؟ عورت نے جواب دیا: نہیں۔ وہ آدمی کہنے لگا: لعنت ہو مجھ چور پر میں نے کئی مرتبہ یہ عمل بغیر خوف کے، اور اپنے اختیار کے ساتھ، انجام دیا ہے۔ تم نے ایک مرتبہ بھی انجام نہیں دیا اور یوں ڈر رہی ہو۔

اُس چور نے یہ کہا اور توبہ کرتا ہوا، آبادی کی طرف چل پڑا۔ توبہ کرتے ہوئے چلے جارہا تھا کہ ایک نیک آدمی نے اُسے

دیکھا اور اُس کے ہمراہ ہوگیا۔ راستے میں تیز دھوپ اور شدید گرمی تھی۔ اُس نیک آدمی نے بادل کیلئے دعا کی اور اُس توبہ کرنے والے چور نے آمین کہا۔ اچانک بادل آئے اور اُن پر سایہ ہوگا۔

پھر دونوں دوراہے پر پہنچے اور ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے۔ اُس نیک آدمی نے دیکھا کہ بادل دوسرے آدمی کے سر پر ہے۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ نیک آدمی واپس آیا اور دوسرے آدمی سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ اُس نے اپنا عورت والا واقعہ بیان کیا۔ اُس نیک آدمی نے کہا: خداوند تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے اور تجھے یہ مقام عطا کیا ہے۔

(نمونہ معارف ۱/ ۳۸ ۔لئالی الاخبار، ص ۴۴)

۲۔ استغفار کی وجہ

ایک شخص امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ امامؑ نے اُس کے بھائی کا حال دریافت کیا۔ (اُس کا بھائی زیدیہ فرقہ سے تھا۔)

اُس نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر اُس کے تقدس اور زُہد کے بارے امامؑ کی خدمت میں کچھ باتیں عرض کیں۔ پھر کہا سب ٹھیک ہے لیکن صرف آپؑ پر اعتقاد نہیں رکھتا۔ فرمایا: کیا چیز اس کا باعث بنی ہے؟ عرض کی: اُس کا ایسا زُہد و تقوا ہے۔ جو آپ پر عدم اعتقاد کی وجہ ہے۔

فرمایا: اس سے پوچھنا کہ بلخ کی نہر کے کنارے تمہارا تقوا کہاں تھا؟ وہ کہتا ہے جب سفر پر واپس پہنچا تو اپنے بھائی سے یہ واقعہ بیان کیا۔ میرا بھائی کہنے لگا: ہاں میں ماوراء النہر تجارت کیلئے گیا۔ جب تجارت سے فارغ ہوا اور بلخ جانے کا ارادہ کیا تو ایک اور شخص میرا ہمسفر ہوگیا۔ اُس کے پاس ایک خوبصورت کنیز تھی۔ ہم ایک نہر پر رُکے۔ میرے ساتھی نے کہا: میں سامان کی حفاظت کرتا ہوں۔ تم آگ جلانے کیلئے ایندھن اکٹھا کر لاؤ۔ یا میں جاتا ہوں اور تم سامان کی حفاظت کرو۔

میں نے کہا: تم جاؤ۔ وہ چلا گیا اور میں نے اُس کی غیر موجودگی میں اُس کی کنیز کے ساتھ زیادتی کی۔ اس راز کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ لیکن امامؑ نے اِس کی خبر دی ہے۔

اس کے بعد اُس نے اپنے گذشتہ گناہوں سے استغفار کی اور امام صادق علیہ السلام کے معتقدین میں سے ہوگیا۔

(شرح جامعہ کبیرہ شیرازی ۱/ ۲۰۹ ۔بحر المنالی، ص ۳۰)

۳۔ اویس قرنی کی استغفار

جب بھی یمن سے مدینہ لوگ آتے۔ حضرت عمر پوچھا کرتے کیا اویس بن عامر قرنی آپ کے ساتھ ہیں؟ ایک دفعہ جب پوچھا تو بتایا گیا: جی ہاں۔ ہمارے ساتھ ہیں۔ عمر نے کہا: پیامبر خدا نے ہمیں خبر دی ہے کہ "یمن سے ایک آدمی آئے گا اُس کا نام اویس ہے۔ آپ کے پاس آئے گا۔ ماں کے علاوہ اُس کا کوئی نہیں۔ اُس کے جسم میں برص کی بیماری تھی۔ خدا کا نام پکارنے سے وہ

بیماری ختم ہو گئی۔ لیکن ایک درہم کے برابر اُس کے جسم پر داغ باقی رہ گیا ہے۔ جو کوئی اُس سے ملے درخواست کرے کہ اُس کے لیے استغفار کرے۔"

جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ آنحضورؐ نے اُن کے بارے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ سب ویسے ہی ہے۔ عمر نے اُن سے چاہا کہ مدینہ میں رہ جائیں لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ عمر نے کہا: میرے لیے دعا کریں۔ جناب اویس قرنی نے کہا: میں ہر نماز کے بعد مومنین و مومنات کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اگر باایمان ہو گئے تو میری دعا تمہارے شامل حال ہوگی۔ ورنہ تمہارے شامل حال نہ ہوگی۔

(تذکرۃ الاولیاء)

وہ شخص جو پہلے اویس قرنی کے زہد و تقویٰ کا مذاق اُڑایا کرتا تھا۔ پھر عمر سے اویس قرنی کے بارے آنحضورؐ کا بیان سننے کے بعد جب وہ مدینہ سے پلٹے تو جناب اویس قرنی سے ملاقات کیلئے گیا تا کہ اُس سے اپنے لیے درخواست استغفار کرے۔

جناب اویس نے پوچھا کیا ہوا جو تمہارا سلوک بدل گیا؟ کیا پشیمان ہو گئے ہو؟ اُس نے کہا: عمر سے تمہارے بارے حضور پاکؐ کی حدیث سنی ہے اور جان گیا ہوں کہ تم کس قدر بلند مقام رکھتے ہو!!

جناب اویس نے کہا: میں تیرے حق میں استغفار کروں گا، شرط یہ ہے کہ جو کچھ عمر سے سنا ہے کسی دوسرے کیلئے بیان نہ کرنا۔ (حلیۃ الاولیاء ۲/۷۹)

۴۔ حضرت داودؑ کا معافی مانگنا

موجودہ تورات میں حضرت داودؑ کے بارے ایسی باتیں لکھی گئی ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر کبیرہ گناہ کی وجہ سے استغفار کرتے ہیں۔ تورات میں آیا ہے کہ "ایک دن حضرت داودؑ اپنے گھر کی چھت پر گئے اور اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ اچانک اُن کی نظر الیات کی بیٹی برسیا پر پڑی جو کہ اوریا کی بیوی تھی۔ اُن کو اُس کی خوبصورتی بہت اچھی لگی۔ کسی سے پوچھا یہ کس کی بیوی ہے؟ بتایا گیا کہ اوریا کی بیوی ہے۔ پس اپنے بھانجے یوآب کو خط لکھا کہ اوریا کو جنگ پر بھیجے۔ اُسے لشکر میں سب سے آگے رکھے تا کہ مارا جائے۔ اوریا جنگ پر گیا اور مارا گیا۔ داود نے اُس کی بیوی کو حاصل کر لیا۔

(تورات دوم سموئیل، ب ۱۱، ی ۲۷-۱۔ تاریخ یعقوبی ۱/۶۰)

یہ واقعہ کہ شیطان مجسم ہو کر سفید اور خوبصورت پرندے کی شکل میں محراب داودؑ میں آیا تو داودؑ سے نماز چھوٹ گئی اور وہ پرندے کے پیچھے مکان کی چھت تک چلے آئے۔ اور پھر اچانک اوریا کی بیوی پر نگاہیں جا ٹھہریں۔

جب یہ واقعہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیان کیا گیا تو امامؑ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: انا للہ و انا الیہ راجعون. پھر فرمایا: ایک پرندے کا پیچھا کرنا جو نماز کی اہمیت کو کم کرنے کا باعث بنا ہو اِسی فحش نسبت اور اوریا کے قتل کی تہمت ایک پیغمبر خدا کے ساتھ لگاتے ہیں!!

سوال کیا گیا کہ پھر حضرت داودؑ کی خطا کیا تھی اور اُن کی استغفار کیا تھی؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: داودؑ نے سوچا کہ اُن سے زیادہ دانائی میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا۔ خدائے عزوجل نے دو فرشتے اُن کے پاس بھیجے جو محراب نماز میں اُن کے پاس آئے اور اپنی مشکلات اُن کے سامنے رکھیں۔ داودؑ نے جلد بازی میں مدعی سے دلائل اور گواہ طلب کیے بغیر مدعاعلیہ کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔ اُن کی خطا قضاوت اور حکم میں تھی۔ جو آپ خیال کرتے ہیں وہ نہیں تھی۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ خداوند نے اس واقعہ کے بارے فرمایا ہے کہ

اے داودؑ ہم نے تم کو اس سرزمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو۔

اسی وجہ سے داودؑ نے استغفار کی اور خدا تعالیٰ سے معافی مانگی۔ خداوند نے بھی انہیں معاف فرما دیا اور حکم دیا کہ حق کے ساتھ فیصلے کرو۔ (تاریخ انبیاء ۲/۲۰۸)

۵۔ استغفار طلحہ

رفاعہ کہتے ہیں: ہم جنگ جمل میں امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ حضرتؑ نے کسی کو طلحہ بن عبیداللہ کے پیچھے بھیجا اور اُس سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ طلحہ حضرتؑ کے پاس آیا تو امامؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسولخداؐ سے نہیں سنا کہ آپؐ نے فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا اُسے دوست رکھنا جو علیؑ کو دوست رکھے اور اُسے دشمن رکھ جو علیؑ سے دشمنی کرے۔؟''

طلحہ نے کہا: ہاں سنا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: پس پھر کیوں میرے ساتھ جنگ کیلئے آئے ہو؟ تم پہلے شخص تھے جس نے میری بیعت کی۔ پھر بیعت کو توڑ دیا جبکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی عہد شکنی کرے اُس نے اپنا نقصان کیا ہے۔ (فتح/۱۰)

طلحہ نے کہا: استغفراللہ اور پھر واپس چلا گیا۔ (الغدیر ۲/۴۵)

طلحہ نے پیامبر اکرمؐ کے ہمراہ کئی جنگوں میں شرکت کی تھی۔ قتل عثمان میں مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ پہلا شخص تھا جس نے امام علیؑ کی بیعت کی تھی۔ اس کے باوجود کہ اُس کا ایک بازو کام نہیں کرتا تھا۔

جب طلحہ نے امام علیؑ کی عدالت دیکھی تو اُن کی مخالفت کرنے لگا۔ جنگ جمل میں امام علیؑ کے خلاف مدمقابل کھڑا ہو گیا۔ استغفراللہ کہا اور میدان جنگ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ مروان بن حکم نے عثمان کے قتل کے الزام میں طلحہ کو اُس وقت تیر سے نشانہ بنایا جب وہ حضرت بی بی عائشہ کے قریب کھڑا تھا۔ اس تیر کے لگنے سے طلحہ ہلاک ہو گیا۔ (اسدالغابہ ۳/۵۹)

باب نمبر 6

اسراف

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

(اللہ کی نعمتیں) کھائیں اور پئیں لیکن اسراف نہ کریں کیونکہ خدا تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (اعراف/۳۱)

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

ایاك و الاسراف فانه من فعل الشیطنه۔

اسراف کرنے سے دور رہو کیونکہ اسراف شیطان کے کاموں میں سے ہے۔

(بحار الانوار ۵۰/ ۲۹۲)

مسلمہ بن عبدالملک

مسلمہ بن عبدالملک فوجی افسروں میں سے ایک تھا وہ روم جنگ کے دوران لشکر کا کمانڈر تھا۔ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنا تو اس نے اسے شام بلایا اور اُسے اجازت دی کہ وہ جب خلیفہ سے ملنا چاہے، ملاقات کرسکتا ہے۔

ان دنوں خلیفہ کو خبر ملی کہ وہ اپنی زندگی میں بہت لاپرواہ اور فضول خرچ ہوگیا ہے اور کھانے کے معاملے میں اسراف کرتا ہے۔ اپنے لیے طرح طرح کے کھانے بنواتا اور کھاتا ہے۔ دسترخوان پر ہر روز ہزار درہم خرچ کرتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کو یہ سن کر بہت غصہ آیا۔ اُس نے ارادہ کیا کہ مسلمہ کو بلا کر پوچھے اور اس نامعقول طرز عمل سے روکے۔

ایک دفعہ رات کے کھانے کی دعوت کی تاکہ اس کے ساتھ مل کر کھانا کھائے۔ اس سلسلے میں اس نے حکم دیا کہ پہلے مختلف قسم کے کھانے تیار کیے جائیں۔ اور اس کے علاوہ دال و پیاز کے ساتھ ایک سالن تیار کیا جائے۔ جب دسترخوان لگ جائے تو پہلے دال لے کر آئیں۔ اور پھر کو چھوڑ وقفے کے ساتھ باقی کھانے بھی لے آئیں۔

دعوت کی رات آگئی۔ اس خاص محفل میں صرف خلیفہ اور مسلمہ تھا۔ خلیفہ روم سے جنگ کا احوال دریافت کر رہا تھا اور مسلمہ تفصیلات بتا رہا تھا۔ رات کے کھانے کا وقت گذر گیا اور دو گھنٹے بعد خلیفہ نے دسترخوان لگانے کا حکم دیا۔ دسترخوان لگایا گیا تو پہلے دال

کا سالن لایا گیا۔ مسلمہ کو بہت بھوک لگ رہی تھی لہٰذا اس نے خوب پیٹ بھر کر کھایا جب وہ دال کھا چکا تو باقی کھانے لائے گئے۔ لیکن اب وہ کچھ نہیں کھا سکتا تھا۔

خلیفہ نے کہا: تم کھا کیوں نہیں رہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ سیر ہو چکا ہوں۔ خلیفہ نے کہا: سبحان اللہ تم تو اس ایک درہم کی دال سے ہی سیر ہو گئے۔ لیکن اپنے دستر خوان کو رنگین کرنے کے لیے روزانہ ہزار درہم خرچ کرتے ہو!

خدا سے ڈرو۔ اسراف مت کرو اور یہ جو فضول پیسہ اپنی خودنمائی کیلئے خرچ کرتے ہو۔ غریب غرباء میں خرچ کیا کرو۔ کہ اللہ کی رضایت اسی میں ہے۔ (نصیحت آموز کہانیاں، ص ۸۳)

۲۔ کونسا اسراف ہے؟

ایک دن امام علی نقی ہادی علیہ السلام عباسی خلیفہ متوکل کے دربار میں آئے اور اس کے ساتھ والی نشست پر تشریف فرما ہوئے۔ متوکل نے امامؑ کے عمامہ کی طرف دیکھا جو نہایت ہی نفیس کپڑے کا تھا، اعتراض کی نیت سے بولا:

یہ جو دستار آپ نے سر پر باندھ رکھی ہے کتنے کی خریدی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: جو شخص یہ میرے لیے لایا ہے اُس نے پانچ سو چاندی کے درہم کے بدلے اسے خریدا ہے۔

متوکل نے کہا: آپ نے اسراف کیا ہے کہ پانچ سو درہم کا عمامہ سر پر رکھا ہوا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: میں نے سنا ہے تم نے ایک خوبصورت کنیز ہزار طلائی دینار کے بدلے میں خریدی ہے؟

کہا: ہاں، ٹھیک ہے۔

امامؑ نے فرمایا: میں نے اپنے بدن کے شریف ترین حصہ کیلئے پانچ سو چاندی کے درہم کی رقم ادا کی اور تم نے اپنے بدن کے کم ترین حصہ کیلئے ہزار طلائی دینار خرچ کیے ہیں! سچ میں اسراف کونسا ہے؟

متوکل شرمندہ ہو کر بولا: انصاف تو یہ ہے کہ ہمیں بنی ہاشم پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اس جواب کے بدلے میں امامؑ کے خدمتکاروں کو ایک لاکھ درہم انعام کے طور پر پیش کیے جائیں۔

(لطائف طوائف، ص ۵۷)

۳۔ اسراف مت کرو

ایک شخص امام صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی: کچھ رقم مجھے قرض کے طور پر عنایت فرما دیں۔ جب میں واپس کر سکا تو آپ کو لوٹا دوں گا۔

امامؑ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کھیتی باڑی کیلئے زمین ہے، جس کی فصل حاصل ہونے پر تم میرا قرض لوٹا سکو؟ اس نے عرض کی خدا کی قسم، نہیں ہے۔

امامؑ نے فرمایا: کیا تمہارا کوئی کاروبار یا تجارت ہے، جس میں فروخت کے بعد تم میرا قرض ادا کرسکو؟ عرض کی، خدا کی قسم، ایسا نہیں ہے۔

امامؑ نے فرمایا: تو پھر کیا تمہارے پاس کوئی ملکیت ہے جسے فروخت کر کے تم میرا قرض ادا کرسکو؟ اس نے عرض کی: خدا کی قسم، ایسا بھی نہیں ہے۔

امامؑ نے فرمایا: پھر تم اُن افراد میں سے ہو کہ خداوند نے جن کا حق ہمارے مال میں رکھا ہے۔

امامؑ نے حکم دیا تو ایک تھیلا لایا گیا جس میں درہم و دینار تھے، امامؑ نے اُس میں ہاتھ ڈالا اور ایک مشت بھر کر اس شخص کو عطا کی۔ اور فرمایا: خدا سے ڈرو اور اسراف مت کرو۔ اپنے اوپر سختی نہ کرو لیکن میانہ روی اختیار کرو۔ حد سے تجاوز اور لاپرواہی، اسراف کے زمرے میں آتی ہے۔ خداوند فرماتا ہے کہ حد سے تجاوز نہ کرو۔ (مثالی معارف ۱/۱۹۰، تفسیر عیاشی)

۴۔ نالائق دوستوں میں پیسہ ضائع کرنا

عباسی خلیفہ مامون کے ایک خدمتکار نے ایک رات اُسے بتایا کہ میرے ہمسایہ میں ایک دیندار شخص رہتا تھا۔ وہ دوسروں کے حقوق کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اپنی آخری عمر میں اپنے بیٹے کو، جو بہت ناتجربہ کار تھا، وصیت کر کے کہتا ہے کہ:

بیٹا! خدا نے مجھے بہت نعمتوں اور مال و دولت سے نوازا ہے۔ ان سب کے لیے میں نے بہت تکالیف اُٹھائیں ہیں لیکن تم تک یہ سب کچھ بہت آسانی سے پہنچ جائے گا۔ اس کی قدر کرو اور اس میں اسراف نہ کرو۔ اپنے ناخالص اور جھوٹے دوستوں سے دور رہو۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ نالائق لوگ تیرے گرد جمع ہو جائیں گے اور تیری مال و دولت ختم ہو جائے گی۔ مگر اپنے گھر کو کبھی نہ بیچنا۔

جب تمہارے پاس پیسہ ختم ہو جائے گا تو تمہارے دوست تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ اس وقت تم چاہو گے کہ رسی کے ساتھ لٹک جاؤ اور خودکشی کرلو۔ میں نے ابھی سے ایک رسی گھر میں لٹکا دی ہے۔ جب ایسی نوبت آجائے تو اُس رسی سے لٹک کر اپنے گھر کے اندر ہی خودکشی کرنا۔

باپ کے مرنے کے بعد بیٹے نے ویسا ہی کیا۔ مال و دولت کو بے مقصد خرچ کیا اور اسراف کر کے سب ختم کر دیا۔ نااہل اور نالائق دوستوں نے اُس کی دولت کو کھایا اور اس کی دولت ختم ہونے کے بعد اس کے دشمن ہو گئے۔ اس نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق گھر کو نہ بیچا اور ایک دن فیصلہ کیا کہ خودکشی کرلے۔ اُس رسی کے پاس آیا جو باپ نے چھت کے ساتھ باندھ رکھی تھی، رسی کو گلے میں ڈالا تاکہ خودکشی کرلے۔ وزن کی وجہ سے چھت کا شہتیر ٹوٹ گیا اور وہاں سے دس ہزار دینار زمین پر گرے۔

لڑکے نے جب یہ دیکھا تو بہت خوش ہوا اور باپ کی وصیت کا مطلب سمجھ گیا۔ پھر اس نے اسراف اور بے مقصد اخراجات سے ہاتھ کھینچ لیا اور میانہ روی کے ساتھ زندگی گذارنا شروع کر دی۔ اور خواب غفلت سے بیدار ہو گیا۔

(جامع الحکمت، ص ۳۱۰)

۵۔ دو چچا کی وراثت

پارسازادہ کو اُس کے دو چچا کے مرنے کی وجہ سے بہت زیادہ وراثت سے حصہ ملا۔ وہ اُس دولت کو فسق و فجور، اسراف اور ظاہری رکھ رکھاؤ میں خرچ کر رہا تھا۔ اُس کے ذریعے ہر گناہ انجام دے رہا تھا۔

سعدی کہتا ہے کہ میں نے اُسے نصیحت کرنے کی غرض سے کہا:

بیٹا! مال و دولت بہتے پانی کی طرح ہے۔ اور زندگی پن چکی کی طرح ہے جو اس پانی سے چلتی ہے۔ اگر پانی کم ہو جائے یا ختم ہو جائے تو چکی چلنے سے رک جائے گی۔ بیہودہ خرچ و اخراجات نہ کرو ورنہ ایک دن مشکل میں پھنس جاؤ گے۔

اُس جوان نے جواب میں کہا: موجودہ زندگی کی آسائش کو آئندہ کے غم کی وجہ سے خراب نہ کرو۔ نقد لے لو اور اُدھار کا سودا نہ کرو۔

سعدی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ وہ میری نصیحت پر کان نہیں دھر رہا۔ میں نے اُس کی ہمنشینی چھوڑ دی۔

کچھ ہی عرصے بعد میں دیکھا، جس طرح میں نے پیش گوئی کی تھی، اسراف اور عیاشی کی وجہ سے، بات یہاں تک پہنچی کہ میں نے دیکھا اُس کا لباس پھٹا ہوا تھا، جگہ جگہ پیوند لگے تھے، اور ایک ایک نوالہ کھانے کیلئے در بدر پھر رہا تھا۔ مجھے دلی طور پر دکھ ہوا۔ میں نے سوچا کہ یہ مردانگی نہیں ہے کہ اب اس وقت اُس کے پاس جاؤں اور سرزنش کر کے اُس کے زخموں پر نمک چھڑکوں۔

(گلستان سعدی، ص ۴۴۵)

باب نمبر7

اسلام

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ

"جس کسی نے اسلام کے علاوہ دین اختیار کیا تو اس سے کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔" (آل عمران/٨٥)

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

بُنی الاسلامُ علی خمس علی الصلاۃ والزکاۃ والحج والصوم والولایۃ۔

دین اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ نماز زکاۃ و حج و روزہ اور ولایت۔ (الکافی ۲/۱۸)

اسلام سے منہ پھیرنے کا نتیجہ

ابوالفتوح رازی کی تفسیر میں ہے کہ ایک جوان مسجد کے مینار پر اذان کہا کرتا تھا۔ ایک دن اذان کہنے کے دوران اُس نے اطراف کے گھروں کی چھت پر دیکھا۔ وہاں اُسے ایک خوبصورت لڑکی نظر آئی اور وہ اُس پر عاشق ہو گیا۔ اذان کہنے کے بعد وہ اُس کے گھر گیا اور دروازے پر دستک دی۔ گھر کے مالک نے دروازہ کھولا تو لڑکے نے کہا اگر تم اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتے ہو تو میں اُس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

اُس شخص نے کہا کہ ہم آسوری مذہب کے لوگ ہیں اگر ہمارا مذہب اختیار کرلو تو میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کرنے میں کوئی روکاوٹ نہیں سمجھتا۔

وہ لڑکا جو اُس لڑکی کی خوبصورتی کا عاشق ہو چکا تھا اپنے دین سے پلٹ گیا اور لڑکی کے باپ کی شرط کو قبول کرلیا۔ اسلام کو چھوڑ کر مشرک ہو گیا اور آسوری مذہب کو قبول کرلیا۔

نکاح کے دن وہ لڑکی گھر کی سیڑھیوں سے گری اور مرگئی۔ وہ جوان عاشق لڑکا ناکام ہی رہ گیا۔

(نظام خانوادہ در اسلام، ص ۱۷۹)

۲۔ سعد بن مالک

جن لوگوں نے جوانی میں اسلام قبول کیا یعنی ۱۷ سال کی عمر میں، اُن میں سے سعد بن مالک بھی ایک ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مشرکین مسلمانوں کو ہر روز نئی سے نئی تکلیف اور اذیت دے رہے تھے۔ وہ تازہ مسلمان ہونے والے چند دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ خفیہ طور پر نماز ادا کرنے کیلئے مکہ کے پہاڑوں میں جایا کرتے اور پھر شہر میں واپس آجایا کرتے۔

ایک دن جب وہ لوگ عبادت میں مشغول تھے مشرکین نے انہیں دیکھ لیا، جس کی وجہ سے لڑائی ہوگئی اور بات ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ اس موقعہ پر سعد نے اونٹ کی ایک ہڈی سے مشرکین میں سے ایک کے سر پر وار کیا جس سے اُس کے سر سے خون بہنے لگا، یہ وہ پہلا خون تھا جو مشرکین میں سے زمین پر گرا۔

سعد کہتا ہے کہ جب میری ماں کو معلوم ہوا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو پہلے خوب مجھے ڈانٹ پلائی، مجھے برا بھلا کہا۔ پھر کہا کہ یا اس جدید دین کو چھوڑ دو اور بت پرستی کو قبول کرلو یا میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی، حتی کہ مر جاؤں۔ سعد نے اپنی ماں سے کہا: میں دین اسلام سے دست بردار نہ ہوں گا اور آپ سے بھی چاہوں گا کہ بھوک ہڑتال نہ کریں۔

اُس کی ماں نے اُس کی ایک نہ سنی اور ایک دن ورات کچھ نہ کھایا پیا اور مسلسل بھوک ہڑتال کی۔ اس کی وجہ سے وہ کمزور ہوگئی۔ لیکن سعد نے اس ساری صورت حال کو دیکھنے کے بعد محکم لہجے میں اپنی ماں سے کہا:

خدا کی قسم! اگر آپ کے بدن میں ہزار جان بھی ہو اور وہ آپ کے بدن سے نکل جائے۔ پھر بھی میں اپنے دین اسلام سے دست بردار نہ ہوں گا۔

جب اُس کی ماں نے بیٹے کا پختہ ارادہ دیکھا تو بھوک ہڑتال ختم کر کے کھانا پینا شروع کر دیا اور بیٹے سے سختی کرنا چھوڑ دی۔

(اسد الغابہ ۲/ ۲۹۰)

۳۔ اسعد بن زراہ

مدینہ کے لوگوں میں سے جو سب سے پہلے مسلمان ہوا وہ اسعد تھا۔ اس کے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ کے دو قبیلوں اوس و خزرج کے درمیان مدتوں سے جنگ وجدل چلی آرہی تھی، جس میں سے آخری جنگ بعاث تھی جو کہ قبیلہ اوس کی فتح کے ساتھ ختم ہوئی تھی۔ ان حالات میں اسعد، ذکوان کے ساتھ مکہ گیا تا کہ رجب کا عمرہ ادا کریں اور ساتھ ہی ساتھ قریش سے ملاقات کر کے انہیں اپنا ساتھی بنائیں تا کہ وہ آئندہ خزرجیوں کا ساتھ دیں۔

اسعد کیونکہ عتبہ کا دوست تھا اس لیے وہاں آیا اور اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ عتبہ نے مختلف باتوں کے بعد کہا:

ہمارے درمیان ایک آدمی نے پیامبری کا دعویٰ کیا ہے اور وہ ہمارے جوانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے اور ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہا ہے۔

اسعد نے اُس کا نام پتہ پوچھا اور عتبہ نے بھی بتادیا پھر کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں اُس کے پاس چلے جاؤ اور اُس کی باتیں سننے بیٹھ جاؤ۔ وہ جادوگر ہے اگر اُس کا سامنا کرنا ہے تو اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لو۔

طواف کے دوران اسعد نے پیامبر اکرمؐ کو دیکھا، اُن کے گرد چند ایک لوگ جمع تھے۔ اُس نے روئی کانوں سے نکال دی اور اپنے سے کہنے لگا بہتر ہے میں اُن کے پاس جاؤں۔

جب پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں آیا تو پیامبر خداؐ نے اس کے چہرے پر ایک نظر کی اور فرمایا: کہو آپ پر سلام۔

اسعد نے کہا: اے محمدؐ آپ لوگوں کو کس بات کی طرف دعوت دیتے ہیں؟

حضورؐ نے فرمایا: خدا کی وحدانیت، اپنی رسالت، ماں باپ سے نیکی، اولاد کو قتل نہ کرنے، برائیوں سے دوری کرنے، لوگوں کا خون نہ بہانے، یتیم کے مال کو نہ کھانے۔۔۔ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

اسعد نے جونہی یہ باتیں سنیں، اسلام قبول کرلیا اور شہادتیں دھرائیں۔

۴۔ عیسائی مسلمان ہو گیا

جب ایک عیسائی نے بدتمیزی اور گستاخی کرتے ہوئے امام باقر علیہ السلام سے کہا: تم بقری (گائے والا) ہو۔

امامؑ نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ میں باقر ہوں۔

اس نے کہا تم باورچی کے بیٹے ہو۔

امامؑ نے فرمایا: وہ اُن کا پیشہ تھا۔

اس نے کہا: تم کالی اور بدزبان کنیز کے بیٹے ہو۔

امامؑ نے فرمایا: جو کچھ تم نے اُن کے بارے میں کہا اگر وہ ٹھیک ہے تو خدا تعالیٰ اُن کو بخش دے اور معاف کردے۔ اور اگر تم نے جھوٹ بولا ہے تو خدا تعالیٰ تمھیں بخش دے اور معاف کردے۔

عیسائی نے جب امامؑ کا حلم، بردباری اور بزرگواری دیکھی تو حیران رہ گیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔

(مناقب ابن شہر آشوب، ۴/۲۰۷)

۵۔ اہل طائف کا مسلمان ہونا

ہجرت پیامبرؐ کے آخری سالوں میں جب اسلام روز بروز شہرت حاصل کررہا تھا، طائف کے لوگوں کی طرف ایک وفد مدینہ میں حضور پاکؐ کے پاس آیا۔ حضورؐ سے کہا گیا کہ طائف کے لوگ تیار ہیں کہ مسلمان ہو جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اُن کو پہلے کی طرح آزاد چھوڑ دیں کہ وہ فحاشی، سودخوری، شراب نوشی میں آزاد رہیں۔

پیامبر اکرمؐ نے اُن کی درخواست کو قبول نہ کیا اور فرمایا: اسلام میں فحاشی، سود اور شراب حرام ہے۔

وفد طائف واپس چلا گیا اور سارا واقعہ لوگوں سے بیان کیا۔

دوسری مرتبہ کیلئے یہ تجویز پیش کی گئی کہ پیامبرؐ ان کو جہاد، روزہ اور نماز معاف کر دیں۔

نمائندہ وفد پھر مدینہ آیا اور طائف کے لوگوں کی تجویز کو پیامبرؐ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ پیامبر خداؐ نے اُن کی اس تجویز کو قبول کر لیا۔ مسلمانوں نے حضورؐ سے پوچھا: کیا جہاد، روزہ اور نماز واجبات میں سے نہیں؟

حضورؐ نے فرمایا: کیوں نہیں۔

لوگوں نے کہا: تو پھر طائف کے لوگوں کو آپ نے ان امور میں کیوں معاف کر دیا؟

حضورؐ نے فرمایا: جب وہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ تو خود بخود اسلامی واجبات کی حقانیت اور اہمیت کو سمجھ جائیں گے اور اُن پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔

جیسا کہ پیامبر خداؐ نے فرمایا تھا جب اہل طائف مسلمان ہو گئے تو آہستہ آہستہ اسلامی واجبات سے عقیدت اور محبت کرنے لگے اور اُن پر عمل پیرا ہو گئے۔

(داستانھا و پندھا، ۵/۱۰۰)

باب نمبر 8

اطاعت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

''خدااور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔'' (آل عمران/۱۳۲)

علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

طلبت السلامة فما وجدت الا بطاعة الله۔

''میں نے تندرستی کو چاہا اور اُسے اللہ کی اطاعت میں پایا۔''

ا۔ مطیع عورتوں کا ثواب

اسماء بنت یزید انصاری رسولخدا کی خدمت آئی۔ حضور صحابہ کے درمیان موجود تھے۔

اسماء نے عرض کی:

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں عورتوں کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہوں، میں آپ پر قربان ہو جاؤں، میں جتانا چاہتی ہوں کہ مشرق سے مغرب تک کوئی عورت ایسی نہیں جو میرے عقیدے اور میری رائے سے اتفاق نہ کرتی ہو۔

خداوند تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہم آپ پر اور خدا پر ایمان لائے ہیں۔ لیکن یہ عورتوں کی صنف گھر کی چار دیواری میں قید اور محبوس ہے، بہت سی کمیوں اور محرومیوں کا سامنا ہے۔ مردوں کی شہوت کے سامنے تسلیم ہیں اور ایک مدت تک حاملہ رہتی ہیں۔ مرد حضرات نماز جماعت و نماز جمعہ میں شرکت کرتے ہیں، بیماروں کی عیادت کرتے ہیں، تشیع جنازہ میں ساتھ چلتے ہیں، حج کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں، سب سے اہم یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ کے حوالے سے عورتوں پر برتری رکھتے ہیں۔

ہم عورتیں مال و اسباب کی محافظ، اُن کے کپڑے سینے والیاں، اپنے شوہر کے بچوں کی تربیت کرنے والیاں ہیں۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا ہم عورتیں اجر و ثواب میں مردوں کے برابر ہیں؟

رسولخدا نے اصحاب کی طرف دیکھا اور فرمایا: کیا آپ حضرات نے ان (عورتوں) کے دینی مسائل کے بارے میں اس

عورت کی باتوں سے زیادہ اچھی باتیں سنی ہیں؟

کہا گیا کہ ہم ایسا نہیں سوچتے تھے۔

حضورؐ نے اسماء سے فرمایا:

''جاؤ اور سب عورتوں کو خبر دے دو کہ اچھی طرح سے شوہر داری، اُس کی مرضی کا حصول، شوہر کے مطابق گھریلو کاموں کو منظم رکھنے کا ثواب مردوں کے تمام نیک اعمال کے برابر ہے جو وہ انجام دیتے ہیں۔''

حضورؐ کی محفل سے اسماء اُٹھی، انتہائی خوشی کی وجہ سے وہ شکر اور تکبیر کہتی جارہی تھی۔ (میزان الحکمہ ۹/ ۹۶)

۲۔ نیک کاموں میں اطاعت

پیامبر اسلامؐ نے ایک لشکر کو کسی طرف بھیجا اور عبداللہ بن عمر کو امیر لشکر بنایا۔ لشکریوں کو تاکید کی کہ اُس کے احکامات کو ماننے سے انکار نہ کریں۔

لشکر جب اُس جگہ کی طرف چلا اور وہاں پہنچ گیا تو ایک دن امیر لشکر نے لشکریوں کا امتحان لینے کی غرض سے آگ جلائی اور حکم دیا کہ سب اس آگ میں کود جاؤ۔

لشکر کے سپاہیوں کے درمیان اختلاف ہو گیا کہ کیا اس مسئلہ میں اُس کی اطاعت واجب ہے یا نہیں؟

بالآخر ایک جوان نے فیصلہ کیا کہ مدینہ جا کر پیامبر اکرمؐ سے اس مسئلہ میں حکم دریافت کرے۔

جب حضور پاکؐ سے سوال کیا گیا تو حضورؐ نے فرمایا:

''اگر کوئی اُس آگ میں داخل ہو جاتا تو ہمیشہ کیلئے جہنم کی آگ میں جلتا رہتا۔ کیونکہ خدا کی معصیت اور گناہ میں اطاعت نہیں ہونی چاہیے۔ اطاعت صرف نیک اور معروف (معقول) کاموں میں ہوتی ہے۔''

(کہا جاتا ہے کہ امیر لشکر نے مذاق میں ایسا کیا تھا، جب کچھ سپاہی آگ میں داخل ہونے لگے تھے تو اُس نے روک دیا اور کہا میں مذاق کر رہا تھا۔) (مثالی معارف ۱/ ۲۳۱، مجموعہ ورام، ص ۴۵)

۳۔ ابوذر

جب ابوذر نے سنا کہ ایک پیامبر نے مکہ سے ظہور کیا ہے۔ تو وہ مکہ آئے، حضرت ابوطالبؑ اُن کو پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں لے کر آئے۔ وہ پیامبر اکرمؐ پر ایمان لے آئے۔ حضورؐ نے فرمایا: ''اپنی رہائش کی جگہ واپس چلے جاؤ، تمہارا چچازاد مر گیا ہے، اُس کے مال و اسباب کو اپنے اختیار میں لے لو، اور وہیں رہو جب تک ہمارا کام عمومی نہ ہو جائے۔''

ابوذر اپنے گھر واپس چلا گیا۔ دیکھا کہ اُس کا چچازاد وفات پا چکا ہے۔ ابوذر نے اُس کا مال و اسباب کو اکٹھا کیا۔ ابوذر وہیں

زندگی گذارتے رہے حتیٰ کہ پیامبر اکرمؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

ابوذر نے جب پہلی مرتبہ پیامبرؐ سے ملاقات کی تو وہ جگہ مسجد قبا تھی۔ عرض کی یارسول اللہ میرے پاس ساٹھ عدد بھیڑ بکریاں ہیں، میں ہر وقت اُن کی چوپانی نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہ ہی میرے پاس اتنے پیسے ہیں کہ کسی کو اُن کی چوپانی کے لیے رکھ لوں۔

حضورؐ نے فرمایا: ابھی چلے جاؤ اور چوپانی کے کام میں مشغول رہو۔

ابوذر چلے گئے اور ساتویں دن پھر آگئے۔ پیامبرؐ نے دریافت فرمایا: اپنی بھیڑ بکری کو کس کے حوالے کرآئے ہو؟

ابوذر نے بتایا: میں صحرا میں نماز پڑھ رہا تھا، ایک بھیڑیا آیا اور ایک گوسفند کو لے گیا۔ میں نے نماز نہ توڑی۔ شیطان نے وسوسہ کرنا شروع کیا کہ اگر تم نے نماز نہ توڑی تو بھیڑیا تمہاری تمام بھیڑ بکریوں کو مار ڈالے گا۔ پھر بھیڑیا آیا اور ایک بکری کے بچے کو لے گیا۔ میں نے پھر بھی نماز نہ توڑی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شیر آگیا، اُس نے بھیڑیے کو چیر پھاڑ دیا اور بکری کے بچے کو گلے کی طرف لوٹا دیا۔ اور زبان حال میں کہنے لگا: اے ابوذر تم نماز میں مشغول رہو، خداوند نے مجھے تمہاری بھیڑ بکریوں کیلئے رکھوالا بنا کر بھیجا ہے۔

نماز ختم ہونے کے بعد شیر میرے قریب آیا اور بولا پیامبر خداؐ کے پاس جاؤ اور میرا سلام ہو۔

پیامبر خداؐ نے فرمایا: اے ابوذر تم نے خدا تعالیٰ کی سچی عبادت کی ہے۔ اُس نے اِس جانور کو تمہارا مطیع بنا دیا ہے۔ تاکہ آئندہ کے نقصانات سے تمہیں بچا سکے۔ (پند تاریخ ۱/ ۶۳، روضۃ الواعظین نیشاپوری)

۴۔ اطاعت کا نتیجہ

مدینہ میں شدید قحط کا زمانہ تھا۔ ایک نیک شخص جو کئی سالوں سے مسجد رسول خداؐ کا خادم تھا۔ وہاں قحط سے نجات کیلئے دعا کرنے لوگ جمع تھے۔ اُس دوران ایک آدمی جس نے پشم کا لباس پہن رکھا تھا، وہاں آیا۔ اُس نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کیلئے ہاتھ بلند کیے اور کہا: ''خدایا میں تجھے اپنی قسم دیتا ہوں ہم پر باران رحمت نازل فرما۔''

ابھی دعا کے الفاظ ختم نہ ہوئے تھے، دعا کے ہاتھ نیچے نہ آئے تھے کہ سیاہ بادلوں نے آسمان کو پُر کر دیا اور تیز بارش شروع ہوگئی۔ ایسی بارش ہوئی کہ مدینہ کے لوگ ڈر گئے کہ کہیں پورا شہر غرق نہ ہوجائے۔

اُس شخص نے دوبارہ ہاتھ بلند کیے اور عرض کی کہ ''خدایا اگر آپ اتنی بارش کو ان لوگوں کیلئے کافی جانتے ہیں تو اس بارش کو روک دیں۔'' بارش رک گئی۔

محمد بن سوید کہتا ہے کہ میں اُس آدمی کے پیچھے گیا، اُس کے گھر کو دیکھا اور یاد کر لیا۔ اگلے دن صبح اُس کے پاس گیا اور کہا: آپ سے مجھے کام ہے!! انہوں نے فرمایا: تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ میں نے کہا: میرے لیے دعا فرمائیں۔

فرمایا: خدا کی پناہ کیا میں تمہارے لیے دعا کروں؟ میں نے کہا: تو پھر وہ کیا تھا آپ کی دعا سے باران رحمت نازل ہوئی؟!

فرمایا: وہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا اس لیے تھا کہ میں نے خدا کے امر و نہی کی اطاعت کی تھی اور خدا تعالیٰ نے بھی میری درخواست کو قبول فرمایا۔ (شنیدیہائے تاریخ، ص ۳۵۹، بحار الانوار ۶/۱۱۰)

۵۔ عشق مجازی سے اطاعت کی لذت تک

خانم گوہر شاد شاہرخ میرزا کی بیوی اور امیر تیمور گورکانی جس نے مشہد مقدس میں مسجد گوہر شاد بنائی، اس کی بہو نے مسجد بننے سے پہلے اس میں کام کرنے والوں سے کہا:

۱۔ عمارتی سامان کو اٹھانے کی جگہ سے مسجد بنانے کی جگہ تک دو اطراف میں سامان اٹھا کر لانے والے جانوروں کیلئے کھانے پینے کی جگہ بنائیں اور اُس میں اُن کے کھانے پینے کی چیزیں رکھیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سامان لانے لے جانے کے دوران وہ بھوک اور پیاس کی حالت میں سامان کھینچتے رہیں۔

۲۔ جانوروں کو مارنے سے پرہیز کریں۔

۳۔ کام کے اوقات طے شدہ ہوں اور اُس کے مطابق مزدوری دی جائے۔

۴۔ مستری اور مزدور کے ساتھ نرمی اور محبت بھرے لہجے میں بات کی جائے، کوئی ناراض نہ ہو جائے۔

۵۔ اطراف کے گھروں کو مناسب قیمت پر خریدیں۔ کیونکہ مسجد عبادت کی جگہ ہے۔

۔ خانم گوہر شاد ضروری احکامات اور کاموں کی نگرانی کرنے خود آجایا کرتی تھیں۔

ایک دن وہاں کام کرنے والوں میں سے ایک نے اتفاقی طور پر اُن کا چہرہ دیکھ لیا اور اُن پر عاشق ہو گیا۔ لیکن اُن سے کچھ نہ کہہ سکا اور بیمار ہو گیا۔

خانم کو بتایا گیا کہ کام کرنے والوں میں ایک جوان جو اپنی والدہ کے ہمراہ رہتا ہے وہ بیمار ہو گیا ہے۔ خانم اُس کی عیادت کرنے گئیں اور بیماری کی وجہ دریافت کی۔ اُس کی والدہ نے کہا کہ یہ تمہارا عاشق ہو گیا ہے۔ خانم اس کے باوجود کہ شاہزادے کی بیوی تھی، بالکل بھی ناراض نہ ہوئی!!

اُس مزدور کی ماں سے کہنے لگی ٹھیک ہے جب میں اپنے پہلے شوہر سے الگ ہو جاؤں گی تو اِس سے شادی کرلوں گی۔ لیکن اس کو میرا مہر یہ شادی سے پہلے ہی ادا کرنا ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ اس نامکمل مسجد کے محراب میں چالیس دن رات عبادت خدا کرے۔

اُس جوان نے شرط قبول کر لی۔ کچھ دن عشق کی وجہ سے عبادت کرتا رہا۔ لیکن پھر امام رضا علیہ السلام کی خاص عنایت کے ساتھ اُس کی باطنی حالت تبدیل ہو گئی۔ یہ وہ حقیقت تھی جس سے خانم آگاہ تھیں۔

چالیس دن کے بعد خانم نے ایک شخص کو اُس کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ اُس نے خانم کے فرستادہ کو جواب دیا: اطاعت و بندگی میں حاصل ہونے والی لذت کی وجہ شہوانی نفس کی لذت سے دور ہو گیا ہوں۔ (نظام خانوادہ در اسلام، ص ۳۱۰)

باب نمبر 9

اقتصاد

خداوند تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا

وہ لوگ جو انفاق کرتے ہیں، نہ اسراف کرتے ہیں نہ تنگیری کرتے ہیں۔ بلکہ دو حد کے اندر درمیانی راہ پر رہتے ہیں۔ (فرقان/٦٧)

علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ما عالَ امْرُءٌ اِقْتَصَدَ۔

جو کوئی خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے، کبھی تنگ دست نہ ہوگا۔ (نہج البلاغہ، ص ۱۱۵۳)

ا۔ میانہ روی کا حکم

پیامبر اسلام بخشش اور انفاق میں ایسے تھے کہ جو کوئی بھی آپ سے سوال کرتا، کوئی چیز چاہتا تو آپ اسے عنایت فرمادیتے۔ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو رسول خدا کے پاس بھیجا اور اُس سے کہا کہ اگر پیامبر فرمائیں کہ ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ہے تو حضور سے عرض کرنا کہ اپنا پیراہن عطا فرمادیں۔

وہ لڑکا آیا اور پیامبر اکرم سے درخواست کی، بعد میں عرض کیا کہ اپنا پیراہن عطا فرمادیں۔ پیامبر خدا نے اپنا پیراہن اُس لڑکے کو دے دیا۔

اسی اثناء میں یہ آیت نازل ہوئی کہ

"کبھی بھی اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کا حلقہ نہ بنا۔ (بخشش کو ترک نہ کر) اور نہ ہی اُسے بالکل کھول دے کہ (آخرکار) تو ملامت زدہ اور بیکار ہو کر رہ جائے۔ (اسراء/۲۹)

۲۔ معاشی طبقہ بندی

ایک دن معاویہ مدینہ میں آیا تا کہ ابو قتادہ انصاری سے ملاقات کرے۔ معاویہ نے اُس سے کہا: ابو قتادہ! ہر کوئی مجھ سے

ملنے آیا ہے۔ سوائے تم انصار گروپ کے۔ تم مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے؟ اُس نے کہا: جانور اور سواری نہ تھی۔ معاویہ نے کہا: پس وہ سواری کے اونٹوں کا کیا کیا؟

ابوقتادہ نے کہا: تیرے پیچھے اور تیرے باپ کے پیچھے جنگ بدر میں سارے ذبح کردیے تھے۔

معاویہ نے کہا: ہاں! ابوقتادہ، ایسا ہی ہے۔

اُس نے جواب میں کہا: پیامبر خداؐ نے ہم سے فرمایا تھا کہ اُن کے بعد ہم معاشی طبقہ بندی کا شکار ہو جائیں گے۔

معاویہ نے کہا: پیامبرؐ نے نہیں فرمایا کہ اُن حالات میں کیا کرنا؟

کہا: فرمایا تھا کہ صبر اور استقامت کرنا۔

معاویہ نے اُس سے کہا: تو پھر صبر کرو یہاں تک کہ اُن سے ملاقات کو جا پہنچو۔ (الغدیر ۲۰/۱۲۷)

۳۔ اقتصادی دیوالیہ

ایک دن ایک بوڑھا شخص اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں لایا، جبکہ وہ بوڑھا خود رو رہا تھا، عرض کی:

یا رسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے، میں نے اس کو پال پوس کر بڑا کیا، اس پر اپنی ساری کمائی خرچ کردی۔ اب اس کے پاس گندم و جو، کشمش اور چنے کی بوریاں بھری پڑی ہیں۔ لیکن اِن میں سے مجھے کچھ نہیں دیتا۔

پیامبرؐ نے اُس لڑکے سے فرمایا: تم کیا کہتے ہو؟ کہا: میرے پاس اپنے اور اپنے بچوں کے خرچ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

پیامبرؐ نے فرمایا: اس مہینے تمہارے باپ کا خرچ میں ادا کردیتا ہوں۔ لیکن آئندہ مہینوں میں تم نے خود ادا کرنا ہے۔ پیامبرؐ نے اسامہ کو بلایا اور فرمایا: سو درہم اس بوڑھے باپ کو دے دو تاکہ اس مہینے اپنا خرچ پورا کرسکے۔

دوسرے مہینے وہ بوڑھا باپ پھر اپنے بیٹے کے ہمراہ حضورؐ کے پاس آیا اور عرض کی: میرا بیٹا مجھے کچھ نہیں دیتا۔ اُس لڑکے نے کہا: میرے پاس مال دنیا میں سے کچھ نہیں ہے۔

پیامبر خداؐ نے فرمایا: تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہارے پاس بہت مال ہے۔ لیکن آج رات تم اقتصادی و معاشی حوالے سے اپنے باپ سے بھی زیادہ بدتر ہو جاؤ گے۔

وہ لڑکا رات کے وقت جب گھر آیا تو ہمسائے اُس کے پاس آئے اور کہا: اپنے اِن گوداموں کو خالی کرو ہم اس کی بدبو سے مرے جارہے ہیں۔ لڑکا جب اپنے گوداموں میں گیا تو دیکھا کہ گندم، جو، کشمش کی ساری بوریوں میں کیڑا لگ چکا ہے اور سخت بدبو آرہی ہے۔ ہمسائیوں کے دباؤ کی وجہ سے اُسے بہت ساری رقم مزدوروں کو دے کر مال شہر سے باہر پھکوانا پڑا۔ جب تھیلوں میں جمع شدہ رقم تہہ تک آن پہنچی تو اُسے مزدوروں کو رقم ادا کرنے کیلئے گھر کے قالین اور برتن بیچنے پڑے۔ اور رات ہی رات میں وہ فقیر ہو گیا۔

(بحار الانوار، ج ٦)

۴۔ کفایت شعاری

ابو الفاتح کہتا ہے کہ میرے دوستوں میں سے ایک امام صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور عرض کی کہ کبھی ہم مکہ کے راستے میں چاہتے ہیں کہ احرام باندھیں۔ ہمارے پاس سبوس کا چورا نہیں ہوتا جس کے ساتھ ہم اپنے آپ کو صاف ستھرا کرسکیں اور گرد و خاک کے نشان کو اچھی طرح سے مٹا سکیں۔ تو پھر ہم آٹے کے ساتھ یہ کام انجام دیتے ہیں۔ لیکن ہم خود اس کام سے راضی نہیں ہیں۔

امام نے فرمایا: کیا اسراف کرنے سے بچتے ہو؟ کہا: جی ہاں۔ امام نے فرمایا: جو چیز بدن کی اصلاح اور سلامتی کے لیے استعمال ہو، اسراف نہیں ہے۔ میں بھی کبھی یہ حکم دیتا ہوں کہ ہڈیوں کی مکھ اور زیتون کے تیل کو ملائیں۔ اور میں اُس کے ساتھ اپنے آپ کو دھوتا ہوں۔ اسراف اُن چیزوں میں ہے جو مال کو ضائع کردیں اور بدن کی سلامتی کو نقصان پہنچائیں۔

عرض کی کہ زندگی میں اپنے اوپر سختی کرنا اور مشکل میں گذر اوقات کرنا کیسا ہے؟

امام نے فرمایا: اس کے باوجود کہ تم دوسری اچھی غذا کھا سکتے ہو، روٹی اور نمک کھانا اچھا ہے۔

عرض کی کہ میانہ روی اور کفایت شعاری کس طرح حاصل ہوتی ہے؟

فرمایا: جب تمہارے پاس روٹی، گوشت، دودھ، زیتون کا تیل اور گھی ہو تو اگر انسان اُن میں سے کبھی ایک چیز استعمال کرلے اور کبھی دوسری چیز استعمال کرلے تو کفایت شعاری حاصل ہو جاتی ہے۔ (کئی طرح کے کھانے ہونے پر سب کچھ ایک ہی دفعہ میں استعمال نہیں کرلینا چاہیے۔)

(بحار الانوار ۱۵/ ۲۰۱)

۵۔ زیادتی، آگ ہے۔

دو شخص پیامبر اکرمؐ کے پاس آئے اور حضورؐ سے اونٹ کے لیے رقم کی درخواست کی۔ پیامبرؐ نے اُنہیں دو دینار عطا کیے۔ لیکن اونٹ کی رقم ادا نہیں کی۔ جب وہ پیامبر اکرمؐ کے پاس سے چلے گئے تو عمر ابن خطاب نے اُنہیں دیکھا اور ملاقات کی۔ وہ دونوں اُن دو دینار کی وجہ سے پیامبرؐ کے شکر گذار تھے۔ عمر، پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور اُس نے جو کچھ سنا تھا اُسے حضورؐ کی خدمت میں نقل کیا۔

پیامبرؐ نے فرمایا: فلانی بھی آیا اور میں نے اُسے دس سے سو دینار تک دیے۔ لیکن اُس نے شکر ادا نہیں کیا۔

پھر فرمایا: کبھی مجھ سے کچھ لوگ مدد اور رقم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ جو چاہتے ہیں میں ادا کر دیتا ہوں۔ جبکہ باطنی طور پر یہ مدد اُن کیلئے آگ ہوتی ہے۔ (وہ اُس رقم کو ٹھیک اُسی راستے میں خرچ نہیں کرتے) عمر نے کہا: اگر وہ چیز اُن کیلئے آگ ہوتی ہے تو آپؐ اُنہیں کیوں دیتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: وہ لوگ مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں، اور خداوند نہیں چاہتا ہے میں بخیل ہو جاؤں۔

(محجۃ البیضاء ۶/ ۷۳)

باب نمبر 10

امامت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

اے صاحبان ایمان، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی۔

(نساء/۵۹)

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

لایکون العبد مؤمنا حتی یَعْرِفَ اللہ ورسولہ والائمۃ کلھم وامامَ زمانِہ۔

بندہ مؤمن کامل نہیں ہوتا مگر اُس وقت تک جب تک وہ خدا و پیامبر اور سب ائمہ و اپنے امام زمان کو نہ پہچان لے۔ ....

(الکافی ۱/۱۸۰)

ا۔ امیر المؤمنین امام علی علیہ السلام

ابن عباس کہتے ہیں حضور پاکؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ علی بن ابی طالبؑ آئے اور کہا: یارسول اللہؐ آپ پر سلام ہو۔

پیامبرؐ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین آپ پر بھی سلام، رحمت وخدا کی برکات ہوں۔

علیؑ نے عرض کی: یارسول اللہؐ آپ زندہ ہیں اور مجھے امیر المؤمنین سے خطاب فرمارہے ہیں؟

فرمایا: جی ہاں یاعلیؑ! کل جب میں جبرائیلؑ کے ساتھ باتوں میں مشغول تھا آپ ہمارے پاس سے گذرے اور آپ نے سلام نہیں کیا۔ جبرائیلؑ نے کہا: اگر امیر المؤمنین کرتے تو ہم اُن کا جواب دیتے۔

علیؑ نے کہا: یارسول اللہؐ! میں نے دیکھا کہ آپؐ دحیہ ی کلبی کے ساتھ خلوت میں باتیں کررہے تھے۔ مجھے اچھا نہ لگا کہ سلام کرنے سے آپ کی گفتگو میں مخل ہوں۔ (کیونکہ پیامبر خداؐ نے فرمارکھا تھا کہ "جب آپ دیکھو کہ دحیہ ی کلبی میرے پاس ہیں تو میرے قریب مت آیئے گا۔" کیونکہ جبرائیلؑ دحیہ ی کلبی جو کہ حضورؐ کے برادر رضاعی تھے اُن کی خوبصورت شکل میں پیامبرؐ کے پاس آیا کرتے تھے۔)

پیامبرؐ نے فرمایا:

وہ دحیہ کلبی نہ تھے وہ جبرائیلؑ تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ علیؑ کو امیر المؤمنین کیوں کہا؟

جبرائیل نے کہا: خداوند نے جنگ بدر میں مجھ پر وحی کی: محمدؐ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کو حکم دیں کہ وہ میدان جنگ میں دو گروہوں کے درمیان دشمن کو للکاریں اور زوردار آواز سے پکاریں۔ کیونکہ ملائکہ اُن کو مسلمانوں اور مشرکین کی دو صفوں کے درمیان آکر دشمن کو للکارتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُس دن خدا تعالیٰ نے کائنات میں علیؑ کو امیر المؤمنین کہہ کر پکارا۔

اسی بنا پر یا علیؑ! آپ اُن کے امیر ہو جو آسمانوں پر ہیں، اور اُن کے امیر ہو جو زمین میں ہیں۔ اُن کے امیر ہو جو گذر چکے، اور اُن کے جو باقی ہیں۔ پس نہ تم سے پہلے کوئی امیر تھا اور نہ تمہارے بعد کوئی امیر ہوگا۔ اس لیے کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جس نام کو خدا نے اُس کے لیے نہیں چنا وہ خود کو اُس نام سے پکارے۔ (غایۃ المرام، ص ۱۸ ج ۱۲)

امام کا دوسروں سے فرق ابو الصباح کنانی کہتا ہے کہ ایک امام باقر علیہ السلام کے گھر گیا دروازے پر دستک دی ایک خدمتکار کنیز آئی جس کا سینہ برجستہ تھا، اُس نے دروازہ کھولا۔ میں نے اُس سے کہا کہ اپنے آقا سے کہو کہ دم در ابو الصباح آیا ہے، یہ کہتے ہوئے میرا ہاتھ اُس کے سینے پر لگا۔ اتنے میں گھر کے اندر سے امامؑ کی آواز آئی: تیری ماں نہ رہے، اندر آجا۔

میں گھر کے اندر چلا گیا اور عرض کی: خدا کی قسم یہ حرکت میں نے شہوت کی وجہ سے نہیں کی۔

امامؑ نے فرمایا: اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ یہ دیواریں ہمارے دیکھنے میں اُس طرح حائل اور رکاوٹ ہیں جس طرح تمہارے ہوتی ہیں۔ تو پس پھر تمہارے اور ہمارے میں کیا فرق ہوگا؟ بس آئندہ ایسا عمل کرنے سے باز رہو۔

(منتھی الاعمال ۲/ ۱۹۸)

۳۔ امام کے حضور میں طہارت شرط ہے

ابو بصیر کہتے ہیں میں اپنی کنیز کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا۔ وہاں اُس کے ساتھ ہمبستری کی اور حمام جانے و غسل کرنے کیلئے گھر سے باہر نکلا۔

راستے میں کچھ شیعوں اور دوستوں کے ساتھ ملاقات ہوئی جو امام صادق علیہ السلام کے گھر جا رہے تھے۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں امامؑ کی زیارت سے محروم نہ رہ جاؤں اس لیے اُن کے ہمراہ امامؑ کے حضور میں شرفیاب ہوا۔

جب امامؑ کے سامنے پہنچا تو میری طرف دیکھا اور فرمایا:

اے ابو بصیر! کیا تم نہیں جانتے کہ پیامبروں اور اُن کی اولاد کے گھروں میں جنابت کی حالت میں داخل نہیں ہونا چاہیے!!

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں بہت شرمندہ ہوا اور کہا: یا ابن رسول اللہؐ راستے میں دوستوں کو دیکھا کہ یہاں آرہے تھے، میں نے سوچا کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ رہ جاؤں۔ آئندہ ایسا عمل تکرار نہ کروں گا۔

بس یہ کہا اور امام کی خدمت سے رخصت ہوا۔

(کشف الغمہ ۲۰/۳۸۱، مجۃ البیضاء ۴/۲۵۹)

۴۔(۶۶۰۵)افراد

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب امیر المؤمنینؑ مدینہ سے بصرہ عازم سفر ہوئے۔ جب بصرہ اور کوفہ کے درمیان ذی قار پر پہنچے تو کوفہ کے لوگوں کے انتظار میں وہاں ۱۵ دن کا قیام فرمایا۔

میں نے عرض کی یا علیؑ کوفہ جو کہ گنجان آبادی اور لشکریوں کا شہر ہے وہاں سے بہت کم لوگ آئے ہیں۔

فرمایا: خدا کی قسم ابھی ۶۶۰۵ افراد نہ ایک کم اور نہ ایک زیادہ پہنچیں گے۔

میں پریشان ہوگیا کہ اگر ایک فرد کم یا ایک فرد زیادہ آگیا تو امامؑ کے کہے کا لشکریوں پر بہت برا اثر ہوگا۔ اچانک دور سے کچھ لوگ آتے دکھائی دیے۔ میں نے سوچا کہ اُن کی گنتی کروں۔ اور جب میں نے اچھی طرح سے گنتی پوری کرلی تو وہ ۶۶۰۵ افراد تھے۔ یہ عدد بالکل امامؑ کے کلام پر منطبق تھا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید ۲/۱۸۸)

۵۔مقام امت

جب امام رضا علیہ السلام ولایت عہدی پر منتخب ہوئے۔ تو پہلے پہل عباسی خلیفہ مامون کے کارندے ضروری احترام بجالایا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں لاپرواہی اور کج رفتاری کرنے لگے۔

ایک دن کہتے ہیں کہ جب علی بن موسیٰ آئیں تو اپنے منہ کو دوسری طرف کرلیں، سلام نہ کریں اور پردوں کو نہ ہٹائیں۔ جب امامؑ آئے تو غیر ارادی طور پر ایسا نہ کرسکے۔ پھر جب امامؑ تشریف لے گئے تو ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ دوسرے دن جب امامؑ تشریف لائے تو سب اٹھ گئے اور سلام کیا۔ لیکن اپنی جگہ کھڑے رہے اور پردوں کو نہ ہٹا سکے۔

وہ جو امامؑ کے مقام سے واقف نہ تھے کمال تعجب کے ساتھ اُنہوں نے دیکھا کہ تیز ہوا چلی اور جس طرف سے امام ہر روز تشریف لایا کرتے تھے اُسی طرف سے ہوا آئی اور اُس نے پردے ہٹا دیے اور امامؑ بغیر کسی زحمت کے اندر داخل ہو گئے۔ اسی طرح واپسی پر پھر ایک دفعہ مخالف سمت سے تیز ہوا چلی جس سے پردے خود بخود ہٹ گئے اور امامؑ آرام سے باہر نکل گئے۔

امامؑ کے جانے کے بعد اُس وقت کے عباسی خلیفہ کے ملازمین آپس میں بحث و تمحیص کرنے لگے کہ وہ بلند مقام و منزلت رکھتے ہیں اور حضرت سلیمانؑ کی طرح خداوند تعالیٰ نے ہوا کو اُن کے اختیار میں دے دیا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم خود ہی پردوں کو ہٹا دیا کریں۔ اور شب و روز اُن کی خدمت میں لگے رہیں۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے۔

(مجۃ البیضاء ۴/۲۸۴)

باب نمبر 11

انفاق

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ .

ہرگز کوئی نیکی تک نہیں پہنچ سکتا مگر یہ کہ وہ اُس چیز کو خدا کی راہ میں انفاق نہ کرے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ (آل عمران/ ۹۲)

رسول خداؐ فرماتے ہیں:

الایدی ثلاثة سائلة ومنفقة وممسكة وخير الايدی المُنْفِقَةُ۔

ہاتھ تین طرح ہیں، مانگنے والے، دینے والے اور کنجوسی کرنے والے، اور سب اچھا ہاتھ دینے والا ہے۔ (الکافی ۴/ ۴۳)

ا۔ ابن فہد حلی

شہید ثالث کے بھائی ملا صالح برغانی کہتے ہیں: خواب میں پیامبر خداؐ کو ایک جگہ بیٹھے ہوئے دیکھا اُن کی خدمت میں علما بیٹھے تھے اور سب سے آگے میرے والد ابن فہد حلی بیٹھے تھے۔

میں حیران ہوا کہ مشہور علما اور اُن سے بڑے مراجع عظام موجود ہیں لیکن میرے والد کیسے بلند مقام پر بیٹھے ہیں؟

میں نے خود رسولِ خداؐ سے پوچھ لیا کہ اُن کو مقدم کیوں کیا گیا ہے؟

پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: جب فقیر علما سے مانگتے ہیں تو وہ اپنے پاس رکھے ہوئے اُن کے حصے میں اُن کو دیتے ہیں۔ اور اگر فقراء کے مال میں سے اُن کے پاس کچھ نہ ہو تو نہیں دیتے۔ لیکن ابن فہد وہ ہے جو کبھی بھی فقراء کو انفاق سے محروم نہیں کیا کرتا تھا۔ اگر فقراء کے مال میں سے اُس کے پاس کچھ نہ ہوتا تو وہ اپنے مال میں سے اُن کو دے دیتا تھا۔ اسی لیے اُس کا مقام و مرتبہ باقی علما سے زیادہ ہے۔ (قصص العلماء، ص ۱۹)

۲۔ اظہار افسوس

ابو بصیر کہتے ہیں: امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے شیعوں میں سے ایک آدمی عمر جو کہ بہت پرہیزگار ہے، بہت تنگ دست ہو گیا تھا، اُس نے عیسیٰ بن اعین سے مدد کی درخواست کی۔

عیسیٰ نے کہا: میرے پاس زکاۃ ہے لیکن میں تمہیں نہیں دوں گا۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ تم نے گوشت اور کھجوریں خریدی ہیں۔ اور اس مقدار میں خرچ اسراف ہے۔

عمر نے کہا: ایک معاملہ میں ایک درہم نفع ہوا تھا۔ اُس میں سے ایک تہائی کے ساتھ کچھ گوشت خریدا، کچھ کے ساتھ کھجوریں خریدیں اور جو رقم بچ گئی اُس کے ساتھ گھر کی دیگر ضروری چیزیں خریدی ہیں۔

امام صادق علیہ السلام یہ واقعہ سن کر افسردہ ہو گئے۔ اور ہاتھ پیشانی پر رکھ کر بیٹھ گئے۔ پھر ارشاد فرمایا:

خداوند تعالیٰ نے دولتمندوں کے مال میں تنگ دستوں کے لیے حصہ رکھا ہے، اتنا کہ جس کے ساتھ وہ اپنی زندگی گذار سکیں۔ اور اگر وہ کافی نہ ہوتا تو اُسے زیادہ قرار دیتا۔ اس لیے دولتمندوں کو چاہیے کہ ضرورت مندوں کو انفاق کریں اتنا کریں کہ اُن کی خوراک، پوشاک، شادی، واجب صدقات اور حج کے اخراجات پورے ہو سکیں۔ اُن کے ساتھ سختی نہ کریں۔ خصوصاً عمر جیسے نیک لوگوں کے ساتھ۔ (شرح من لا یحضرہ الفقیہ، ص ۳۶)

۳۔ انفاق کرنے والا سپاہی

معن بن زائدہ شیبانی ایسا شخص تھا جو اپنے زمانے میں انفاق کرنے اور نرم دلی میں بہت مشہور تھا۔ بنی امیہ کے زمانے میں اُس کے بنی اُمیہ سے رابطے تھے۔ پھر بنی اُمیہ کی خلافت ختم ہو گئی اور بنی عباس کی خلافت آ گئی۔ اُس نے ڈر کی وجہ سے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ بالآخر راہ حل سوچا اور اپنی چہرے کو کچھ عرصہ تک سورج کی تیز روشنی میں رکھتا رہا تا کہ اُس کا چہرہ کالا ہو جائے۔ پھر موٹا اُونی لباس پہنا اور اپنے حلیہ کو بدل کر اُونٹ پر سوار ہوا، اور کسی دوسرے گاؤں جانے کیلئے بغداد سے باہر نکلا۔

جیسے ہی وہ حرب دروازے سے نکلا، اس دروازے کا ایک کالے رنگ کا سپاہی اُس کے پیچھے آیا اور آگے بڑھ کر اُونٹ کو روکا، اور بولا: تم معن بن زائدہ ہو جس کو خلیفہ منصور دوانیقی ڈھونڈ رہا ہے، کہاں فرار کر رہے ہو؟

معن نے کہا: اے مرد میں وہ نہیں ہوں۔ سپاہی نے کہا: میں تمہیں اچھی طرح سے پہچانتا ہوں۔ معن نے جتنے بھی حیلے بہانے کئے کہ پہچانا نہ جائے، کامیاب نہ ہوا۔ بس پھر اُس نے اپنا قیمتی ہار، اُس سپاہی کو دیا اور کہا: اگر مجھے خلیفہ کے پاس لے جاؤ گے تو اس سے زیادہ انعام نہیں پاؤ گے۔ اس ہار کو لے لو اور مجھے دیکھا اَن دیکھا حساب کرو اور چھوڑ دو۔

کالے رنگ والے سپاہی نے ہار کو پکڑا اور ایک نظر دیکھ کر کہا:

تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔اس کی قیمت کئی ہزار دینار ہے۔ میں تمہیں بتاؤں کہ میری ہر مہینے کی تنخواہ بیس درہم ہیں۔لیکن اس قیمتی ہار کو میں تمہیں بخش رہا ہوں۔اور تمہیں آزاد بھی کر رہا ہوں۔تا کہ تم یہ جان لو کہ تم سے زیادہ انفاق کرنے والا اور سخی بھی موجود ہیں۔ صرف اپنی بخشش پر خوش نہ رہو۔

ہار کو معن کے ہاتھ پر رکھا اور ایک طرف ہو کر بولا: اب جہاں جانا چاہتے ہو جاؤ۔

معن نے کہا: تم نے مجھے شرمسار کر دیا ہے۔اس سے بہتر تھا کہ میرا خون بہا دیتے۔معن نے جتنا بھی اصرار کیا کہ سپاہی وہ ہار لے لے۔سپاہی نے قبول نہ کیا۔اور پھر معن وہاں سے چلا گیا۔

(نصیحت تاریخ ۴/۵،۴، تاریخ بغیرہ)

۴۔ باپ اور بیٹی

عدی، حاتم طائی کا بیٹا، پیامبر اکرمؐ سے دشمنی کیا کرتا تھا۔جب پیامبر اکرمؐ نے امام علیؑ کو طی قبیلہ پر حملہ کے لیے بھیجا تو عدی بھاگ گیا اور اُس کی بہن سفانہ وہاں رہ گئی، وہ قیدی بنائی گئی۔امام علیؑ اُسے پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں لے کر آئے۔سفانہ نے پیامبر اکرمؐ کے سامنے اپنے باپ کے بارے میں یوں بیان کیا: وہ قوم کا سردار ہے۔اسیروں کو آزاد کرتا تھا۔مجرموں کو قتل کیا کرتا تھا۔ ہمسائیوں کا خیال رکھا کرتا تھا۔بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔کسی بھی سائل کو واپس نہیں پلٹاتا تھا۔

پیامبر خداؐ نے فرمایا: اے بیٹی! یہ تو مومنین کی صفات ہیں۔اگر تمہارا باپ اسلام قبول کر لیتا تو اُس پر رحمتیں نازل ہوتیں۔

پھر فرمایا: اُسے رہا کر دیا جائے، اُس کا باپ اخلاقیات کو پسند کرتا تھا۔وہ عزت والا جو ذلیل ہو گیا ہے، اور وہ ثروتمند جو غریب ولاچار ہو گیا ہے، اُس پر رحم کرو۔

پھر وہ اپنے قبیلہ میں واپس چلی گئی اور اپنے بھائی عدی سے کہا: میں نے اُن حضورؐ سے زیادہ رحم دل اور سخی کسی کو نہیں دیکھا۔ بھلائی اس میں ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں چلے جاؤ تا کہ ذلیل نہ ہو۔

عدی آپ کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کر لیا۔

حاتم کی بیٹی اتنی زیادہ اپنے باپ کی طرح انفاق اور بخشش کیا کرتی تھی کہ ایک دن اُس کے باپ نے کہا: اگر ایک ہی مال سے دو انفاق کرنے والے ہوں تو مال ضائع کر دیتے ہیں۔یا مجھے بخشش کرنی چاہیے یا تم ایسا کرو۔اُس نے جواب دیا کہ بابا جان! یہ سخاوت میں نے آپ سے سیکھی ہے۔

(مثالی معارف ۴/۲۰، مستطرف ۱/۱۶۹)

۵۔ اولاد کے اندر انفاق کرنے کے آثار

ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی گئی ہے کہ انبیاء کی اولاد میں سے ایک شخص کے پاس بہت زیادہ دولت تھی اور ساری دولت کو

انفاق کر دیا کرتا تھا۔

اپنی ماں سے پوچھتا ہے کہ میرے باپ نے کیا کیا تھا کہ ہر کوئی کہتا ہے کہ خدا اُس پر رحمت کرے؟

اُس کی ماں نے جواب دیا کہ وہ بہت نیک آدمی تھا، ہر فقیر کو کچھ نہ کچھ دیا کرتا تھا۔ بیٹے نے پوچھا تو پھر ابو کے مال کا کیا ہوا؟ بتایا کہ زیادہ تر کو میں نے انفاق کر دیا۔ بیٹے نے کہا: تم نے کسی دوسرے کے مال کو انفاق کر دیا: اچھا تو میں نے تمہارے اس کام کو معاف کر دیا۔ اب بتاؤ کہ باقی کتنی دولت بچی ہے؟

ماں نے کہا: سو درہم۔ بیٹے نے وہ لے لیے اور بولا: خداوند اِن سو درہم میں برکت دے گا۔

گھر سے نکلا، راستے میں ایک لاش زمین پر پڑی دیکھی۔ اُس کے کفن دفن پر اُسی درہم خرچ کر دیے اور بولا: اگر خدا نے چاہا تو اِن باقی بیس درہم میں برکت دے گا۔

راستے میں ایک شخص ملا اُس نے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں خدا کے فضل و کرم کی دلیل دوں؟ اور پھر جو کچھ تمہیں ملے میرے ساتھ آدھ کر لو۔ کہا: ہاں ٹھیک ہے۔ اُس شخص نے کہا: جب تم کچھ اور آگے جاؤ گے تو ایک گھر والے تمہیں اپنے گھر میں مہمان کی حیثیت سے دعوت دیں گے۔ وہاں ایک کالی بلی ہوگی۔ اُس بلی کو گھر کے نوکر سے بیس درہم میں خرید لینا۔ پھر آکر بلی کو ذبح کرو اور اُس کے سر سے مغز نکال لو۔ اور پھر فلاں شہر چلے جاؤ۔ وہاں کا بادشاہ اندھا ہو گیا ہے۔ وہاں جا کر کہو کہ میں بادشاہ کا علاج کروں گا۔ ۔وہاں بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے اور کوئی بھی کامیاب نہیں ہوا۔ اُن سب کو پھانسی دے دی گئی ہے۔ لیکن تم بالکل بھی نہ گھبراؤ۔ تم تین دن تک ایک سلائی بلی کے مغز سے بادشاہ کی آنکھ میں لگاؤ۔ وہ انشاءاللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

اُس لڑکے نے ویسا ہی کیا۔ بادشاہ ٹھیک ہو گیا۔ اُس نے اپنی بیٹی کی شادی اُس لڑکے سے کر دی۔ کچھ عرصہ وہ لڑکا وہیں رہا۔

پھر اپنے گھر والوں کے ساتھ اُس جگہ کے لیے چلا جہاں اُس کی ماں رہتی تھی۔ راستے میں اُسی مرد سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ تم سے یہ طے پایا تھا کہ اس معاملے کے نفع کو آدھا آدھا کریں گے۔

لڑکے نے کہا: مال تو آدھا کیا جا سکتا ہے لیکن بیوی کا کیا کروں؟ اُس مرد نے کہا کہ تم نے اپنے وعدہ کو وفا کیا ہے۔ اس لیے مجھے کچھ نہیں چاہیے میں ایک فرشتہ ہوں جو پروردگار کی طرف سے آیا ہوں تاکہ تم نے جو اُس زمین پر گرے ہوئے جنازے کے لیے خرچ کیا تھا، اُس کی جزا دوں۔ یہ جزا تمہارے خدا نے تمہیں دی ہے۔ (بحارالانوار، ج ۱۵)

باب نمبر 12

بدعت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ

تمہارے پروردگار کا کلام سچائی اور عدل کے ساتھ پورا ہوگیا۔ کوئی اُس کے کلام کو بدل نہیں سکتا۔

(انعام/۱۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

أَبَى اللهُ لِصاحِبِ البدعةِ بالتوبةِ.

بدعت کرنے والے کی توبہ خدا تعالیٰ کبھی قبول نہیں کرتا۔ (الکافی ۱/ ۵۴)

ا۔ تراویح

پیامبر اکرمؐ نے مسجد میں تنکوں سے ایک علیحدہ کمرہ تعمیر کیا، اور اُس میں جا کر نماز پڑھنا چاہی۔ کچھ لوگوں نے دیکھا تو وہ بھی اقتداء کیلئے حضورؐ کے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ جب گھر چلے گئے تو دوسرے دن اُس وقت تشریف نہ لائے۔ اصحاب نے سوچا کہ شاید حضورؐ سو رہے ہیں۔ اس لیے کسی نے آہستہ سے کھانسا، کسی نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں دروازے کی طرف پھینکیں تا حضورؐ باہر آ جائیں۔

حضور پاک غصہ کی حالت میں باہر آئے اور فرمایا:

اِن مسائل میں حد سے بڑھ رہے ہو اور اصرار کر رہے ہو۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر تم پر (یہ مستحبی نماز) واجب ہوگئی تو تم اس سے عہدہ براہ نہ ہو سکو گے۔ اے لوگو! (مستحبی) نماز کو اپنے گھروں میں پڑھو، کیونکہ اس میں بہترین نماز وہ ہے جو اپنے گھروں میں پڑھتے ہو۔ سوائے واجب نماز کے جو جماعت کے ساتھ بہتر ہے۔

خلیفہ دوم ایک دفعہ ماہ رمضان کی شب مسجد میں آئے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنی اپنی مستحبی نماز پڑھ رہے ہیں۔ خلیفہ نے سب کو اکٹھا کیا اور مستحبی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کیا۔

(حق الیقین، ص ۲۷۲)

۲۔ معاویہ کی دو بدعتیں

معاویہ نے جب شام کے لوگوں پر اپنا تسلط قائم کر لیا تو وہ لوگ اُس کی اندھی اطاعت کرنے لگے تھے۔ جب معاویہ جنگ صفین کی طرف جا رہا تھا تو اُس نے نماز جمعہ کو بدھ کے دن میں پڑھا، اور لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز ادا کی۔

نماز کے بعد کسی نے بھی معاویہ پر اعتراض نہ کیا کہ آج تو بدھ کا دن ہے اور آپ نماز جمعہ کو آج کے دن میں پڑھ رہے ہیں؟! (مروج الذھب مسعودی، ۳/۳۲)

معاویہ کی دوسری بدعت یہ تھی کہ جب ابو درداء معاویہ کے پاس گیا اور اُس نے کہا: میں پیامبرؐ سے سنا ہے کہ جو کوئی سونے چاندی کے برتنوں میں کچھ کھائے پیئے، جہنم کی آگ کو اپنے پیٹ میں بھرے گا۔

معاویہ نے کہا: سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے میں مجھے کوئی برائی نظر نہیں آتی۔

درداء نے کہا: عجیب بات ہے میں پیامبر کا حکم نقل کر رہا ہوں اور تم اُن کے فرمان کے خلاف بات کر رہے ہو۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید ۵/۱۳۰)

۳۔ بدعت کرنے والے کو قصاص نہ کیا گیا

جب خالد بن ولید خلیفہ ابو بکر کی طرف سے زکاۃ کی جمع آوری کے لیے مالک بن نویرہ کے پاس گیا۔ مالک نے اپنی صوابدید پر زکاۃ کو خرچ کر لیا تھا۔ خالد کے جواب میں مالک نے کہا: ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن زکاۃ نہیں دیتے۔

خالد نے کہا: خدا اِن دو میں سے ایک کو دوسرے کے بغیر قبول نہیں کرتا۔ مالک نے کہا: کیا تمہارا مالک ایسا کہتا ہے؟ خالد نے کہا: عجیب ہے کیا تم اُس کو اپنا آقا نہیں سمجھتے۔ ابھی تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔

مالک نے کہا: کیا ابو بکر کی طرف سے میری گردن اُڑانے کا حکم لے کر آئے ہو؟ خالد نے کہا: ہاں! پہلے مرحلے میں زکاۃ وصول کرنا ہے اور دوسرے مرحلے میں تمہیں قتل کرنے کا حکم ہے۔

مالک نے کہا: مجھے ابو بکر کے پاس لے چلو وہ جو چاہے خود میرے ساتھ سلوک کرے۔

خالد نے کہا: یہ ناممکن ہے کہ تمہیں خلیفہ کے پاس بھیجوں۔

عبداللہ بن عمر اور ابو قتادہ نے مالک کی طرفداری کی۔ کہا کہ زکاۃ کی ادائیگی نہ کرنا قتل کی وجہ نہیں بن سکتی۔ خالد نے اُن کی ایک نہ سنی اور مالک کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

مالک کی گردن کاٹ کر دیگ کے نیچے پھینک دی۔ پھر اُسی رات یا تیسری رات مالک کی بیوی کے ساتھ ہمبستری کی۔ واپسی پر جب ابو بکر سے ملاقات کے لیے گیا تو مالک کے سر پر دو تیر فتح کی علامت کے طور پر لگا دیے۔

عمر ابن خطاب نے دیکھا اور سخت غصہ میں کہا: تم نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے اور اُس کی بیوی کے ہمبستری کی ہے اور پھر

اس پر فخر بھی کرتے ہو؟!!

خالد نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن جب ابو بکر کے سامنے پیش ہوا تو مختلف بہانے بنائے جن کے بعد ابو بکر نے اُسے کچھ نہ کہا۔

عمر نے ابو بکر سے کہا: خالد نے دو کام انتہائی ناپسندیدہ انجام دیے ہیں۔ پہلا یہ کہ مالک کو قتل کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اُس کی بیوی کے ساتھ ہمبستری کی ہے۔ پس اُس کو قصاص کرو۔

ابو بکر نے کہا: چپ رہو اُس نے اپنی رائے اور اجتہاد میں خطا کی ہے۔ اپنی زبان کو اُس کی بدگوئی سے باز رکھو۔ خدا نے جس تلوار کو کفار کیلئے برہنہ کیا ہے۔ میں اُس پر غلاف نہیں چڑھاؤں گا۔

(کامل ابن اثیر ۲/ ۲۳۷)

۴۔ بڑی بدعتیں

بنی اُمیہ کے خونخوار حاکم حجاج بن یوسف کے حکم پر خاندان بنی فزارہ کے بزرگ اسماء بن خارجہ کی بیٹی اور سعید بن قیس ہمدانی (محب علی علیہ السلام) کی بیٹی کی شادی اس کے ایک درباری اور دوست عبداللہ ہانی کے ساتھ زبردستی کرادی گئی۔ اس شادی کے بعد حجاج نے کہلا بھیجا کہ فزارہ کے بزرگ اور ہمدان کے سید کے بیٹیوں کو تمہارے لیے بھیجا ہے جو کہ تمہاری حیثیت میں اضافہ کا باعث ہونگی۔

عبداللہ ہانی نے جواب میں کہا: اے امیر! مجھے اس رشتے پر کوئی فخر نہیں کیونکہ ہمارے ایسے فضائل ہیں کہ کوئی عربی ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

حجاج نے کہا: وہ فضائل کیا ہیں؟

عبداللہ ہانی نے کہا: ہماری محفلوں میں کبھی بھی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے بارے میں برائی نہیں کی جاتی۔ ہماری عورتوں نے منت مانی کہ اگر حسینؑ مارا گیا تو اُن میں سے ہر کوئی دس اُونٹ نحر کرے گی اُس کے گوشت کو خدا کی راہ میں تقسیم کرے گی۔ اور جب حسینؑ مارا گیا تو ہماری عورتوں اپنی منت کو پورا کیا۔

ہم میں سے کسی کو علی ابن ابی طالبؑ پر لعنت اور سب وشتم کرنے کو نہیں کہا گیا۔ مگر یہ کہ ہم نے خود سے اُس پر لعنت کی، اُس کے بیٹوں اور اُس کے بیٹوں کی ماں پر لعنت کی۔

دلربا خوبصورتی اور نازک اندامی ہمارے ہاں ہے جو کہ عربوں کے ہاں نہیں پائی جاتی۔

حجاج نے قہقہہ لگایا اور بولا: یہ آخری بات کو نہیں مانتا یہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ حجاج کا سر بڑا، آنکھیں چھوٹی، قد کوتاہ اور نظارہ وحشت ناک ہے۔

(کیفر کردار ا/ ۲۵۶، تاریخ التواریخ)

۵۔عبدالسلام ولی اللہ

ایک زاہد نما فریبی شخص جو شیعہ مذہب نہ رکھتا تھا۔اُس کی شہرت ایسی ہو گی تھی کہ اُس کے مریدوں نے جھنڈوں پر لکھنا شروع کر دیا۔لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ، شیخ عبدالسلام ولی اللہ

اُس کے مریدوں میں سے ایک نے اپنی بیوی جو کہ شیعہ مذہب تھی، سے کہا کہ عبدالسلام کی مرید ہو جا اور اپنے مذہب کو چھوڑ دے۔

اُس کی بیوی نے سنا تھا کہ عبدالسلام نے نماز کی حالت میں چخ چخ کہا تھا۔اور جب اُس کے مریدوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا ہے تو اُس نے جواب میں بتایا کہ میں بصرہ میں نماز پڑھ رہا تھا، میں نے دیکھا کہ ایک کتا مکہ میں مسجد الحرام میں داخل ہو رہا ہے۔میں نے چخ چخ کہا تا کہ وہ خانہ خدا میں داخل نہ ہو۔

اُس عورت نے اپنے شوہر سے کہا اُس کو اُس کے مریدوں کے ہمراہ کھانے کی دعوت کرو۔مرد نے ایسا ہی کیا اور اُس کو چند ایک مریدوں کے ہمراہ دعوت کی۔

جب دستر خوان کو بچھایا گیا۔تو اُس کی بیوی نے ہر ایک کے لیے بُھنا ہوا مرغ پلیٹ میں رکھا،لیکن عبدالسلام کیلئے مرغ کو اُس کی پلیٹ میں چاولوں کے نیچے چھپا دیا۔

عبدالسلام نے جب دیکھا کہ سب کیلئے مرغ رکھا گیا ہے اور اُس کیلئے مرغ نہیں ہے۔تو غصے سے بولا:تم کیوں میری توہین کرنا چاہتے ہو؟اُس عورت نے کہا تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ بصرہ سے تم نے اُس کتے کو دیکھ لیا جو مکہ میں مسجد الحرام میں داخل ہونا چاہتا تھا،اور تم نے اُس کے لیے چخ چخ کیا۔تم اتنے دور کے فاصلے کو دیکھ سکتے ہو تو پھر اپنی پلیٹ میں چاولوں کے نیچے رکھے گئے مرغ کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟

وہ وہاں سے اٹھا اور کہتا ہے کہ یہ رافضیہ خبیثہ ہے۔یہ کہتا ہوا دعوت سے چلا گیا۔(رہنمائے سعادت ۳/۷ ۵۴)

باب نمبر 13

بلاغت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا

(اے رسول) اُن (منافقین) کو سزا دینے سے صرف نظر کرو۔ اور اُن کو ڈراؤ۔ اور آسان بیان کے ساتھ اُن کو اُن کے اعمال کے نتائج بتاؤ اور بیان کرو۔ (نساء/ ۶۳)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ثلاثة فيهن البلاغة: التقرب من معنى البغيه و التعبد من حشو الكلام و الدلالة بالقليل على الكثير.

تین چیزوں میں بلاغت ہوتی ہے۔ اپنے مطلوبہ معنی کے قریب ہونے میں، زیادہ ت کرنے سے پرہیز کرنے میں، کم گفتگو میں زیادہ معنی میں۔ (تحف العقول، ص ۳۱۷)

ا۔ سخت دل اور آسان باتیں

ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے زمانے میں ملک کے ایک حصے میں قحط ہو گیا۔ کچھ لوگ ہشام کے پاس آئے۔ لیکن سلطنت کی ہیبت کی وجہ سے بات نہ کر سکے۔ اُن کے درمیان ایک سولہ سال کا لڑکا تھا۔ حبیب کا بیٹا درواس۔ جب ہشام کی نظر اُس لڑکے پر پڑی تو اُس نے دربان سے کہا کہ اب یہ نوبت آ گئی ہے کہ تم بچوں کو بھی دربار میں آنے دیتے ہو؟

یہ سن کر لڑکا سامنے آیا اور بولا: اے خلیفہ اگر اجازت دو تو کچھ بات کروں؟

خلیفہ نے کہا: جو کہنا چاہتے ہو کہو۔

درواس بولا: تین سال سے ہم پر قحط کی حالت ہے۔ پہلے سال ہماری چربی پگھل گئی۔ دوسرے سال ہمارا گوشت گھل گیا اور تیسرے سال ہماری ہڈیاں ختم ہو گئیں۔ آپ کے اختیار میں دولت ہے، اگر خدا کی طرف سے ہے تو اُس کے بندوں میں انفاق کرو۔ اگر بندوں کی ہے تو پھر اُن کو کیوں نہیں دیتے، اگر آپ کی اپنی ہے تو بندوں کو صدقہ

دیں، خدا مہ تہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ہشام بہت حیران ہوا اور اُس کی فصاحت و بلاغت پر شاباش دی۔ پھر اُس کے ہمراہ آنے والے افراد کی طرف منہ کیا اور کہا اب میرے لیے کوئی دلیل باقی نہیں رہی۔ پھر حکم دیا کہ ہر ایک کو سو دینار دیے جائیں اور اُس لڑکے کو سو درہم دیے جائیں۔ پھر اُس لڑکے سے پوچھا کیا تمہاری کوئی اور حاجت ہے؟ لڑکے نے جواب دیا: میری درخواست سب کے لیے تھی جو میں نے عرض کر دی۔

(مثالی معارف ۲/۶۲۸، مستطرف، ص ۳۶)

۲۔ اصفہان میں ایک مسافر

ابو العینا (م ۲۸۳) جو فصحائے عرب و بلغائے ادب تھے، جب بھیس بدل کر اصفہان آئے، اصفہانی بچے آپس میں لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو پتھر سے مار رہے تھے۔ اچانک ایک پتھر آیا اُس کے سر پر لگا، سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ کپڑے خون آلود ہو گئے، اُسے بہت غصہ آیا۔

اُس شہر میں اُس کا ایک دوست تھا۔ سارا دن اُسے ڈھونڈتا رہا۔ لیکن وہ نہ ملا۔ نماز عشاء کے بعد وہ اُسے مل گیا۔ گھر پہنچے تو اُسے بہت بھوک لگ رہی تھی۔ اتفاقاً اُس رات اُس کے دوست کے ہاں کھانے کو کچھ نہ تھا اور سب دکانیں بھی بند ہو چکی تھیں۔ وہ رات سے صبح تک بھوک برداشت کرتا رہا۔

اگلے دن ایک وزیر بنام مھذب سے ملنے گیا۔ وزیر نے پوچھا کس دن شہر میں آئے ہو؟ اُس نے آیات پڑھی کر جواب دیا:

"فی یوم نحس مستمر" ایک سارے نحس دن میں۔ (قمر/۱۹)

وزیر نے پوچھا کس وقت پہنچے ہو؟

جواب دیا: "فی ساعۃ العسرۃ" سخت اور شدید وقت میں۔ (توبہ/۱۱۷)

مھذب نے پوچھا: پہلے کہاں آئے تھے؟

جواب دیا: "بواد غیر ذی زرع" بے آب و گیاہ زمین پر۔ (ابراہیم/۳۷)

مھذب بہت محظوظ ہوا اور اس بلاغت اور انداز بیان پر اُسے انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ (لطائف طوائف، ص ۱۵۶)

۳۔ دقیق اور دسابیانی

سرزمین لبنان کا ایک عارف اور صالح بندہ جو عربوں میں بلند مقام رکھتا تھا۔ اُس کی کرامات اور غیر معمولی کام شہرت رکھتے تھے۔ دمشق کی جامع مسجد میں آیا۔

حوض کے پاس گیا تا کہ وضو کر سکے۔ اچانک اُس کا پاؤں پھسلا اور وہ حوض میں گر گیا۔ بہت مشکل سے اُس کو باہر نکالا گیا۔

اُس کے بعد جب وہ نماز پڑھ چکا تو اُس کے مریدوں میں سے ایک اُس کے پاس آیا اور بولا: کیا اجازت ہے کہ آپ سے کچھ پوچھ سکوں؟

اُس نیک شخص نے کہا: پوچھو۔

کہا: مجھے یاد ہے کہ ایک بہت بڑے عاف شخص دریائے روم پر چلتے تھے اور اُن کے پاؤں گیلے نہیں ہوتے تھے۔ لیکن آپ حوض میں گرے اور قریب تھا کہ آپ مرجاتے؟

اُس عارف نے کچھ رکنے کے بعد دقیق اور رسا بیان میں کہا:

کیا تم نہیں سنا کہ سرور عالم رسول خداؐ فرماتے ہیں: لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ یعنی خدا اور میرے درمیان ایک ایسا قربت کا وقت ہے جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ ہی کوئی نبی مرسل آسکتا ہے۔

حضورؐ یہ نہیں فرمایا کہ ہمیشہ ایسا ہے بلکہ فرمایا ہے کہ ایک ایسا وقت ہے۔ پس ایک وقت میں نہ جبرائیل اور نہ میکائیل اُن تک پہنچ سکتے ہیں اور دوسرے وقت میں وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھے گفتگو میں مصروف ہوتے ہیں۔

مشاہدۃ الابرار بین التجلی والاستتار، عارف لوگ کبھی ظاہر اور پوشیدہ مشاہدات کرتے ہیں۔

ملکوتی انسان کبھی تجلیات کرتے ہیں اور عارف کا دل کھو جاتا ہے۔ اور کبھی رخ زیبا چھپا لیتے ہیں، اور عارف کو جدائی کے غم میں ڈال دیتے ہیں۔

اگر درویش در حالی بماندی

سر و دست از دو عالم بر فشاندی

درویش اگر ایک ہی حال میں رہ جائے تو دو عالم میں اُس کے لیے کچھ باقی نہیں بچتا۔

(گلستان سعدی، ص ۱۱۰)

۴۔ احنف کا مختصر کلام

امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد، معاویہ نے خلافت پر اپنی گرفت کو مضبوط کرلیا اور امامؑ کے دوستوں پر تنقید کرنے لگا اور اُن سے انتقام لینے لگا۔

ایک دن احنف بن قیس (م ۶۷) کچھ لوگ کے ہمراہ معاویہ کے پاس گیا۔ معاویہ نے اُس پر تنقید کرتے ہوئے کہا:

۱۔ کیا تم وہ نہیں ہو جس نے خلیفہ سوم (عثمان) کے خلاف سخت رویہ اپنایا، جب تک وہ مارے نہیں گئے؟

۲۔ کیا تم وہ نہیں ہو جس نے بی بی عائشہ کو ذلیل وخوار کرنے کی کوشش کی؟

۳۔ کیا تم وہ نہیں ہو جس نے جنگ صفین میں نہر پر قبضہ کیا تا کہ ہم پانی حاصل نہ کرسکیں؟

احنف نے کہا:

عثمان کا تم قریش نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اُس کے گھر میں کوئی انصار موجود نہ تھا۔ تم ہی میں سے ایک گروہ نے اُسے ذلیل کیا اور تم ہی میں سے ایک گروہ نے اُسے قتل کیا۔

اور بی بی عائشہ کے ساتھ جو کچھ ہوا اُس کی وجہ وہ خود تھیں۔

اور نہر پر قبضہ کرنے والی بات۔ اُس میں تم یہ چاہتے تھے، نہر پر قبضہ کر کے ہمیں پیاس کی وجہ سے ہلاک کر دو۔ ہم بھی مجبور ہو گئے تھے کہ اُس پر قبضہ کریں۔

معاویہ اُس کے مختصر اور مفید جوابات سن کر غصہ میں آگیا اور محفل سے اٹھ کر چلا گیا۔

(پیامبر اور صحابہ ۱/۱۷۶)

۵۔ ادیب قیدی

حجاج بن یوسف ثقفی نے ایک دن کہا: دیکھو قید خانہ میں کوئی علم و فضل والا ہے؟ ذرا اُس کے ساتھ کچھ باتیں کریں۔

کچھ تلاش کے بعد ایک ادیب قیدی ملا۔ اُسے حجاج کے پاس لے کر آئے۔ حجاج نے اُس کے ساتھ بہت سی باتیں کی۔ پھر حجاج نے پوچھا کہ تمہاری قید ہونے کی وجہ کیا ہے؟

اُس نے بتایا کہ اُس کا ایک چچازاد بھائی تھا اُس نے کسی کو ناجائز قتل کیا تھا اور پھر فرار ہو گیا۔ بس اُس کی جگہ مجھے گرفتار کر لیا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا۔ کہا گیا کہ جب تک تمہارا چچازاد نہ ملے گا تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

حجاج نے کہا کسی شاعر نے ٹھیک کہا ہے کہ گناہ تمارے چچا کا بیٹا کرے اور اُس کی سزا تمہیں دی جائے۔ سچ ہے کہ جوان مرد اپنے بدکردار چچازاد کی برائی میں گرفتار کیا جائے۔

اُس ادیب نے کہا: خدا تعالیٰ شاعر سے زیادہ سچا ہے وہ فرماتا ہے: ولاتزر وازرۃٌ وزرَ اُخریٰ۔ (انعام/ ۱۶۴) کوئی کسی کے گناہ کو کسی دوسرے پر نہ ڈالے۔

حجاج نے اُس کے فصیح بیان پر خوش ہو کر کہا تم نے ٹھیک کہا، خدا کا فرمان بھی ٹھیک ہے وہ شاعر جھوٹا ہے۔

(لطائف طوائف، ص ۱۱۹)

باب نمبر 14

جنت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ

جولوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال انجام دیے ہیں اُن کو بشارت دے دو کہ جنتیں اُن کے لیے ہیں۔ (بقرہ/۲۵)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

للجنة خلقتم وفی الجنة نعیمکم والی الجنة تصیرون۔

آپ جنت کیلئے خلق کیے گئے ہیں۔ اس میں آپ کیلئے نعمتیں ہیں اور آپ ہی جنت میں جائیں گے۔ (الکافی، ۸/۳۶۵)

۱۔ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی

پیامبر خدا کی پھوپھی اماں صفیہ، جب وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھیں، ایک دن حضورؐ کی خدمت میں آئیں۔ کہا یا رسول اللہ! دعا کریں کہ میں جنت میں جاؤں۔

پیامبرؐ نے مزاح کرتے ہوئے فرمایا: بوڑھی عورتیں تو جنت میں نہیں جائیں گی۔ وہ وہاں سے اُٹھیں اور باہر آکر رونے لگیں۔ پیامبر خداؐ نے تبسم فرمایا: اور ارشاد فرمایا اُن سے کہیں کہ بوڑھی عورتیں پہلے جوان ہونگی پھر جنت میں جائیں گی۔ اور یہ آیت پڑھی

انا انشاٰهن انشاءً ۔ فجعلناهن ابكاراً

ہم نے انہیں نئی تخلیق عطا فرمائی ہے۔ اور ہم نے سب کو باکرہ قرار دیا ہے۔ (واقعہ/۳۵۔۳۶)

۲۔ جنتی بوڑھا

انس کہتے ہیں: ایک دن پیامبر خدا کے پاس بیٹھے تھے، حضورؐ نے ایک طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ابھی اہل جنت میں

سے ایک مرد داخل ہوگا۔ کچھ ہی دیر بعد ایک بوڑھا شخص وہاں سے داخل ہوا۔ وہ اپنی دائیں ہاتھ سے بائیں بازو پر سے وضو کا پانی خشک کر رہا تھا۔ اور ہاتھ کی ایک انگلی میں اپنے جوتے لٹکائے ہوئے تھے۔

وہ آگے آیا اور سلام کیا۔ دوسرے دن اور تیسرے دن بھی حضورؐ نے اُس کے جنتی ہونے کا فرمایا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص تینوں دن وہاں موجود تھا۔ اُس نے فیصلہ کیا بوڑھے شخص سے رابطہ کرے اور دیکھے کہ اُس میں کیا خاص بات ہے۔ اگلے دن وہ بوڑھے شخص کے پیچھے گیا۔ اُس کے گھر پہنچ کر بولا میں نے قسم کھائی ہے کہ تین دن رات گھر نہ جاؤں اگر آپ اجازت دیں تو یہاں آپ کے ساتھ رہ جاؤں۔

اُس نے قبول کر لیا، عبداللہ کہتا ہے تین رات اُس کے گھر میں رہا۔ میں کوئی خاص عبادت نہ دیکھی جو وہ انجام دیتا ہو۔ صرف اٹھتے بیٹھے ذکر خدا کیا کرتا تھا۔ نماز پڑھا کرتا تھا اور اُس سے ہمیشہ اچھی بات ہی سنی۔ کسی کی برائی نہیں سنی۔

تین دن کے بعد مجھے کچھ نہ ملا۔ خدا حافظی کے وقت میں نے اُس سے کہا: میں یہاں صرف اس لیے رہا تھا دیکھوں وہ کیا خاص بات ہے جس کی وجہ سے پیامبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ تو اہل جنت میں سے ہے۔ لیکن میں نے تم میں کوئی ایسی خاص بات نہیں دیکھی۔ جب عبداللہ چند قدم چلا تو بوڑھے شخص نے کہا تم نے میرے ظاہری اعمال دیکھے ہیں۔ لیکن باطنی طور پر میں کسی سے کینہ نہیں رکھتا اور نہ ہی کسی سے حسد کرتا ہوں۔

عبداللہ نے کہا: یہی دو صفتیں ہیں جو بہت اہم ہیں جس کی وجہ سے تم اہل جنت میں سے ہو اور اللہ کی رحمتیں تم پر ہیں۔

(مجموعہ ورام، ۱/۱۳۶)

۳۔ زید بن صوحان

پیامبر خداؐ سے نقل ہوا ہے کہ: جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے بدن کے حصے اُس سے پہلے جنت میں چلے جائیں گے تو وہ زید بن صوحان کو دیکھ لے۔ جنگ قادسیہ (نہاوند) میں اُس کا بایاں بازو کٹ گیا۔ اور جنگ جمل میں امیر المؤمنینؑ کے ہمراہ اُس نے ایک بازو کے ساتھ شرکت کی۔ اور وصیت کی: جب میں مارا جاؤں تو میرا خون صاف مت کریں، اور مجھے اُسی لباس کے ساتھ دفن کر دیں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ خدا کے حضور میں بھی دشمن کے ساتھ غصہ کی حالت میں رہوں۔

عمرو بن سبرہ کی ضربت جب اُس کے سر پر لگی تو زمین پر گرا۔ امیر المؤمنینؑ اُس کے سر پر پہنچے اور فرمایا: خدا تم پر رحمت کرے۔ حکومت نے تم پر بہت کم خرچ کیا اور تم نے حکومت اور دوسروں کی بہت مدد کی۔

"قد کنت خفیف المؤنہ عظیم المعونہ۔"

زید نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا: امیر المؤمنینؑ! خدا آپؑ کو اچھا اجر عطا کرے۔ خدا کی قسم آپ جیسا خدا شناس نہیں دیکھا۔ کتاب خدا میں آپؑ کا بلند مقام ہے۔ آپؑ کے دل میں خدا کی بلند عظمت ہے۔ میں نے آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑا تا کہ خدا کے ہاں میں

ذلیل وخوار نہ ہو جاؤں۔ (قاموس الرجال، ۴/۲۵۶)

۴۔ایک تہائی جنتی

جب صحابہ بنی مصطلق کے ساتھ جنگ کے لیے جا رہے تھے، رات کے وقت پیامبر اکرمؐ نے سب کو آواز دے کر روکا۔ سب مسلمان حضورؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ سورہ حج کی آیت نمبر ایک اور دو، جو اُسی وقت نازل ہوئی تھیں، حضورؐ نے سب کو پڑھ سنائی:

"اے لوگو! اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت کا زلزلہ ایک بہت بڑی چیز ہے۔(۱) جس دن یہ رونما ہو گا تو تم دیکھو گے کہ شیر خوار بچوں کی ماؤں کو بچوں کا ہوش نہیں رہے گا اور ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تجھے یوں لگے گا گویا لوگ مدہوش ہو گئے ہیں۔ حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کے عذاب کی شدت ہی کچھ ایسی ہو گی۔"

لوگوں کے رونے کی آواز بلند ہونے لگی۔ اُس رات مسلمان بہت روئے۔ اگلی صبح دنیا اور دنیا کی زندگی سے اس قدر بے اعتنا تھے کہ حتیٰ کچھ نے تو گھوڑوں کی زین تک نہ رکھی اور خیمہ تک نہ لگایا۔ کچھ رو رہے تھے اور کچھ بیٹھے گہری فکروں میں تھے۔ پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: کیا جانتے ہو قیامت کا دن کیسا دن ہے؟ عرض کی: خدا اور اُس کا پیامبر بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: "ایسا دن ہے کہ ہر ہزار میں سے ۹۹۹ لوگ جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ اور صرف ایک فرد جنت کی طرف جائے گا۔"

یہ بات مسلمانوں کیلئے بہت گراں تھی وہ بہت رونے لگے۔ عرض کی تو پھر کون ہو گا جو نجات پائے گا؟

پیامبرؐ نے ارشاد فرمایا: "گناہ گار آپ لوگوں کے علاوہ ہیں۔ جو اکثریت کو تشکیل دیتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ جنت کے ایک چہارم آپ لوگ ہونگے۔ (مسلمانوں نے تکبیر کہی)

پھر فرمایا: اُمید ہے جنت کے ایک تہائی لوگ آپ میں سے ہونگے۔ کیونکہ اہل جنت ایک سو بیس صنف کے ہیں جن میں سے اسی (۸۰) میری اُمت سے ہیں۔" (تفسیر نمونہ)

۵۔جنت کا شوق

ایک دن ایک حبشی پیامبرؐ کے پاس آیا اور تسبیح وذکر کے بارے سوال کیا۔ وہاں عمر ابن خطاب بھی موجود تھے، انہوں نے سختی سے اس مرد سے کہا: بس کرو، تم اپنے اِن سوالوں سے حضور کو تھکا دو گے۔ پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: "عمر کوئی بات نہیں، آرام سے رہو، سختی نہ کرو۔ اُسے اپنے سوال کرنے دو۔"

اِسی اثناء میں آیات نازل ہوئیں۔ (دھر/۱-۲۱)

اِسی دوران اُس حبشی نے ایک چیخ ماری اور زمین پر گرا اور مر گیا۔ پیامبرؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا: "اُس نے جنت کے شوق میں جان دے دی۔"

باب نمبر 15

بیت المال

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴿٥٥﴾

حضرت یوسفؑ نے مصر کے بادشاہ سے کہا: مجھے مصر کی سرزمین کے خزانوں کا والی بنا دو۔ کیونکہ میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ (یوسف/ ۵۵)

علی علیہ السلام نے فرمایا:

لا ینبغی لی ان ادع الجند و المصر و بیت المال و جبایة الارض و القضاء بین المسلمین و النظر فی حقوق المطالبین.

(شام کی فوج نے جب عراق پر حملہ کیا تو امامؑ نے اپنی فوج کو انہیں روکنے کے لیے تحریک دلائی اور روانہ کیا لیکن وہاں سے بار بار کہا گیا کہ آپ خود تشریف لائیے۔ اس پر) امامؑ نے فرمایا: یہ ٹھیک نہیں ہے کہ میں لشکر، شہر، بیت المال، زمین سے مالیات کی جمع آوری، مسلمانوں کے درمیان حکومتی معاملات اور ہم سے رجوع کرنے والوں کے مسائل کی رسیدگی، کو چھوڑ کر آجاؤں۔

(نہج البلاغہ، ص ۳۶۸)

۱۔ مساوی تقسیم

ایک دن امیر المؤمنینؑ نے عمار یاسر، عبداللہ بن ابی رافع اور ابو ہیثم تیہان کو ذمہ داری دی کہ بیت المال میں موجود مال کو تقسیم کریں، اور فرمایا: عادلانہ تقسیم کریں اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیں۔

انہوں نے مسلمانوں کو گنتی کیا اور موجود مال کو حساب کیا تو معلوم ہوا کہ ہر ایک کے حصے میں تین دینار آئیں گے۔

مسلمانوں میں سے طلحہ اور زبیر نے اعتراض کیا اور کہا: کیا یہ تقسیم تمہاری اپنی رائے ہے یا تمہارے دوستوں نے مشورے دیے ہیں؟

انہوں نے کہا: امیر المؤمنینؑ نے ایسا حکم دیا ہے۔

پھر طلحہ اور زبیر امامؑ کے پاس گئے اور بیت المال کی تقسیم کے طریقہ کار پر اعتراض کیا۔

امامؑ نے فرمایا: رسولخداؐ آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا کرتے تھے؟ وہ خاموش ہو گئے۔ امامؑ نے فرمایا: کیا پیامبرؐ بیت المال کو مساوی تقسیم نہیں کیا کرتے تھے؟ کہا: ہاں ٹھیک ہے۔ فرمایا: کیا پیامبرؐ کی سنت بہتر ہے یا دوسروں کی سنت؟ کہا: پیامبرؐ کی سنت بہتر ہے۔ لیکن ہم سابقین میں سے ہیں۔ اور پیامبر اکرمؐ کے قریبیوں میں سے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: تمہارا سابقہ زیادہ ہے یا میرا سابقہ زیادہ ہے؟ میری قرابت حضورؐ سے زیادہ ہے یا تمہاری؟

کہا: آپ کی۔

فرمایا: اسلام کی خدمت میں اور اسلام پر قربانی کے حوالے سے میں آگے ہوں یا تم لوگ؟

کہا: آپ۔

فرمایا: خدا کی قسم، میں اور یہاں پر میرے لیے کام کرنے والے بیت المال سے ایک جیسی تنخواہ لیتے ہیں۔

(سیرہ نبوی، ۲/۴۱۰)

۲۔ رہبر کی اجازت

دس ہجری کو پیامبر اکرمؐ خانہ خدا کی زیارت کیلئے چلے۔ علیؑ کو مسلمانوں کے ایک گروہ کے ہمراہ یمن بھیجا۔ علیؑ کو ذمہ داری سونپی کہ یمن سے واپسی پر نجران کے عیسائیوں سے کپڑا وصول کریں جو انہوں نے مباہلہ کے معاہدے میں طے کیا تھا اور اُسے رسولخداؐ کی خدمت میں پہنچائیں۔

امام علیؑ کو واپسی پر خبر دی گئی کہ رسولخداؐ خانہ خدا کی زیارت کیلئے سفر پر گئے ہیں۔ اس لیے کپڑے کو لشکر کے ایک کمانڈر کے حوالے کیا اور خود مکہ کی طرف چلے گئے۔ مکہ کے قریب وہ حضور پاکؐ سے جا ملے۔

پیامبر خداؐ علیؑ سے مل کر خوش ہوئے اور اُنہیں احرام کے لباس میں دیکھا تو اُس کی نیت کے بارے میں سوال کیا۔ امام علیؑ نے جواب میں عرض کی کہ میں احرام باندھنے کے دوران یہ نیت کی کہ خدایا جس نیت پر پیامبر خداؐ نے نیت کی ہے میں بھی اُسی نیت پر احرام باندھتا ہوں۔

پھر علیؑ نے یمن کے سفر اور اُس کپڑے کے بارے میں جو نجران سے لائے تھے، تفصیلات بیان کیں۔ اس کے بعد پیامبرؐ کے حکم سے اپنی سپاہ کی طرف واپس چلے گئے تا کہ اُن کے ہمراہ واپس مکہ پہنچیں۔

جب امام سپاہیوں کے درمیان پہنچے تو دیکھا کہ جانشین افسر نے وہ سارا کپڑا سپاہیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور سپاہیوں نے اُس کپڑے سے احرام کا لباس بنا کر پہن لیا ہے۔

امامؑ نے اس کام پر اعتراض کیا کہ کیوں پیامبر اکرمؐ کی اجازت کے بغیر یہ کام انجام دیا ہے؟ کمانڈر نے جواب دیا کہ سپاہیوں نے بہت اصرار کیا کہ امانت کے طور پر دے دیں اور حج کے اعمال انجام دینے کے بعد واپس لے لیں۔

امامؑ نے اُس کی معذرت کو قبول نہ کیا اور حکم دیا کہ تمام تقسیم شدہ کپڑا جمع کیا جائے تاکہ مکہ پہنچ کر یہ کپڑا پیامبرؐ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

مکہ پہنچ کر کچھ لوگوں نے پیامبرؐ کی خدمت میں علیؑ کی عدالت اور سخت گیری کی شکایت کی۔ پیامبر اکرمؐ نے اُن میں سے ایک صحابی سے فرمایا:

''جاؤ اور اُس شکایت کرنے والے گروپ سے کہہ دو کہ علیؑ کی برائی اور اُس پر اعتراض کرنے سے باز آجائیں۔ وہ خدا کے احکامات میں بہت دقیق اور سخت گیر ہے۔ اور دین کے بارے سمجھوتا اور سازش کرنے والا نہیں۔''

(فروغ ولایت، ص ۱۳۲)

۳۔ اپنے پیسوں سے لباس

ہارون بن عنترہ کہتا ہے: میرے والد نے مجھے بتایا کہ نجف (یا کوفہ) کے قریب ایک گاؤں میں ایک دن امیر المؤمنینؑ سے ملا، میں نے دیکھا کہ حضرت نے ایک پرانا لباس پہن رکھا تھا اور سردی سے کانپ رہے تھے۔

میں نے عرض کی یا امیر المؤمنینؑ! خداوند تعالیٰ نے بیت المال آپؑ کے اختیار میں دیا ہے اور اجازت دی ہے کہ اُس میں سے اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کیلئے اُس میں استعمال کریں۔ تو پھر یہ کیا معاملہ ہے؟

امامؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم میں نے آپ لوگوں کے مال سے کچھ استعمال نہیں کیا۔ یہ لباس جو میرے بدن پر دیکھ رہے ہو، اپنے ساتھ مدینہ سے لایا تھا۔ اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔

(محجۃ البیضاء، ۳/۱۹۱)

۴۔ بیت المال سے ایک ہار

امام علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانے میں بیت المال کے سرپرست علی بن ابی رافع کہتے ہیں: بیت المال کے مال میں ایک موتیوں کا ہار تھا جو بصرہ سے لایا گیا تھا۔

امامؑ کی بیٹی نے ایک شخص کو بھیجا اور پیغام دیا کہ سنا ہے بیت المال میں ایک موتیوں کا ہار ہے، میں چاہتی ہوں کہ ایک دن کے لیے ادھار مجھے دے دیں تاکہ عید قربان کے دن میں پہن سکوں۔

میں نے مضمونہ ادھار (یعنی اگر ضائع ہو گیا تو آپ ضامن ہیں۔) تین دن کیلئے دے دیا۔ اتفاقاً امامؑ نے اُسے اپنی بیٹی کی گردن میں دیکھ لیا۔ اور پوچھا: اسے کہاں سے لیا ہے؟ عرض کی: بیت المال سے تین دن کیلئے بطور ادھار مضمونہ لیا ہے۔ تین دن کے بعد واپس کر دوں گی۔

امیر المومنینؑ نے بیت المال کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا: مسلمانوں کے بیت المال میں سے اُن کی اجازت کے بغیر کیوں خیانت کی ہے؟

کہا: خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ خیانت کروں! امامؑ نے فرمایا: تو پھر کیوں ہار میری بیٹی کو دیا ہے؟

عرض کی: تین دن کیلئے بطور اُدھار مضمونہ دیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: آج ہی اُسے واپس لو اور اُس کی جگہ رکھ دو۔ میں نے اگر اس طرح کا کام دوبارہ تمہاری طرف سے دیکھا تو سخت سزا دوں گا۔

اگر میری بیٹی نے بیت المال سے اُدھار کے عنوان سے نہ لیا ہوتا تو میں چوری کے الزام میں اُس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

امامؑ کی بیٹی نے جب یہ سنا تو عرض کی کیا میں آپ کی بیٹی نہ تھی؟!

امامؑ نے فرمایا: میری بیٹی! انسان کو اپنے نفس کی خاطر حق کے دائرے سے باہر پاؤں نہیں رکھنا چاہیے۔ مہاجرین کی عورتیں تمہارے برابر ہیں۔ کیا اُنہوں نے تمہاری طرح کا ہار پہن رکھا ہے جو تم نے یہ چاہا ہے کہ اُن کے برابر ہو جاؤ؟

(بحار الانوار، ۹/ ۵۰۳)

۵۔ اموال کا متولی

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص نے سانپ کے دو بچے مار دیے۔ اُن دو بچوں کی ماں سانپنی حضرت سلیمانؑ کے پاس آئی اور اُس آدمی کی شکایت کی اور درخواست کی کہ اُس سے قصاص لیا جائے۔

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا: اُس موحد شخص کو سانپ کے دو بچے مارنے کی وجہ سے قصاص نہیں کیا جا سکتا۔

سانپنی عرض کی: اگر ایسا ہے تو اُس کو لوگوں کے اموال اور بیت المال کا متولی بنا دیں۔ تا کہ لوگوں کے مال کو استعمال کرنے کے بعد میں اُس سے جہنم میں انتقام لے سکوں۔

(خزینۃ الجواہر، ص ۴۹۳)

باب نمبر 16

پاداش

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝

وہ مومنین جو اعمال صالح انجام دیتے ہیں اُن کو بشارت دے دیں کہ اُن کے لیے بہت زیادہ پاداش (اجروثواب) ہے۔(اسراء/۹)

علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَن امّل ثواب الحسنیٰ لم تُنکِ آمالهُ۔

جوکوئی خدا تعالیٰ سے اچھی پاداش کی اُمید رکھتا ہو، وہ نا اُمید نہ ہوگا۔(غرر الحکم، ۱/۱۷۵)

ا۔ثوبان کی پاداش

ثوبان حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی یارسول اللہؐ! آپ میرے نزدیک مجھ سے اور میری اولاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ جب بھی گھر میں ہوتا ہوں، آپؐ کی یاد میں ہوتا ہوں کہ جب گھر سے باہر جاؤں گا تو آپؐ کی زیارت کروں گا۔لیکن جب موت کی فکر کرتا ہوں تو اپنے سے کہتا ہوں کہ جنت میں آپؐ کی زیارت نہ کرسکوں گا، کیونکہ آپ کا مقام اس سے بلندتر ہے اور آپ تو انبیاء کے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر جہنمیوں کے ساتھ ہوا تو پھر بات واضح ہے۔

رسولخداؐ نے ابھی کچھ ارشاد نہ فرمایا تھا کہ جبرائیل تشریف لائے اور یہ آیت نازل فرمائی:

"جوکوئی خدا اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ قیامت میں اُن کے ساتھ ہوگا جن پر خداوند اپنی نعمتیں تمام کرچکا ہے۔ وہ انبیاء وصدیق وشہید وصالح افراد ہونگے اور وہ آپس میں اچھے دوست ہیں۔"

یعنی اطاعت اور پیروی کی وجہ سے ایسی پاداش دی جائے گی جس کی وجہ سے وہ جنت میں انبیاء کے ہم نشین ہونگے۔

(الدرالمنثور، ۲/۱۸۲)

۲۔ مصافحہ

ابو عبیدہ کہتا ہے: میں امام باقر علیہ السلام کے ہمراہ ایک سفر میں تھا۔ ہم ساتھ ہی سواری پر سوار ہوا کرتے تھے۔ سوار ہوتے وقت پہلے میں سواری پر سوار ہوتا تھا پھر امام سوار ہوتے تھے اور سلام کیا کرتے تھے، مصافحہ کیا کرتے تھے۔ وہ ہر دفعہ یوں سلام اور مصافحہ کیا کرتے تھے، یوں احوال پرسی کیا کرتے تھے جیسے پہلی دفعہ مل رہے ہیں۔

اُترتے وقت پہلے امام سواری سے اُترتے تھے پھر میں سواری سے اُترتا تھا۔ جب ہم دونوں سواری سے اُتر کر زمین پر کھڑے ہوتے تو پھر سے امام مجھے سلام کرتے، مصافحہ کرتے اور پھر سے احوال پرسی کیا کرتے، ایسے لگتا جیسے ابھی ہم پہلی مرتبہ مل رہے ہیں۔

عرض کی: آپ کا ہمارے ساتھ اس قسم کا اچھا رویہ پہلے سے ہمارے ہاں رواج نہیں رکھتا ہے۔

امامؑ نے فرمایا:

''کیا جانتے ہو کہ مصافحہ کرنے میں کیا خوشخبری چھپی ہوئی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جب مؤمنین ملاقات کرتے ہیں، ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ تو جب تک وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی رحمت اُن پر ہوتی رہتی ہے اور اُن کے گناہ یوں جھڑتے رہتے ہیں جیسے خزاں کے موسم میں درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔''

(محجۃ البیضاء، ۳/۳۸۷)

۳۔ بیمار کی تیمارداری

دو مسلمان حج کی ادائیگی کیلئے مکہ کی طرف سفر کیلئے نکلے۔ اس سفر کے دوران جب پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر کی زیارت کیلئے مدینہ پہنچے۔ تو اُن میں سے ایک مدینہ میں بیمار ہو گیا۔ اور ایک گھر میں چارپائی پر پڑا رہ گیا۔ اُس کا دوسرا ساتھی اُس کی تیمارداری کرنے لگے۔

ایک دن اُس نے اپنے بیمار دوست سے کہا کہ میں پیامبر اکرمؐ کی قبر مطہر کی زیارت کیلئے جانا چاہتا ہوں، تو کیا میں چلا جاؤں؟ اُس نے کہا: تو میرا غم خوار ہے، مجھے تنہا مت چھوڑ، میرا مزاج بگڑ چکا ہے، مجھ سے الگ نہ ہو۔

اُس کے دوست نے کہا: ہم اتنی دور سے حضورؐ کی زیارت کیلئے آئے ہیں۔ میں جلدی سے جاؤں گا اور بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور پہلے پیامبر اکرمؐ کی قبر مطہر کی زیارت کیلئے گیا اور وہاں سے امام صادق علیہ السلام کے گھر اُن کی زیارت کیلئے چلا گیا وہاں امامؑ کی خدمت اپنا اور اپنے دوست کا واقعہ ذکر کیا۔

امامؑ نے فرمایا: ''اگر تم اپنے بیمار دوست کے پاس رہو اور اُس کی تیمارداری کرو، اور اُس کا مونس و مددگار رہو۔ تو خداوند تعالیٰ کے ہاں پیامبر اکرمؐ کی قبر مطہر کی زیارت سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔''

(داستان دوستان، ۲/۱۵۹)

۴۔ تعلیم کا ثواب

ایک شخص امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کی: اس مرد نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور اس سے قصاص لینا چاہتا ہوں۔ قاتل نے بھی قتل کا اعتراف کر لیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: تم قصاص کرنے کا حق رکھتے ہو لیکن کیا اس مرد نے آج تک تمہارے ساتھ کوئی نیکی نہیں کی جس کی وجہ سے تم اس سے دیہ لے لو اور قصاص نہ کرو؟

اُس شخص نے کہا: صرف چند مجھے پڑھایا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اُستادی کا حق اور تعلیم دینے کا ثواب، خون سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

اُس نے قصاص کا مطالبہ چھوڑ کر دیہ کا مطالبہ کر دیا۔ یعنی سو اونٹ کا مطالبہ کر دیا۔ قاتل دیہ ادا کرنے کی سکت نہ رکھتا تھا۔

امامؑ نے قاتل سے فرمایا: کیا تم حاضر ہو تعلیم دینے کا ثواب مجھے دے دو اور اس کے بدلے میں سو اونٹ تمہیں دے دوں؟

قاتل نے عرض کی: اگر قیامت کے دن مقتول نے میرا گریبان پکڑ لیا تو میرے پاس اس تعلیم دینے کے ثواب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

پھر امامؑ نے مقتول کے خاندان والوں سے کہا: اگر آپ لوگ اُسے معاف کر دیں تو آپ کیلئے پیامبر اکرمؐ سے ایک روایت سناتا ہوں جو ساری دنیا سے زیادہ بہتر ہے۔

مقتول کے خاندان والوں نے اس بات پر قاتل کو معاف کر دیا۔

(روزہ۔تھا و دیگ۔تھا،ص ۷۷)

۵۔ خفیہ نیکی ۷۰ حج کے برابر

ایک شخص امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا سلام کیا اور عرض کی: میں آپؑ کا اور آپؑ کے بزرگوں کا چاہنے والا ہوں۔ ابھی حج سے واپس آ رہا ہوں۔ میرے پاس پیسے ختم ہو گئے ہیں۔ اگر ہو سکے تو گھر تک پہنچنے کے اخراجات عنایت کر دیں۔ جب اپنے شہر پہنچوں گا تو وہاں میرے پاس اتنے وسائل ہیں کہ میں آپؑ کی دی گئی رقم ادا کر سکوں۔ میں آپؑ کی طرف سے یہ رقم بطور صدقہ دے دوں گا۔ اور خود میں صدقہ نہیں لیا کرتا۔

امام کمرے میں گئے اور واپسی پر گھر کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنے ہاتھ دروازے کے اوپر سے باہر کیا اور فرمایا:

یہ دو سو دینار لے لو اور اپنے سفر کے اخراجات کو پورا کرو۔ اور اس رقم کے بدلے میں میری طرف سے صدقہ نہ دینا۔ (صدقہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔) اب جاؤ تا کہ میں نہ تمہیں دیکھ سکوں اور نہ تم مجھے دیکھ سکو۔

اُس شخص نے امامؑ سے سوال کیا کہ آپ گھر کے دروازے کے پیچھے سے یہ رقم مجھے دے رہے ہیں۔ اور آپؑ ایسا کیوں چاہتے ہیں کہ میں آپ کو نہ دیکھ سکوں؟

فرمایا: میں تمہارے چہرے پر سوال کرنے کی خفت نہیں دیکھنا چاہتا۔ کیا پیامبر اکرمؐ کی حدیث نہیں سنی، کہ آپؐ نے فرمایا: "خفیہ نیکی ۷۰ حج کے برابر ثواب رکھتی ہے۔" کیا تم نے نہیں سنا کہ شاعر نے کہا ہے کہ جب بھی آپ کی خدمت میں کوئی حاجت لے کر گیا ہوں، یوں اپنے گھر واپس آیا ہوں کہ میری آبرو اسی طرح محفوظ ہوتی تھی۔

(مناقب ابن شہر آشوب، ص ۳۶۰)

باب نمبر 17

جواب

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ

(اے رسول) تم سے سوال کرتے ہیں کہ کونسی چیزیں اُن کیلئے حلال ہیں؟ کہہ دو کہ وہ سب کچھ جو پاک ہے، تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے۔ (مائدہ/ ۴)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَن اسرع فی الجواب لم یُدرِك الصواب.

جو کوئی جواب دینے میں عجلت کرتا ہے، حقیقت کو نہیں پاتا۔ (یعنی وہ ٹھیک کام نہیں کرتا۔)

(غرر الحکم،۱/ ۱۹۳)

۱۔ جھوٹے پیغمبر کا جواب

ایک شخص نے پیغمبری کا دعویٰ کیا اور بارہ ہزار لوگ اُس کے مرید ہو گئے۔ ایک دن بادشاہ نے اُسے اپنے دربار میں بلایا۔ اُس جھوٹے نے اپنے مریدوں سے کہا جب میں بادشاہ کے دربار میں جاؤں تو آپ لوگ بھی وہاں آ جانا۔ اور دو حصے ہو کر بیٹھ جانا۔ جب تم میں سے ایک کی طرف دیکھوں تو تم سب مل کر گدھے کی آواز نکالنا، اور جب تم میں سے دوسرے گروہ کی جانب دیکھوں تو گائے کی آواز نکالنا۔

جب وہ بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو اُس کے مریدین بھی پہنچ گئے۔ بادشاہ نے کہا: او احمق! یہ کیا دعویٰ ہے جو تم کر رہے ہو؟ جبکہ تمہارے پاس نہ کوئی معجزہ ہے نہ کوئی کرامت ہے۔

اُس جھوٹے پیغمبر نے ایک طرف دیکھا تو اُن سب نے گائے کی آواز نکالی۔ دوسری طرف دیکھا تو سب نے گدھے کی آواز نکالی۔ پھر اُس نے کہا:

بادشاہ سلامت! آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں انصاف سے بتائیں کہ اگر میں انسانوں کیلئے پیغمبر نہیں ہوں تو کیا میں گائے اور گدھوں کیلئے بھی پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ لوگ انسانوں میں سے ہوتے میرا اقرار نہ کرتے، جبکہ انہوں نے مجھ سے نہ کوئی معجزہ دیکھا

ہے اور نہ ہی کوئی کرامت دیکھی ہے۔

بادشاہ کو یہ جواب بہت اچھا لگا اور اُس نے انعام و اکرام کے ساتھ اُس رخصت کر دیا۔

(ریاض الحکایات، ص ۱۷۷)

۲۔ سمرقندی کا تھکا دینے والا جواب

ایک خراسانی آدمی ایک بے وقوف سمرقندی شخص کے ساتھ اکٹھے حج کرنے گئے۔ جب بغداد پہنچے تو خراسانی آدمی بیمار ہو گیا، اتنا بیمار ہوا کہ مرنے والا ہو گیا۔

سمرقندی چاہتا تھا کہ اُسے چھوڑ کر واپس چلا جائے۔ خراسانی نے کہا: جب وطن پہنچو گے تو میرے خاندان والے اور میرے دوست احباب تم سے میرے بارے میں پوچھیں گے، تم کیا کہو گے؟

سمرقندی نے کہا: پہلے کہوں گا کہ اُس کے سر میں شدید درد شروع ہوا، پھر اُس کے سینے میں درد ہونے لگا اور پھر اُس کے پھیپھڑوں میں ریشہ پڑ گیا، اُس کا سانس لینا دشوار ہو گیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا جگر خراب ہو گیا۔ اُس کے نتیجہ میں معدے نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ سر سے پاؤں تک اُس کو بخار نے جکڑ لیا۔ اُس میں اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی اور وہ مر گیا۔

بیمار خراسانی نے کہا: بہترین کلام وہ ہے جو کم ہو اور بات پہنچا دے۔ اس کہانی بنانے اور لمبے جھوٹ گھڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب پہنچو تو جو کوئی بھی میرے بارے میں پوچھے تو کہو: وہ دنیا سے آخرت کی طرف چلا گیا ہے اور بیوقوفوں کی باتوں کے دکھ سے نجات پا گیا ہے۔

(لطائف طوائف، ص ۳۱۵)

۳۔ خلیفہ کو چار جواب

طاوس یمانی (م ۱۰۶) اہل سنت کے مشہور علما میں سے تھا۔ اُس کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ امام سجاد علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھا۔

ایک سال ہشام بن عبدالملک اموی خلیفہ حج پر گیا اور وہاں اُس نے کہا: اگر مکہ میں ابھی اصحاب پیامبرؐ میں سے کوئی زندہ ہے تو اُسے میرے پاس لایا جائے تا کہ وہ مجھے کوئی نصیحت کریں۔

بتایا گیا کہ اصحاب میں سے تو کوئی زندہ نہیں لیکن تابعین میں سے ہیں۔ کہا: اُنہیں لے آؤ۔ تلاش کی گئی تو طاوس یمانی مل گئے۔ جنہوں نے اصحاب پیامبر کو دیکھا تھا۔ اور اُن سے ملاقات کر چکے تھے۔ اور خود تابعین میں شمار کیے جاتے تھے۔

جب اس بزرگ شخص کو لایا گیا، تو اُس نے خلیفہ کو امیر مومنین ہونے کی حیثیت سے سلام نہ کیا۔ اپنے جوتوں سمیت قالین پر آ گیا اور کہا: ہشام، تم کیسے ہو؟

ہشام کو بہت غصہ آیا، اُس نے طاؤس پر چار سوال کیے کہا: امیر مومنین کو سلام نہ کرنا، قالین پر جوتے لانا، نام لے کر بلانا اور میرے سامنے آکر بیٹھ جانا، انتہائی بے ادبی ہے۔

طاؤس نے کہا: ا۔ میں نے تو تمہارے قالین کے کنارے پر اُتارا ہے۔ تو خدا تعالیٰ سے بڑا تو نہیں ہے۔ میں ہر روز پانچ مرتبہ خدا کے سامنے زمین پر جوتا اُتارتا ہوں۔ لیکن خدا مجھ پر غصہ نہیں کرتا۔

۲۔ سب لوگ امیر مومنین کے عنوان سے قبول نہیں کرتے۔ اس لیے میں نے جھوٹ بولنا پسند نہیں کیا۔

۳۔ اور یہ کہ تمہارا نام لے کر تمہیں پکارا ہے تو خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے اولیا کو اُن کے نام سے پکارا ہے، فرمایا ہے: یا یحییٰ، یا داود، یا عیسیٰ۔ اور اپنے دشمنوں کو اُن کی کنیت سے خطاب کیا ہے۔ فرمایا: ابولہب کے دو ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ (جبکہ اُس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔)

۴۔ چوتھے اعتراض کے بارے میں کہوں گا کہ میں نے علیؑ سے سنا ہے کہ فرمایا: اگر جہنمیوں میں سے کسی کو دیکھنا چاہتے ہو تو ایسے شخص کو دیکھو جو مسند پر بیٹھا ہو اور اُس کے اطراف میں لوگ (ہاتھ باندھے) کھڑے ہوں۔

ان جوابات کے بعد ہشام سے کچھ بن نہ پایا تو کہنے لگا مجھے کچھ نصیحت کرو۔

طاؤس نے کہا: علیؑ سے سنا تھا کہ

جہنم میں ایسے سانپ ہیں جو پہاڑ کی اونچائی جتنے بڑے ہیں۔ ایسے بچھو ہیں جو خچر کی طرح موٹے ہیں۔ ہر اُس سربراہ کو جو اپنے زیردستوں کے ساتھ ظلم کرتا ہے، اُسے اپنے منہ سے نکلنے والے آگ کے شعلوں کے ساتھ نگل جائیں گے۔

طاؤس اٹھا اور جلدی جلدی وہاں سے چلا گیا۔ تاکہ ہشام کے سامنے علیؑ کی تعریف کرنے کی وجہ سے ہشام کے غیض وغضب کا شکار نہ ہو جائے۔

(الکنیٰ والالقاب، ۲/۳۳۱)

۴۔ دندان شکن جواب

عمرو بن لیث سخت سردیوں میں ایک بڑے لشکر کے ساتھ نیشاپور میں داخل ہوا۔ اُس کے لشکر نے رہائش کیلئے لوگوں کے گھر پر قبضہ کر لیا۔ ایک بوڑھی عورت کے پانچ گھر تھے۔ سب گھروں میں سپاہی گھس گئے۔

بوڑھی لشکر کے ایک کمانڈر کے پاس اپنی شکایت لے کر گئی۔ اُس نے کہا کل میں عمرو لیث کے پاس جاؤں گا۔ تم بھی وہاں آ جاؤ۔ اور خود اپنی شکایت اُس کے سامنے بیان کرو۔

اگلے دن بوڑھی عورت عمرو لیث کے پاس گئی اور کہا: میرے پانچ گھر ہیں۔ تمہارے سپاہیوں نے مجھے، میری بیٹیوں اور بہو کو ایک گھر میں کر دیا ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے وہ ہمارے درمیان آ گئیں جائیں، اور وہاں رہائش پذیر ہو جائیں۔

عمرولیث نے کہا: اس شدید سردی میں میرے ساتھی کیا کریں؟ چلی جاؤ یہاں سے۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ عورتیں عقل نہیں رکھتیں۔

بوڑھی عورت نے منہ پھیرا اور چلی گئی۔

اُس کمانڈر نے عمرولیث سے کہا: یہ عورت بہت دانا اور پرہیزگار ہے۔ بہتر اُس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

عمرولیث نے حکم دیا اُس بوڑھی عورت کو واپس لائیں۔ جب وہ آئی تو عمرولیث نے کہا: کیا تم نے قرآن پاک سے یہ نہیں پڑھا کہ

''جب بادشاہ کسی علاقے میں داخل ہوتے ہیں تو اُس کو تباہ کردیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کردیتے ہیں۔'' (نمل/۳۴)

بوڑھی عورت نے جواب دیا کہ میں نے پڑھی ہے لیکن میں حیران ہوں کہ بادشاہ نے اسی سورت کی بعد والی آیت نہیں پڑھی۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ

''یہ ہیں اُن (بادشاہوں) کے ویران اور تباہ شدہ گھر، اُن کے ظلم کی وجہ سے جو اُنہوں نے انجام دیے۔ اس تباہی اور خرابی میں آگاہ اور دانا لوگوں کیلئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔'' (نمل/۳۵)

اِس جواب نے عمرولیث پر ایسا اثر کیا کہ اُس کا بدن لرزنے لگا اور آنسو جاری ہوگئے۔ اُس نے حکم دیا کہ کوئی سپاہی کسی گھر میں نہ رہے۔ اور کسی دوسری جگہ خیمے لگا کر اپنی رہائش کریں۔

(رہنمائے سعادت، ۱/۱۸۰)

۵۔ حاضر جوابی

امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بعد ایک دن امیر المومنین علیہ السلام کے بھائی عقیل، معاویہ سے ملے۔ معاویہ کیونکہ بہت ہوشیار تھا، اُس نے عقیل کو ایک لاکھ درہم دیے اور چاہا کہ اُس کی زبان کو خرید لے۔ اُس نے عقیل سے سوال کیا:

کیا تم نے جنگ صفین میں اپنے بھائی علی کا لشکر اور میرا لشکر دیکھا تھا؟ مجھے کچھ اُس کے بارے میں بتاؤ۔

عقیل نے کہا: اپنے بھائی کے لشکر میں گیا، اُن کے دن، پیامبرؐ کے دنوں کی طرح تھے، اُن کی راتیں پیامبرؐ کے زمانے کی راتوں جیسی تھیں۔ مگر یہ کہ خود پیامبر اُن کے درمیان موجود نہ تھے۔ میں وہاں قرآن پاک کی تلاوت اور نماز کی ادائیگی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔

لیکن جب شام کے لشکر کے پاس سے گذرا تو کچھ منافقوں نے میرا استقبال کیا۔ اُن کے دن اور اُن کی راتیں، تم اور تمہارے باپ کے زمانے کی طرح تھیں۔ سوائے اس کے کہ تمہارا باپ ابوسفیان اُن کے درمیان موجود نہ تھا۔

عقیل نے پوچھا کہ تمہاری دائیں طرف کون بیٹھا ہے؟ کہا: عمرو عاص!

عقیل نے کہا: یہ وہی ہے کہ جس کا باپ ہونے کا چھ لوگوں نے دعویٰ کیا تھا؟ یہاں تک کہ قریش میں سے ایک قصائی دوسروں پر کامیاب ہوگیا، اور یہ اُس کا بیٹا بن گیا۔

پھر پوچھا: وہ دوسرا کون ہے؟ کہا: ضحاک بن قیس۔

کہا: اس کا باپ بھیڑ بکریوں میں نر اور مادہ کے تعلقات قائم کروانے میں بہت ماہر تھا۔

پھر پوچھا وہ کون ہے؟ معاویہ نے کہا: ابوموسیٰ اشعری۔

کہا: وہ اُس عورت کا بیٹا ہے جو چوریاں بہت کیا کرتی تھی۔

پھر معاویہ نے اپنے بارے میں پوچھا۔ عقیل نے کہا: مجھے معاف رکھو۔ کہا: نہیں ہوسکتا۔ پھر عقیل نے کہا: کیا حمامہ کو جانتے ہو؟ کہا: نہیں۔ عقیل نے کہا: کسی سے پوچھ لو۔ معاویہ نے نسابہ شامی سے پوچھا۔ اُس نے جان کی امان مانگ کر کہا: حمامہ ابوسفیان کی ماں تھی۔ جو جاہلیت کے زمانے میں فحاشی کا جھنڈا اپنے گھر پر لگاتی تھی۔ معاویہ نے اپنے اردگرد بیٹھے لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا: پریشان نہ ہوں۔ میں بھی آپ کے برابر ہوں یا کچھ زیادہ رسوا ہوا ہوں۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ۱/ ۱۸۳)

باب نمبر 18

بڑھاپا

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾

ہر ایک کو طول عمر دیتے ہیں،؟ (یس/ ٦٨)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من طال عمره فضع باعزته و احبائه.

جس کسی کی عمر زیادہ ہوتی اُس کو اپنے عزیزوں اور دوستوں کے زیادہ داغ مفارقت سہنے پڑتے ہیں۔

(غررالحکم، ١/ ٦٠٣)

ا۔ بنی اسرائیل کی بڑھیا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے گروہ کے ساتھ مصر سے نکلنا چاہتے تھے۔ رات کے وقت راستہ بھول گئے اور دریائے نیل پہنچ گئے۔ فرعون بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اُن کے پیچھے آیا تا کہ اُن کو پکڑ سکے۔

موسیٰ نے دیکھا کہ سامنے دریا ہے۔ عرض کی خدایا! میں اب کیا کروں؟ خداوند تعالیٰ نے فرمایا: تین گھنٹے بعد چاند نکل آئے گا۔ پھر یہاں سے جانا۔

انتظار کرنے کے بعد چاند طلوع نہ ہوا اور جبرائیلؑ آئے اور کہا: اے موسیٰ جب تک حضرت یوسفؑ کا تابوت جو کہ دریائے نیل میں ہے باہر نہیں لاؤ گے، چاند طلوع نہیں کرے گا۔

حضرت موسیٰ نے تین مرتبہ آواز دی کہ اے گروہ بنی اسرائیل کیا کوئی حضرت یوسفؑ کے تابوت کے بارے میں جانتا ہے؟ تو مجھے بتائے۔ تا کہ ہم نجات پیدا کر سکیں۔ پھر آپ کی جو حاجت ہوگی وہ برآوردہ ہو جائے گی۔

ایک بوڑھی عورت نے کہا: میں جانتی ہوں۔ لیکن میری تین حاجتیں ہیں اگر اُن کو پورا کرو تو میں تابوت کے بارے میں بتاؤں گی۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا: اپنی حاجتیں بتاؤ۔

بڑھیا نے کہا: میں بوڑھی ہوں، میں چاہتی ہوں کہ جوان ہو جاؤں۔ تا کہ اپنے کاموں کو خود انجام دے سکوں۔

دوسری: خداوند تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔

تیسری: جنت میں تمہاری بیوی بنوں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: ان تینوں میں سے ایک بھی میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اتنے میں جبرائیل نازل ہوئے اور کہا: اس بڑھیا سے کہہ دو کہ تمہارے تینوں حاجتیں پوری ہو جائیں گی۔

بڑھیا نے تابوت کی جگہ بتادی اور پھر حضرت موسیٰؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیل سے پار ہو گئے۔ اور چاند طلوع ہو گیا۔ وہاں سے وہ چلے گئے۔ اور بڑھیا معجزہ الٰہی سے جوان ہو گئی۔

(جامع النورین، ص ۶۷)

۲۔ شیر دل بوڑھا

میدان کربلا میں انس بن حارث کاہلی بہت بوڑھا شخص تھا، وہ اصحاب پیامبر میں سے تھا۔ اُس نے جنگ بدر و حنین میں بھی شرکت کی تھی۔

عاشور کے دن امام حسین علیہ السلام سے میدان جہاد میں جانے کی اجازت چاہی۔ امامؑ نے اُسے اجازت دے دی۔ اُس نے اپنی کمر کو اپنے عمامے سے باندھا اور اپنے رومال سے ساتھ اپنے ماتھے کو باندھا تا کہ جو بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر ڈھلک چکی تھیں، وہ اوپر کو اٹھ جائیں اور دیکھنے میں آسانی ہو جائے۔

جب امامؑ نے اُسے اِس حالت میں دیکھا تو منقلب ہو کر امامؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اُس کو مخاطب کر کے فرمایا: اے پیر مرد! خدا تمہارے اس عمل کو قبول کرے اور اجر عطا فرمائے۔

وہ بوڑھا میدان میں گیا اور اُس نے دشمن کی فوج سے ۱۸ شقیوں کو واصل جہنم کیا اور پھر جام شہادت نوش کیا۔

(مناقب ابن شہر آشوب ۳/۲۱۹)

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بوڑھا شخص

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہو گئے اور تقریباً ۱۲۰ (یا ۱۷۵) سال کی عمر ہو گئی۔ تو مادر حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ علیہا السلام نے کہا اچھا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ آپ کی عمر طولانی ہو جائے تا کہ کئی سال تک ہمارے ساتھ رہیں اور ہماری آنکھوں کا نور بنے رہیں۔

ابراہیمؑ نے خدا سے درخواست کی۔ خداوند نے فرمایا: جتنا آپ چاہیں آپ کی عمر کو بڑھا دوں گا۔

حضرت سارہؑ نے کہا: اس نعمت کے شکرانے کے طور پر کھانا تیار کر کے غریبوں کو کھلائیں۔ پس کھانا تیار کیا گیا۔ اور کچھ

لوگوں کو کھانے کیلئے بلایا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ مہمانوں میں سے ایک بوڑھا لقمہ اٹھاتا ہے اور منہ کی طرف لے کر جاتا ہے لیکن بڑھاپے کی وجہ سے ہاتھ اِدھر سے اُدھر ہو جاتا ہے اور لقمہ منہ میں نہیں جاتا۔ پھر وہاں اُس کی لاٹھی اُٹھانے والے نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور لقمہ منہ تک لے گیا۔ خلاصہ یہ کہ وہ خود سے لقمہ کو اپنے منہ تک نہ لے جا پایا۔

حضرت ابراہیمؑ بہت حیران ہوئے اور اس کی وجہ اُس بوڑھے سے دریافت کی۔ اُس بوڑھے شخص نے کہا یہ ناتوانی اور بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کچھ سوچا اور پھر کہا: اگر میں اِس مرد جتنا بوڑھا ہو گیا تو میں بھی ایسا ہو جاؤں گا۔ پس تو اپنی موت کو خداوند سے درخواست کی۔ اور خداوند تعالیٰ نے عزرائیل کو حکم دیا تا کہ اُن کی روح کو قبض کرے۔

(تاریخ انبیاء، ۱/ ۱۵۳، علل الشرائع)

۴۔ بوڑھا بیٹا اور جوان باپ

پیغمبر خدا حضرت اِرمیای یا حضرت عزیر علیہ السلام بیت المقدس سے گذرنے کے بعد ایک گاؤں سے گذرے۔ وہاں کی دیواریں، اُن کے گھروں کی چھتیں اور چبوترے تباہ اور ویران ہو چکے تھے۔

چھتیں گری اُن کے اوپر دیواریں گر کر تباہ ہو چکی تھیں۔ جب حضرت عزیرؑ نے وہاں اُس تباہ شدہ گاؤں کے لوگوں کی بکھری ہوئی اور بوسیدہ ہڈیاں دیکھیں۔ تو چاہا کہ خداوند اُن کو زندہ کرنے کا منظر دیکھا دے۔ کہا: خدا کس طرح اس گاؤں کے لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کرے گا! تو بس خدا نے اُنہیں موت دے دی اور پھر سو سال بعد زندہ کر دیا۔ حضرت عزیر اپنے آپ سے کہنے لگے ایک دن آرام کرلیا ہے اور سولیا ہے۔

جب وہ گھر سے جا رہے تھے تو اُن کی عمر پچاس برس کی تھی۔ اُن کی بیوی حاملہ تھی۔ خدا نے اُنہیں موت دے دی اور سو سال بعد زندہ کر دیا۔ جب وہ گھر پہنچے تو، خود پچاس سال کے تھے اور اُن کا بیٹا سو سال کا بوڑھا ہو چکا تھا۔

خداوند قرآن پاک میں جب حضرت عزیر کا واقعہ بیان کرتا ہے تو آخر میں فرماتا ہے: ''خداوند ہر چیز پر قدرت اور توانائی رکھتا ہے۔''

اُس کیلئے یہ کوئی کام نہیں ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ تاریخ میں ایک بوڑھے بیٹے اور جوان باپ کی مثال کو نمونہ قدرت کے طور پیش کرے۔

(تفسیر فیض الاسلام، ص ۱۳۲، سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶۰ کے ذیل میں۔)

۵۔ بوڑھے کا احترام اور وضو سکھانا

شہر مدینہ میں جب حسنین کریمین علیہما السلام کا بچپن کا زمانہ تھا۔ ایک گلی میں جا رہے تھے، دیکھا کہ ایک بوڑھا بیٹھا وضو کر رہا ہے۔ لیکن اُس کے وضو کا طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔

شاہزادے اُس بوڑھے شخص کے پاس گئے اور فرمایا: میں اور میرا بھائی آپ کے سامنے وضو کریں گے۔ آپ دیکھیں کہ ہم میں سے کس کا وضو بہتر اور ٹھیک ہے؟ پھر وضو کرنا شروع کیا اور فرمایا: اب آپ فیصلہ کریں کہ کونسا وضو ٹھیک ہے؟

بوڑھا شخص بولا میری جان آپ پر فدا ہو جائے۔ آپ دونوں کا وضو ٹھیک ہے، لیکن میرے وضو میں خرابی تھی۔

یوں شاہزادوں نے اُس بوڑھے شخص کو صحیح وضو کی تعلیم دی۔

(جامع النورین، ص ۶۰)

باب نمبر 19

تجارت

خداوند تعالی فرماتا ہے:

لَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّآ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ

ایک دوسرے کے مال کو آپس میں باطل کر کے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ اپنے درمیان رضامندی کے ساتھ تجارت کر کے۔ (نساء/۲۹)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

یامعشر التجار الفقة ثم المتجر الفقة ثم المتجر الفقة ثم المتجر۔

اے تاجر حضرات! پہلے تجارت کے فقہی مسائل کو یاد کرو۔ پھر تجارت کیلئے جاؤ۔

امامؑ نے تین مرتبہ اس جملے کا تکرار کیا۔

(الکافی،۵/۱۵۰)

ا۔ابوطیار

ابوطیار کوفہ کے تاجروں میں سے ایک تھا۔ ناساعد حالات پیش آنے کی وجہ سے اپنا سب کچھ گنوا بیٹھا تھا۔ مدینہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور اپنے کاروباری دیوالیہ اور اپنی زندگی کی مشکلات کے بارے میں بتایا۔

امامؑ نے فرمایا: کیا بازار میں تمہاری کوئی دکان ہے؟ عرض کی: جی ہاں۔ لیکن کچھ عرصے سے میرے پاس کوئی چیز نہ تھی اس لیے اُسے بند کر رکھا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: جب کوفہ واپس پہنچو تو اپنی دکان کو کھولو، اُس کی صفائی کرو اور اُس کے دروازے پر بیٹھ جاؤ۔ اور اس سے پہلے جب بازار جانا چاہو تو دو رکعت نماز پڑھو اُس کے بعد کہو: یا خدا میں نے تیرے پر بھروسہ کیا ہے۔ اپنی رزق و روزی اور زندگی میں مشکلات کے خاتمہ کی درخواست کرتا ہوں۔ اور تیرے سوا میری اس درخواست کو قبول کرنے کی قدرت رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔

ابوطیار نے امامؑ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور بغیر کسی چیز کے خالی دکان میں بیٹھ گیا۔ ابھی ایک گھنٹہ نہ گذرا تھا کہ ایک کپڑے والا آیا اور اُس سے کہنے لگا اپنی آدھی دکان اُس کو کرایہ پر دے۔ ابوطیار مان گیا۔

ابوطیار نے کپڑا بیچنے والے سے کہا: اپنے کپڑے میں کچھ مجھے دے دو تا کہ میں اُسے بیچ کر آدھا منافع (حق العمل کے طور پر) خود رکھ لوں اور باقی تمہیں دے دوں۔

اُس نے قبول کر لیا۔ اتفاقاً موسم ٹھنڈا ہو گیا۔ اور زیادہ سے زیادہ لوگ (کپڑا خریدنے) بازار کی طرف آنے لگے، غروب آفتاب تک سارا مال فروخت ہو گیا۔

ابوطیار نے ہر روز ایسا ہی کرنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ اُس کے حالات اچھے ہو گئے۔ پھر اُس نے اپنے لیے سواری، غلام، کنیز خریدے اور گھر تعمیر کیا۔

(بحار الانوار، ۱۱/ ۲)

۲۔ زمین یا گھوڑا

ایک آدمی نے زمین بیچ کر گھوڑا خریدا۔ ایک حکیم آدمی اُسے کہا: کتنی بری خرید و فروخت کی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کیا کیا ہے؟ اُس نے پوچھا: کیا مطلب؟

حکیم نے کہا: تم نے ایسی چیز کو بیچ ڈالا ہے جس کو تم گوبر دیتے تھے اور وہ تمہیں جو گندم دیتی تھی۔ اُس کے بدلے میں تم نے ایسی چیز خرید لی جسے تم جو گندم دیتے ہو اور وہ تمہیں گوبر دیتی ہے۔ (کشکول، ۲/ ۱۸۱)

۳۔ تاجر کی منت

حضرت داود علیہ السلام کے زمانے میں ایک عورت کے پاس تین روٹی اور تین کلو جو تھے۔ گلی میں وہ ایک فقیر کے پاس پہنچی۔ اُس نے تین روٹیاں فقیر کو دے دیں۔ اور اپنے آپ سے کہا: جو کا آٹا بناؤں گی اور اُس سے روٹیاں پکاؤں گی۔

جو کی گٹھری کو سر پر اٹھا کر جا رہی تھی کہ اچانک تیز ہوا چلی اور گٹھری سر سے گری، سب جو بکھر گئے اور ہوا سے اُڑ گئے۔
عورت بہت حیران ہوئی، اور سوچنے لگی کیا خیرات کرنے کا نتیجہ یہ ہے؟!

حضرت داودؑ کی خدمت آئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت داودؑ نے فرمایا: میرے بیٹے سلیمانؑ کے پاس جاؤ تا کہ وہ تمہیں اس کی حکمت بتائے۔ حضرت سلیمانؑ نے اُس عورت کو ایک ہزار درہم دیے۔ وہ عورت حضرت داودؑ کے پاس واپس آئی اور حضرت سلیمان کی عنایت کے بارے میں بتایا۔

فرمایا: جاؤ اور رقم واپس کر دو اور کہو کہ ہوا کا جو کو اُڑا کر لے جانے کی وجہ بیان کریں، کیا ہے؟ وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آئی اور اُس کی وجہ دریافت کی۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کے فرشتہ کو بلوایا اور اُس سے وجہ پوچھی۔

فرشتے نے عرض کی: ایک تاجر کے پاس بہت دولت تھی، وہ ایک بیابان میں کھو گیا اور اُس کے کھانے پینے کو سب ختم ہو گیا۔ اُس نے خدا سے منت مانی کہ اگر کسی سے کچھ کھانے کو اُس سے مل جائے تو میں اُس کو اپنی دولت کا ایک تہائی ادا کروں گا۔ ہم نے اِس

عورت کے جو اُس آدمی تک پہنچا دیے۔ اُس نے روٹی بنا کر کھائی۔ اب اُس پر واجب ہو گیا تھا کہ اپنی منت کو پورا کرے۔

حضرت سلیمانؑ نے اُس تاجر کو بلایا۔ تاجر نے اس بات کا اقرار کیا۔ عورت بھی آ گئی اور تاجر نے اپنی دولت سے ایک سوم جو کہ تین ہزار ساٹھ دینار تھے، اُس عورت کو دے دیے۔

حضرت داودؑ نے بیٹے حضرت سلیمانؑ سے فرمایا: بیٹا! اگر کوئی نفع بخش تجارت چاہتا ہے۔ اُسے چاہیے کہ کریم خدا کے ساتھ اپنا معاملہ کرے۔ (وقائع الایام [صیام]، ص ۲۳۴)

باہر سے تجارت کیوں؟

شقیق بلخی (جو کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھے۔) کی توبہ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ اُس کے باپ تاجر اور مالدار شخص تھے۔ وہ خود بھی زمانہ جوانی میں تجارت کی غرض سے ترکی کے کچھ شہروں میں گیا۔

ایک دن وہ ایک بت خانے میں گیا اور دیکھا کہ بت خانے کے خادم نے ڈاڑھی مونڈوا رکھی ہے۔ شقیق نے اُس خادم سے کہا: جان لو کہ تمہارا ایک خالق ہے وہ زندہ اور عالم ہے۔ اُس کی عبادت کرو، ان بتوں کی عبادت نہ کرو جو تمہیں نہ نفع دیتے ہیں نہ کوئی نقصان۔

بت خانے کے خادم نے کہا: اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے تو تمہارا خدا اس بات پر قادر تھا کہ تمہارا رزق تمہارے شہر میں دیتا۔ تم نے اپنے آپ کو کیوں زحمت دی ہے اور اتنی دور سے تجارت کی غرض سے اس شہر میں آئے ہو؟

شقیق کے دل کو یہ بات بہت اچھی لگی اور زہد و تقویٰ اختیار کر لیا۔ جب امام صادقؑ سے سوال کیا کہ جوانی اور جوانمردی کی خصوصیات کیا ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: اگر خداوند ہمیں کچھ عطا کرے تو ہم اُس میں ایثار کرتے ہیں اور اگر کچھ ہمیں نہ دیا جائے تو ہم شکر کرتے ہیں۔

شقیق کو محب اہلبیتؑ ہونے کے جرم میں ۱۹۴ھ کو ختلان کے مقام پر (سمرقند کے قریب) شہید کر دیا گیا۔

(منتخب التواریخ، ص ۳۴۴۔ روضات الجنات)

۵۔ تجارت میں ہار

عباسی خلیفہ منصور نے ابو حنیفہ سے ایک سوال کیا: لاشی (کچھ نہیں) کیا ہے؟

وہ جواب نہ دے سکا اور مہلت مانگی۔

پھر اپنے گھر چلا گیا اور اپنے غلام سے کہا کہ اس خچر پر سوار ہو کر صادق آلِ محمد علیہم السلام کے پاس جاؤ۔ میں نے سنا ہے کہ وہ خچر خریدنا چاہتے ہیں۔ خصوصاً یہ خچر جو آٹھ دنوں میں کوفہ سے مکہ جاتا ہے۔ اگر اس کی قیمت کے بارے میں سوال کریں تو کہو کہ لاشی؛

اور پھر جو رقم دیں لے کر میرے پاس آجاؤ۔

غلام نے خچر لیا اور امامؑ کے پاس پہنچا اور عرض کی کہ سنا ہے آپؑ خچر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ رہا خچر۔ امامؑ نے فرمایا: اس کی قیمت کیا ہے؟ عرض کی: لاشی۔

فرمایا: ٹھیک ہے میں نے اسے خرید لیا۔ اصطبل میں لے جا کر باندھ دو۔ عرض کی: اس کی رقم؟ فرمایا: کل آؤ کہ اس کی پیسے دوں۔

غلام ابو حنیفہ کے پاس واپس چلا گیا اور جا کر سارا واقعہ بیان کیا۔ اگلے دن ابو حنیفہ اپنے غلام کے ساتھ امامؑ کے پاس آیا تا کہ رقم وصول کرلے۔ جب وہاں پہنچا تو امامؑ نے فرمایا: اپنے خچر پر سوار ہو جا۔ ابو حنیفہ خچر پر سوار ہو گیا تو پھر امامؑ نے فرمایا: میرے ساتھ صحرا میں چلو۔

وہاں جب سورج آسمان پر آ گیا تو سراب نظر آنے لگا جو چلتے ہوئے پانی کی طرح نظر آرہا تھا اور دور سے چمک رہا تھا۔

فرمایا: اے ابو حنیفہ یہ کیا ہے؟! عرض کی: چلتا ہوا پانی۔

جب قریب آئے تو کچھ نظر نہ آیا۔ وہاں سے دور پھر ایک سراب نظر آرہا تھا۔ امامؑ نے فرمایا: خچر کی قیمت لے لو۔ عرض کی: یہ تو سراب ہے۔ امامؑ نے فرمایا: لاشی سراب کی مانند ہے۔

اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

بیابان میں سراب کی مانند ہے۔ پیاسا دور سے سمجھتا ہے کہ پانی ہے اور جب وہاں پہنچتا ہے تو کچھ نہیں ہوتا۔ (کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمان ماء حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیاء۔ (نور/۳۹)۔)

ابو حنیفہ بہت دکھی ہو گیا اور گھر واپس چلا گیا۔ ابو حنیفہ نے کہا: مسئلہ تو سمجھ میں آ گیا لیکن تجارت میں خچر کو گنوا بیٹھا ہوں۔

(خزینۃ الجواہر، ص ۳۹۲۔ مجمع النورین)

باب نمبر 20

تزکیہ نفس

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا

جس کسی نے اپنے نفس کو پاک و پاکیزہ بنالیا وہ کامیاب ہوگیا۔ (شمس/۹)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

رحم الله رجلا نزع عن شهوته و قمع هوى نفسه.

خدا اُس بندے پر رحمت کرے جس نے اپنی شہوت کو اپنے سے دور کر دیا اور ہوائے نفس کو کنٹرول کیا۔

(نہج البلاغہ ص ۵۵۷)

ا۔ نفس کی طہارت

فضل بن ربیع کہتا ہے: ایک دفعہ میں ہارون رشید کے ساتھ مکہ گیا، اُس نے کہا: خدا کے نیک اور صالح بندے سے ملنا چاہتا ہوں۔ پہلے عبدالرزاق، پھر سفیان عتبہ، اور پھر فضل بن عتبہ کے پاس گئے، اُس کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔

پوچھا: کون ہے؟ کہا خلیفہ آپ سے ملنے آئے ہیں! اُس نے کہا: خلیفہ کو مجھ سے کیا کام ہے؟ ہم نے کہا: وہ خود آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اُس نے دروازہ کھولا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔

ہارون رشید نے کہا: اے فضل مجھے کوئی نصیحت کرو۔ کہا: اے امیر! تمہارے باپ (یعنی آپ کی جد عباس) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے۔ اُس نے درخواست کی اُسے کہیں سردار بنا کر بھیج دیں۔

پیامبرؐ نے فرمایا:

"چچا جان! میں آپ کو آپ کا سردار بناتا ہوں۔ خدا کی اطاعت میں رہنے والا نفس، خلق خدا کی ہزار سالہ اطاعت اور عبادت سے بہتر ہے۔ لوگوں کی سرداری، قیامت کے دن شرمندگی کے علاوہ کچھ نہ دے گی۔"

ہارون رشید رونے لگا۔ اور اُس وقت کہا: اے فضل کیا تمہارا کوئی قرض ہے؟ فضل نے کہا: ہاں، میں نے خدا کی اطاعت میں بہت زیادہ کوتاہی کی ہے، وہ سب قرض ہے۔

ہارون نے کہا: لوگوں کے قرض کی بات کر رہا ہوں۔ فضل نے کہا: خدا کی حمد اور تعریف ہے کہ جس نے مجھے نعمتیں عطا کی ہیں۔ اُس کے ساتھ کوئی شکوہ نہیں ہے۔ اس لیے لوگوں سے ادھار اٹھانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ہارون فضل کے گھر سے باہر آ گیا، وہ رو رہا تھا، اُس نے کہا: فضل نے نفس کی طہارت کی وجہ سے دنیا سے منہ موڑ لیا ہے اور خلق خدا سے بے نیاز ہو گیا ہے۔

(جوامع الحکایات، ص ۲۰۶)

۲۔ نفس پر حکومت

تلمسان کے علاقے کا حاکم یحییٰ بن یغان (محی الدین عربی کا ماموں) اپنے لشکر کے ساتھ جا رہا تھا۔

ایک ولی خدا کے پاس پہنچا تو عرض کی:

کیا جو میں نے کپڑے پہن رکھے ہیں اُن کے ساتھ نماز ہو جائے گی؟ وہ مسکرایا۔ حاکم نے پوچھا: کیوں مسکرا رہے ہو؟

اُس ولی خدا نے جواب دیا: تمہاری جہالت پر حیران ہوں جو تم نے یہ سوال کیا۔ کتا جب مردار کو کھاتا ہے تو خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے اور جب پیشاب کرتا ہے تو اپنی ٹانگ اوپر اٹھا لیتا ہے اور منہ پرے کر لیتا ہے تاکہ چھینٹیں نہ پڑ جائیں۔ تمہارا پیٹ بھی حرام اور مشکوک مال سے پُر ہے، لوگوں سے ظلم کے ساتھ چھینے ہوئے مال سے پُر ہے۔ اور تمہیں اس بات پر کوئی پریشانی نہیں ہے۔ جبکہ مجھ سے ان کپڑوں کے ساتھ نماز کے ٹھیک ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں سوال کر رہے ہو!!

حاکم پر رقت طاری ہو گئی، وہ گھوڑے سے اترا اور حکومت کو چھوڑ دیا۔ اُس ولی خدا کا نوکر بن گیا۔ ولی خدا نے تین اُس کو اپنا مہمان رکھا۔ پھر اُس کو ایک رسی اور ایک کلہاڑی دی اور کہا: جاؤ اور بیابان سے ایندھن کا سامان جمع کرو، بیچو اور اپنی زندگی گذارو۔

وہ جایا کرتا، ایندھن جمع کرتا اور بازار جا کر بیچ کر اپنا گذر اوقات کرنے لگا۔ لوگ جنہوں نے اُسے پہلے امیر اور حاکم کے روپ میں دیکھا تھا۔ اور جب اُسے اب اس حالت میں دیکھتے تو رویا کرتے۔ کہ کس طرح اُس نے اپنی دولت اور مقام و منصب سے ہاتھ کھینچ لیا۔ تقویٰ اختیار کر لے تزکیہ نفس میں مصروف ہو گیا۔ (خزینۃ الجواہر، ص ۴۵۵۔ فتوحات ابن عربی)

۳۔ حمام میں روک دیا

ابراہیم ادھم بلخی (م ۱۶۱) بلخ میں شاہزادہ تھا۔ کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ مال و منال چھوڑ کر، مقام و منصب چھوڑ کر زہد و تقویٰ اختیار کر لیا، تزکیہ نفس اور جہاد بنفس میں لگ گیا۔

اُس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

ایک دن اپنے محل میں بیٹھا تھا اور باہر دیکھ رہا تھا۔ اچانک دیکھا کہ ایک فقیر محل کے سایہ میں آ کر بیٹھا اور ایک پرانے سے تھیلا سے ایک روٹی نکالی، کھائی اُس پر سے پانی پیا اور آرام سے سو گیا۔

ابراہیم نے کہا: جب انسان کا نفس اتنی سی مقدار غذا کے ساتھ گذارہ کر سکتا ہے اور آرام سے سو سکتا ہے۔ تو میں کیوں اس ظاہری دنیا کیلئے تکلیف میں رہوں اور پھر آخر میں حسرت بھی سہوں۔ مرتے وقت بھی کوئی اُس کا فائدہ نہیں ہے۔

بس اُس کے بعد پوری طرح سے ریاست اور حکومت کو چھوڑ دیا۔ فقیروں کا لباس پہنا اور بلخ سے نکل گیا۔ کہتے ہیں ایک دن کسی حمام پر نہانے کیلئے گیا۔ حمام کے مالک نے جب اُسے بہت پرانے کپڑوں میں دیکھا اور محسوس کیا کہ اُس کے پاس کوئی مال و دولت نہیں ہے تو اُس کو حمام میں داخل نہ ہونے دیا۔

ابراہیم نے کہا:

عجیب بات ہے مال و دولت کے بغیر حمام میں جانے نہیں دیا جا رہا۔ تو پھر لوگ بغیر اطاعت اور بغیر نیک اعمال کے جنت میں جانے کی لالچ رکھتے ہیں۔

(تتمہ المنتہیٰ، ص ۱۵۴)

۴۔ زہد و تقویٰ کی وجہ سے پروا نہیں کرتے

چار زاہد، عابد، پرہیزگار فقیر، امیر المؤمنین علیہ السلام کے پیروکار و محب تھے۔ اُن میں سے ایک اویس قرنی تھے جن کے بارے میں پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے اویس قرنی تم سے ملاقات کیلئے میں کتنا بے تاب ہوں!!'' پھر فرمایا: ''اگر وہ آپ لوگوں کے درمیان ہو تو آپ لوگ اُس کی (غربت اور زہد کی وجہ سے) بالکل پروا نہیں کرو گے۔''

اسی طرح حضورؐ نے فرمایا: ''میری اُمت میں ایسا شخص ہے، جو برہنہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں نماز کیلئے نہیں آ سکتا۔ اُس کی حیا اُسے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکتی ہے۔ وہ اویس قرنی اور فرات بن حیان ہے۔''

اویس قرنی اپنے سارے کپڑے صدقہ دے دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ خود گھر میں برہنہ رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ مسجد میں نماز جمعہ و جماعت کیلئے حاضر نہ ہو سکتے تھے۔

اسیر بن جابر کہتا ہے کوفہ میں ایک محدث رہتا تھا جو ہمیں حدیث سنایا کرتا تھا۔ جب اُس کی گفتگو ختم ہو جاتی اور سب چلے جایا کرتے، تو کچھ لوگ وہیں بیٹھے رہتے۔ اُن میں سے ایک شخص بہت اچھی باتیں کیا کرتا تھا۔ مجھے اُس کی باتیں اچھی لگنے لگی تھیں۔

دوسرے لوگ اُس کا مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ میں نے اُسے نہ دیکھا تو ایک آدمی سے اُس کے بارے میں پوچھا کہ کیا تم اُسے جانتے ہو؟ کہا: ہاں! وہ اویس قرنی ہے اور اُس کا گھر فلانی جگہ ہے۔ میں اُس کے گھر گیا۔ گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہ آیا تو میں نے پوچھا بھائی! باہر کیوں نہیں آتے؟ کہنے لگا میں برہنہ ہوں۔ میں نے کہا: اس بردیمانی چادر کو اوڑھ لو اور مسجد میں آ جاؤ۔

جواب دیا کہ یہ کام نہ کرو۔ کیونکہ اگر کچھ لوگوں نے یہ بردیمانی چادر میرے بدن پر دیکھ لی تو مجھے تنگ کریں گے۔

(حلیۃ الاولیاء، ۲/ ۷۹)

۵۔ جھوٹا تقویٰ

سعدی کہتا ہے ایک جھوٹا متقی شخص بادشاہ کا مہمان بنا تو جب کھانا لگایا گیا، اُس نے معمول سے ہٹ کر بہت کم کھایا۔ اور جب نماز پڑھنے لگا تو روزانہ کی عادت سے زیادہ لمبی نماز پڑھنے لگا۔ تاکہ بادشاہ کو جب پتہ چلے تو وہ اُس کے بارے میں اچھی رائے قائم کرے۔

جب گھر واپس آیا تو دستر خوان لگانے کو کہا تاکہ پیٹ بھر کر کھانا کھائے۔ اُس کا بیٹا جو بہت عقل مند تھا اپنے باپ کی ریاکاری کو جان گیا۔ اُس نے باپ سے پوچھا کیا آپ بادشاہ کے پاس سے کھانا کھا کر نہیں آئے؟

باپ نے جواب دیا کہ میں نے بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں کھایا تاکہ بعد میں کام آئے۔

بیٹے نے کہا: تو پھر وہاں پڑھی ہوئی اپنی ساری نمازوں کی قضا کریں کیونکہ آپ نے وہ نمازیں بھی اسی مقصد کے تحت پڑھی ہیں۔ آپ اپنی اس عادت کی وجہ سے قیامت کے دن، اُس بے چارگی کے دن، چاندی کے جعلی اور کھوٹے سکوں کے ساتھ کیا خریدیں گے؟!! یہ یقین رکھیں کہ اس طرح آپ اُس دن آپ بے چارے اور تہی دست ہوں گے۔

(گلستان سعدی، ص ۱۰۸)

باب نمبر21

تسمیہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم)

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝

(ملکہ سبا نے اپنے اطرافیوں سے کہا) "یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور اُس نے یوں لکھا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم، میں نصیحت کرتا ہوں کہ میرے حوالے سے پہلے کرنے کی کوشش نہ کرنا اور حق کے سامنے تسلیم ہو کر میرے پاس آجاؤ۔" (نمل/۳۰-۳۱)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

کل امر ذی بال لم یذکر فیہ بسم اللہ فھو ابتر۔

ہر اہم کام جس کے شروع میں بسم اللہ، نہ پڑھی جائے وہ کام نامکمل رہ جاتا ہے۔

(بحار الانوار، ۷۳/۳۰۵)

ا۔ سر پھٹنے کی وجہ

عبداللہ بن یحییٰ امام علی علیہ السلام کے پاس آیا۔ وہاں اُن کے سامنے ایک کرسی رکھی تھی امامؑ نے فرمایا: عبداللہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد کوئی چیز اُس کے سر پر لگی اور اُس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ امامؑ نے حکم دیا کہ پانی لایا جائے۔ پانی لایا گیا اور اُس کے سر سے خون دھویا گیا۔

پھر امامؑ نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ جب وہ قریب آیا تو امامؑ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے اُس کی درد میں کمی آ گئی اور زخم مندمل ہونا شروع ہو گیا۔

امامؑ نے فرمایا:

اے عبداللہ! خدا کا شکر ہے کہ اُس نے دنیا کی مشکلات کو ہمارے پیروکاروں کے گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے۔ دنیا مؤمن

کے لیے قید خانہ ہے۔ خداوند فرماتا ہے: ''تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے اپنے کردار کی وجہ سے ہے۔ جبکہ اُس میں سے بہت سارے کو معاف کر دیتے ہیں۔'' (ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیرا، [شوریٰ/۳۰]) لیکن قیامت کے دن تمہاری اطاعت زیادہ ہوگی اور ہمارے دشمنوں کے گناہ زیادہ ہوں گے۔

عبداللہ نے عرض کی: ابھی میں نے کیا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے میرا سر پھٹا ہے؟ فرمایا: بیٹھتے وقت تم نے بسم اللہ نہیں پڑھی، یہ مشکل اُس کا کفارہ ہے۔ کیا نہیں جانتے ہو کہ پیامبرؐ نے مجھے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر وہ کام جس میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے، وہ نامکمل رہ جائے گا؟!

عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آئندہ کبھی بسم اللہ پڑھنے کو ترک نہ کروں گا۔ امامؑ نے فرمایا: تم سعادتمند ہو جاؤ گے۔ (تفسیر برہان، ۱/۴۵)

۲۔ زہر اثر نہیں کرتا

ابو مسلم خولانی کے پاس ایک کنیز تھی جو اُس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا، اس لیے اُس کنیز نے کئی مرتبہ ابو مسلم کو زہر دیا لیکن زہر اُس پر اثر ہی نہیں کرتا تھا۔

ابو مسلم اُس کے اس خفیہ کام سے آگاہ ہو گیا۔ کنیز سے اِس کام کی وجہ دریافت کی۔ کنیز نے کہا: کیونکہ تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو، تمہارے ساتھ زندگی گذارنے میں مجھے گھٹن آتی ہے۔ تم سے جان چھڑانے کیلئے میں نے تمہارے کھانے میں زہر ملایا۔

ابو مسلم نے اُس کنیز کو اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔ کنیز نے زہر کے اثر نہ کرنے کی وجہ پوچھی۔ تو ابو مسلم نے کہا: ہمیشہ کھانا کھانے سے پہلے میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرتا تھا شاید اس نام سے زہر نے مجھ پر اثر نہیں کیا۔ (خزینۃ الجواہر، ص ۶۰۴)

۳۔ توبہ کی وجہ

بشر حافی کبھی گناہ انجام دیا کرتا تھا، شراب نوشی کیا کرتا تھا اور دنیا پرست انسان تھا۔ ایک دفعہ سڑک پر جا رہا تھا، دیکھا کہ ایک کاغذ گرا پڑا ہے جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہے۔ اُس نے وہ کاغذ اُٹھا لیا تاکہ کسی کا پاؤں اُس پر نہ آجائے۔ پھر اُس کو صاف کر کے کوئی کپڑا یا کسی مضبوط چیز میں لپیٹ کر خوشبو لگا کر ایک دیوار میں رکھ دیا۔

رات خواب میں دیکھا کہ آواز آرہی ہے کہ اے وہ انسان جس نے میرے نام کو پاک کیا، ہم دنیا اور آخرت میں تمہارے نام کو زبانوں پر پاک رکھیں گے۔

جب صبح ہوئی تو اس پاکیزہ نام کی برکت سے اُس نے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر لی۔ (لئالی الاخبار، ۳/۳۳۵)

۴۔ قصر فرعون کے دروازے پر

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون پر جلد عذاب آنے کے منتظر تھے۔ خداوند نے فرمایا: اے موسیٰ تم فرعون کے کفر کو دیکھ رہے ہو، اور میں اُس کے قصر کے دروازے پر لکھا اپنا نام بسم اللہ الرحمن الرحیم کو دیکھ رہا ہوں۔

جب خدا تعالیٰ نے فرعون پر عذاب کا ارادہ ظاہر کیا تو پہلے اُس کے دروازے سے اپنے نام کو مٹا دیا۔ اور پھر اُس پر عذاب نازل کیا۔ (لئالی الاخبار، ص ۳۴۵)

۵۔ زبان پر بسم اللہ

نمرود کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رعضہ تھا۔ وہ بہت عقل مند اور ذہین تھی۔ جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو اُس نے باپ سے کہا: میں ایسی جگہ جانا چاہتی ہوں جہاں سے دیکھ سکوں کہ ابراہیم کس حال میں ہے۔

نمرود نے کہا ٹھیک ہے۔ اُسے ایک مخصوص جگہ لے جایا گیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ ابراہیم صحیح وسالم ہیں تو آواز دے کر پوچھا: اے ابراہیم تمھیں آگ سے کس چیز نے بچایا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جس کی زبان پر بسم اللہ الرحمن الرحیم ہو اور اُس کے دل میں معرفت خدا ہو، خداوند تعالیٰ اُسے نہیں جلایا کرتا۔

رعضہ نے کہا: کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں بھی آگ میں آجاؤں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: پہلے کہو کہ خدا ایک ہے اور ابراہیم اُس کے نبی ہیں، پھر آجاؤ۔ رعضہ نے کلمہ توحید کہا اور اُن کی پیامبری کا اقرار کیا پھر آگ میں کود گئی۔

حضرت ابراہیم پر ایمان کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس واپس چلی گئی۔ نمرود نے اُسے بہت نصیحت کی کہ اس دین سے واپس آجائے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر سیاست کو بچانے کی خاطر اُسے تیز دھوپ میں چار میخ کے ساتھ لٹکا دیا گیا تا کہ اُسے آگ لگا دی جائے۔

خداوند تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ اُسے باپ کے ظالم اور اس مشکل سے نجات دلائے اور حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچا دے۔ نمرود کے جہنم واصل ہونے کے بعد، حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ایک بیٹے کے ساتھ اس کی شادی کروادی۔ خدا تعالیٰ نے اُس لڑکی سے اور آئندہ اُن کی نسل سے پشت در پشت نبی خدا نازل کیے۔ (خزینۃ الجواہر، ص ۶۶۳۔ معارج النبوۃ)

باب نمبر 22

شیعہ

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ ۞ اِذۡ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ۞

اُس (نوح) کے شیعوں اور پیروکاروں میں سے ابراہیم تھا جو قلب سلیم کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف آ گیا۔ (صافات/ ۸۳۔۸۴)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

معاشر الشیعة کونوا لنا زینا ولا تکونوا علینا شینا.

اے گروہ شیعہ ہمارے لیے باعث زینت ہو، ہمارے لیے باعث ننگ و عار نہ ہو۔

(سفینۃ البحار، ۱/ ۷۳۰)

۱۔ خلوت میں شیعہ

مرازم کہتا ہے میں مدینہ پہنچا وہاں جس گھر میں رہائش اختیار کی وہاں ایک کنیز تھی، مجھے وہ اچھی لگی، میں نے اُس کے ساتھ کچھ وقت گذارنے کی خواہش کی جو اُس نے نہ مانی۔ میں باہر چلا گیا۔ جب کچھ رات گذر گئی میں گھر واپس آیا اور دروازے پر دستک دی اسی کنیز نے دروازہ کھولا۔ میں نے اندر داخل ہوتے ہوئے اُس کے سینے پر ہاتھ مارا۔ وہ مجھ سے کچھ دور ہو گئی اور میں گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

اگلی صبح جب امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا۔ تو امام نے فرمایا: وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے جس کا دل خلوت میں پاک نہ ہو۔ (بحار الانوار، ج ۱۵)

۲۔ حقیقی شیعہ بہت کم ہیں

سدیر صیرفی کہتا ہے: امام صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور عرض کی: آپ قیام کیوں نہیں فرماتے؟ جبکہ آپ کے شیعہ اور مددگار بہت زیادہ ہیں۔ فرمایا: کتنے مددگار ہیں؟

میں نے کہا: ایک لاکھ افراد ہونگے۔

فرمایا: ایک لاکھ افراد مددگار ہیں ہمارے؟! عرض کی: جی ہاں، شاید دو لاکھ افراد بھی ہو سکتے ہیں۔

فرمایا: دو لاکھ افراد؟! عرض کی: جی، بلکہ شاید آدھی دنیا آپ کی مددگار ہوگی۔

امامؑ نے فرمایا: کیا قلعہ ینبع تک ہمارے ساتھ آ سکتے ہو؟ (وہاں سرسبز تھا، کھجور کے درخت اور چشمے تھے۔)

میں نے کہا: جی،

امامؑ نے حکم دیا تو گھوڑا اور گدھے کو زین لگائی گئی۔ میں جلدی سے آگے بڑھا اور گدھے پر سوار ہو گیا۔ امامؑ نے فرمایا: مجھے گدھے پر سوار ہونے دو۔ میں نے عرض کی: گھوڑے کی سواری آپؑ کیلئے مناسب اور اچھی ہے۔

فرمایا: گدھے کی سواری آرام دہ ہے۔ میں گدھے سے نیچے اُتر آیا اور اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ حضرتؑ گدھے پر سوار ہو گئے۔ اور پھر ہم چلے۔ راستے میں نماز پڑھنے کیلئے ہم نے وقفہ کیا۔ وہاں ایک جوان بھیڑ بکریوں کو چروارہا تھا۔ امامؑ نے فرمایا: اگر میرے پاس ان بکریوں کی تعداد کے برابر حقیقی شیعہ ہوتے تو میں قیام کرتا۔

میں نے نماز کے بعد بکریوں کو گنا تو وہ ۱۷ عدد تھیں۔

(محجۃ البیضاء، ۳۶۶/۴)

۳۔ شیعہ ہونا جرم

قاضی نور اللہ شوشتری، مجالس المؤمنین و احقاق الحق کتاب کے مصنف اپنے زمانے میں اپنا مذہب چھپایا کرتے تھے اور تقیہ کرتے تھے۔ سلطان ہند اکبر بادشاہ اور بہت سے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ شیعہ نہیں ہے۔ سلطان اُس کے علم و فضل کو جانتا تھا اس لیے اُسے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کر دیا تھا۔ نور اللہ شوشتری نے اس شرط کے ساتھ قبول کر لیا کہ وہ چاروں فقہ کے مطابق ہر مذہب کے پیرو کا فیصلہ کرے گا۔

اکبر بادشاہ فوت ہو گیا اور اُس کا بیٹا جہانگیر بادشاہ بن گیا۔ نور اللہ کے مخالف لوگوں نے بادشاہ کو چغلیاں لگانی شروع کر دیں۔ اور کہا کہ وہ شیعہ ہے۔ جہانگیر نے ایک آدمی کو اُس کا شاگرد بنا کر نور اللہ کے پاس بھیجا۔ وہ کچھ عرصہ اُس کے پاس رہا پھر نور اللہ کی وہ کتابیں جو اُس کے شیعہ ہونے پر دلیل بن سکتی تھیں جیسے مجالس المؤمنین کو چرایا اور بادشاہ کو بھیج دیں۔ ان کی وجہ سے بادشاہ پر ثابت ہو گیا کہ نور اللہ شوشتری شیعہ ہے۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ اس کی سزا کیا ہے۔ کہا گیا کہ تازیانے مارے جائیں۔

تو بس پھر ۹۹۰ ہجری میں ستر سال کی عمر میں نور اللہ شوشتری کو اتنے تازیانے مارے گئے کہ وہ شہید ہو گئے۔ آج ہندوستان میں اکبر آباد مشہور بہ "آگرہ" میں اُن کی قبر شریف خاص و عام کیلئے زیارت گاہ ہے۔

(منتخب التواریخ، ص ۴۳۲۔ فوائد الرضویہ)

۴۔شیعہ عباسی خلیفہ

۵۹۵ھ میں عباسی خلیفہ مستضیئ، جب مرگیا تو اُس کا بیٹا احمد المعروف ناصر الدین، اُس کی جگہ خلیفہ بن گیا۔ وہ بہت بہادر اور ذہین شخص تھا۔ اُس نے حکم دیا کہ جتنی بھی شراب موجود ہے، ساری شراب ضائع کردی جائے۔ آلات لھو ولعب کو توڑ دیا جائے۔
اُس کے زمانہ میں لوگوں کی معاشی حالت بہت اچھی ہوگئی تھی۔ اسی لیے دوسروں شہروں سے بھی دار الخلافہ بغداد روزی کی خاطر آتے تھے۔

کہتے ہیں کہ وہ اپنے سے پہلے عباسی خلیفوں کے برخلاف شیعہ مذہب تھا اور امامیہ کی طرف راغب تھا۔ ایک دن ایک مشہور سنی عالم دین نے ابن جوزی سے خلیفہ ناصر الدین کی موجودگی میں پوچھا کہ رسول اللہؐ کے بعد لوگوں میں سے افضل ترین کون ہے؟ تو اُس نے واضح طور پر ابوبکر کا نام نہ لیا بلکہ کہا: رسولخدؐا کے بعد لوگوں میں سے افضل ترین وہ ہے جس کے گھر اُن کی بیٹی تھیں۔

اس بات کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ پیامبرؐ کی بیٹی جن کے گھر تھیں، اور وہ امیر المؤمنین علیہ السلام تھے۔ دوسرا یہ کہ افضل شخص وہ ہے جس کی بیٹی رسولخدؐا کے گھر تھیں، مراد ابوبکر تھے۔

جب ابن جوزی سے ناصر الدین کی موجودگی میں سوال کیا گیا کہ خلفاء راشدین کی تعداد کتنی ہے۔ تو اُس نے جواب دیا: چار، چار، چار۔ اہل سنت سمجھے کہ خلفاء راشدین کہہ رہا ہے اور شیعہ یہ سمجھے کہ بارہ اماموں کا ذکر کررہا ہے۔

مصر کے ایک وزیر نے بادشاہ ناصر الدین کو ایک شکایت آمیز خط لکھا، جس کے جواب میں ناصر الدین نے چند ایک اشعار لکھے۔ جن میں سے ایک یہ تھا کہ اگر نبیؐ کے بعد علیؑ کے حق کو غصب کیا گیا ہے تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں ناصر نہ تھا۔

غصبا علیاً حقه اذا لم یکن

بعد النبی له بیثرب ناصر

ناصر الدین نے بغداد اور بارگاہ حضرت عباس علیہ السلام اور بقیع میں ائمہ علیہم السلام کی قبور کو تعمیر کروایا۔ اُس کی والدہ نے ۵۷۰ھ میں احد کے مقام پر حضرت حمزہ علیہ السلام کا مزار تعمیر کروایا۔ ۶۰۶ھ میں سامرہ کے شہر میں امام زمانہ علیہ السلام کے سرداب میں لکڑی کے ساتھ ایک دروازہ اور کھڑکی تعمیر کروائی جو کہ ۱۳۲۵ھ تک موجود تھیں۔

ناصر الدین نے ۴۷ سال حکومت کی اور سن ۶۲۲ھ میں وفات پائی۔ (تتمۃ المنتھی، ص ۳۶۰ و ۳۶۸)

۵۔اپنے شیعوں کو حکم دیتا ہوں

امام باقر علیہ السلام نے افریقہ کے ایک آدمی سے دریافت فرمایا: راشد کا حال کیسا ہے؟ عرض کی: جب میں وطن سے چلا تھا تو تندرست اور زندہ تھا۔ آپ کیلئے سلام کہہ رہا تھا۔

امامؑ نے فرمایا: خدا اُس پر رحمت کرے۔

عرض کی: راشد مرگیا؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: کب، کس وقت؟ فرمایا: تمہارے وہاں سے آنے کے دو دن بعد۔

عرض کی: خدا کی قسم اُسے تو کوئی بیماری نہ تھی! فرمایا: کیا جو کوئی بھی مرتا ہے، بیماری کی وجہ سے مرتا ہے۔

ابوبصیر کہتا ہے: میں نے امامؑ سے عرض کی: راشد کون ہے؟ فرمایا: ہمارے موالی اور محبین میں سے تھا۔ پھر فرمایا:

''اگر تم لوگ یہ خیال کرو کہ ہم سے کوئی دیکھنے والا آپ پر ناظر نہیں ہے، اور کوئی سننے والا آپ کی آوازوں کو سن نہیں رہا تو غلط خیال کرو گے۔

خدا کی قسم ہمارے لیے آپ کے اعمال میں کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ ہم سب کو حاضر جانو۔ تم لوگ نیکی کی عادت ڈالو۔ اور ایسے اہل خیر میں سے ہو جاؤ کہ اُس کی وجہ سے پہچانے جاؤ۔ آگاہ رہو کہ میں اپنے شیعوں اور اپنی اولاد کو اس بات کا حکم دیتا ہوں۔''

(منتھی الاعمال، ۲، ۹۶)

باب نمبر 23

تشیع جنازہ

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَن حَمَلَ جنازۃ من اربع جوانبھا غفر اللہ لہ اربعین کبیرۃ۔

جو کوئی جنازہ کو چار طرف سے کندھا دے خداوند اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف فرمادے گا۔

(الکافی ۳/۱۷۴)

۱۔ عبد فرار کی تشیع

مرحوم علامہ طباطبائی کہتے ہیں: عارف کامل آخوند ملا حسین قلی ہمدانی کے زمانے میں ایک شخص بنام عبد فرار تھا جو بہت ہی برا آدمی تھا۔ وہ نجف میں رہتا تھا۔ جب وہ نجف کے صحن میں داخل ہوتا تو کچھ لوگ اُس سے ڈر کی وجہ سے دور ہٹ جاتے تھے۔

مرحوم آخوند ملے تو اُس سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا: کیا تم مجھے نہیں جانتے؟ میں عبد فرار ہوں۔

پھر اپنے آپ سے کہنے لگا] میں نے خدا سے فرار کیا ہے یا اُس کے رسولؐ سے؟! اگلے دن جان جان آفرین کو سپرد دی اور مر گیا۔

صبح جب آخوند اپنے شاگردوں کے پاس آئے تو کہا: اولیا خدا میں سے ایک وفات پا گئے ہیں۔ اُن کے گھر چلیں۔ اُسی بدمعاش کا گھر یعنی عبد فرار کا گھر۔ سب لوگ حیران رہ گئے۔ آخوند نے اُس کی تدفین اور تشیع جنازہ میں شرکت کی۔ پھر فرمایا: وہ اُس وقت تک برا تھا جب تک اُس نے توبہ نہ کی تھی۔ اور آج عبد فرار نے صرف آدھی رات میں توبہ کے ذریعے اپنے سارے ماضی کا ازالہ کر دیا۔ (تربیت فرزندان، ص ۴۲۱۔ استاد حسین مظاہری)

۲۔ سب جنازوں کا احترام

ایک دن پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے محو گفتگو تھے۔ ایک جنازہ دور سے آیا ہوا دکھائی دیا۔ رسولخدا جنازے کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور اُن کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرام بھی کھڑے ہو گئے۔

جب جنازہ گذر گیا تو ایک صحابی نے پوچھا کہ آپ ایک یہودی کے جنازے کے احترام میں کیوں کھڑے ہوئے؟

پیامبر اکرمؐ نے سوال سے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ہم سب کو چاہیے کہ ہر جنازے کا احترام کریں، اس بات پر توجہ کیے بغیر کہ وہ کس مذہب یا امت سے تعلق رکھتا ہے۔ میت کا حساب کتاب خدا کے ساتھ ہے۔'' (تربیت اجتماعی، ص ۳۲۰)

۳۔ سچے شاعر کی تشیع

معاویہ سے کہا گیا کہ حیرہ میں بنی جرہم سے ایک آدمی ہے جس کی بہت لمبی عمر ہے۔ اُس نے بہت زیادہ چیزیں دیکھی ہیں۔

معاویہ نے حکم دیا کہ اُسے میرے پاس لے کر آؤ، جب آیا تو معاویہ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

کہا: عبید بن شربہ۔ پوچھا کس قبیلے سے ہو؟ کہا: اُس قبیلے سے ہوں جس میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا۔

پوچھا: کتنی عمر گذار چکے ہو؟ کہا: ۲۲۰ سال۔ معاویہ نے کہا: عجیب وغریب چیزیں جو تم نے دیکھی ہیں وہ بیان کرو۔

کہا: عربوں کے درمیان ایک شخص عشیر بن لبید مرگیا۔ اُس کے جنازے کو لے کر جارہے تھے۔ میں اُسے نہیں جانتا تھا، اُس کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن اُس کے تشیع جنازے میں شرکت کی۔ جب اُس کو دفن کر چکے تو اُس کی قبر پر عورتیں آئیں، وہ رو رہی تھیں اور نالہ وفریاد کر رہی تھیں۔

مجھ پر بھی رقت طاری ہوگئی اور گہرا دکھ اور غم محسوس کرنے لگا۔ بے تابی میں میری زبان پر شعر جاری ہوئے، جس کے شاعر کو میں نہیں جانتا تھا۔

بیگانہ انسان کی قبر پر گریہ کرتا ہے جبکہ اُس کے اپنے وراثت کی تقسیم کیلئے خوش ہیں۔

جب میں نے یہ شعر پڑھے تو میرے پاس کھڑے ایک آدمی نے پوچھا: اس شعر لکھنے والے شاعر کا نام کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ اُس نے کہا: جسے ابھی دفن کیا گیا ہے اور جس کی قبر پر کھڑے ہو یہ شعر اُسی شاعر کے ہیں۔

اور تو بیگانہ ہے جو اس کی قبر پر گریہ کر رہا ہے۔ یہ جو ایک آدمی ہمارے ساتھ بیٹھا ہے اس کا وارث ہے، دیکھو خوشی اس کے چہرے سے عیاں ہے۔

جب میں نے اُس آدمی کی طرف دیکھا تو صاف نظر آرہا تھا کہ خوشی اُس سے چھپائی نہیں جارہی تھی۔

اے معاویہ! یہ واقعہ سب سے زیادہ حیران کن اور عجیب وغریب ہے جو آج تک میں نے دیکھا ہے۔

معاویہ نے اُس سے کہا: مجھ سے چاہو کیا چاہتے ہو؟ اُس بوڑھے شخص نے کہا: تم نے بہت بڑی بات کہی ہے، اگر تمہارا ایسا دعویٰ ہے تو میری گذری ہوئی عمر واپس لوٹا دو اور میری موت کو مجھ سے دور کردو۔

معاویہ شرمندہ ہوا اور کہا: اس کے علاوہ کیا تم کچھ نہیں چاہتے؟! (محجۃ البیضاء ۳/ ۳۱۴)

۴۔ جنازے کے پیچھے چلنا

ایک جنازے کو قبرستان کی طرف لے کر جا رہے تھے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اُس جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ لیکن دو مشہور آدمی جنازے کے آگے آگے چل رہے تھے۔ امامؑ سے سوال کیا گیا کہ وہ دو جنازے کے آگے آگے کیوں جا رہے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا: وہ دو بھی جانتے ہیں کہ جنازے کے پیچھے چلنا زیادہ ثواب رکھتا ہے لیکن وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کی نظروں میں آئیں، لوگ اُن کی موجودگی کو دیکھیں۔ (ثمر الاوراق، ص ۳۳)

۵۔ سعد بن معاذ کا جنازہ

صبح کے وقت جب رسولخداؐ خواب سے بیدار ہوئے تو جبرائیل نازل ہوئے اور پوچھا: آپ کی اُمت میں سے کون دنیا سے چلا گیا ہے کہ آسمان پر فرشتے ایک دوسرے کو اُس کی آمد کی خبر دے رہے ہیں؟ فرمایا: سعد بن معاذ بیمار تھے۔

پیامبر مسجد پہنچے تو لوگوں نے بتایا کہ سعد وفات پا گئے ہیں۔ پیامبرؐ نے صبح کی نماز پڑھی اور پھر میت کے غسل خانہ کی طرف چلے گئے۔ غسل کے بعد، سعد کے جنازے کو تابوت میں رکھا گیا۔ پیامبرؐ نے تابوت کو آگے سے اُٹھایا اور گھر سے باہر زمین پر رکھا۔

پھر جنازے کے ساتھ چلے، اور کبھی جنازے کو آگے کندھا دیتے کبھی دائیں بائیں اور کبھی پیچھے آکر کندھا دیتے۔ سعد کیونکہ بہت صحت مند اور چاق و فربہ تھے۔ تشیع جنازہ کے وقت منافقین نے مذاق اُڑاتے ہوئے کہا: آج تک اتنا ہلکا جنازہ نہیں دیکھا۔ اور یہ اُس فیصلے کی وجہ سے ہے جو اُنہوں نے بنی قریظہ کے بارے میں کیا تھا۔

جب یہ بات پیامبر اکرمؐ کے گوش گذار کی گئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اُس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس کے تابوت کو ملائکہ نے اُٹھا رکھا ہے۔ ستر ہزار فرشتے اس کے جنازے کیلئے آئے ہیں۔''

جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: ''یہ اس وجہ سے ہے کہ سعد سورہ توحید کا ورد کیا کرتے تھے۔ فرشتے سعد کے جنازے کے ساتھ بقیع سے چلے اور عقیل بن ابو طالب کے گھر کی دیوار کے پاس جہاں سعد کو دفن کیا گیا وہاں تک ساتھ رہے ہیں۔''

(طبقات ابن سعد)

باب نمبر 24

تعزیت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِيْنَ إِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

وہ لوگ جن پر جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے، کہتے ہیں ہم خدا کی طرف سے آئیں ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (بقرہ/۱۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من عزى مصابا كان له مثل اجره من غيره ان ينتقص من اجر المصاب شيئا.

جو کوئی مصیبت زدہ کو تعزیت کرے (اُس کے ساتھ افسوس کا اظہار کرے) ویسا ہی ثواب اُسے دیا جائے گا جیسا مصیبت زدہ کو دیا جائے گا۔ اس کے بغیر کہ مصیبت زدہ کے اجر وثواب سے کچھ کم کیا جائے۔ (الکافی ۳/۲۰۵)

ا۔ مسلم کی بیٹی

شہادت مسلم بن عقیل کی خبر جب امام حسین علیہ السلام کو دی گئی تو امامؑ نے بہت گریہ کیا اور فرمایا: خدا مسلم پر اپنی رحمت کرے، جو روح، ریحان اور بہشت کی طرف چلا گیا۔

مسلم کی تیرہ سالہ بیٹی تھی جو امامؑ کی بیٹیوں کے ہمراہ تھی۔ جب امامؑ نے شہادت مسلم کی خبر سنی، خیمہ میں آئے اور مسلم کی بیٹی سے شفقت کرنے لگے۔ مسلم کی بیٹی نے عرض کی: یا بن رسول اللہ! آپؑ میرے ساتھ یتیم بچوں جیسا پیار اور شفقت کر رہے ہیں، کیا میرے بابا شہید ہو گئے ہیں؟

امامؑ رونے لگے اور فرمایا: بیٹی! پریشان مت ہو، اگر تمہارے بابا نہیں رہے تو میں تمہارا باپ، میری بہن تمہاری ماں، میری بیٹیاں تمہاری بہنیں اور میرے بیٹے تمہارے بھائیوں کی جگہ ہیں۔

مسلم کی بیٹی رونے لگی، مسلم کے بیٹے بھی رو رہے تھے۔ امامؑ کے گھر والوں نے مسلم کے گھر والوں سے تعزیت کی اور اُن

کے دکھ میں شریک ہوئے۔ (منتھی الامال ۱/ ۶۱۰)

۲۔ اسکندر کی ماں کو تعزیت

اسکندر جسے ۳۶ ممالک کا فاتح کہا جاتا ہے۔ جب بستر مرگ پر تھا تو اپنی فوج کے سربراہ کو بلایا اور کہا: جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو میرے جنازے کو اسکندریہ لے جانا اور میری ماں سے کہنا کہ میرے لیے ایسا تعزیتی جلسہ رکھیں جس میں کھانے کا انتظام کریں اور اعلان کریں کہ اس جلسے میں صرف وہ لوگ آئیں جن کا آج تک کوئی رشتہ دار یا دوست نہیں مرا۔ تا کہ یہ محفل ایسے لوگوں پر مشتمل ہو جو خوشحال ہوں۔

اسکندر دنیا سے چلا گیا۔ فوج کا سربراہ وصیت کے مطابق جنازے کو اسکندریہ لے گیا۔ اور اُس کی ماں سے اسکندر کی وصیت کا ذکر کیا۔

اسکندر کی ماں نے وسیع دستر خوان بچھانے کا حکم دیا اور اعلان کروایا کہ سب لوگ کھانے کیلئے آئیں، صرف وہ لوگ نہ آئیں جن کے رشتہ داروں یا دوستوں میں سے کوئی مر چکا ہے۔

دعوت کا دن آ گیا، سب خدمت کار استقبال کیلئے تیار کھڑے تھے لیکن کوئی بھی نہ آیا۔ اسکندر کی ماں نے لوگوں کی شرکت نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ آپ نے خود اعلان کروایا ہے کہ جن کا کوئی رشتہ دار یا کوئی دوست مر چکا ہے شرکت نہ کریں۔ تو یہاں سب ایسے ہیں جن کا کوئی نہ کوئی مر چکا ہے۔ یہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس شرط پر پورا اُترتا ہو۔

ماں سمجھ گئی اور کہا: بیٹے تم نے بہترین طریقہ سے مجھے اپنی موت کی تعزیت کہی ہے۔ اور مجھے تسلی دی ہے۔

(داستان باستان، ص ۱۳)

۳۔ حمزہ کا جسد

جنگ احد میں پیامبر اکرمؐ کے چچا حمزہ شہید ہو گئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ، جس نے اُن کا جگر چبایا، اُس کے کہنے پر حضرت حمزہ کا بدن کاٹا گیا اور مثلہ کیا گیا۔

جب پیامبر اکرم حضرت حمزہ کی لاش پر آئے تو اس افسوس ناک صورت حال کو دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا:

"اس سے بڑی مصیبت نہ دیکھوں گا۔ میری زندگی کے سخت ترین لحظات یہاں ہیں۔ خدا آپ پر رحمت کرے۔"

حضورؐ اتنا روئے کہ بے حال ہو گئے۔ پھر فرمایا: "اگر مشرکین میرے ہاتھ لگ جائیں تو آپ کے بدلے میں ستر افراد کو مثلہ کروں۔ لیکن خدا نے اپنے پیامبر کو صبر کا حکم دیا ہے۔"

اور جب حضرت حمزہ کے بہن صفیہ اپنے بھائی کی لاش دیکھنے کے لیے جا رہی تھیں تو پیامبرؐ نے زبیر ابن حمزہ کو حکم دیا کہ جاؤ اپنی ماں کو روکو، اُسے واپس لے آؤ تا کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو اس حالت میں نہ دیکھے۔

لیکن صفیہ کی بے تابی کی وجہ سے پیامبر اکرمؐ نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعا کی۔ پھر جب اُس نے اپنے بھائی کی لاش کو دیکھا تو بہت روئی، پیامبر بھی رورہے تھے۔

شہدا کے جنازوں کو دفن کرنے کے بعد پیامبرؐ مدینہ واپس آ گئے۔ جب انصارین کے گھروں کے پاس سے گذرر ہے تھے، گریہ وزاری کی آوازیں بلند تھیں۔ پیامبرؐ نے فرمایا: ہر کوئی اپنے شہید پر رورہا ہے لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں۔

انصار نے جب یہ سنا تو اپنے قبیلوں کی عورتوں سے کہا: حمزہ کے گھر جاؤ، وہاں روؤ اور اُن کو تعزیت کہو۔ پھر اپنے شہیدوں پر رونا۔ پیامبر خداؐ نے مسجد میں مغرب کی نماز پڑھائی اور واپسی پر نوحہ اور گریہ وزاری کی آوازیں سنیں تو دریافت فرمایا: یہ آوازیں کیا ہیں؟ بتایا گیا کہ گروہ انصار کی عورتیں حضرت حمزہ پر نوحہ کناں ہیں۔ فرمایا: خدا ان سے راضی ہو۔ پھر جب عشا کی نماز کیلئے مسجد میں تشریف لائے اور نماز کے بعد دیکھا کہ حمزہ کے گھر والوں سے ہمدردی اور تعزیت کیلئے عورتیں، اُن کے گھر جارہی ہیں۔ پیامبر بھی تعزیت کیلئے تشریف لے گئے۔ پیامبرؐ نے اُن عورتوں سے فرمایا: ''خدا آپ پر اپنی رحمت کرے۔ آپ میرے ساتھ اچھی طرح ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ خداوند گروہ انصار کی بخشش کرے (اُن پر رحمتیں نازل کرے) اُنہوں نے ہمیشہ میرے ساتھ ہمدردی کی ہے۔ اب آپ لوگ اپنے گھروں کو چلے جایئے۔''

سیدالشہداء حضرت حمزہ کی تعزیت کے سلسلے میں پیامبر اکرمؐ کی طرف سے زیادہ اہتمام کی وجہ سے حضرت حمزہ کے بارے میں شعراء نے اپنے اشعار میں بھی اُن کا بہت ذکر کیا ہے۔ جیسے کہ کعب بن مالک نے اس مفہوم کے ساتھ شعر کہا کہ

ہر مسلمان نے اُن کے غم کو محسوس کیا اور سب سے زیادہ خود پیامبر اکرمؐ اُن کے دکھ میں غم زدہ تھے۔

ہر آنکھ روئی اور اُس کا حق تھا کہ روئے۔ (پیامبر اور صحابہ ۲/۳۰۱۔ اعیان الشیعہ ۲/ ۱۲۳)

۴۔ باپ کی جدائی

پیامبر اکرمؐ کی رحلت اور آپؐ کے بعد اُمت میں پیش آنے والے حالات و واقعات کی وجہ سے دختر رسولؐ غم سے نڈھال تھیں۔ ہمیشہ غم و اندوہ کی حالت میں رہتی تھیں۔ روز بروز صحت خراب ہورہی تھی۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو دیکھتیں تو فرماتیں کہ اب آپ کے نانا کہاں ہیں جو آپ سے پیار کریں، نوازش کریں، گود میں لیں۔ کنیز فضہ کہتی ہیں کہ پیامبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد میری بانو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا دکھ سب سے زیادہ تھا۔ اور ہر روز اُن کے دکھ میں اضافہ ہورہا تھا۔ اُن کے آنسو رکتے ہی نہ تھے اور روز بروز رونے میں اضافہ ہورہا تھا۔ ہفتے کے سات دن گریہ جاری رہتا اور بابا کو فریاد کرتی رہتی تھیں۔ جب کبھی بابا کی قبر مطہر کی طرف جایا کرتیں تو چادر زمین پر لگے جارہی ہوتی، پاؤں میں لپٹ رہی ہوتی اور شدت غم کی وجہ سے یوں لگتا کہ جیسے بانو کی کائنات کو کچھ ہوش نہیں ہے۔

جیسے ہی بابا کی قبر مطہر پر نظر پڑتی، غش کر کے گر جاتیں۔ مدینے کی عورتیں آپؑ کو ہوش میں لاتیں۔ جب ہوش میں آتیں تو

فرماتیں، میری جان نکلے جارہی ہے، میری طاقت اور ہمت ختم ہو رہی ہے۔

باپ کی جدائی میں کہا کرتیں: کاش آپ کی رحلت سے پہلے ہمیں موت آجاتی۔ جب تک زندہ ہوں آپ کیلئے روؤں گی یہاں تک کہ میری آنکھیں خشک ہوجائیں۔ بابا ختم المرسلین پیامبر کی بیٹی کوتعزیت کہنے کی بجائے، اُس کے گھر کے دروازے کو آگ لگائی گئی۔ (بحارالانوار ۴۳/۱۸۲۔۱۹۶)

۵۔ یعقوب کا غم

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ۱۴۰ (۱۴۷) سال زندگی کی اور مصر میں دنیا سے چلے گئے۔ مرنے سے پہلے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام سے وصیت کی کہ اُن کی وفات کے بعد اُن کے جسد کو فلسطین لے جایا جائے اور اُن کے والد اسحاق علیہ السلام اور دادا ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے پاس دفن کیا جائے۔

وفات کے بعد اُن کے جسد کو ساج لکڑی کے تابوت میں رکھا گیا۔ چالیس دن تک سوگ کا اعلان کیا گیا۔ بعض نقل کے مطابق ستر دن تک حضرت یعقوب علیہ السلام کیلئے سوگ منایا گیا۔ لوگ آتے رہے اور فرزندان یعقوب سے تعزیت کرتے رہے۔ دوسری طرف حضرت یوسف علیہ السلام مصری غلاموں اور بعض اہم شخصیات کے ساتھ تابوت کو فلسطین لے گئے تا کہ وہاں دفن کریں۔

تاریخ اثبات الوصیہ کے مطابق: جب حضرت یعقوبؑ کے تابوت کو حضرت ابراہیمؑ کی قبر کے ساتھ دفن کرنا چاہتے تھے تو حضرت یعقوبؑ کے بھائی عیص آگئے اور وہ روکاوٹ بن گئے۔ وہ دفن کی اجازت نہ دے رہے تھے۔ وہاں لڑائی ہوگئی اور حضرت یوسفؑ کے بیٹے شمعون (جو کہ بہت مضبوط جسم کے مالک تھے۔) کے ہاتھوں عیص مارے گئے۔ پھر دونوں بھائیوں کو ایک ساتھ دفن کیا گیا۔

(تاریخ انبیاء ۱/۲۲۸)

باب نمبر 25

تعصب

خداوند تعالیٰ نے فرماتا ہے:

اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝

(فرعون نے اپنی قوم سے کہا) کیا ایسا نہیں ہے کہ میں اس مرد (موسیٰ) سے جو چھوٹے خاندان اور پست طبقے سے ہے، جو بات بھی نہیں کر سکتا، میں اس سے بالاتر اور بہتر ہوں۔ (زخرف/ ۵۲)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

من تعصب حشرہ اللہ یوم القیامۃ مع اعراب الجاھلیۃ.

جو کوئی بھی تعصب کرے گا۔ خداوند اُسے قیامت کے دن جاہل عربوں کے ساتھ محشور کرے گا۔

(وسائل الشیعہ ۱۵/ ۳۷۳)

۱۔ بے وجہ تعصب

ایک دفعہ امام صادق علیہ السلام نے اپنے سفر کے دوران ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک طرف کونے میں پڑا ہے، وہ بے حال ہے، اُس کی طبعیت خراب ہے۔ امامؑ نے اپنے ہمسفر ساتھی سے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ آدمی پیاسا ہے، جاؤ اُسے پانی پیلا کر آؤ۔

وہ اُس آدمی کے پاس گیا اور فوراً ہی واپس آ گیا۔ امامؑ نے پوچھا: اُسے پانی پیلا دیا؟

جواب دیا: نہیں، وہ تو ایک یہودی آدمی ہے۔ میں اُس کے بارے میں جانتا ہوں۔ یہ سب سننے کے بعد امامؑ کو بہت غصہ آیا اور امامؑ کے ناراحتی کے آثار نمایاں ہوئے۔ فرمایا: بہت اچھا، کیا وہ انسان نہیں ہے؟!

(تربیت اجتماعی، ص ۳۲۱۔ حقوق اقلیت، ص ۲۲۴)

۲۔ تین افراد

تین افراد ابو جہل، اخنس اور ابو سفیان متعصب مشرک تھے۔ تینوں نے ایک دوسرے کو خبر دیے بغیر یہ فیصلہ کیا کہ رات کی تاریکی میں چھپ کر پیامبر اکرمؐ کے گھر کی دیوار کے باہر سے قرآن کی تلاوت سنیں۔

تینوں نے الگ الگ آیات قرآن کی تلاوت کو سنا۔ واپسی پر راستے میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ کیوں قرآن کی تلاوت سننے کیلئے وہ مجذوب ہورہے ہیں۔ پھر آپس میں وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔

لیکن دوسری رات پھر قرآن پاک کی تلاوت کی شیرینی اُن کو پیامبر اکرمؐ کے گھر کی طرف کھینچ لائی۔ حضورؐ کی تلاوت کو سنتے رہے جب حضورؐ نے تلاوت کرنا ختم کی۔ تو واپسی پھر ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ وعدے کو کیوں توڑا اور قرآن کی تلاوت میں جذب ہو گئے۔

جب صبح کی روشنی ہوگئی تو اخنس عصا کو ہاتھ میں لیے ابوسفیان کے گھر گیا اور پھر ابوجہل کے گھر پہنچا۔ تینوں نے قرآن پاک کے بارے میں بات کی۔ اور اس خدشہ کا اظہار کیا کہ کہیں وہ دین جاہلیت سے پلٹ نہ جائیں۔

ابوجہل اُن دو سے زیادہ دین جاہلیت کے رسم ورواج پر کاربند اور تعصب رکھتا تھا۔ تکبر کرتا اور دنیاوی جاہ ومقام چاہتا تھا۔ اُس نے کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ محمد پر ایمان نہ لاؤں گا۔ (اگرچہ اُس کا قرآن پڑھنا انسانوں کو اپنی طرف جذب کرتا ہے۔)

(سیرہ ابن ہشام ۱/ ۳۳۷)

۳۔ پدری تعصب

امام حسین علیہ السلام جب عبداللہ ابن عمرو ابن عاص کے پاس سے گذرے تو اُس نے کہا جو کوئی چاہتا ہے کہ اہل آسمان کی نظر میں زمین کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ شخص کو دیکھے تو وہ اِن (امام حسینؑ) کو دیکھ لے۔ میں نے جنگ صفین کے بعد سے اُن سے کبھی بات نہیں کی۔

امامؑ نے فرمایا: تو پھر کیوں جنگ صفین میں میرے والد اور میرے بھائی کے ساتھ تم نے جنگ کی؟

عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم میرے والد خدا اور اُس کے رسولؐ ... مجھ سے بہتر تھے۔

امامؑ نے فرمایا: تم نے خدا کی مخالفت کی اور اپنے باپ کی اطاعت کی۔ ... میرے والد کے ساتھ جنگ کی۔ جبکہ رسولخداؐ نے فرمایا تھا کہ والدین اور بڑوں کی اطاعت نیکی کے کاموں میں ہے۔ برائی کے کاموں میں اطاعت مخلوق کیلئے معصیت خدا ہے۔

عبداللہ اپنے تعصب اور حدیث کو ایک جگہ اکھٹا نہیں کرسکتا تھا۔ اُس نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہا۔

(منتخب طریحی، ص ۱۴۹)

۴۔ متعصب قزمان

حارث کے بیٹے قزمان کے بارے میں جب یہ بتایا گیا کہ وہ احد میں مسلمانوں کے لشکر میں دشمنوں کے خلاف خوب جنگ لڑ رہا ہے۔ فرمایا: وہ اہل جہنم میں سے ہے۔ صحابہ نے حیرانی سے وجہ دریافت کی تو فرمایا: وہ منافق اور اہل جہنم ہے۔

غزوہ اُحد میں قزمان نے کئی ایک دشمنوں کو ہلاک کیا، جس میں خالد بن الاعلم اور ولید بن عاص بھی شامل تھے۔ قزمان کو

بہت سے زخم آئے اُسے مجروح حالت میں اُس کے گھر لایا گیا۔

لوگوں نے کہا تم خوش قسمت ہو کہ خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ اُس نے کہا: میں اپنی قوم و قبیلے کیلئے لڑ رہا تھا۔ اپنے غرور اور تعصب کے لیے لڑ رہا تھا۔ میں اسلام کیلئے جنگ نہیں کر رہا تھا۔

پھر اُس نے کلہاڑی اُٹھائی اور اپنے ہاتھ کی رگ کاٹ لی۔ کچھ لوگ نقل کرتے ہیں کہ اُس نے تلوار اُٹھائی اور اپنے سینے پر رکھ کر سینے میں اتار لی اور مر گیا۔

اُس وقت پیامبرؐ کی فرمائش کی دلیل صحابہ پر روشن ہوگئی۔ پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ سچ میں پیامبر الٰہی ہیں۔

پیامبرؐ نے فرمایا: کوئی بعید نہیں ہے کہ ایک شخص کا کردار اہل بہشت کی طرح ہو، لیکن خود اہل جہنم میں سے ہو جائے۔ اور دوسری طرف ایک شخص کا ظاہری کردار اہل جہنم جیسا ہو اور آخر میں وہ خود اہل بہشت میں سے ہو جائے۔ جو کہ مرنے سے پہلے اُسے نصیب ہوا ہو۔ (سیرہ حلبیہ ۱/۲۲۶)

۵۔ اہل بصرہ کی مدد

امام حسین علیہ السلام نے جب یزید ابن معاویہ کی بیعت نہ کی اور کوفیوں نے امامؑ کی مدد کا اظہار کیا۔ امامؑ نے بصرہ کے بزرگوں کیلئے وہاں کے پانچ سرداروں کو خط لکھا۔ یہ خط اُن تک سلیمان بن زرین کے ذریعے بھیجا۔

بصرہ کے بڑوں میں سے ایک یزید بن مسعود تھا۔ جب اُس نے امامؑ کا مدد کیلئے خط پڑھا۔ قبیلہ بنی تمیم، بنی حنظلہ اور بنی سعد کو اپنے گھر بلایا اور اُن سے کہا: اے بنی تمیم! تمہارے نزدیک میری کیا حیثیت ہے؟ جواب ملا تم ہماری ریڑھ کی ہڈی ہو۔ اور شرافت و بزرگی میں سب سے زیادہ ہو۔

اُس نے امام حسین علیہ السلام کی مدد کے بارے میں ساری بات کا ذکر کیا اور یزید بن معاویہ کی مذمت میں بہت کچھ کہا۔ اُنہوں نے کہا ہم تمہارے حکم کی تعمیل کریں گے۔

بنی حنظلہ نے کہا: ہم تمہارے ترکش کے تیر ہیں۔ ہم اپنی تلواروں کے ذریعے تمہاری مدد کریں گے۔ اور اپنے جسموں کو تمہارے لیے سپر بنائیں گے۔

بنی عامر کے قبیلے نے کہا: ہم تمہارے باپ کے فرزند ہیں اور تمہارے ہم پیمان ہیں۔ ہمارا اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ جس وقت بھی ارادہ کرو، ہمیں پکارو۔

بنی سعد نے کہا: ہمارے نزدیک بدترین چیز تمہاری مخالفت کرنا اور تمہارا حکم نہ ماننا ہے۔

پس سب نے یزید بن مسعود کے حکم کی اطاعت کرنے کو متفقہ طور پر قبول کر لیا۔ اِن متعصب قبیلوں امام حسینؑ کی ذات اور

امامت کی کوئی بات نہ کی۔

یزید بن مسعود نے امام حسینؑ کو خط لکھا اور اُس میں ذکر کیا کہ میں آپ خدائی رہبر کی اطاعت میں ہوں۔ قبیلہ بنی تمیم، بنی سعد اور دوسرے قبیلے سب آپ کے انتظار میں ہیں۔

جب اُس کا خط امامؑ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا: خدایا اُسے خوف سے اپنی پناہ میں رکھ۔ جس دن پیاس کی وجہ دہان خشک ہو گئے، اُس دن اُسے کامیاب اور سیراب فرما۔

اس دعا میں متعصب قبیلوں کا ذکر نہیں ہے۔ صرف یزید بن مسعود کیلئے دعا کی گئی ہے۔

یزید بن مسعود جب کربلا کے قافلہ میں شامل ہونے سفر میں تھا تو اُسے امامؑ اور اصحاب امامؑ کی شہادت کی خبر ملی۔ وہ آخری عمر تک افسوس کرتا رہا اور غم کی حالت میں رہا کہ اس قافلہ شہادت میں شامل ہونے کی توفیق حاصل نہ کر سکا۔

(مقتل الحسین، ص ۱۴۱)

باب نمبر 26

فال نکالنا (بدشگونی)

8-A

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ

بنی اسرائیل کو اگر کوئی مشکل پیش آتی تو کہتے یہ موسیٰ اور اُس کے ساتھیوں کی وجہ سے بدشگونی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا تطیرت فامض.

جب بھی فال نکالو (بدشگونی کی بات کرو) اُس سے گذر جاؤ۔ (نظرانداز کرو)

ا۔ دیدار خسرو

خسرو پرویز شکار کیلئے شہر سے باہر گیا۔ جب صحر میں پہنچا تو اُس نے ایک بدشکل آدمی کو دیکھا۔ اس بات کو بدشگونی خیال کرتے ہوئے حکم دیا کہ اُسے راستے سے ہٹادیا جائے۔

اُس بدشکل آدمی نے کہا کہ خسرو نے کائنات کے نقش بنانے والے پر اعتراض کیا ہے!!

خسرو جب شکارگاہ سے واپس آرہا تھا تو اُسی جگہ سے گذرا تو اُسی آدمی کو دیکھا۔ اُس نے آواز دی اے خسرو ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ خسرو نے کہا: پوچھو،

کہا: اے بادشاہ! کیا آج کا شکار اچھا رہا؟ خسرو نے جواباً کہا: بہت اچھا رہا۔

آدمی نے کہا: کیا تمہارے ساتھیوں پر کوئی مشکل پڑی؟ جواب دیا: نہیں۔

کہا: تو پھر کیوں مجھے دیکھ کر تم نے اِسے بری فال تصور کیا اور میری توہین کی، مجھے اپنے راستے سے دور کردیا گیا؟

خسرو نے کہا: تم جیسے شخص کو دیکھنا لوگ بدشگونی خیال کرتے ہیں۔

آدمی نے کہا: خسرو کا مجھے دیکھنا بُرا ہے، میرا خسرو کو دیکھنا بُرا نہیں ہے۔

خسرو اُس کا جواب نہ دے سکا اور اُس سے اپنے رویے پر معافی چاہی۔ (اخلاق روحی، ص ۱۳۲)

۲۔ انگوٹھی گم ہوگئی

پیامبر اکرمؐ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے نگین پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ پیامبرؐ جو خطوط بادشاہوں کو لکھا کرتے تھے اُس کے نیچے اُسی انگوٹھی کے ساتھ مہر لگایا کرتے تھے۔

پیامبر کی رحلت کے بعد یہ انگوٹھی حضرت بی بی عائشہ کے پاس تھی۔ انہوں نے حضرت ابوبکر کو دے دی۔ وہ بھی کبھی اپنے خطوط کے نیچے اس انگوٹھی کے ساتھ مہر لگایا کرتے تھے۔

ابوبکر کے بعد یہ انگوٹھی عمر ابن خطاب کو ملی۔ وہ بھی اپنے بعض خطوط کے آخر میں اس انگوٹھی سے مہر لگایا کرتے تھے۔ جب عثمان خلیفہ بنے تو انگوٹھی اُن تک پہنچی۔ عثمان بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ خلافت کے ساتویں سال ایک کنواں جو اُنہوں نے نکلوایا تھا۔ اور اُس کا نام اریس رکھا تھا۔ اُس کے کنارے بیٹھے تھے اور انگوٹھی کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہن رہے تھے کہ اچانک انگوٹھی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور کنویں میں گر گئی۔ وہ بہت افسردہ ہوئے۔ حکم دیا کہ کنویں سے سارا پانی نکالا جائے۔ بہت کوشش کی گئی لیکن انگوٹھی پھر نہ ملی۔

خلیفہ عثمان نے اسے بدشگونی خیال کیا اور اُسی دن سے اُن کی حکومت کمزور پڑنا شروع ہوگئی۔ اور بات یہاں تک پہنچی کہ حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ (تاریخ التواریخ، ص ۲۱۹)

۳۔ ہم بدشگونی نہیں کرتے

کوفہ کے لوگوں نے جب امام حسین علیہ السلام کو خط لکھے۔ امام حسینؑ نے اپنے خاص نائب مسلم بن عقیل کو اُن کی طرف بھیجا۔ مسلم بعض کوفی لوگوں کے ساتھ پہلے مدینہ گئے۔ پیامبر اکرمؐ کی قبر مبارک کی زیارت اور وداع کرنے کے بعد اپنے گھر والوں سے خداحافظی کی۔ قبیلہ بنی قیس سے دو افراد کو رقم دے کر رہنما کے طور پر استخدام کیا۔ اور کوفہ کی طرف سفر شروع کیا۔

جب مدینہ سے چلے تو رہنماؤں نے کہا نزدیک ترین راستے سے کوفہ کی طرف چلیں۔ راستے میں گرمی کی شدت اور پانی کے ختم ہوجانے کی وجہ سے وہ دونوں راستے میں مر گئے۔

مسلم بہت مشکلات کے بعد مضیق نامی علاقے میں پہنچے۔ وہاں پانی پیا اور موت سے نجات حاصل کی۔ اُن کے ہمراہ کوفیوں نے بھی نجات حاصل کی۔ وہاں سے مسلم بن عقیل نے ایک خط امام حسینؑ کے نام لکھا۔ اُس میں راستے کے گم ہوجانے اور دو رہنماؤں کے مرجانے کی تفصیل بھی لکھی۔ اور لکھا کہ میں اس سفر کو اچھی فال نہیں سمجھتا۔ اگر آپ اجازت دیں تو کوفہ کی طرف سفر کو جاری نہ رکھوں۔ مسلم کا خط جب امام کے ہاتھ میں پہنچا تو امامؑ نے مسلم کیلئے جواب میں لکھا: جو کام آپ کے سپرد کیا گیا ہے اُس کی طرف آگے بڑھو۔ میں نے اپنی جد پیامبر اکرمؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ہم اہل بیت ہرگز بری فال نہیں لیتے، کوئی ہمیں بدشگون نہیں کرسکتا۔

مسلم بن عقیل خط کے موصول ہونے کے بعد کوفے کی طرف اپنے سفر کو جاری رکھا۔ (منتقل الحسین، ص ۱۶۶)

۴۔ حرف شین (ش)

ابو عثمان بحر الجاحظ کہتا ہے: تاجروں کے سرداروں میں سے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ بحری جہاز میں ایک شخص تھا جو کہ بہت ہی سنجیدہ اور سپاٹ چہرے والا تھا۔ ہمیشہ سرزمین کی طرف رکھتا تھا اور زمین سے سر نہیں اٹھاتا تھا۔ جب بھی لفظ شیعہ سنتا، اُسے غصہ آجاتا اور اُس کے چہرے کے تیور بدل جاتے، بھنویں چڑھ جاتیں۔

ایک دن میں نے اُس سے پوچھا: شیعہ کی کونسی بات تمہیں اتنی بری لگتی ہے کہ لفظ سنتے ہی تمہیں اس قدر غصہ آجاتا ہے اور تم پریشان ہوجاتے ہو؟

کہا: میں نے کوئی ایسا کلمہ نہیں دیکھا جس کے شروع میں شین آتا ہو اور اُس میں برائی نہ ہو۔ جیسے شر، شوم، شیطان، شرارت، وغیرہ۔ میں کیونکہ حرف شین کو بدفال اور بدشگون سمجھتا ہوں اس لیے لفظ شیعہ جس میں شین آتا ہے، مجھے برا لگتا ہے۔

ابو عثمان نے کہا بس تو شیعہ کی بنیادیں گر جائیں گی۔

اُس آدمی کی جہالت اور ابو عثمان کی حماقت پر ہنسی آتی ہے۔ اُن کو شین سے شروع ہونے والے دوسرے الفاظ نظر نہیں آئے۔ جیسے شریعت، شمس، شہد، شفاعت، شہامت، شجاعت، وغیرہ۔ جن کے کتنے اچھے اور خوبصورت معانی ہیں۔

(الغدیر ۵/۱۵۸)

۵۔ بُرا دن

دسویں امامؑ کے دوستوں میں سے ایک نے بتایا: امام ہادی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ راستے میں میری انگلی زخمی ہوگئی تھی۔ ایک سوار میرے پاس سے گذرا اور جاتے ہوئے میرے کندھے کو زخمی کر گیا۔ کچھ آگے جا کر چند لوگوں کے درمیان پھنس گیا وہاں میرے کپڑے پھٹ گئے۔

اُس دن کو میں نے بدشگون خیال کیا اور کہا خدایا: مجھے اس دن کی بدشگونی اور شر سے محفوظ فرما۔ تو کتنا برا دن ہے؟

امامؑ نے میری باتیں سنیں تو فرمایا: تم ہم سے ارتباط رکھتے ہو اور ایسی باتیں کرتے ہو؟

جو دن برا نہیں کرتا، تم اُس کو گناہگار کہتے ہو؟!

یہ گفتگو سننے کے بعد مجھے ہوش آئی اور مجھے اپنی غلطی کا اندازہ ہوگیا، میں نے عرض کی: میرے مولا! میں ابھی استغفار کرتا ہوں اور خدا سے معافی مانگتا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: جس دن جب تمہارے گناہوں کا اثر تمہارے دامن گیر ہو جاتا ہے۔ اِن دنوں نے کیا گناہ کیا ہے جو ان کو برا کہتے ہو۔ (تفسیر نمونہ ۲۳/۴۶)

باب نمبر 27

توحید

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکارو، اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ (قصص/۸۸)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان افضل الفرائض واوجبها علی الانسان معرفة الرب و الاقرار له بالعبودية۔

سب سے اہم فرائض جو انسان پر واجب ہیں، خدا کی معرفت اور اُس کی بندگی کا اقرار ہے۔ (بحار الانوار ۴/ ۵۴)

ا۔ خدائی کا دعویٰ

ایک فاطمی بادشاہ نے قاہرہ میں ایک مسجد تعمیر کروائی۔ جب اُس کی تعمیر مکمل ہوگئی تو اُس بادشاہ نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اُس نے خط میں لکھا کہ بسم الحاکم الرحمن الرحیم۔ اُس نے لوگوں کے درمیان بہت سارا پیسہ تقسیم کیا۔ اور لوگوں کو اپنے پر ایمان کی دعوت دی۔

ایک دن گرمیوں کے دنوں میں بہت ساری مکھیاں اُس کے گرد جمع ہوگئیں۔ اُس کے خدمتکار اُن مکھیوں کو ہٹا رہے تھے۔ لیکن مکھیاں بغیر وقفے کے پھر جمع ہو جاتیں۔

اچانک وہاں کسی نے خوبصورت آواز میں یہ آیت پڑھنا شروع کر دی:

یا ایها الناس ضُرِبَ مثل فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا و لو اجتمعوا له و ان یسلبهم الذُباب شیئا لا یستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب۔

اے لوگو! بیان کی جانے والی ایک مثال غور سے سنو! اللہ کو چھوڑ کر تم جنہیں پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک

مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے ، بلکہ مکھی اگر کچھ لے لے تو اس سے واپس نہیں لے سکتے اور طالب و مطلوب

(عابد و معبود) دونوں ہی بڑے کمزور ہیں۔(الحج/ ۷۳)

بادشاہ نے یہ آیت سنی تو تخت سے زمین پر گرا اُٹھتے ہی محل سے باہر بھاگ گیا۔ دو دن تک غائب رہا۔ دو دن بعد محل میں آتے ہی اُس آیت پڑھنے والے کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور گرفتار کرنے کے بعد حکم دیا کہ اُسے سمندر میں غرق کر دیا جائے۔

اُسے سمندر میں پھینک دیا گیا۔ وہ ڈوب کر مر گیا۔ کسی نے اُسے خواب میں دیکھا تو پوچھا: خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ اُس نے جواب دیا کہ کشتی کے مالک نے مجھے جنت میں پہنچا دیا۔(ثمرات الاوراق، ص ۳۵)

۲۔ بلال

بلال حبشی اور اُس کی ماں بھی امیہ کے غلام تھے۔ امیہ کے پاس بہت مال و دولت تھا۔ اُس کی اولاد بھی زیادہ تھی۔ اُس کے بارہ غلام تھے۔ وہ بلال کی طرح کسی غلام سے بھی محبت نہیں کرتا تھا۔ اس لیے امیہ کو بت خانے کا سرپرست بنا دیا گیا تھا۔

بلال حبشی نے خفیہ طور پر اسلام قبول کر لیا۔ امیہ کو خبر ہوئی تو پوچھا: محمدؐ کے خدا کو سجدہ کرتے ہو؟

کہا: خدائے بزرگ اور متعال کو سجدہ کرتا ہوں۔ امیہ کو بہت غصہ آیا اور لکڑی کے ساتھ جتنا اُسے مار سکتا تھا مارا۔ پھر اُسے بطحاء کی گرم ہوا میں برہنہ کر کے، ہاتھ پاؤں باندھ کر گرم ریگزار پر لیٹا دیا۔ جلتے ہوئے پتھر اُس کے سینے، پیٹ پر رکھے، پھر گرم پتھروں کے ساتھ پہلوؤں اور پیٹھ کو داغا۔ شدید گرم ریت کو اُس کے جسم پر ڈالا اور کہا: محمدؐ کے خدا سے ہاتھ اٹھالو اور لات و عزیٰ پر ایمان لے آؤ۔ بلال صرف ایک ہی لفظ کہہ رہے تھے، احد احد یعنی ایک خدا ایک خدا۔

پھر وہ اُس کو مختلف قسم کی تکلیفیں دیتا۔ وہ حکم دیتا کہ اُس کے برہنہ بدن کو کھینچیں تا کہ کانٹیں اُس کے بدن اور گوشت میں پیوسط ہو جائیں۔ بلال پھر بھی کہتے: احد احد۔

امیہ اُس کے سینے پر آ کر بیٹھ گیا اور اُس کے گلے کو دبایا۔ عمرو بن عاص کہتا ہے کہ میں سمجھا بلال مر گیا۔ میں نے آگے ہو کر دیکھا تو وہ بے ہوش ہو گیا تھا لیکن سانس لے رہا تھا اور ہاتھ کی انگلی کے ساتھ آسمان کے خدا کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

(خزینۃ الجواہر، ص ۵۰۰)

۳۔ بڑھیا کی توحید

ایک دن امیر المؤمنین کچھ اصحاب کے ساتھ ایک جگہ سے گذر رہے تھے۔ ایک بڑھیا کو دیکھا جو چرخہ پر دھاگہ کاتنے میں مشغول تھی۔

امامؑ نے پوچھا: خدا کو کس چیز سے پہچانا؟ بڑھیا نے جواب دینے کی بجائے چرخہ سے ہاتھ اٹھالیا۔ تھوڑی دیر میں چند ایک

چکر کاٹ کر چرخہ رک گیا۔

بڑھیا نے کہا: یا علیؑ یہ چھوٹا سا چرخہ گھومنے کیلئے میرا محتاج ہے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ اتنی بڑی کائنات، آسمان، زمین بغیر کسی سمجھ دار چلانے والے اور مضبوط بنانے والے کے حرکت کرے یا رک جائے؟

امامؑ نے اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا: علیکم بدین العجائز، بوڑھی عورتوں کی طرح خدا کو پہچانو۔ (پند تاریخ ۱/۹)

۴۔ میدان جنگ میں توحیدی جواب

جنگ جمل میں جب امام علیؑ اور طلحہ و زبیر کی فوجیں آپس میں دو بدو لڑ رہی تھیں۔ ایک سپاہی امام علیؑ کے نزدیک آیا اور کہا: توحید کے بارے میں سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

قریبی لڑتے ہوئے سپاہیوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا یہ سوال پوچھنے کا وقت نہیں ہے۔ امامؑ کو بات کا علم ہوا تو اعتراض کرنے والوں سے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو، اور اسے میرے قریب آنے دو تا کہ اپنا سوال کرے؛ ہم توحید کو مضبوط کرنے اور خداشناسی کیلئے جنگ لڑ رہے ہیں۔

سوال کرنے والا سپاہی قریب آیا اور اُس نے سوال کیا کہ خدا واحد ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

امامؑ نے فرمایا:

واحد کے چار معنی ہیں۔ دو غلط ہیں اور دو صحیح ہیں۔ غلط یہ ہیں کہ، ہم کہیں خدا ایک ہے یعنی صفر اور دو کے مقابل میں عدد ہے۔ یا یہ کہیں کہ کسی جنس یا نوع کا فرد ہے، جیسے زید نوع انسان کا ایک فرد ہے۔ اور وہ جو دو صحیح معنی ہیں، یہ ہیں کہ کہیں خداوند تمام کمالات میں ایک ہی ہے۔ اُس جیسا کوئی نہیں۔ یا دوسرا یہ کہیں کہ وہ قابل تقسیم نہیں، نہ ذہن میں نہ خارج میں۔ (اُس کے وجود میں ترکیب نہیں)۔

میدان جنگ میں امام علی علیہ السلام کے اس توحیدی جواب سے سپاہی حقیقی واحد سے آگاہ ہو گئے۔

(عین الحیاۃ، مجلسی)

۵۔ ملکوتی آواز

گذرے زمانے کی بات ہے۔ ایک ظالم بادشاہ تھا۔ اپنے آپ کو دین یہود کا پیروکار سمجھتا تھا۔ وہ اپنی دانست میں دین یہود کی مدد کیلئے غیر یہودی لوگوں کو سخت سزا دیا کرتا اور انہیں قتل کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اُس کے حکم پر بہت بڑی جگہ پر زبردست آگ جلائی گئی۔ اُس کے پاس ایک بڑا بت رکھا گیا۔ اور اعلان کیا گیا: کہ جو کوئی اس بت کو سجدہ کرے گا، اُسے چھوڑ دیا جائے گا، ورنہ آگ میں جلا دیا جائے گا۔

نفس کی پیروی نے اُس بادشاہ کو جانور صفت بنا دیا تھا۔ ایک عورت کو اُس کے بچے کے ہمراہ لایا گیا اور اصرار کیا گیا کہ اس

بت کوسجدہ کرے۔ وہ عورت مواحد تھی۔ ایک اللہ کو ماننے والی تھی۔ اُس نے انکار کر دیا تو عورت کے بچے کو چھین کر آگ کی طرف اُچھال دیا گیا۔

اُس مواحد عورت کی آنکھوں کے سامنے اِس منظر نے اُس پر خوف اور لرزہ طاری کر دیا۔ اُس نے چاہ کہ بت کو سجدہ کر دے۔ اچانک بچے کی ملکوتی آواز آئی کہ امی جان! میں مرا نہیں بلکہ یہاں بہت اچھی فضا ہے، بہار سے بھی اچھی ہوا ہے۔ خوش قسمتی آپ کی طرف آئی ہے۔ آپ اللہ کی حکومت کی طرف قدم بڑھائیں اور اس بت کو سجدہ نہ کریں۔

اِس آواز نے ایسا اثر کیا کہ اُس عورت نے اپنے رب سے ملاقات کے شوق میں اپنے آپ کو آگ میں گرا دیا اور بت کو سجدہ نہ کیا۔ اِس کے بعد حق پرست گروہ در گروہ اُس آگ کی طرف بڑھنے لگے۔ (داستانہائے مثنوی ۱/۳۵)

باب نمبر 28

توسل

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۔

آدم علیہ السلام نے (جنت سے زمین پر آنے کے بعد) اپنے رب سے کلمات (توسل) حاصل کیے اور پھر توبہ کی۔ پروردگار نے اُن کی توبہ کو قبول کر لیا۔ (بقرہ/ ۳۷)

امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں:

بكم اخرجنا الله من الذل و فرج عنا غمرات الكروب.

(زیارت جامعہ کبیر) میں فرمایا: آپ (ائمہ) کے وسیلہ سے خداوند نے ہمیں ذلت سے نجات دی اور پریشانیوں کے گرداب سے نکالا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ۲ / ۶۱۵)

ا۔ کشتی نوح اور لوح سلیمان

جنوری ۱۹۵۱ء میں روسی دانشوروں کو کھدائی کے دوران لکڑی کی چند ایک قدیمی تختیاں ملی ہیں۔ اُس کی لکڑی بھی بہت نایاب ہے۔ ایک مستطیل شکل کی تختی جو ۲۵x ۳۵ سینٹی میٹر تھی۔ اُس پر سامانی زبان میں کچھ لکھا تھا۔ ایک ہاتھ کے پنجے کا نشان بنا تھا۔ ایک دعا بھی کندہ تھی۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دعا حضرت نوح کی کشتی پر لکھی ہوئی تھی۔ اس ترجمہ کچھ یوں تھا:

"اے میرے خدا! میرے مددگار! اپنے لطف و کرم سے اور ذوات مقدسہ محمد، ایلیا (علی)، شبر (حسن)، شبیر (حسین) و فاطمہ علیہم السلام کے طفیل ہمارا ہاتھ تھام لو۔

یہ پانچ وجود مقدس جو سب سے زیادہ با عظمت ہیں، جن کا احترام واجب ہے۔ ساری دنیا کو اُن کیلئے خلق کیا گیا ہے۔ پروردگارا! اِن کے ناموں کا واسطہ ہماری مدد فرما۔ سب کو راہِ راست پر تم ہی ہدایت کر سکتے ہو۔"

پہلی عالمی جنگ کے دوران جب انگلش سپاہی بیت المقدس کے گاؤں اونترہ میں ایک مورچہ کھود رہے تھے، وہاں سے ایک چاندی کی تختی ملی۔ جس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ جنگ کے اختتام پر یہ تختی انگلش کے باستان شناساس کے حوالے کی گئی۔

۱۹۱۸ء میں ایک کمیٹی بنائی گئی، جس میں امریکی، انگلش، فرانسیسی اور جرمن افراد شامل تھے جو کئی ایک زبانوں کے ماہر تھے۔ انہوں نے اس تختی پر لکھی تحریر کا درج ذیل ترجمہ کیا:

اے احمد! ہماری فریاد کو پہنچیں۔ یا ایلی (علی) ہماری مدد فرمایئے۔ اے باعتول (فاطمہ) اپنی رحمت ہم پر کیجئے۔ اے حاسن (حسن) نظر کرم کیجئے۔ یا حاسین (حسین) ہمیں خوشیاں بخش دیں۔ یہ سلیمان ہے جو ان پانچ بزرگ ہستیوں کا استغاثہ اللہ کی طاقت وقدرت سے کر رہا ہے۔ اسے سرکاری عجائب گھر میں رکھنے کا ارادہ کیا گیا لیکن انگلش چرچ کے پادریوں نے روک دیا۔ اُن میں سے دو پادری ولیم اور تامس مسلمان ہو گئے۔ اور اپنے نام بدل کر کرم حسین اور فضل حسین رکھ لیے۔ (علی اور پیغمبر۔ حکیم سیالکوٹی)

۲۔ دعا قبول ہوگئی

امام کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد کچھ لوگوں نے سمجھا کہ امامت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اُن لوگوں کو واقفیہ کا نام دیا گیا۔ جن لوگوں نے توقف کیا، رک گئے۔ اُن میں سے ایک مغیرہ کوفی بھی تھا۔

وہ کہتا ہے: میں واقفی ہو گیا تھا۔ اس دوران میں نے اعمال حج انجام دیے۔ وہاں میرے اندر اضطراب کی حالت پیدا ہوگئی؛ میں خانہ خدا میں کھڑا تھا، میں دعا کی قبولیت کی جگہ کھڑا ہو کر دعا میں مشغول ہو گیا، توسل کیا اور خدا تعالیٰ سے ہدایت چاہی۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ امام رضا علیہ السلام کی طرف جاؤں۔ لہٰذا میں مدینہ گیا۔ جب امامؑ کے گھر کے دروازے پر پہنچا۔ آپؑ کے غلام کہا: اپنے آقا سے کہو عراق سے ایک آدمی آپؑ کے دروازے پر آیا ہے۔

اچانک گھر کے اندر سے امامؑ کی آواز آئی: عبداللہ بن مغیرہ اندر آجاؤ۔ جب آپؑ جناب کی خدمت میں پہنچا۔ آپؑ کی نظر مجھ پر پڑی تو بغیر مقدمہ کے فرمایا: خدا تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے۔ اُس نے اپنے دین کی طرف تمہاری ہدایت فرمائی ہے۔

میں نے عرض کی: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجت خدا اور خلق خدا پر اُس کے امین ہیں۔

(رجال کشی، ص ۴۹۵)

۳۔ تاجر کا توسل

مولوی حسن کاشی ائمہ علیہم السلام کے مداحوں اور شعراء اہلبیتؑ میں سے تھا۔ جب مدینہ کی زیارت سے واپس آیا اور عراق گیا، پھر امیر المؤمنین علیہ السلام کے مرقد مطہر پر پہنچا۔ وہاں کھڑے ہو کر قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ جس کا پہلا شعر یہ تھا:

اے زبدہ ی آفرینش، پیشوای اہل دین
وی ز عزت مادح بازوی تو روح الامین
(اے خلق میں عظیم، اہل دین کے پیشوا
مدح کرنے والے کی عزت، روح الامین کے بازو

رات خواب میں امامؑ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ امامؑ نے فرمایا: تم دور کا سفر کر کے ہماری طرف آئے۔ ہم پر تمہارے دو حق ہیں۔ ایک یہ کہ تم ہمارے مہمان ہو۔ دوسرا یہ کہ تم نے ہمارے لیے شعر کہے ہیں۔

اب تم بصرہ چلے جاؤ۔ وہاں ایک تاجر مسعود بن افلح ہے۔ جب اُس کے پاس پہنچو تو میرا سلام اُسے پہنچاؤ۔ اور کہو کہ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ جب تم عمان کی طرف جا رہے تھے، تم ہمارے ساتھ متوسل ہوئے تھے اور منت مانی تھی کہ اگر مال سے بھری کشتی صحیح وسالم ساحل تک پہنچ گئی۔ تو ہزار دینار اللہ کی راہ میں دوں گا۔ (اب وہ مال خدا ادا کرو۔) اُس سے وہ ہزار دینار وصول کرو اور جاؤ اپنی زندگی کیلئے خرچ کرلو۔

کاشی کہتا ہے میں بصرہ گیا اور اُس تاجر کو تلاش کیا۔ اپنا خواب اور امیر المومنینؑ کا سلام اور پیغام پہنچایا۔ اُس کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ قریب تھا کہ بے ہوش ہو جائے۔ تاجر مسعود نے کہا: خدا کی قسم میرے امیر المومنینؑ کے ساتھ اس توسل سے کوئی آگاہ نہ تھا۔

اُس تاجر نے ہزار دینار اور ایک قیمتی لباس بھی دیا اس کے علاوہ بصرہ کے فقراء کو کھانے پر دعوت کی۔

(روضات الجنات، ص ۱۷۱)

۴۔ شیخ جعفر شوشتری

شیخ جعفر شوشتری (متوفی ۱۳۰۲ھ) صاحب کرامات، اہل منبر اور وعظین میں سے ایسے شخص تھے جن کے کلام کا سننے والے پر بہت گہرا اثر ہوا کرتا تھا۔

اُن کے احوال زندگی میں لکھتے ہیں کہ نجف سے شوشتر واپس لوٹنے کے بعد وہ تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے تھے۔ لیکن حافظہ کمزور ہونے کی وجہ سے منبر پر تفسیر صافی اور روضۃ الشہداء کاشفی سے دیکھ کر لوگوں کیلئے پڑھا کرتے تھے۔

ایک سال گذرنے کے بعد، ماہ محرم درپیش تھا۔ خود کہتے ہیں کہ میں سوچ رہا تھا کہ میں کب تک لوگوں کیلئے موعظہ اور ذکر مصائب کو کتاب سے دیکھ کر پڑھتا رہوں گا۔ میں دعا اور توسل میں مصروف ہو گیا۔ تھکاوٹ اور پریشانی کی وجہ سے میں سو گیا۔

خواب میں دیکھا کہ میں کربلا میں ہوں۔ وہاں ایک خیمے پر میری نظر پڑی۔ اُس خیمے کے سامنے بہت سے دشمن کھڑے تھے۔ میں آگے بڑھا اور خیمے کے اندر چلا گیا۔ دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ سلام کے بعد امامؑ نے مجھے اپنے پاس بیٹھنے کو جگہ دی۔ حبیب ابن مظاہر سے فرمایا: یہ ہمارے مہمان ہیں۔ اِن کی پذیرائی کریں۔ پانی تو ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن آٹا اور گھی موجود ہے۔ اِن کیلئے کھانے کا انتظام کریں۔

حبیب ابن مظاہر اٹھے اور تھوڑی دیر بعد خیمے میں آئے، میرے سامنے جنتی کھانا رکھا۔ میں کبھی نہ بھولوں گا۔ اُس میں پہلے سے ایک چمچ بھی رکھا ہوا تھا۔ اُس جنتی کھانے سے چند ایک نوالے کھائے۔ میں نیند سے اٹھ گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اُس کھانے کی برکت سے میرے علم، حافظے اور الٰہی الہام میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے۔ (اشک روان بر امیر کاروان، ص ۲۰)

امام حسین علیہ السلام کے بارے کتاب خصائص الحسینیہ، جو کہ بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اُس کے مصنف شیخ جعفر شوشتری ہیں۔

۵۔ برص کا بیمار

امام رضا علیہ السلام جب مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کر رہے تھے۔ راستے میں جب بغداد کی طرف چلے۔ وہاں ایک آدمی رجب حمام کا مالک تھا۔ وہ امام کے چاہنے والوں میں سے تھا۔ اُس نے جب سنا کہ امام بغداد کی طرف تشریف لا رہے ہیں تو وہ خوشی اور جوش میں امام کے استقبال کیلئے شہر سے ۳۰ کلومیٹر باہر تک آ گیا۔ امام کا استقبال کیا اور امامؑ کو اپنے گھر لے کر آیا۔

کچھ دن جو امامؑ بغداد میں قیام پذیر تھے۔ ایک دن اُس حمام کے مالک رجب سے فرماتے ہیں کہ آج رات میں حمام جانا چاہتا ہوں۔ اُسے تیار کرو اور پاک صاف کرو۔

حمام کے قریب ایک شخص برص کا مریض تھا۔ اُس کے سارے بدن پر یہ بیماری تھی۔ اِس لیے وہ گھر سے باہر کم ہی نکلتا تھا۔ جب اُسے خبر ہوئی کہ آج رات میں امامؑ حمام میں تشریف لائیں گے۔ وہ حمام کے ملازم کے پاس آیا اُسے پچاس درہم دیے تا کہ اُسے حمام میں امام کا انتظار کرنے کی اجازت دے دے۔ اُس نے سوچا کہ جب امام تشریف لائیں گے تو اُن سے ملاقات کرے گا اور اپنی بیماری کی شفا کیلئے دعا چاہے گا۔

جب امامؑ حمام میں تشریف لائے۔ تو وہ بیمار آدمی امامؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی: اے امیر المؤمنینؑ کے فرزند! آپؑ کرامات کے چشمہ ہیں۔ میرے حال پر ایک نظر کرم کیجئے۔

حمام کا مالک چاہتا تھا کہ اُسے حمام سے باہر لے جائے۔ لیکن امامؑ نے منع فرما دیا۔ امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے۔ ایک برتن میں پانی لیا، اُس پر سورہ فاتحہ پڑھی اور پھر اُس پانی کو برص کے بیمار آدمی کے سر پر ڈال دیا۔ اُسی وقت بیماری ختم ہو گئی اور وہ سرخ و سفید خوبصورت روپ و رنگت کا ہو گیا۔

پھر امامؑ نے حمام کے مالک رجب سے فرمایا: اِسے حمام سے باہر لے جاؤ میرا لباس اُس کے زیب تن کرو۔ اُسے باہر روک کر رکھو، جب تک کہ میں باہر نہیں آ جاتا۔

جب امامؑ حمام سے باہر تشریف لائے۔ وہ آدمی امامؑ کے قدموں میں گر گیا۔ جب اُس بیمار آدمی کے قریبیوں کو اس بات کی خبر ہوئی تو پانچ سو افراد نے دین حق قبول کر لیا۔

(تحفۃ الرضویہ۔ شیخ عباس قمی)

باب نمبر 29

تولی وتبری

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ

جولوگ خدا اور اُس کے رسول اور وہ افراد جو ایمان لائے اُن کی دوستی کو قبول کرتا ہے، تو اللہ کی جماعت غالب آنے والی ہے۔ (مائدہ/۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من والاھم و اتبعھم و صدقھم فھو منی و من ظلمھم و کذبھم فلیس منی و لا معی و انا منه بری.

جوکوئی میرے بعد ائمہ سے محبت کرے گا۔ اُن کی پیروی کرے گا۔ اُن کی تصدیق کرے گا۔ وہ ہم میں سے ہے۔ اور جوکوئی اُن پر ظلم کرے گا۔ اُن کو جھٹلائے گا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ نہ ہوگا اور میں اُس سے بیزار ہوں۔ (بحار الانوار ۲۷/ ۲۰۳)

ا۔ بے جا محبت

ایک دن امیر المؤمنینؑ کے غلام قنبر ایک متکبر شخص کی محفل میں کسی کام سے چلے گئے۔ وہاں بیٹھے ہوئے افراد میں سے ایک شخص جو کہ امامؑ کے شیعوں میں سے تھا، نے قنبر کو دیکھا تو اُس کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ اور اُس کو خوش آمدید کہا۔

اُس متکبر شخص کو یہ بات ناگوار گذری اور وہ غصہ میں آ گیا، کہا: میری موجودگی میں ایک غلام کے آنے پر اُس کا اتنا زیادہ احترام کس لیے کیا گیا؟

اُس شیعہ آدمی نے خاموش رہنے کی بجائے ناراضگی کے ساتھ جواب دیا: قنبر اتنا شریف النفس ہے کہ فرشتے اپنے پر اُس کے پاؤں کے نیچے بچھاتے ہیں۔ قنبر اُن کے پروں پر چلتے ہیں۔

اس جواب کی وجہ سے صاحب محفل بھڑک گیا۔ اور اِس بے جا اظہار دوستی کی وجہ دشمن اہلبیت سخت غصہ میں آ گیا۔ اپنی

جگہ سے اٹھا اور قنبر کو مارنا شروع کر دیا، گالیاں بکنی شروع کر دیں، دھمکیاں دیں اور کہا خبردار باہر جا کر اس پٹائی اور دشنام کا ذکر باہر کہیں کیا تو۔

وہ جو شیعہ وہاں بیٹھا تھا تھوڑی دیر میں اُسے ایک سانپ نے ڈس لیے۔ اُس اٹھا کر گھر لے جایا گیا۔ امیر المومنینؑ اُس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے، اور اُسے فرمایا:

اگر چاہتے ہو کہ خداوند تعالیٰ تمہیں عافیت دے۔ تو وعدہ کرو کہ آئندہ ہم سے محبت اور ہمارے دوستوں سے محبت کا بے جا اظہار نہیں کرو گے۔ خصوصاً دشمنوں کے سامنے جہاں ہمارے چاہنے والوں کیلئے باعث زحمت اور تکلیف ہو۔

(سفینۃ البحار، ص ۵۹۲)

۲۔ میثم تختہ دار پر

ابن زیاد جب کوفہ کا گورنر بن کر آیا تو اُس نے معرف کو بلوایا اور پوچھا کہ میثم تمار کہاں ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ حج کیلئے گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا اگر تم نے اُسے جلد گرفتار نہ کیا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

معرف میثم کو پکڑنے کیلئے قادسیہ چلا گیا اور وہاں رک کر میثم کا انتظار کرنے لگا۔ جیسے ہی میثم پہنچا تو اُس نے اُسے گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے آیا۔ ابن زیاد کے حواریوں نے بتایا کہ یہ علی ابن ابی طالب کے قریبی افراد میں سے ہے۔

ابن زیاد نے کہا: لعنت ہو تم سب پر اس عجمی کو علیؑ اتنی زیادہ اہمیت دیتے ہیں؟

کہا: جی ہاں!

ابن زیاد نے میثم تمار سے پوچھا: تمہارا پروردگار کہاں ہے؟

میثم نے جواب دیا: ستم کاروں کی دھاک میں، اور تم اُن میں سے ایک ہو۔

ابن زیاد نے کہا: تمہاری اتنی جرأت کہ تم ایسی بات کرو۔ ابھی ابوتراب سے بیزاری کا اعلان کرو!

کہا: میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔ ابن زیاد بولا: علی ابن ابی طالب سے بیزاری کا اعلان کرو۔

میثم نے کہا: میرے مولا نے مجھے خبر دی ہے کہ تو مجھے نو دوسرے افراد کے ہمراہ عمرو بن الحریث کے گھر کے دروازہ پر پھانسی دو گے اور ہمارے قتل سے اپنے ہاتھ رنگین کرو گے۔

ابن زیاد نے کہا: میں تمہارے مولا کی بات کے خلاف عمل کروں گا۔ تا کہ اُس کی بات جھوٹی ثابت ہو جائے۔

کہا: میرے مولا کی بات جھوٹی نہیں ہے۔ اُنہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ پیامبر خداؐ سے اور آپؐ نے جبرائیلؑ سے اور اُس نے خداوند تعالیٰ سے سنا ہے۔ ان کی بات کے خلاف کس طرح کر سکتے ہو؟ میں تو یہاں تک جانتا ہوں کہ کس طریقہ سے مجھے قتل کرو گے اور کس جگہ پر مجھے لٹکاؤ گے۔ اسلام میں پہلا وہ شخص جس کا منہ بند کیا جائے گا وہ میں ہی ہوں گا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ میثم کو عمرو بن الحریث کے گھر کے دروازے پر پھانسی دی جائے۔

جب میثم تمار کو پھانسی کے لیے لایا جارہا تھا۔ وہ فضائل اہلبیتؑ کا ذکر کررہا تھا، ساتھ ساتھ بنی اُمیہ پر لعنت کررہا تھا۔ اسی دوران میثم تمار نے آئندہ بنی امیہ کے ساتھ پیش آنے والے حالات کو بھی بیان کیا۔

ابن زیاد نے یہ سن کر حکم دیا کہ اس کے منہ کو باندھ دیا جائے۔ (بعض راویوں نے نقل کیا ہے کہ میثم تمار کی زبان کاٹنے کا حکم دیا۔) پھر اُس کے منہ کو باندھ دیا گیا اور تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ تین دن تک وہ لٹکارہا۔ اور تیسرے دن ایک ملعون نے ابن زیاد کے حکم پر تلوار سے جسم پر گہرے زخم لگانا شروع کیے۔ جس سے میثم تمار کی شہادت واقع ہوئی۔

امام حسین علیہ السلام کے عراق میں داخل ہونے سے دس دن پہلے یہ واقعہ پیش آیا۔ (منتھی الامال ۱/ ۲۱۷)

۳۔ ابوالعینا کا مکاشفہ

ایک دفعہ عباسی خلیفہ منصور دوانیقی نے کہا کہ امام علیؑ کے محبین میں سے ابوالعینا کو اُس کے پاس لایا جائے۔ جب وہ آگیا تو پوچھا کہ خاندان پیامبرؐ کی شان میں کتنی احادیث تمہیں یاد ہیں؟

کہا: ایک لاکھ تک۔ ان کے علاوہ ایک بات کے بارے تمہیں بالکل علم نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان حمار کے زمانے میں میں روپوش تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ علیؑ اور عباس کے خاندان اور اُن کے چاہنے والوں کو زندہ نہ چھوڑے۔ میں قبرستان میں چھپا ہوا تھا۔ وہاں ایک تہہ خانے میں زندگی گذار رہا تھا۔

مجھے یقین ہوگیا تھا کہ کوئی میری اس جگہ سے باخبر نہیں ہے۔ اچانک ایک رات بہت سارے مشعل بردار آئے۔ اُن میں سے کچھ قبرستان کی طرف بڑھنے لگے۔ میں نے سوچا ضرور اُن کو میری اس خفیہ جگہ کے بارے خبر ہوگئی ہے۔

میں جلدی سے تہہ خانے میں چھپ گیا۔ وہ لوگ ایک مردے کو وہاں لائے، اُسے وہاں رکھا اور چلے گئے۔ اب میرے اور اُس مردے کے علاوہ نہ تھا۔ میں نے دیکھا اچانک دو افراد نمودار ہوئے، وہ دونوں مردے کے پاس گئے۔ ایک اُس کے سر کی طرف اور دوسرا پاؤں کی طرف بیٹھ گیا۔

ایک نے کہا: باز پرس شروع کریں۔ دوسرے نے شروع کرتے ہوئے جواب میں کہا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ! اس کی آنکھوں، قوت شامہ، کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں میں کوئی ایسا کام دیکھنے میں نہیں آرہا جو خالص خدا کی خاطر ہو۔

پہلے والے نے کہا: اس کے دل میں دیکھو۔ اُس نے کہا: خداکا خوف موجود نہیں ہے۔ پہلے والے نے کہا: دل کے درمیان میں دیکھو۔ اُس نے کہا: علی ابن ابی طالبؑ سے کچھ تھوڑی سی محبت کے آثار ہیں۔ وہ دونوں افراد خوش ہوگئے۔

منصور دوانیقی نے کہا: ابوالعینا جاؤ اس بات کو جہاں چاہو بیان کرو۔ (آداب نفس، ص ۲۴۵)

۴۔عبادت کی قبولیت

محمد بن مسلم کہتا ہے: امام صادق علیہ السلام سے میں نے عرض کی کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے، وہ عبادت کو اچھی طرح سے اور بہت خشوع کے ساتھ انجام دیتے ہیں لیکن ائمہ کی ولایت کا اقرار نہیں کرتے اور اُن کے حق کو نہیں مانتے، تو کیا ایسے لوگوں کی عبادات اور خشوع سے اُن کو کوئی فائدہ ہوگا؟

امامؑ نے فرمایا: اہلبیت پیامبرؐ کی مثال اُس گھرانے جیسی ہے جو بنی اسرائیل میں تھا۔ اُس گھر کے افراد میں سے کوئی بھی چالیس راتیں عبادت کرنے کے بعد جب دعا کرتا تو اُس کی دعا قبول ہوجاتی تھی۔

اُسی گھرانے سے ایک فرد ایسا تھا جس نے چالیس راتیں عبادت کی اور پھر دعا کی تو قبول نہ ہوئی۔

وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اپنی اس صورت حال سے شکایت کی۔ حضرت عیسیٰ نے وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر اُس شخص کے بارے خداوند سے درخواست کی تو جواب آیا:

"اے عیسیٰ یہ شخص اُس راستے سے آیا کہ جس راستے سے اسے نہیں آنا چاہیے تھا۔ وہ مجھے پکارتا رہا جبکہ اُس کے دل میں تمہاری نبوت کے بارے شک ہے۔ ایسی ہی حالت میں اگر یہ شخص اتنی دعا کرے کہ اُس کی گردن شل ہوجائے اور اُس کے ہاتھ کی انگلیاں تھکاوٹ سے ٹوٹ جائیں۔ تو میں اُس کی دعا کو قبول نہ کروں گا۔"

حضرت عیسیٰ نے اُس شخص کی طرف منہ کیا اور فرمایا: خدا کو پکارتے ہو جبکہ میری نبوت پر شک کرتے ہو؟

عرض کی: آپؑ جو کچھ فرمارہے ہیں، یہ حقیقت ہے۔ آپؑ خدا تعالیٰ یہ دعا کریں کہ یہ شک میرے دل سے دور کردے۔

حضرت عیسیٰ نے دعا کی۔ خداوند نے اُسے معاف فرمادیا۔

پس کچھ عرصہ بعد اُس نے دعا کرنا شروع کی تو اُس کی دعا مستجاب ہونا شروع ہوگئی۔

(اصول کافی ۲/۴۰۰)

۵۔تولی کی مثال

علی بن یقطین خلیفہ ہارون رشید کا وزیر تھا۔ علی بن یقطین نے امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: خداوند کے حضور میں میرا کیا مقام ہوگا؟ اس کام سے کبھی کبھی میں دل گرفتہ ہوجاتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ وزارت سے فرار اختیار کرلوں۔

ائمہ معصومین علیہم السلام جو زیادہ تر خلفا کے ظالمانہ حکومتی نظام میں کام کرنے سے افراد کو منع فرمایا کرتے تھے۔ علی بن یقطین سے فرمایا: خدا سے ڈرتے رہو۔ اپنے کام کو مت چھوڑو۔ اے علی! ستم کاروں کے نظام میں بھی خدا کے دوست ہوتے ہیں تاکہ خدا اُن کے ذریعے سے اپنی مخلوق سے ظلم کو دور کرے۔ تم ایسے ہی خدا کے دوستوں میں سے ایک ہو۔

ایک دفعہ پھر علی بن یقطین، امامؑ کی خدمت میں آتا ہے اور چاہتا ہے کہ حکومتی وزارت سے استعفیٰ دے دے۔

امامؑ فرماتے ہیں:

ایسامت کرو۔ ہم تمہارے ساتھ مانوس ہیں۔ تمہاری وجہ سے تمہارے دینی بھائی حکومت کے نزدیک محترم ہیں۔ امید ہے خدا تمہارے ذریعے سے کمیوں کو پورا فرمائے گا اور مومنین سے دشمنی میں کمی آئے گی۔

اے علی! جو کوئی کسی مومن کو خوش کرے۔ اُس نے پہلے خدا کو خوش کیا پھر رسولِ خداؐ کو اور ہمیں خوش کیا۔ تم یہ کام انجام دو۔ ہمارے چاہنے والے تمہارے پاس آئیں تو اُن کا احترام کرو۔ میں تین باتوں کی تمہارے لیے ضمانت کرتا ہوں۔

اول: لوہے کی حرارت کو نہ چکھو گے۔

دوم: کبھی فقر سے دوچار نہ ہو گے۔

سوم: ظالم حکومت کی طرف سے کبھی جیل نہ جاؤ گے۔

(رجال کشی ۳۶۷و۳۶۸)

باب نمبر 30

تہمت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا

کوئی غلطی یا گناہ انجام دے اور پھر کسی بے گناہ کو اُس کا قصوروار قرار دے، اس نے بہتان اور آشکار گناہ کا وزن اپنے کندھوں پر اُٹھایا ہے۔ (نساء/۱۱۲)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اذا اتهم المؤمن اخاه انماث الايمان من قلبه كما ينماث الملح في الماء.

جب بھی کوئی مؤمن اپنے مؤمن پر تہمت لگائے تو اُس کا ایمان یوں ضائع ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں گل جاتا ہے۔ (الکافی ۲/۳۶۱)

ا۔ تہمت لگانے والا خود مارا گیا

احمد بن طولون نے مرتے وقت اپنے بیٹے ابوالجیش سے کہا: احمد یتیم کو میں نے راستے سے لیا تھا اور پرورش کی ہے۔ پھر اپنے بیٹے کو سفارش کی کہ اُس کی اچھی طرح سے حافظت کرے۔

بادشاہ کی ہوفات کے بعد امیر ابوالجیش نے احمد سے کہا: فلانے کمرے میں جاؤ اور وہاں سے قیمتی ہار میرے لیے لے آؤ۔ احمد جب کمرے کے اندر گیا تو دیکھا کہ امیر کی ایک کنیز ایک خادم کے ساتھ برے عمل میں مصروف تھے۔ احمد نے ہار اُٹھایا اور امیر کو لا کر دیا اور کنیز کا کوئی ذکر نہ کیا۔

امیر ایک نئی کنیز لایا تھا اور اُسے وہ پسند کرتا تھا۔ اس لیے پہلے والی کنیز سے لاپرواہی برت رہا تھا۔ پہلے والی کنیز نے سمجھا کہ احمد نے جا کر امیر سے چغلی کی ہے اس لیے امیر اس پر توجہ نہیں دے رہا۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے وہ کنیز مکر وفریب کرتے ہوئے روتی ہوئی امیر کے پاس آئی اور کہا: احمد میرے ساتھ برا فعل انجام دینا چاہتا تھا۔

امیر طیش میں آ گیا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ احمد کو قتل کروا دے۔ شراب کی محفل کے دوران امیر نے احمد کو بلوایا اور اُسے

ایک تھال دیا اور کہا کہ فلاں خادم کے پاس لے جاؤ، اُسے کہو کہ اس کو مشک سے بھر دے، پھر اسے واپس میرے پاس لے آؤ۔ امیر نے پہلے سے اُس خادم سے کہہ رکھا تھا کہ جب کوئی بھی تمہارے پاس یہ تھال لے کر آئے اُسے قتل کر دو اور اُس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھجوا دو۔

احمد تھال لے کر روانہ ہوا راستے میں مختلف خادموں نے اُس سے تھال لینے کی کوشش کی تاکہ اُس کا بوجھ کم ہو جائے۔ احمد نے تھال اُس خیانت کار خادم کو دے دیا۔ جب وہ خادم تھال لے کر وہاں پہنچا تو اُسے قتل کر دیا گیا اور اُس کا سر کاٹ کر امیر کے پاس بھجوا دیا گیا۔

امیر وہ سر دیکھ کر حیران ہوا۔ امیر نے احمد کو اپنے پاس بلوایا اور ماجرا پوچھا۔ اُس نے گذشتہ سارے واقعات امیر سے کہہ دیے۔ امیر کی حیرانی میں اضافہ ہو گیا۔ وہ کنیز اور خادم کی خیانت کا سارا ماجرا جاننا چاہتا تھا۔

امیر نے حکم دیا کہ کنیز کو حاضر کیا جائے۔ کنیز نے ساری بات کا اقرار کر لیا۔ امیر نے کنیز احمد کو بخش دی اور پھر بعد میں حکم دیا کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔

اور یوں احمد کا منزلت امیر کے نزدیک اور بھی زیادہ ہو گئی۔

(کشکول بحرانی ۲/۴۶۵)

۲۔ افک کی داستان

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی سفر پر یا کسی جنگ پر تشریف لے جاتے تو قرعہ اندازی کے ذریعے اپنی ازواج میں سے کسی کو ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ غزوہ بنی مصطلق میں حضرت عائشہ کا نام قرعہ اندازی میں نکلا۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں: جنگ کے بعد مدینہ کے نزدیک ایک مقام پر ہم اترے۔ چلنے سے پہلے لوگوں سے دور ایک جگہ پر ہم بیت الخلا کیلئے پردے میں گئے۔ جب میں واپس پلٹ رہی تھی تو مجھے پتہ چلا کہ میرا ہار گر گیا ہے۔ میں واپس گئی اور اُسے وہاں سے اُٹھایا۔ جب میں قافلے کی جگہ پر پہنچی تو سب جا چکے تھے، میں اکیلی رہ گئی۔ کئی گھنٹے بعد صفوان سلمیٰ جو قافلے کے پیچھے آ رہا تھا۔ اُس نے مجھے دیکھا۔ اُس نے اپنے اونٹ پر مجھے سوار کروایا۔ اور ہم سخت گرمی میں ظہر کے وقت قافلے سے جا ملے۔

لوگوں نے جب مجھے صفوان کے ہمراہ دیکھا تو مجھ پر تہمت لگانے لگے اور جھوٹ باندھنے لگے۔ خاص طور پر دو آدمی مسطح اور عبداللہ بن ابی سلول نے سب سے زیادہ باتیں بنائیں۔

اُنہوں نے کہا کہ عائشہ نے جوان اور خوبصورت صفوان کو محمدؐ پر ترجیح دی ہے۔ میں لوگوں کی اِن باتوں کی وجہ سے بیمار ہو گئی۔ میں نے پیامبر اکرمؐ سے اجازت چاہی کہ میں اپنے والد کے گھر چلی جاؤں۔ پیامبرؐ نے بھی قبول کر لیا۔ جب میں گھر پہنچی، میں نے ماجرا اپنی والدہ سے ذکر کیا۔ والدہ نے کہا: کیونکہ تم خوبصورت ہو اس لیے تم سے حسد کرنے والوں نے ایسی باتیں کی ہیں۔

میں مسلسل روتے ہوئے اپنے گھر واپس آ گئی اور رات سے صبح تک سو نہ سکی، اور مسلسل روتی رہی۔ پیامبرؐ نے علیؑ اور اسامہ سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے کہا: بریرہ جو کہ عائشہ کا خادم ہے وہ تفصیل سے ساری بات کو جانتا ہے۔ پیامبرؐ نے بریرہ سے واقعہ کے بارے دریافت فرمایا۔

بریرہ نے جواب میں عرض کی: خدا کی قسم اُن کی نسبت اگر کوئی خلاف بات نقل کی جا سکتی ہے۔ ایسی کوئی بات دیکھی نہیں گئی۔

پیامبر خدا مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہو گیا ہے؟ لوگ میرے خاندان کے خلاف اور ایک مسلمان شخص کے خلاف نازیبا باتیں کر رہے ہیں۔

اوس اور خزرج دو مشہور قبیلے اس تہمت کو دور کرنے کے معاملے میں، شدید لڑائی کے قریب تھے کہ پیامبر اکرمؐ نے اُن کو پُر امن رہنے کی دعوت دی۔

دوسرے دن پیامبرؐ پر وحی نازل ہوئی۔ اُس وقت حضورؐ کے چہرہ مبارک سے پسینے کے قطرے موتیوں کی مانند گر رہے تھے۔ حضور حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ تم پاکدامن ہو۔ پھر آپ مسجد میں تشریف لائے۔ سورہ نور کی ۱۱ سے ۱۷ تک کی آیات کی تلاوت فرمائی اور پھر اُن لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

اگر خدا کا لطف و کرم نہ ہوتا تو اس تہمت کی افواہ کی وجہ سے بہت بڑا عذاب تم لوگوں کی طرف بھیجتا۔

جس چیز کا علم نہیں رکھتے، ایک دوسرے کی زبانوں سے سن کر نقل کیوں کرتے ہو؟ اور اُسے سادہ بات سمجھتے ہو۔ جبکہ تم نے جب نہیں سنا تو تمہیں اس پر بات نہیں کرنا چاہیے۔ اور کہنا چاہیے کہ خدایا تو پاک ہے اور یہ ایک بڑی تہمت ہے۔

(کامل ابن اثیر ۲/ ۱۷۲)

۳۔ انڈے کی سفیدی

ایک عورت کو عمر ابن خطاب کے پاس لایا گیا، جس نے ایک انصاری مرد کا دامن پکڑ رکھا تھا اور وہ کہہ رہی تھی کہ اس انصاری جوان نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔

ماجرا کچھ یوں تھا کہ وہ عورت اُس انصاری جوان کی عاشق ہو گئی تھی۔ اور کسی صورت بھی اُسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے اُس نے انڈے کی سفیدی لے کر اپنے کپڑوں اور اپنے اوپر بھی ڈال لی۔

پھر عمر کے پاس آ گئی اور کہنے لگی کہ اس انصاری جوان نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ یہ میرے کپڑوں پر اور مجھ پر اس یہ چیز کے نشانات اس بات کے گواہ ہیں۔

عمر نے اُس جوان کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو امیر المومنینؑ نے روک دیا اور فرمایا: جلد بازی نہ کرو۔ شاید اس لڑکی نے کسی

فریب سے کام لیا ہو۔ امامؑ نے فرمایا: گرم پانی لایا جائے۔ جب پانی لایا گیا تو امامؑ نے فرمایا کہ اُس سفیدی کے نشان پر انڈیل دو۔ پانی اُس نشان پر انڈیلنے سے وہ سفیدی پک گئی۔ امامؑ نے فرمایا: پانی کو بھی چکھا جائے۔ جس پر واضح ہوگیا کہ یہ نشان انڈے کی سفیدی کا ہی ہے۔ اُس لڑکی نے بھی اعتراف کرلیا اور کہا کہ انصاری جوان اس تہمت سے پاک ہے۔ پس اس نتیجہ میں اُس عورت پر جھوٹ بولنے اور تہمت لگانے کی حد جاری کی گئی۔ (قضاوتہائے امیر المؤمنینؑ، ص ۸۸)

۴۔ ابو حنیفہ کی نماز

ابن خلکان روایت کرتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی حنفی مذہب تھا لیکن شافعی مذہب کی طرف رغبت رکھتا تھا۔

مرو میں دونوں مذہب کے فقہا کو جمع کیا اور کہا: دونوں میں سے ایک مذہب کے بارے تحقیق کریں اور کسی ایک مذہب کو اختیار کریں۔ علما نے کہا: سلطان کی سامنے دونوں مذہب کے طریقہ کار پر دو رکعت نماز پڑھیں گے، پہلے شافعی مذہب سے پھر حنفی مذہب سے، جس کا طریقہ کار سلطان کو پسند آجائے، اُس مذہب کو ترجیح دی جائے۔

پس قفال مروزی جو کہ مرو فقہا میں سے ایک تھے۔ وہ اُٹھے اور انہوں نے وضو کیا اور طہارت کی شرائط کے ساتھ رو بہ قبلہ ہو کر دو رکعت نماز مستحبات کی بجا آوری کے ساتھ پڑھی۔ اور کہا: یہ ہے شافعی نماز۔

پھر اُٹھے اور دو رکعت نماز حنفی طریقہ کار کے مطابق پڑھی۔ پہلے ایک کتے کی کھال سے بنا ہوا لباس پہنا۔ اُس کے ایک حصہ کو نجس کیا۔ پھر کھجور کی شراب کے ساتھ شکستہ وضو کیا۔

کیونکہ گرمیوں کے دن بہت سے مکھی مچھر وہاں جمع ہوگئے۔ پھر اُس نے رو بہ قبلہ ہو کر، نیت کیے بغیر، فارسی زبان میں تکبیر کہی۔ سورہ حمد پڑھی۔ بعد میں کوئی دوسری سورت پڑھنے کی بجائے فارسی زبان میں ایک جملہ کہا اور ریچھ کی طرح جو ذرا سامنے زمین کی طرف جھکا تا ہے۔ دو مرتبہ بغیر وقفے اور بغیر رکوع کے، سر کو زمین پر ٹیکا۔ پھر تشہد پڑھا اور ایک ریح خارج کرتے ہوئے کہا: یہ ہے ابو حنیفہ کی نماز۔

سلطان نے کہا: یہ جو نماز تو نے پڑھی ہے اگر تم نے اس کے ذریعے حنفی مذہب پر کوئی تہمت لگانے کی کوشش کی ہے تو میں تمہیں قتل کردوں گا۔ کیونکہ کسی بھی مذہب کا آدمی یہ نماز قبول نہیں کرے گا۔

وہاں اُن لوگوں کے درمیان حنفی مذہب کے کچھ لوگ بھی تھے۔ اُنہوں نے ایسی نماز کو ماننے سے انکار کردیا۔

قفال مروزی ابو حنیفہ کی کتابیں لے آیا۔ سلطان نے ایک پڑھے لکھے نصرانی کو شافعی اور حنفی مذہب کی کتابیں دیں اور حکم دیا کہ اُس کے سامنے اُن کو پڑھ کر سنائے۔ نصرانی نے جب دونوں مذاہب کی کتابیں پڑھ کر سنائیں تو معلوم ہوا کہ قفال نے تہمت نہ لگائی تھی۔ بلکہ ٹھیک نماز پڑھی تھی۔ اور یوں سلطان نے شافعی مذہب کو قبول کرلیا۔ (تتمۃ المنتہی، ص ۳۳۱۔ وفیات الاعیان، تالیف ابو العباس احمد اربلی مشہور بہ ابن خلکان)

۵۔ تہمت کو دور کرنے کا ثمر

حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ بن گئے تو ایک دن اپنے قصر میں بیٹھے تھے۔ ایک جوان کو پرانے لباس میں وہاں سے گذرتے ہوئے دیکھا۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کی:

اے یوسفؑ! کیا آپؑ اس جوان کو پہنچاتے ہیں؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا: نہیں۔ عرض کی: یہ وہی بچہ ہے جب زلیخا نے آپ کا پیچھا کیا تھا اور آپؑ کے دامن کو پیچھے سے پکڑا تھا، جو پھٹ گیا تھا۔ اور اُسی وقت عزیز مصر آن پہنچا تھا تو زلیخا نے کہا تھا: جو تمہارے اہل کے بارے میں خیانت کرے اُس کی سزا سوائے قید یا عذاب کے کچھ نہیں ہے۔

جبکہ آپؑ نے کہا تھا: اُس نے مجھے زبردستی اپنی طرف دعوت دینے کی کوشش کی ہے۔ اور میں اس تہمت سے بیزار ہوں۔ تو اُس وقت اس بچے نے جھولے میں بطور گواہ اُس عورت کے خاندان کے بارے میں بتایا اور آپؑ کیلئے گواہی دی تھی کہ اگر دامن پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ عورت جھوٹی ہے ورنہ وہ سچ بولنے والوں میں سے ہے۔

جب عزیز مصر نے دیکھا تھا کہ دامن پیچھے سے پھٹا ہوا ہے۔ تو یوسفؑ سے تہمت دور ہو گئی تھی۔ اور عزیز مصر نے کہا تھا یہ عورتوں کا فریب ہے۔ (سورہ یوسف ۲۵ سے ۲۸)

حقیقت میں اِسی جوان کی گواہی کی وجہ سے آپؑ کی پاکدامنی ثابت ہوئی اور آپؑ کے اوپر سے ناروا تہمت دور ہوئی تھی۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا: اُس کا مجھ پر حق ہے۔ اُسے میرے پاس لایا جائے۔ جب اُس جوان کو حاضر کیا گیا۔ آپؑ نے حکم دیا کہ اُسے نہلا دھلا کر لباس فاخرہ پہنایا جائے۔ ہر مہینے اُس کیلئے رقم مختص کی جائے۔ حضرت یوسفؑ نے اُس کا بہت زیادہ احترام کیا۔

جبرائیلؑ نے تبسم کیا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا: کیا میں نے اُس کے احسان کے بدلے کا حق ادا کرنے میں کوئی کمی کی ہے؟ جو آپ نے یہ تبسم کیا ہے۔ عرض کی نہیں۔ میرا تبسم اس لیے تھا کہ آپ نے خدا کی مخلوق میں سے اس جوان کی ایک دفعہ کی گواہی پر، جبکہ وہ اُس وقت بچہ تھا، اس قدر احسان مندی کا اظہار کیا ہے۔ تو خداوند کریم اپنے مومن بندہ کے حق میں کتنا احسان کرے گا جو ساری زندگی اُس ذات حق کے بارے میں گواہی دیتا رہتا ہے۔ (خزینۃ الجواہر، ص ۵۹۳)

باب نمبر 31

مال و دولت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ ۚ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ

(اے رسول) مواخذہ صرف اُن لوگوں کیلئے ہے جو تم سے اجازت (رخصت) مانگتے ہیں کہ جبکہ وہ دولتمند (صاحب حیثیت) ہیں۔ اور وہ راضی ہو گئے ہیں کہ گھر میں رہنے والوں کے ساتھ رہیں۔ (تا کہ جہاد میں شرکت نہ کریں۔) (توبہ/ ۹۳)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

قلیل من الاغنیاء من یواسی و یسعف۔

دولتمندوں میں سے کم ہیں جو مساوات (مواسات) کا خیال رکھتے ہیں اور دوسروں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ (غرر الحکم ۲/۲۶۰)

ا۔ قربانی سے بہتر ختم قرآن!

سعدی کہتا ہے کہ ایک دولت مند آدمی تھا اُس کا بیٹا بہت بیمار تھا، اُس کے کچھ دوستوں نے کہا کہ اس بیماری سے شفا کیلئے ختم قرآن کرواؤ۔ یا بھیڑ بکری، اونٹ وغیرہ کی قربانی کرواور اُن کا گوشت صدقہ دو، انشاء اللہ یہ لڑکا ٹھیک ہو جائے گا۔

وہ دولتمند آدمی پیسہ خرچ نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ بہت کنجوس تھا۔ کچھ سوچنے کے بعد، سر اوپر کیا اور کہتا ہے: ختم قرآن بہتر ہے۔ کیونکہ قرآن پاک تو گھر میں ہی ہے۔ اور قربانی کیلئے گلہ تک جانا پڑے گا، وہ یہاں سے بہت دور ہے، وہاں جانا بہت مشکل ہے۔

قریب بیٹھے ایک صاحب نے یہ سنا تو کہا: اس نے شفا کیلئے قرآن پاک کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت تو زبان کا کام ہے۔ اُس میں زحمت اور خرچہ نہیں ہے۔ لیکن قربانی کا تعلق رقم خرچ کرنے سے ہے۔ اُس میں اِس کی جان ہے اور جان کی قربانی اس آدمی کیلئے مشکل کام ہے۔

بہ دیناری چو خر در گل بمانند
در الحمدی بخوانی، صد بخوانند

کچھ لوگ ایک دینار خرچ کرنے کیلئے گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس جاتے ہیں اور اگر سورہ حمد پڑھنے کیلئے سو مرتبہ کہو تمہارے لیے پڑھیں گے۔ (گلستان سعدی، ص۲۳۶)

۲۔کل بادشاہ اور آج دولتمند

یعقوب بن لیث صفار (م ۲۶۵) بادشاہ بننے سے پہلے ایک غریب آدمی تھا۔ اپنی بادشاہت کے دوران اُس نے سیستان کے ایک دولتمند شخص کو سزا دی اور اُس کی ساری دولت کو ضبط کرلیا۔ وہ پائی پائی کا محتاج ہو گیا۔

ایک دن وہ دولتمند شخص، یعقوب کے پاس آیا۔ یعقوب نے پوچھا: آج تم کیسے ہو؟ اُس نے جواب دیا: جیسے تم کل تھے۔

یعقوب نے پوچھا: کل میں کیسا تھا؟ اُس نے جواب دیا: جیسا میں آج ہوں۔

یعقوب غصہ میں آ گیا۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا یہ ٹھیک کہتا ہے۔ سیستانی شخص کی تعریف کی اور حکم دیا کہ اِس کی ساری دولت اُسے واپس کر دی جائے۔ (لطائف طوائف، ص ۱۳۳)

۳۔پیامبرؐ کی دعا سے دولتمند ہو گیا

عبداللہ بن جعفر، امیر المؤمنین کا بھتیجا اور داماد بہت دولتمند تھا۔ اُس کی سخاوت کا شہرا زبان زد عام وخاص تھا۔

اُس کے دولتمند ہونے کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں وہ اپنی عمر کے بچوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہا تھا اور مٹی سے چیزیں بنا رہا تھا۔ پیامبر اکرم کا وہاں اُن کے پاس سے گذر ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا: عبداللہ! اِن سے کیا کرنا چاہتے ہو؟ کہا: میں چاہتا ہوں کہ ان کو فروخت کروں اور پھر اُس رقم سے کھجوریں خریدوں۔ پیامبرؐ نے فرمایا: خداوند تمہارے معاملات میں برکت دے۔ (بارك الله في صفقة يمينك)

عبداللہ کہتے ہیں: پیامبرؐ کی دعا کا یہ اثر تھا کہ جو کچھ بھی خریدتا تھا اس میں سے بہت زیادہ نفع حاصل ہوتا تھا۔

وہ ایسا دولتمند تھا، ایسی بخشش اور انفاق کرتا تھا کہ مدینہ کے لوگ جب ایک دوسرے سے قرض لیتے تو واپسی کیلئے اُس تاریخ کا وعدہ کرتے جس دن عبداللہ نے بخشش کرنا ہوتی تھی۔

(قاموس الرجال ۵/ ۳۰۹)

۴۔قارون کی دولت

قارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا یا اُن کی خالہ کا بیٹا تھا۔ لوگوں میں خوبصورتی اور علم کے لحاظ سے اُس کا کوئی ثانی

نہ تھا۔ اُس کی آواز بہت دلبرا تھی۔ تورات کو سب سے بہتر جانتا تھا۔

آہستہ آہستہ زمانے کے ساتھ وہ دنیا پرست ہوتا چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ اُسے علم کیمیا میں مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ وہ سلور کے ذریعے سونا بنایا کرتا تھا۔

روز بروز اُس کی دولت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اُس کے پاس سونے اور چاندی کے انبار لگ گئے تھے۔ اُس کی خوبصورتی، علم، اچھی آواز اور بے پناہ دولت وجہ بنی کہ وہ حضرت موسیٰ کے خلاف مقابلے میں آ گیا، اور لوگوں کو اُن کے خلاف اُبھارنے لگا۔

سونے چاندی کے انبار اتنے زیادہ تھے کہ گوداموں کے کلید برداروں کیلئے اُن کے تالوں کی چابیاں سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ اِس لیے اُس نے لوہے کی جگہ چمڑے کی چابیاں بنوائیں۔ تاکہ اُن کو نقل وحمل کرنے میں آسانی ہو۔

بنی اسرائیل کا ہر فرد یہ خواہش کرتا تھا کہ وہ قارون کی طرح دولتمند ہو۔ قارون بالکل بھی صدقہ اور زکواۃ نہ دیا کرتا تھا۔ تورات کی تبلیغ چھوڑ دی تھی۔ اپنی دولت سے لوگوں کو خرید کر اور دعوتیں کر کے اپنا طرفدار بناتا تھا۔

ایک دن اُس نے کچھ راکھ اور مٹی ملا کر چھت سے حضرت موسیٰ پر گرا دی۔ پس خداوند کے حکم سے قارون اور اُس کے سارے سونے چاندی کے ڈھیر زمین میں دھنس گئے اور گم ہو گئے۔ (تاریخ انبیاء ۲/ ۱۵۷)

۵۔ کنجوس دولتمند خلیفہ

خلیفہ یزید بن عبدالملک کے بعد اُس کا بھائی ہشام اُس کی جگہ اُموی خلیفہ بنا، اور بیس سال حکومت کی۔

وہ غصہ والا، بد اخلاق، بخیل اور لالچی مشہور تھا۔ اِس وجہ سے اُس کے حکومتی خزانہ میں جتنا مال و زر جمع تھا اتنا پہلے کسی بھی خلیفہ کے خزانہ میں نہ تھا۔

کہتے ہیں جب وہ حج کے سفر پر گیا تو مال، لباس اور ذاتی وسائل کے مصرف کے لیے تین سو اونٹوں پر سامان لاد کر لے گیا۔
(تتمہ المنتھی، ص ۸۳)

ہشام کے مرنے کے بعد گیارہ لوگ پس ماندگان میں سے تھے۔ ہر ایک کے حصے میں وراثت کے مال سے دس لاکھ مثقال سونا چاندی آیا۔ اتنی دولت کے جمع ہونے کی وجہ اُس کی کنجوسی اور انفاق نہ کرنا نقل کیا جاتا ہے۔ (رہنمائے سعادت ۳/ ۶۰۱)

اُس کا ایک باغ تھا۔ ایک دن اپنے دوستوں کے ہمراہ وہاں گیا۔ اُس کے ساتھیوں نے وہاں موجود پھل کھانے شروع کر دیے۔ اور اُنہوں نے کہا: خدا خلیفہ ہشام کو برکت عطا کرے۔ ہشام کہنے لگا: جس انداز سے تم لوگ کھا رہے ہو! خدا کس طرح برکت دے گا؟ (تاریخ مروج الذہب ۲/ ۲۳۲)

اس کی وراثت میں خیر و برکت نہ تھی۔ تاریخ مہدی نقل کرتی ہے کہ اُس کی اولاد میں سے ایک گداگری کیا کرتا تھا۔ اُس نے اپنی ساری وراثت (دس لاکھ مثقال سونا چاندی) عیاشی میں اُڑا دی تھی۔

باب نمبر32

جوان

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۝١٠

(وہ زمانہ یاد کرو) جب اصحاب کھف کے جوانوں نے غار میں پناہ لی اور کہا: پروردگارا ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر اور ہمارے لیے راہ نجات عطا فرما۔ (کھف/۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ یحب الشاب الذی یفنی شبابہ فی طاعة اللہ۔

خداوند اُس جوان سے محبت کرتا ہے جو اپنی زندگی کو خدا کی عبادت میں گذارتا ہے۔

(نہج الفصاحہ ۱۶۲)

ا۔ خدا کا خوف

منصور عمار کہتا ہے: ایک دفعہ میں حج پر جا رہا تھا۔ کوفہ شہر میں پہنچا۔ رات کوفہ کی گلیوں میں سے گذر رہا تھا۔ ایک گھر سے آواز سنی وہ شخص کہہ رہا تھا: خداوندا تیرے عذاب سے مجھے کون بچا سکتا ہے۔ اگر میرا ہاتھ تمہاری رحمت کی رسی سے چھوٹ جائے تو میں کس سے پناہ حاصل کروں گا۔

منصور کہتا ہے: میں نے سوچا اس کا امتحان لوں۔ میں نے دیوار کے سوراخ پر منہ رکھ کر یہ آیت تلاوت کی یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ۔ (تحریم/۶) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اُس جوان نے چیخ ماری اور پھر خاموش ہو گیا۔ میں نے گھر کے باہر نشان لگایا اور چلا گیا۔ اگلی صبح جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ گھر کے دروازے پر ایک جنازہ رکھا ہے۔ ایک بوڑھی عورت گھر کے اندر باہر آ جا رہی ہے۔

میں نے پوچھا: اے اماں یہ آدمی کون تھا؟ کہا: خدا سے ڈرنے والا ایک جوان جو کہ رسول خدا کی اولاد سے تھا۔ گذشتہ رات

خدا سے مناجات کر رہا تھا۔ گلی میں سے ایک آدمی گذرا اور اُس نے قرآن پاک سے ایک آیت پڑھی۔ اس نے آیت سنی تو گر گیا اور کچھ دیر تڑپتا رہا پھر خدا کی رحمت کی طرف چلا گیا۔

میں نے کہا: اولیا الہی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ (خزینۃ الجواہر، ص ۵۰۹)

۲۔ مصعب بن عمیر

لائق اور خوبصورت جوان جو پیامبرؐ کی مدینہ ہجرت سے پہلے آپؐ پر ایمان لایا، مصعب بن عمیر تھا۔ ایک دن عثمان بن طلحہ نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اُس نے مصعب کی والدہ سے چغلی لگائی۔ والدہ اور اُس کے رشتہ دار سب مصعب کے ایمان لانے پر ناراض تھے اور اُسے سزا دینے کیلئے گھر میں بند کر دیا تھا۔ لیکن وہ حضورؐ پر ایمان سے پیچھے نہ ہٹا اور ثابت قدم رہا۔

ایک دن قبیلہ خزرج سے دو لوگ مکہ آئے اور حضورؐ پر ایمان لائے۔ پھر آپؐ سے درخواست کی کہ دین خدا کی تبلیغ کیلئے مدینہ بھیجیں تاکہ لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیں اور اسلامی آئین کی عوام میں تشریح کریں۔

پیامبر خداؐ نے صحابہ کرام میں سے ایک جوان مصعب بن عمیر کا انتخاب فرمایا اور اپنی نمائندگی میں مدینہ بھیجا۔ مصعب ایک اور صحابی اسعد بن زرارہ کے ہمراہ مدینہ چلے گئے۔ وہاں اُنہوں نے مدینہ کے لوگوں کو دین اسلام کے حقائق اور قرآن پاک کے اہم مطالب سے روشناس کروایا۔

جب پیامبر اکرمؐ مدینہ تشریف لائے اور جب ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر پیش آیا، وہ حضورؐ کے ساتھ تھے۔ ہجرت کے تیسرے سال جب غزوہ احد پیش آیا تو وہاں بھی موجود تھے اور اسلامی لشکر کے علمدار تھے۔ اسی غزوہ میں جام شہادت نوش کیا۔

(اسد الغابہ ۴/۳۶۹)

۳۔ تین وصیتیں

شیخ نجیب الدین کہتا ہے: ایک رات بصرہ کے قبرستان میں تھا۔ آدھی رات کے وقت جب سب لوگ سو رہے تھے میں نے دیکھا چار لوگ ایک جنازے کو اٹھائے قبرستان میں داخل ہوئے۔ میں نے گمان کیا کہ شاید اُنہوں نے اُسے قتل کیا ہے۔

اُن کے قریب گیا اور کہا: سچ سچ بتاؤ کس نے اِسے قتل کیا ہے؟ اُنہوں نے بتایا: ہم مسلمان ہیں۔ ہم مسلمانوں کے بارے برا گمان نہ کرو۔ ہم مزدور لوگ ہیں اور وہ عورت اس مرنے والے کی ماں ہے۔ میں اُس عورت کے پاس گیا اور پوچھا کہ رات کے اس پہر اسے دفن کرنے کی کیا وجہ ہے؟

عورت نے بتایا: یہ جوان میرا بیٹا تھا۔ وہ بہت زیادہ شراب نوشی کیا کرتا تھا۔ کبھی کچھ برے کام بھی کیا کرتا تھا۔ لوگ اُس کی برائی کی مثال دیا کرتے ہیں۔ جب وہ حالت احتضار میں تھا تو مجھے وصیت کی: ماں! جب میں مر جاؤں تو پہلے ایک رسی میری گردن میں ڈال کر پورے گھر میں گھسیٹنا اور کہنا خدایا یہ وہ آدمی ہے جس کا کردار بہت برا تھا، موت کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا، اے خدایا میں

اِسے رسی باندھ کر تمہارے پاس لائی ہوں۔

پھر میرے جنازے کو رات کی تاریکی میں لے جا کر دفن کرنا تا کہ لوگوں کو معلوم نہ ہو اور وہ مجھے گالیاں نہ دیں اور لعنت نہ کریں۔

پھر اماں تم خود مجھے قبر میں اُتارنا ہو سکتا ہے کہ خداوند مہربان تمہارے سفید بالوں کا پاس کرتے ہوئے مجھ پر رحم کرے۔

جب یہ مر گیا میں نے ایک رسی اس کی گردن میں ڈالی اور چاہتی تھی کہ اس کے جنازے کو گھر میں کھینچوں، اچانک ایک آواز آئی کہ خداوند کے دوست کامیاب ہیں۔ یہ کام مت کرو۔ میں کچھ خوش ہوگئی۔

پھر میں نے اُس کی دوسری وصیت پر عمل کیا اور رات کے اس پہر جنازے کو قبرستان میں دفن کرنے کیلئے لائی ہوں۔ اور اب تیسری وصیت پر عمل کرنا چاہتی ہوں۔ اور خود اس کو قبر میں اُتارنا چاہتی ہوں۔

میں نے کہا: یہ کام میرے ذمے کردیں کیونکہ ایک ماں اپنے بیٹے کو قبر میں نہیں اتار سکتی۔ خداوند نے اُسے اس کام سے معاف رکھا ہے۔ ماں راضی ہوگئی۔ میں نے اُس جوان کو قبر میں اُتارا۔ میں نے دیکھا کہ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی ہے۔ میں بہت حیران ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ آواز آئی ہے کہ ہمارا دوست کو جلدی دفن کرو اور کام کو طول مت دو۔ پس میں نے قبر کو جلدی جلدی بند کردیا۔

(عنوان الکلام، ص ۱۶۹۔ مصابیح القلوب)

۴۔ کنیز کا عاشق

مدینہ میں ایک آدمی کے پاس، بہت خوبصورت کنیز تھی۔ اُس کا ایک ہمسائیہ جو بہت غریب شخص تھا، وہ اُس پر عاشق ہوگیا۔ اُس کے پاس کوئی ایسا راستہ نہ تھا کہ اُسے حاصل کر سکے۔ ایک دن امام صادق علیہ السلام کی خدمت پہنچا اور سارا ماجرا امامؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

امامؑ نے فرمایا: جب اُسے دیکھو تو کہو خدایا تیرے فضل و کرم سے اُسے چاہتا ہوں۔ اُس جوان نے ایسا ہی کیا۔ کچھ ہی مدت بعد کنیز کے مالک کو سفر درپیش ہوا۔ وہ اِس ہمسائے کے پاس آیا اور کہا: تو میرا ہمسائیہ ہے اور میں تم پر بہت اعتماد کرتا ہوں۔ مجھے ایک ضروری سفر پر جانا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اِس کنیز کو واپسی تک تمہارے پاس بطور امانت چھوڑے جاؤں۔

جوان نے کہا: میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ اس لیے یہ ٹھیک نہیں ہے کہ ایک گھر میں یہ کنیز اور میں اکیلے رہیں۔ اُس مرد نے کہا: اگر تم اس کی قیمت ادا کرنے کا وعدہ کرو تو یہ کنیز میں تمہیں دے دوں گا۔ لیکن جب سفر سے واپس آؤں گا تو تم وعدہ کرو کہ اسے مجھے واپس بیچ دو گے۔ تا کہ یہ تم پر حلال ہو جائے۔

اُس غریب جوان نے قبول کرلیا۔ مالک نے اس کنیز کی بھاری قیمت لگائی۔ جوان نے قیمت قبول کرلی۔ مالک نے کنیز

اُس جوان کے حوالے کر دی۔ اور خود سفر پر چلا گیا۔ وہ دونوں اچھی زندگی گذارنے لگے۔

ایک دفعہ خلیفہ وقت نے اپنا ایلچی مدینہ بھیجا اور تمام خوبصورت کنیزوں کو خریدنے کا حکم دیا۔ اِس لسٹ میں اُس خوبصورت کنیز کا نام بھی تھا۔ مدینہ کے حاکم نے اپنا ایک آدمی وہاں اُس کے پاس بھیجا اور خریداری کی بات کہی۔ جوان نے کہا: اس کا اصل مالک یہاں نہیں ہے۔ لیکن حاکم کی طرف سے اُس کی ایک نہ سنی گئی۔ اور اُس سے کہا گیا تمہیں یہ کنیز بیچنا ہی ہوگی۔

اُنہوں نے ایک بڑی رقم اُس کے حوالے کی اور کنیز کو ساتھ لے گئے۔ جب کنیز کو خریدنے والے ایلچی مدینہ سے چلے گئے تو کنیز کا پہلا مالک سفر سے واپس آ گیا۔ اُس نے آتے ہی جوان سے کنیز کے بارے دریافت کیا۔

اُس غریب جوان نے سارا قصہ بیان کر دیا اور ساری رقم اُٹھا کر اُس کے سامنے رکھ دی۔ مالک نے جتنی رقم میں فروخت کی تھی وہ اٹھالی اور باقی پیسہ اُس جوان کیلئے چھوڑ دیا۔ (بحار الانوار ۴۷/ ۳۵۹)

۵۔ حجاج اور چرواہا

ایک دن حجاج بن یوسف ثقفی اپنے چند ایک خاص لوگوں کے ساتھ سیر و سیاحت پر تھا۔ اُس نے دور سے کچھ بھیڑ بکریوں کو دیکھا، اُن کے ساتھ ایک لڑکا چرواہا بھی تھا۔ حجاج نے اپنے ہمراہیوں سے کہا آپ لوگ یہیں رہو۔ میں اکیلا وہاں اُس کے پاس جاتا ہوں اور اُس سے کچھ بات کرتا ہوں۔

وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں اُس کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ لڑکے نے سلام کا جواب دیا۔ حجاج نے پوچھا: حجاج ثقفی آپ لوگوں کا حاکم اور امیر ہے، وہ کیسا آدمی ہے؟

لڑکے نے کہا: اُس پر خدا کی لعنت ہو، میں نے اُس سے زیادہ ظالم شخص مسند حکومت پر بیٹھا ہوا نہیں دیکھا۔ اُس کی بے رحمی سب سے زیادہ ہے۔ اُمید اور دعا کرتا ہوں کہ زمین اُس کے وجود سے جلد پاک ہو جائے۔

حجاج نے کہا: مجھے جانتے ہو؟ کہا: نہیں۔ حجاج نے کہا: میں حجاج ثقفی ہوں۔ لڑکا ڈر گیا اور اُس کے چہرے کے رنگ پھیکے پڑ گئے۔ حجاج نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے اور تم کس کے بیٹے ہو؟

لڑکے نے جواب دیا: میرا نام وردان ہے میں آل ابی ثورم کا غلام ہوں۔ مجھے ہر تین مہینے میں ایک بار مرگی اور دیوانگی کا دورہ پڑتا ہے۔ آج وہی دن ہے۔

حجاج ہنسنے لگا اور اُسے انعام دیا اور معاف کر دیا۔ (لطائف طوائف، ص ۳۹۴)

باب نمبر 33

دیوانگی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ

یہ بات بتاؤ کہ تم اپنے رب کے لطف وکرم سے کاہن اور دیوانے نہیں ہو۔(طور/۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

:فقیل: انہ مجنون فقال بل ھو مصاب.

پیامبر خداؐ نے ایک پاگل کو دیکھا تو اُس کے بارے میں سوال کیا۔ بتایا گیا کہ وہ دیوانہ ہے۔ پیامبرؐ نے فرمایا: وہ بیمار اور ضرورت مند ہے۔(بحارالانوار ۱۳۲۱)

ا۔ پاگل کی سچی بات

سلطان محمود غزنوی نے غزنی میں ایک دارالشفاء تعمیر کروایا اور اُس کے اخراجات کیلئے دکان، چکی اور زمین وقف کردی۔ اُس کے افتتاح کے لیے سلطان وہاں گیا۔ تو ایک جگہ جہاں گھنے درخت اور پانی رواں تھا، دو رکعت نماز پڑھی۔ وہاں قریب ہی زنجیر میں جکڑا ہوا پاگل بندھا ہوا تھا۔ اونچی آواز میں بولا: او سلطان تم نے یہ کیا نماز پڑھی ہے؟

سلطان نے کہا: پاگلوں کیلئے اس دارالشفاء کی تعمیر پر شکرانہ کے نفل پڑھے ہیں۔ پاگل نے کہا: تمہارا عجیب کام ہے۔ عقل مندوں سے سونا لے کر پاگلوں پر خرچ کر رہے ہو۔ پاگل تو تم ہو اور زنجیر میں ہمیں باندھا ہوا ہے۔ تم ایسا فضول کام کیوں کر رہے ہو؟

سلطان نے پوچھا: تمہاری کوئی آرزو ہے؟ کہا: ہاں دنبہ کا کچھ گوشت لا دو۔ میں کھانا چاہتا ہوں۔

سلطان نے حکم دیا، اُس کیلئے کچھ دنبہ کا گوشت لایا گیا۔ اور اُسے دے دیا۔

پاگل کھا رہا تھا اور ساتھ میں سر بھی ہلا رہا تھا۔ سلطان نے کہا: اپنے سر کو کیوں ہلا رہے ہو؟

کہا: جب سے تم بادشاہ بنے ہو، دنبوں سے چربی بھی ختم ہوگئی ہے۔ سلطان نے کہا: سچی بات پاگل سے سننی چاہیے۔

(لطائف طوائف، ص ۲۱۷)

۲۔ پاگل کون؟

کچھ لوگ جمع تھے، پیامبرؐ وہاں سے گذرے تو دریافت فرمایا: یہاں کس لیے جمع ہو؟ عرض کی: یا رسول اللہؐ یہ آدمی پاگل ہوگیا ہے اور یہاں گرا پڑا ہے۔ اس کے گرد سب جمع ہیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

وہ پاگل یا مجنون نہیں ہے بلکہ بیمار اور پریشان ہے۔ کیا میں تم لوگوں کو بتاؤں کہ اصل میں پاگل کون ہے؟ کہا: فرمائیں۔

حضورؐ نے فرمایا: ''مجنون و پاگل وہ ہے جو چلنے میں خودنمائی اور تکبر کرے۔ اور مسلسل دائیں بائیں دیکھتا رہے۔ اور اپنے کندھوں کو ہلائے۔ خدا سے بہشت چاہے جبکہ گناہ انجام دے۔ کوئی اُس کی بُرائی سے نہ بچ سکے اور کوئی اُس سے خیر کی اُمید نہ رکھے۔'' (سفینۃ البحار ۱/۱۹۱)

۳۔ پاگل ہوگیا

بسر بن ارطاہ نے حضورؐ کے زمانے میں اسلام قبول کیا۔ لیکن بعد میں منحرف ہوگیا اور جنگ صفین میں امیر المؤمنینؑ کے مقابلے میں جنگ کے لیے آگیا۔ جنگ کے دوران جب گھوڑے سے زمین پر گرا تو اپنی شرم گاہ کو ظاہر کر دیا۔ امیر المؤمنینؑ نے منہ پھیر لیا اور وہ بھاگ نکلا۔

مالک اشتر اور محمد بن ابی بکر کی شہادت کے بعد معاویہ نے اُسے یمن کی طرف بھیجا کیونکہ وہ ظلم اور سفاکی میں انتہائی سخت دل تھا۔ معاویہ نے اُس سے کہا: راستے میں جو بھی علیؑ کا شیعہ ملے اور تمہیں معلوم ہوجائے کہ وہ میری حکومت کے خلاف ہے، تلوار سے اُس کی گردن اڑا دو۔

وہ شام سے چلا اور راستے میں جس بھی شہر یا گاؤں میں پہنچا وہاں لوٹ مار کرتا ہوا گذرا۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گیا۔ مدینہ پہنچ کر بھی اُس نے خوب لوٹ مار کی؛ وہاں پہنچ کر حکم دیا کہ صحابی پیامبرؐ ابو ایوب انصاری کے گھر کو نذر آتش کر دیا جائے۔ پھر مکہ پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے قتل و غارت کے خوف سے اُس کی بیعت کر لی۔

اُس ایسی دیدہ دلیری اتنی بڑھ گئی کہ امیر المؤمنینؑ نے اُس پر نفرین کی اور فرمایا: خدایا اُسے اُس وقت تک موت نہ دینا جب تک اُس سے عقل و ہوش واپس نہ لے لو، اُس کے دماغ کو بکھیر دو۔

کچھ ہی وقت گذرا تھا کہ بسر بن ارطاہ پاگل ہوگیا، دیوانگی میں مبتلا ہوگیا۔

بسر سے تلوار اور جنگی اسلحہ واپس لے لیا گیا اور وہ چیخ کر کہتا کہ مجھے میری تلوار دو میں لوگوں کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ مسلسل چیخ و پکار کرتا رہتا اور اِدھر اُدھر تلوار کے لیے بھاگتا رہتا۔ اُس کے قریبی لوگوں نے مجبور ہو کر ایک لکڑی کی تلوار بنا کر اُسے دی۔ اُس کے

سامنے تھیلوں میں ہوا بھر کر رکھتے تا کہ وہ اُن پر تلوار سے مار کر خوش ہو۔

جو کوئی بھی گھر میں داخل ہوتا وہ حملہ کر دیتا۔ اور آنے والا مہمان اُس سے بچتا پھرتا۔ بالآخر بسر بن ارطاہ اسی حالت میں مر گیا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۱۴۱/۱)

۴۔ حکومت کا جنون

۱۹۳ھ میں جب عباسی خلیفہ ہارون رشید شہر طوس میں دنیا سے چلا گیا۔ تو اُس کا ولی عہد محمد امین تخت خلافت پر بیٹھا۔ مامون اُس کا چھوٹا بھائی خلافت کے مسئلہ میں اُس کا مخالف ہو گیا اور بالآخر ۱۹۸ھ میں محمد امین کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

طاہر بن حسن نے امین کا کٹا ہوا سر مامون کیلئے خراسان سے بغداد بھیجا۔ جب امین کا سر مامون کے سامنے لے جایا گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اِس سر کو گھر کے صحن میں ایک لکڑی پر نصب کر دیں۔ پھر اپنے لشکر کو بلایا اور انہیں انعام واکرام سے نوازا۔ جس کسی کو بھی انعام وصول کرنے کیلئے بلایا جاتا مامون اُس سے کہتا کہ پہلے امین کے سر پر لعنت کرو۔ اِس کے بعد انعام دیتا۔ لوگ گروہوں کی صورت میں آتے رہے، امین کے سر پر لعنت کرتے اور پھر اپنا انعام وصول کرتے رہے۔

ایک آدمی طوس سے مامون کے پاس آیا اُس نے اپنا انعام وصول کیا۔ اُس سے کہا گیا کہ امین کے سر پر لعنت کرو۔ اُس نے کہا: امین پر لعنت ہو، اُس کے باپ اور اُس کی ماں پر لعنت ہو۔ مامون نے جب یہ سنا تو اُس کا پاگل پن کچھ کم ہوا اور اُس نے حکم دیا کہ بس کافی ہے۔ بھائی کا سر تختہ دار سے نیچے اُتارا پھر حکم دیا کہ اُس کو خوشبو لگا کر بغداد میں اُس کے جسد کے ہمراہ دفن کر دیا جائے۔ (تتمۃ المنتہی، ص ۱۸۶)

۵۔ ہادی عباسی کا پاگل پن

۱۶۹ھ میں مہدی عباسی کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا ہادی عباسی (ہارون رشید کا بھائی) خلیفہ بنا۔ وہ ۱۷۰ھ میں ۲۵ سال کی عمر میں جوانی کی موت مر گیا۔ اُس کی خلافت ایک سال اور تین ماہ سے زیادہ نہ ہو سکی۔

اُس کی جوانی میں موت کی وجہ بعض نے یوں لکھی ہے کہ قصر کے ایوان (عیسیٰ آباد) میں بیٹھا تھا اُس کا تیر کمان بھی اُس کے ساتھ تھا۔ اچانک پاگل پن کا دورہ اُس پر ہوا اور وہ کہنے لگا کہ وہ جو سامنے نوکر کھڑا ہے میں یہاں سے تیر ماروں گا اور تیر اُس کے سینے سے پار ہو کر دوسری طرف سے نکل جائے گا۔

سب نے کہا: خلیفہ تیر اندازی میں بہت اچھے اور ماہر ہیں۔ دوسرے تیر انداز اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی کبھی کر سکیں گے۔ لیکن خلیفہ کو اُس مسکین کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین نہیں کرنے چاہییں۔

ہادی عباسی نے وہیں سے جہاں بیٹھا تھا ایک تیر اُس نوکر کی طرف پھینکا اور اُسے قتل کر دیا۔ اُسے مارنے کے بعد پشیمانی کا

اظہار کرنے لگا۔ لیکن منتقم اور مالک حقیقی حق تعالیٰ نے اس کا انتقام لیا۔ ہادی کے پاؤں کے پیچھے ایک چھوٹی سی پھنسی نکل آئی اور اس میں خارش ہونے لگی۔ وہ جتنی بھی خارش کرتا اُسے تسکین نہ ملی۔ بہت علاج کے باوجود وہ پھنسی گل سڑ گئی اور گہرا زخم ہو گیا۔ ہادی عباسی دو دن کے اندر اندر جوانی کے عالم میں مر گیا۔ (روضۃ الصفا ۳/۳۲۶)

باب نمبر 34

جہاد

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۔

اے پیامبر! کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو۔ (توبہ/۷۳)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان الجهاد باب من ابواب الجنة فتحه الله لخاصة اوليايه.

بے شک جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جو خدا کے خاص اولیا کیلئے کھولا گیا ہے۔

(نہج البلاغہ، ص ۹۴)

۱۔ ایک جنگجو سپاہی

منصور بن ابی عامر نے روم سے جنگ کیلئے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ لشکر کو دیکھنے کیلئے منصور ایک اونچی جگہ پہنچا۔ اُس کے ساتھ لشکر کا سردار ابن مصحفی بھی موجود تھا۔

منصور نے پوچھا:

- کیا اس ہزار سپاہیوں میں کوئی بہادر اور جنگجو سپاہی بھی ہے؟

سردار خاموش رہا۔ منصور نے کہا: خاموش کیوں ہو؟ سردار نے کہا: نہیں ہے۔

منصور نے پوچھا: پانچ سو سپاہیوں میں کوئی ہے؟ جواب دیا: نہیں۔ یہ جواب سن کر منصور کا گلا خشک ہونے لگا، پھر اُس نے کہا: کیا پچاس سپاہیوں میں سے کوئی؟ سردار نے کہا: نہیں۔

منصور سخت پریشان ہوا اور اُس نے سردار سے کہا: یہاں سے چلے جاؤ۔

جنگ شروع ہوگئی۔ رومی لشکر سے ایک طاقت ور سپاہی میدان میں آیا اور مقابلے کیلئے للکارا۔ مسلمانوں کے لشکر سے ایک سپاہی میدان میں گیا اور جلد ہی مارا گیا۔ رومی سپاہیوں نے خوشی کا اظہار کیا۔

اُس طاقت ور سپاہی نے پھر مقابلے کیلئے للکارا تو اِدھر سے ایک اور سپاہی آگے بڑھا اور مارا گیا۔ تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا۔

مسلمانوں کے لشکر پر خوف طاری ہو گیا۔

منصور سے کہا گیا کہ اِس کا مقابلہ صرف ابن مشعبی ہی کر سکتا ہے۔ منصور نے اُسے بلایا اور کہا: کیا تم اِس رومی کے شر اور غرور کو میدان میں جا کر توڑ سکتے ہو؟ ابن مشعبی نے جواب دیا: خداوند کے بھروسے پر میں ایسا کر سکتا ہوں۔ منصور نے کہا: تو جاؤ۔

ابن مشعبی کچھ سپاہیوں کے پاس گیا جن کے بارے میں وہ جانتا تھا کہ وہ بہت طاقت ور ہیں۔ پہلے ایک کے پاس گیا جو ایک کمزور گھوڑے پر سوار تھا اور مشک میں پانی بھر کر لے جا رہا تھا۔ اُس سے کہا: کیا تم اِس رومی کے شر سے نجات دلا سکتے ہو؟ اُس نے جواب دیا: ہاں

بس وہ گیا اور مختصر لڑائی کے بعد رومی طاقت ور سپاہی کو قتل کر دیا اور اُس کا سر کاٹ کر لے آیا۔ ابن مشعبی نے وہ سر منصور کے سامنے رکھا۔ اور کہا: میں نے جو کہا تھا کہ اِس لشکر میں پچاس سپاہی بھی بہادر اور شجاع نہیں ہیں۔ میری مراد اس قسم کے سپاہی تھے۔

منصور نے ابن مشعبی کو دوبارہ لشکر کا سردار بنا دیا۔ اور مسلمان اُس جنگ میں کامیاب ہو گئے۔

(حکایتہائے پند آموز، ص ۹۱)

۲۔ ابن صرح

ایک دن پیامبر اکرمؐ نے جہاد کی طرف رغبت دلانے کیلئے صحابہ سے فرمایا: گذشتہ زمانے میں ایک آدمی ابن صرح ہوا کرتا تھا۔ وہ بہت بہادر آدمی تھا۔ اُس کے زمانے میں ایک بادشاہ تھا جو کہ بہت ظالم تھا۔ کسی خدا کو نہیں مانتا تھا۔ لوگ بھی اُس بادشاہ کی اطاعت کیا کرتے تھے۔

ابن صرح اُنہیں امر بالمعروف اور نیکی کی نصیحت کیا کرتا لیکن سب بے سود ہو جاتا۔ اُن لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ آخر اُس نے اسلحہ اٹھایا اور جنگی لباس پہنا اور شہر سے باہر جا کر رہنے لگا۔ شہر میں خریداری کے لیے آنے جانے والے قافلوں کو روکنے لگا۔ بادشاہ نے ایک لشکر بھیجا۔ کچھ وقت تک جنگ جاری رہی لیکن وہ مغلوب نہ ہوا۔ پھر کئی ماہ تک یہ جنگ جاری رہی لیکن وہ ہاتھ نہ آتا۔

سپاہیوں نے اُس کی بیوی کو دھوکے سے راضی کر لیا کہ وہ اُس کے پاس جائے اور رات کے وقت جب وہ سو جائے تو اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُن کو آواز دے تا کہ وہ آ کر اُس کو گرفتار کر لیں۔

پہلی رات جب اُس نے سونے کے دوران اُس کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیے تو وہ جاگ گیا اور فوراً ہی اُس نے رسی کو کاٹ ڈالا۔ ابن صرح نے اپنی بیوی سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگی میں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم کتنے بہادر ہو۔

دوسری رات پھر اُس نے زنجیر کے ساتھ اُسے باندھ دیا۔ اور وہ جاگ گیا اور زنجیر کو توڑ ڈالا۔ لیکن تیسری رات کہتے ہیں کہ بالوں کے ساتھ اُس کو باندھا (ابن صرح کے بال لمبے تھے۔ یا کسی جانور کے بالوں سے باندھا ہوگا۔) اور اُس کی بیوی نے سپاہیوں کو آواز دی۔ وہ آ گئے اور اُسے گرفتار کر لیا۔

اُسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔محل میں ایک ستون کے ساتھ اُسے باندھ دیا گیا۔ پھر اُس کے ہونٹ، کان، ناک اور انگلیاں کاٹ دی گئیں۔اور ساتھ ساتھ اُس کی گرفتاری کا جشن منایا جارہا تھا۔وہ سب شراب پی رہے تھے اور کبھی کبھی اُس کے اوپر بھی شراب انڈیلتے تھے۔

ابن صرح نے خداوند سے عرض کی کہ اگر یہ لوگ میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کردیں تو کیونکہ تمہارے راستے میں ہے اس لیے میرے لیے یہ سب برداشت کرنا آسان ہے۔لیکن میرے مالک! میں چاہتا ہوں کہ اپنی قدرت اِن پر ظاہر فرمادے۔

خدا تعالیٰ نے اُس کی دعا مستجاب فرمائی۔ایک فرشتہ ابن صرح کے پاس آیا اور اُسے سلامتی کی خوشخبری دی۔ پھر کہا: اب اپنے آپ کو حرکت دو تاکہ اِس محل میں زلزلہ آجائے، یہ تباہ ہوجائے اور سب مارے جائیں۔خدا کی قدرت سے محل تباہ ہوگیا اور سب ہلاک ہوگئے۔

جب نبی مکرمؐ نے صحابہ کیلئے یہ حکایت نقل فرمائی تو صحابہ نے کہا: ہم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جو ہزار مہینے ابن صرح کی طرح جہاد کرسکے۔

جبرائیلؑ نازل ہوئے اور سورہ قدر لے کر آئے۔جس میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو خوشخبری دے دو کہ شب قدر میں جاگنے اور عبادت کرنے کی فضیلت ہزار مہینے سے بہتر ہے۔صحابہ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔(عنوان الکلام، ص ۱۰۵)

۳۔جنگی دھوکہ

کسی بادشاہ نے ایک شہر کا محاصرہ کرلیا۔محاصرہ کی مدت طول پکڑنے لگی۔شہر کے حاکم نے سب وزیروں کو بلا کر مشورہ کیا اور کہا: کیا کریں، تسلیم ہوجائیں یا راتوں رات فرار ہوجائیں؟

وزیروں میں سے ایک نے کہا: میں یہ کہتا ہوں کہ حکومت کے خزانے میں جتنا بھی سونا ہے، اُس کے ساتھ تیر بنائے جائیں اور اُن کے اُوپر دو بیت شعر لکھ کر اُن کی طرف پھینکے جائیں۔

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ

اپنے لطف و کرم سے خالص سونے کے تیر دشمن کی طرف پھینکتے ہیں۔پس زخمی سونے کو استعمال کرتے ہیں اور اچھے ہوجاتے ہیں۔اور وہ جو اس سے مرجاتے ہیں، اُن کے کفن دفن کیلئے یہ تیر استعمال کیے جاتے ہیں۔

اُس کی تجویز کو قبول کرلیا گیا اور سونے کے تیر بنا کر دشمن کی طرف پھینکے گئے۔جس بادشاہ نے اُس شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا؛ جب اُس نے سونے کے تیر دیکھے اور اُن پر لکھے ہوئے شعر پڑھے تو حکم دیا کہ شہر کا محاصرہ ختم کرکے واپس ہوجائیں۔

وہ کہنے لگا: اِس جیسے شہر کو فتح نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اُن کے پاس اتنی دولت ہے کہ اُن کے تیر بھی سونے کے ہیں جو زخمیوں کیلئے دوا اور مقتولین کیلئے کفن کا سامان ہیں۔(ثمرات الاوراق ۲ / ۲۲۳)

۴۔فسادیوں کے ساتھ جہاد

پیامبر اکرمؐ نے امام علیؑ سے فرمایا: فتنہ وفساد کے خلاف جہاد کو خداوند تعالیٰ نے میرے بعد مومنوں پر واجب قرار دیا ہے۔ جس طرح مشرکین کے ساتھ جہاد کو میرے ہمراہ سب پر واجب قرار دیا ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ خداؐ سے عرض کی: جس فتنہ وفساد میں خداوند نے جہاد کو واجب قرار دیا ہے وہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اُس قوم کی طرف سے فتنہ وفساد برپا کیے جاتا ہے، جو قوم اللہ کی وحدانیت، خدا کی طرف سے میری رسالت پر گواہی دیں گے۔ لیکن میری سنت اور میرے راستے کے مخالف ہونگے۔ میرے بتائے ہوئے دین کو نقصان پہنچائیں گے۔

میں نے پوچھا: کس بنیاد پر اُن سے جنگ کروں۔ یا رسول اللہؐ، وہ جبکہ اللہ کی وحدانیت اور اللہ کی طرف سے آپؐ کی رسالت پر گواہی بھی دیں گے؟!

فرمایا: اس لیے کہ

اول: دین خدا میں بدعت ایجاد کریں گے۔

دوم: میرے راستے اور میرے احکامات سے روگردانی کریں گے۔

سوم: میری عترت اور میری اہلبیت کا خون حلال قرار دیں گے۔

یہی وجہ تھی کہ امیر المومنینؑ نے مسلمانوں کے تین گروہوں سے جنگ کی۔ ۱۔قاسطین، ۲۔ناکثین اور ۳۔مارقین۔ جس کا نتیجہ جنگ صفین، نہروان اور جمل کی صورت میں ظاہر ہوا۔ (وسائل الشیعہ ۱۱/۶۱)

۵۔عبادت سے بہتر جہاد

ابوہریرہ کہتا ہے: ہم پیامبرؐ کے زمانے میں حضورؐ کی رکاب میں جنگیں لڑا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسے چشمے کے پاس سے گذرے کہ اُس میں بہت میٹھا اور صاف پانی رواں تھا۔ صحابہ میں سے ایک نے کہا: کیا ہی اچھا ہو کہ میں لوگوں سے، معاشرے سے کنارہ کش ہو کر یہاں آجاؤں اور عبادت الٰہی میں مصروف رہوں۔ لیکن یہ کام جب تک رسولِ خداؐ سے اجازت نہ لے لوں انجام نہیں دوں گا۔

وہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچا اور اپنے ارادے کے بارے عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا: یہ کام انجام مت دو۔ کیونکہ راہ خدا میں جہاد گھر والوں کے ساتھ رہ کر ساٹھ سال عبادت کرنے سے بہتر ہے۔

کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ خدا تمہیں معاف کر دے اور جنت میں داخل کرے؟ خدا کے راستے میں جنگ کرو اور اگر میدان جنگ میں مارے گئے تو جنت میں داخل کیے جاؤ گے۔ (محجہ البیضاء ۴/۸)

باب نمبر35

جہنم

خداوندتعالیٰ فرماتا ہے:

فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا

اُن میں سے کچھ جو اُس پر ایمان لائے اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے اُن پر راستے بند کردیے اور اُن کیلئے جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے کافی ہیں۔ (نساء/۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

کل ھم منقطع الاھم اھل النار۔

(قیامت کے دن) ہرغم ختم ہوجانے والا ہے۔ مگر اہل جہنم کیلئے آگ کے شعلے کبھی ختم نہ ہونگے۔

(نہج الفصاحہ،ص ۳۶۰)

ا۔ جہنم کا لانا

سلمان اور ابوسعید کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی

جس دن جہنم کو لایا جائے گا، اُس دن انسان یاد کرے گا کہ کہاں ہے وہ یادآوری۔ (وجی یومئذ بجھنم یتذ کر الانسان وانی لہ الذ کریٰ۔ فجر/۲۳)

پیامبرؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ صحابہ یہ حالت دیکھ کر پریشان ہوگئے۔ بعض صحابہ امیرالمؤمنینؑ کی خدمت میں گئے اور عرض کی: یاعلیؑ یہ کیا واقعہ پیش آیا ہے کہ پیامبرؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا ہے؟

امیرالمؤمنینؑ پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے اور شانوں کے درمیان مہر نبوت کو بوسہ دیا پھر عرض کی: یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں۔ کیا واقعہ پیش آیا ہے کہ آپ اس قدر ناراحت ہیں؟

فرمایا: جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور یہ آیت لے کر آئے۔ میں نے کہا: جہنم کو کس طرح لائیں گے؟

کہا: جب حکم دیا جائے گا کہ جہنم کو لایا جائے۔ ستر ہزار زنجیر ہونگے، ہر زنجیر ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں جہنمی لوہے کا ایک گرز ہوگا جو وہ گناہگاروں کے سر پر ماریں گے (اور اُن کو جہنم کی آگ میں پھینک دیں گے۔)

(بحارالانوار ۳/ ۲۲۶)

۲۔ جہنم کا کوئی وجود نہیں!!

معاویہ کا باپ ابوسفیان آٹھ ہجری تک پیامبر خدا پر ایمان نہ لایا اور آٹھ ہجری کے سال فتح مکہ کے موقعہ پر مارے جانے کے خوف سے اسلام قبول کیا۔

پیامبرؐ نے ارشاد فرمایا: کیا وقت نہیں آ گیا کہ میری رسالت کا اقرار کرلو؟

کہنے لگا: اگر کوئی اور خدا ہوتا تو جنگ بدر اور جنگ احد میں ہماری مدد کرتا، لیکن آپؐ کی رسالت ابھی تک میرے لیے واضح نہیں ہوئی۔

جب حضورؐ کی خدمت سے اٹھا تو پیامبرؐ کے چچا جناب عباس جو کہ ابوسفیان کی امان کا واسطہ بنے تھے، اُن کی طرف منہ کر کے کہتا ہے: اِن لات وعزیٰ بتوں کا کیا کریں؟

عمر ابن خطاب نے کہا: اُس پر پیشاب کرو۔ ابوسفیان نے جواباً کہا: کس قدر بدنام زمانہ ہو تم۔ (بحارالانوار ۲۱/ ۱۲۸)

جب عثمان بن عفان کی خلافت کا زمانہ آیا اور اُس کی خلافت کو مان لیا گیا۔ تو ایک دن خصوصی محفل میں حاضرین کی طرف منہ کر کے پوچھا: کیا یہاں بنی اُمیہ کے علاوہ کوئی اور ہے؟

جواب دیا گیا: نہیں، یہ ہم لوگوں کی خاص محفل ہے۔

کہا: اے بنی اُمیہ کے جوانو! اب خلافت کو اپنے ہی ہاتھوں میں رکھو اور ایک دوسرے کی طرف بڑھاتے رہو۔ کسی اور کے ہاتھ میں نہ جانے دینا۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جنت اور جہنم کا کوئی وجود نہیں ہے۔

(بحارالانوار ۱۰/ ۱۱۸)

۳۔ عذاب جہنم کا خوف

صدر اسلام میں ایک شخص مالک بن ثعلبہ تھا۔ اُس کی معاشی واقتصادی حالت بہت اچھی تھی۔ وہ بہت مالدار آدمی تھا۔ جب اُس نے یہ آیت سنی:

اے صاحبان ایمان! (اہل کتاب کے) بہت سے علما اور راہب لوگوں کا مال باطل طور پر (اور بغیر کسی جواز کے) کھاتے ہیں اور (انہیں) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اور وہ جو سونا چاندی کا خزانہ جمع کر کے (اور چھپا کر) رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ سونے اور چاندی (کے سکے) جہنم کی آگ میں پگھلائے جائیں گے۔ پھر ان سے ان کے چہروں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔ (اور انہیں کہا جائے گا کہ) یہ وہی چیز ہے جسے تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ پس چکھو اس چیز کو جسے اپنے لیے تم نے ذخیرہ کیا تھا۔ (توبہ/ ۳۵۔۳۴)

غش کرگیا۔ جب ہوش میں آیا تو عرض کی: یارسول اللہ کیا یہ آیت اُس شخص کیلئے ہے جس نے سونا وچاندی کا مال ذخیرہ کر رکھا ہو؟

فرمایا: ہاں! (ایسا ہی ہے۔)

پس مالک نے اپنی ساری دولت راہ خدا میں صدقہ دے دی۔ اور لوگوں سے دور بیابان میں چلا گیا۔

اُس کی بیٹی کہتی: بابا جان آپ نے تو اپنی زندگی میں ہمیں یتیم کر دیا۔ سلمان نے اُس لڑکی کی بات سنی تو پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں پہنچائی۔ پیامبر خداؐ یہ سن کر گریہ کرنے لگے اور پھر سلمان سے فرمایا: مالک کو تلاش کرو اور میرے پاس لے کر آؤ۔

سلمان نے ایک پہاڑ سے اُسے ڈھونڈ نکالا اور پیامبرؐ کی خدمت میں لے کر آیا۔ پیامبرؐ نے حال و احوال دریافت فرمائے۔ تو اُس نے عرض کی: جہنم کے ڈر نے میرا رنگ بدل دیا ہے۔ آپؐ کے اور میرے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔

پیامبر خداؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اور جہنم ان سب کی وعدہ گاہ ہے۔" (حجر/۴۳)

مالک نے چیخ ماری اور اُس کی روح پرواز کر گئی اور لقائے الٰہی کیلئے چلی گئی۔ (منتخب التواریخ، ص ۸۲۶۔ بحارالانوار)

۴۔ بنی اُمیہ جہنمی

ہشام بن عبدالملک (بنی اُمیہ کا دسواں خلیفہ) اپنے کچھ ہمراہیوں کے ساتھ شکار کیلئے گیا۔ راستے میں اُس نے دور سے گرد غبار اُٹھتا ہوا دیکھا۔ اپنے غلام ربیع کے ساتھ اُس طرف کو گیا۔ دیکھا کہ ایک تجارتی کاروان شام سے کوفہ کی طرف جا رہا ہے۔ اُس کاروان کا سربراہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔

ہشام نے اُس کے حسب و نسب کے بارے میں سوال کیا۔ بوڑھے نے جواب نہ دیا۔ ہشام نے کہا: ضرور شرم کر رہے ہو، کہو۔ بوڑھے آدمی بولا: میں بنی الحکم کی اولاد سے ہوں۔ اور ہر خاندان میں اچھے برے افراد ہوتے ہیں۔ بوڑھے نے پوچھا تم کس طائفہ سے تعلق رکھتے ہو؟ خلیفہ نے کہا: خاندان قریش کے طائفہ بنی امیہ سے۔

بوڑھے نے کہا: تمہیں اپنے اس نسب پر شرم آنی چاہیے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بنی امیہ زمانہ جاہلیت میں سُود کھایا کرتے تھے۔ اور پیامبرؐ کے ساتھ دشمنی کیا کرتے تھے۔ اور تم سب بنی اُمیہ والے جہنمی ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ

۱۔ عفان ابنہ کی بیماری میں مبتلا تھا۔

۲۔ عتبہ، ہند جگر خوار کا باپ جنگ بدر میں مشرکین کا پرچم بردار تھا۔

۳۔ ابوسفیان، شراب خوری کیا کرتا تھا۔ اور اپنی جان بچانے کی خاطر ظاہر میں اسلام قبول کیا اور پھر نفاق کے راستے پر چلتا رہا۔

۴۔ معاویہ نے پیامبرؐ کے وصی کے ساتھ جنگ کی۔ زیاد بن امیہ کو اُس نے اپنے باپ کے ساتھ ملحق کیا۔

۵۔ ولید کے پاس جب کوفہ کی امارت تھی تو صبح مستی کے عالم میں وہ محراب مسجد میں کھڑا ہوا اور دو رکعت کی جگہ چار رکعت نماز پڑھادی۔

۶۔ تمہارے بزرگوں میں سے حکم بن ابی العاص و مغیرہ بن ابی العاص و اُس کا بیٹا مروان ہے۔ ان تین پر پیامبرؐ نے لعنت کی ہے۔

۷۔ تمہارے بڑوں میں سے عبدالملک بن مروان تھا جس نے حجاج جیسے فاسق کو لوگوں کے سروں پر مسلط کیا۔ جس نے ظلم کی انتہا کر دی۔

۸۔ تمہاری عورتوں میں سے ابوسفیان کی بیوی ہند تھی جس نے حمزہ کا جگر نکال کر اپنے دانتوں میں چبایا تھا۔

۹۔ تمہاری عورتوں میں سے ام جمیلہ ابوسفیان کی بہن اور ابولہب کی بیوی تھی۔ جس کی مذمت میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔

۱۰۔ قرآن پاک میں جس شجرۂ ملعونہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ بنی اُمیہ ہے۔

ہشام اُس بوڑھے کی اِن فصیح و بلیغ اور روان بیان سے دم بخود ہو گیا۔ اُسے کچھ سجائی نہ دیا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اُس نے حکم دیا کہ اُس بوڑھے کو گرفتار کر کے قتل کر دو۔

اُس وقت تک بوڑھے نے اپنا بھیس بدل لیا، کپڑے بھی تبدیل کر لیے۔ اور قافلہ مختلف راستوں سے ہوتا ہوا کوفہ پہنچ گیا۔

(منتخب التواریخ ص ۳۵۹، حبیب السیر)

۵۔ جہنم جانے کی وجہ؟

حسن بن علی وشا کہتا ہے: مرو میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا امامؑ نے فرمایا: اے حسن! علی بن حمزہ بطائنی (واقفیہ مذہب کا مؤسس جو امام ہفتم کے امام ہشتم کو قبول نہیں کرتا تھا۔) آج مر گیا ہے۔ اُس کو قبر میں رکھا گیا۔

پھر اُس کے پاس دو فرشتے آئے۔ اُس سے سوال کیا کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟ اُس نے کہا: خدا، پوچھا: پیامبر کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پوچھا: تمہارا امام کون ہے؟ کہا: حضرت علیؑ و۔۔۔ تا موسیٰ بن جعفرؑ۔ پوچھا: موسیٰ بن جعفرؑ کے بعد کون ہے؟ اُس نے جواب نہ دیا۔ اُنہوں نے اصرار کیا اور پوچھا: بتاؤ کہ اُن کے بعد کون امام ہیں؟ وہ خاموش رہا۔ انہوں نے کہا: کیا موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اس بات پر خاموش رہنا؟!

پس آگ کا گرز اُس پر مارا، جس سے وہ قیامت تک جلتا رہے گا۔ (منتھی الآمال ۲)

باب نمبر 36

حج

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔

اللہ کیلئے لوگوں پر ہے کہ وہ لوگ جو سفر اور اخراجات برداشت کر سکتے ہیں وہ گھر کا حج کریں۔

(آل عمران/۹۷)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

فرض علیکم حج بیته الحرام جعله سبحانه علامة لتواضعهم لعظمته و اذعانهم لعزته۔

خداوند نے اپنے گھر کا حج تم پر واجب کیا ہے۔ اس حج کو اپنی عظمت کے سامنے تمہارے تواضع کی علامت قرار دیا اور خدا کی عزت پر تصدیق قرار دیا ہے۔

(نہج البلاغہ ص ۴۰)

ا۔ بیت اللہ کو خراب کرنا

کہتے ہیں کہ تبع اُن پانچ افراد میں سے ایک ہے جنہوں نے دنیا پر قبضہ کیا ہے۔ جب وہ مکہ پہنچا تو کیونکہ مکہ والوں نے اُس کا احترام نہ کیا۔ اس وجہ سے اُس نے فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کو خراب کر دے۔

خداوند نے اُسے سر درد میں مبتلا کر دیا۔ اُس کے ناک سے گندا پانی بہنا شروع ہو گیا۔ اُس کی بدبو کی وجہ سے کوئی اُس کے قریب جانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا کہ اُس کا علاج نہ ممکن ہے۔

ایک عالم نے خلوت میں اُس سے پوچھا: جب تم مکہ شہر میں آئے تھے تو تم نے کیا ارادہ کیا تھا؟ تبع نے بتایا کہ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ خانہ کعبہ کو خراب کر دوں گا۔ اس شہر کے مردوں کو قتل کر دوں اور عورتوں کو قید کر لوں۔

عالم نے کہا: میرا خیال ہے کہ اگر تم اپنی رائے اور عقیدہ بدل لو تو تمہاری بیماری ٹھیک ہو جائے گی۔

تبع نے اپنا فیصلہ بدل لیا کہ وہ اب خانہ کعبہ کو خراب نہ کرے گا۔ اور شہریوں کو قتل نہ کرے گا۔ پس وہ جلد ہی ٹھیک

ہو گیا۔ تبع پہلا شخص ہے جس نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کو سات پردوں کے ساتھ ڈھانپا جائے۔ اس کے بعد پہلی مرتبہ خانہ کو پردوں کے ساتھ ڈھانپا گیا۔

(ثمرات الاوراق ۲/ ۵)

۲۔ حج کیے بغیر گواہی

ایک عربی نے قاضی کے سامنے کسی کے خلاف گواہی دی۔ اُس آدمی نے گواہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: جناب قاضی اس عرب کے پاس بہت سارا سونا ہے اور اس نے حج ادا نہیں کیا۔ اب آپ اس کی گواہی کو قبول کر رہے ہیں جبکہ اُس نے واجب کو ترک کیا ہے۔

اُس عرب نے کہا: یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں پچھلی کسی تاریخ میں حج ادا کر چکا ہوں۔ حج کے تمام اعمال انجام دیے ہیں۔

قاضی نے پوچھا اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو بتاؤ زمزم اور عرفات کہاں ہیں؟

عربی نے جواب دیا کہ ایک بہت ہی نیک بوڑھا آدمی ہے جو عرفات پر بیٹھا کرتا ہے۔

قاضی نے کہا: او جاہل! زمزم ایک کنواں ہے اُس میں سے پانی نکالتے ہیں۔ عرفات ایک صحرا ہے جس کے درو دیوار نہیں ہیں۔

عربی نے کہا: جن دنوں میں وہاں گیا تھا۔ اُس وقت تک کوئی کنواں نہ کھودا گیا تھا۔ اور عرفات ایک باغ تھا جس کے درو دیوار تھے۔ (لطائف طوائف، ص ۱۴۵)

۳۔ سچے حاجی

امام باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے ابو بصیر نابینا ہو چکے تھے۔ ایک حج کے سفر میں امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس سال بہت زیادہ حاجی حج کرنے آئے تھے۔

ابو بصیر نے امامؑ سے عرض کی کہ اس دفعہ کتنے زیادہ حاجی آئے ہیں، اُن کی فریاد اور لبیک کی صدائیں ہر سو سنائی دے رہی ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: کیا حقیقت کے آئینے سے دیکھنا چاہتے ہو؟ عرض کی: جی ہاں۔ امامؑ نے اپنے دست مبارک کو ابو بصیر کی آنکھوں پر پھیرا اور اُس کے لیے دعا فرمائی۔ اُس کی آنکھیں خدا کی قدرت سے ٹھیک ہو گئیں۔ پھر امامؑ نے فرمایا: اب دیکھو۔

ابو بصیر کہتے ہیں: میں جب حاجیوں کی طرف دیکھا تو بہت سوں کا باطن جانوروں کی مانند تھا۔ اور سچے حاجی و باایمان افراد اُن کے درمیان تاریکی میں آسمان کے تاروں کی مانند چمک رہے تھے۔ (ما اکثر الضجیج واعظم العجیج فقال ما اقل الحجیج و اکثر الضجیج۔ مناقب ابن شہر آشوب ۴/ ۱۸۴)

۴۔ آگ سے نجات

اسفار میں ذکر ہے کہ بحرین سے ایک سادہ لوح آدمی اپنے دوستوں کے ساتھ مکہ معظمہ مشرف ہوا۔ حج کے اعمال انجام دینے اور شہر سے باہر آنے کے بعد اُس کے دوستوں نے سادہ لوح آدمی سے کہا:

کیا تم نے جہنم سے آزادی کا پروانہ لے لیا ہے؟ اُس نے پوچھا تو کیا آپ لوگوں نے جہنم سے آزادی کا پروانہ حاصل کرلیا ہے؟ کہا: ہاں ہم سب نے لے لیا ہے۔

وہ سادہ لوح آدمی مکہ واپس آگیا اور خانہ کعبہ میں آکر کہنے لگا خدایا میرے دوستوں کو آپ نے جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا کیا ہے مجھے بھی عطا فرمادو۔

خداوند تعالیٰ نے شاید اُس کی زود باوری اور سادہ لوحی کو دیکھتے ہوئے ایک کاغذ آسمان سے نازل فرمایا جس پر لکھا تھا اے فلاں ابن فلاں تمہارا حج مقبول ہے اور تم جہنم کی آگ سے دور ہو۔ (خزینۃ الجواہر، ص ۵۷۳، یہ واقعہ انوار النعمانیہ میں بھی ذکر ہوا ہے۔)

۵۔ حجر الاسود

حجر الاسود وہ پتھر جو حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ ۳۱۷ھ میں ابوطاہر قرامطی نے بحرین سے خروج کیا اور خلیفہ عباسی کے لشکر کو شکست دے کر مکہ میں داخل ہوا اور وہ قتل و غارت کے بعد حجر الاسود کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ کئی سال بعد المہدی باللہ کے حکم سے حجر الاسود کو افریقہ سے واپس مکہ معظمہ لایا گیا۔

۳۳۷ھ میں حجر الاسود کو واپس لایا گیا۔ ابن قولویہ (مدفون قم) شیخ مفید کے استاد کہتے ہیں کہ صحیح روایات کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ حجر الاسود کو زمانے کا امام نصب کرسکتا ہے۔ ابن قولویہ حج کے ارادے سے سفر پر گئے۔ جب بغداد پہنچے تو بیمار ہوگئے۔ اُنہوں نے ابن ہشام نام کے ایک آدمی کو اپنا نائب بنا کر بھیجا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ جو کوئی حجر الاسود کو نصب کرے اُنہیں میرا یہ خط دینا اور اس کا جواب لے کر آنا۔

اس خط میں اُن کی صحت یابی اور عمر کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ ابن ہشام کہتا ہے کہ میں وہاں کے خادم کو کچھ رقم دی تاکہ وہ حجر الاسود کی تنصیب کے وقت مجھے قریب جانے کی اجازت دے دے۔ پھر جب حجر الاسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو جو کوئی بھی نصب کرنے کی کوشش کرتا اُس کا ہاتھ کانپتا اور پتھر گر جاتا۔ اچانک اُن کے درمیان سے ایک خوبصورت گندمی رنگت کا جوان آگے بڑھا اور اُن کے ہاتھ سے پتھر لے کر نصب کردیا۔ پھر لوگوں کے درمیان سے چلا گیا۔ میں اُس جوان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ میں پاگل ہوگیا ہوں۔ امامؑ رک گئے اور فرمایا: خط مجھے دے دو۔ خط پکڑنے کے بعد فرمایا: ابن قولویہ سے کہنا: اُس کی

بیماری جلد ٹھیک ہو جائے گی۔ اور آئندہ تیس سال زندہ رہے گا۔

ابن ہشام کہتا ہے جب یہ معجزہ میں دیکھا تو میرے اوپر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ میرے قدم رک گئے اور میں مزید حرکت نہ کر سکا۔ امام وہاں سے تشریف لے گئے۔

جیسا امام نے فرمایا تھا ابن قولویہ کی بیماری ختم ہوگئی اور وہ تیس سال زندہ رہا، ۳۶۷ھ میں دنیا سے چلا گیا۔

(منتھی الامال ۲/ ۲۹۳)

باب نمبر37

حدود

خداوند تعالٰی فرماتا ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا

چور مرد اور چور عورت کی حد یہ ہے کہ اُن کے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ دی جائیں۔(مائدہ/۳۸)

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

ایک زانی عورت (غیر شادی شدہ) اور زانی مرد کی حد یہ ہے کہ اُن میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں۔(نور/۲)

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حد یقام فی الارض ازکی فیها من مطر اربعین لیلة وایامها۔

جو حد زمین پر نافذ کی جائے اُس کا فائدہ زمین پر ہونے والی چالیس دن رات کی بارش سے زیادہ ہے۔(الکافی ۷/۱۷۴)

ا۔آری سے کاٹنا

عمر ابن خطاب کی خلافت کے زمانے میں دو عورتیں ایک بچے کے بارے میں اپنا مقدمہ خلیفہ کے پاس لے کر آئیں۔ایک کہتی یہ بچہ میرا ہے جبکہ دوسری کہتی یہ بچہ میرا ہے۔اُن دونوں کے پاس کوئی ثبوت یا دلیل بھی نہ تھی۔

عمر کو معلوم نہ ہو سکا کہ اِس کی حد یا حکم کیا ہے۔اس لیے امیر المؤمنینؑ سے مدد مانگی۔امامؑ نے اُن دونوں عورتوں کو بلایا اور اُن دونوں کو نصیحت کی۔آخرت اور عذاب الٰہی سے ڈرایا لیکن وہ دونوں اپنی بات پر باقی رہیں۔

امامؑ نے جب دیکھا کہ وہ دونوں اپنی ضد سے ہٹنے والی نہیں ہیں۔تو امامؑ نے حکم دیا کہ آری لائی جائے۔عورتوں نے کہا: آری کا کیا کرنا ہے؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس بچے کے دو حصے کر دوں۔ایک حصہ ایک کو اور دوسرا حصہ دوسری کو دوں۔

ایک عورت چپ ہو گئی اور دوسری بولی: خدایا! یہ کیا؟ اے ابو الحسنؑ اگر آپ سچ میں ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو میں اپنی

ضد کو چھوڑتی ہوں اور اپنا حق اس عورت کو دیتی ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: اللہ اکبر، پس یہ بچہ تیرا ہے۔ اُس عورت کا نہیں ہے۔ اگر یہ بچہ اُس کا ہوتا تو اُس کا کلیجہ منہ کو آجاتا اور مادری محبت اُس کو خاموش نہ رہنے دیتی۔

اُس عورت نے بھی اعتراف کر لیا کہ حق اُسی عورت کا ہے۔ اور یہ بچہ اُسی کا ہے۔ عمر کی پریشانی ختم ہوئی اور اُس نے امام کا شکریہ ادا کیا۔ (الارشاد، ص ۱۱۰)

۲۔ سنگسار یا کوڑے

امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک نابالغ جوان نے ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ برا فعل انجام دیا۔ عمر نے حکم دیا کہ عورت کو سنگسار کر دیا جائے۔

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: اس عورت کیلئے سنگسار کا حکم ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ اُسے کوڑے مارے جائیں۔ کیونکہ جس نے اس کے ساتھ برا فعل انجام دیا ہے وہ نابالغ تھا۔

(قضاوتهائے محیر العقول، ص ۴۴)

۳۔ شراب نوشی کی سزا

عمر ابن خطاب کی سالی قدامہ نے شراب پی۔ تو عمر نے اُسے سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ قدامہ نے یہ آیت پڑھی: جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال انجام دیے ہیں۔ اُنہوں نے جو کچھ کھایا ہے اُس میں کوئی خوف نہیں ہے۔ جب وہ تقوا اختیار کریں اور ایمان لائیں اور عمل صالح انجام دیں۔ (مائدہ/ ۹۳)

پھر کہا: مجھے پر خدائی حد جاری نہیں ہوتی۔ عمر نے یہ دلیل سننے کے بعد سزا نہ دی۔

امیر المؤمنینؑ نے جب یہ واقعہ سنا تو عمر کے پاس گئے اور فرمایا: اُس پر حد کیوں جاری نہیں کی؟ جواب دیا: اُس نے یہ آیت پڑھی۔ فرمایا: قدامہ یا کوئی اور بھی اگر اِس جیسا عمل انجام دے تو وہ اس آیت کے مصداق میں شامل نہیں ہے۔ کیونکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل انجام دیتے ہیں وہ خدا کے حرام کو حلال نہیں کرتے۔ اُسے توبہ کی دعوت دو۔ اور اگر وہ قبول نہ کرے تو اُس پر شراب نوشی کی حد جاری کرو۔

عمر نے قدامہ تک بات پہنچا دی۔ لیکن عمر کو یہ معلوم نہ تھا کہ کتنی حد جاری کرے اس لیے امیر المؤمنینؑ سے اس بارے میں سوال کیا۔

امامؑ نے فرمایا: اُسے اسی کوڑے لگاؤ۔ کیونکہ جب کوئی شراب پیتا ہے تو وہ مست ہو جاتا ہے، اور جب وہ مست ہو جاتا ہے، تو وہ ہذیان بکتا ہے۔ اور جب ایسی بیہودہ باتیں کرتا ہے تو سب وشتم کرتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔

پس عمر نے قدامہ کو اسی کوڑے لگوائے۔ (الارشاد، ص ۱۰۸)

۴۔ پاگل عورت

کسی نے پاگل عورت کے ساتھ زنا کیا۔ عمر نے حکم دیا کہ اُس پاگل عورت کو سزا دی جائے۔ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: تم اُس عورت پر کیوں حد جاری کرنا چاہتے ہو؟ کہا: کسی نے اِس عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور وہ خود فرار ہو گیا ہے۔ اِس بات کے ثبوت بھی مل گئے ہیں اس لیے میں نے حکم دیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اس عورت کو عمر کے پاس لے جاؤ اور اُس سے کہو کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ عورت پاگل ہے، یہ عقل نہیں رکھتی اور اپنے اوپر اختیار نہیں رکھتی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "پاگل جب تک عاقل نہ ہو جائے۔ اُس پر سے دینی ذمہ داری اُٹھالی گئی ہے۔" یہ عورت بھی اسی حکم میں شامل ہے۔

اُس عورت کو عمر ابن خطاب کے پاس لے گئے۔ عمر نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ اور کہا خداوند علیؑ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ قریب تھا کہ اس پاگل عورت پر حد جاری کر کے میں ہلاکت میں گھر جاتا۔ (قضاوتھائے محیر العقول، ص ۳۳)

۵۔ خلیفہ کا گناہ

ایک لڑکے کو چوری کے الزام میں گرفتار کر کے ہارون رشید کے پاس لے جایا گیا۔ چوری کے ثابت ہو جانے کے بعد ہارون رشید نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

ایک بوڑھی عورت جو کہ اُس لڑکے کی ماں تھی وہ خلیفہ کے پاس آئی اور کہنے لگی اے خلیفہ جس ہاتھ کو خدا نے بنایا ہے اُس کو تم کاٹنا چاہتے ہو؟

ہارون رشید نے جواب دیا کہ خدا کے حکم کے مطابق ایسا کر رہا ہوں۔ میں خدا سے ڈرتا ہوں کہ کہیں اُس کی شریعت کو جاری کرنے میں کوئی کوتاہی کروں۔ اس لیے جلدی سے اس لڑکے کے ہاتھ کاٹ دو۔

بوڑھی عورت نے کہا: اے خلیفہ! میری زندگی اُس کے ہاتھوں کی کمائی سے چلتی ہے اگر تم اُس کے ہاتھ کاٹ دو گے تو میری زندگی کی طاقت کو کاٹ دو گے۔ خلیفہ نے کہا اُس کے ہاتھ کو کاٹ دو کیونکہ اگر میں ایسا نہ کروں تو میں گناہ گاروں میں سے ہو جاؤں گا۔

بوڑھی عورت نے کہا: یہ کام بھی تمہارے گناہوں میں سے ایک ہوگا۔ اور تم دن رات اِس پر توبہ استغفار کرتے رہو گے۔

خلیفہ نے اُس لڑکے کو معاف کر دیا اور سزا کا حکم واپس لے لیا۔ (لطائف طوائف، ص ۱۳۵)

باب نمبر 38

حسن ظن

(کسی کے بارے میں اچھا سوچنا)

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

(فصلت/ ۲۳)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من ظن بك خيرا فصدق ظنه.

اگر کوئی تمہارے بارے میں اچھا گمان کرتا ہے تو اُس کے گمان کو سچا کر دکھاؤ۔

(نہج البلاغہ، ص ۱۱۹۵)

ا۔ دو قیدی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں دو آدمی گرفتار ہوئے اور انھیں جیل میں ڈال دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب دونوں کو رہا کیا گیا تو ایک صحتمند اور موٹا ہو چکا تھا اور ایک دبلا پتلا اور کمزور ہو چکا تھا۔

حضرت موسیٰ نے اُس موٹے آدمی سے پوچھا: کیا ماجرا ہے کہ جیل میں تم موٹے اور صحت مند ہو گئے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں خدا کے بارے میں اچھی سوچ رکھتا تھا اور اُس کے بارے میں حسن ظن کرتا تھا۔

دوسرے سے پوچھا کہ کس چیز نے تمہاری یہ حالت بنادی کہ تم کمزور اور دبلے ہو گئے؟ اس نے جواب دیا: خدا کے خوف کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی۔

حضرت موسیٰ نے دست دعا بلند کیا اور خدا تعالیٰ سے درخواست کی: خدایا! میں نے اِن دونوں کی بات سنی، مجھے آگاہ فرما دے کہ اِن میں سے کون بہتر ہے؟

خدا تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا: جو مجھ پر اچھا گمان اور حسن ظن رکھتا تھا وہ برتر ہے۔ (جامع الاخبار، ص ۹۹)

۲۔ اُلٹی دعا

ایک عجمی شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی: آپؐ کے پاس بہت سی دعائیں ہیں۔ میں اُن سب کو نہیں پڑھ سکتا۔ مجھے ایسی مختصر دعا یاد کروا دیں کہ جس کے ذریعے میں آپ کی ساری دعاؤں میں شامل ہو جاؤں۔

فرمایا: کہو "اللّٰھم انت ربی وانا عبدک" اے اللہ تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔

وہ عجمی چلا گیا اور کیونکہ اُلٹی دعا یاد کر لی تھی۔ اس لیے ہمیشہ یہ دعا پڑھتا کہ میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔

ایک دن حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی: آپؐ نے جو اُس بندے کو دعا یاد کرنے کو کہا ہے اُس نے اُلٹی دعا یاد کر لی ہے جس سے کفریہ الفاظ بنتے ہیں۔

پیامبرؐ نے اُس آدمی کو بلایا اور اُس کا حال دریافت کیا۔ عرض کی کہ بہت خوش ہوں اور اُس دعا کے ثواب پر اتنا اُمیدوار ہوں کہ کوئی حد نہیں۔ ہمیشہ کہتا ہوں کہ اللّٰھم انت عبدی وانا ربک، خدایا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔

پیامبرؐ نے فرمایا: اب آئندہ ایسا مت کہنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ وہ عجمی بہت غمگین ہو گیا۔ گذشتہ کا سوچ کر وہ اور بھی زیادہ غمگین ہو گیا۔ عرض کی کہ جتنا عرصہ میں یہ پڑھتا رہا ہوں میں اسے عین ایمان سمجھتا رہا ہوں۔ اب کیا کروں؟

جبرائیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہؐ خداوند فرما رہا ہے کہ اگر میرے بندے کی زبان سے غلط بات نکل گئی ہے تو کوئی بات نہیں ہم اُس کے دل کی بات کو دیکھتے رہے ہیں۔ ہم نے اُس کی گذشتہ دعا کو اُس کی نیکی لکھا ہے اور اُسے اُس کی آرزو تک پہنچا دیں گے۔ (خزینۃ الجواہر، ص ۵۰۳۔ احسن القصص)

۳۔ خدا پر حسن ظن

پیامبرؐ نے فرمایا: جب حکم دیا جائے گا کہ اس آخری فرد کو جہنم کی طرف لے جایا جائے۔ اچانک وہ اپنے اردگرد نگاہ کرے گا۔ خداوند کی طرف سے حکم ہو گا کہ اُسے واپس لے آئیں۔ اُسے واپس لایا جائے گا۔ خطاب ہو گا کہ اپنے اردگرد کیوں دیکھ رہے تھے اور کس کے انتظار میں تھے؟ عرض کرے گا: پروردگارا! آپ کے دربار میں ایسا ہو گا کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

فرمان ہو گا: تم کیا سوچتے تھے؟ عرض کرے گا: میں خیال کرتا تھا کہ شاید آپ میرے گناہ معاف فرما دو گے اور مجھے جنت میں لے جانے کا حکم فرمائیں گے۔

خداوند فرمائے گا: اے میرے فرشتو! مجھے میری عزت وجلال وعظمت ومیری تمام نعمتوں کی قسم میرے بندے نے کبھی بھی میرے بارے میں اچھا گمان نہیں کیا۔ اگر ایک لحہ بھی میرے بارے میں حسن ظن کیا ہوتا تو کبھی بھی اُسے جہنم نہ بھیجتا۔ اگرچہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کے حسن ظن کے اظہار کو قبول کرتا ہوں۔ اُسے جنت میں لے جائے۔

پھر پیامبر خدا نے فرمایا: کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو خداوند تعالیٰ کی نسبت اچھا گمان کرے اور خدا اُس کے گمان سے بڑھ کر نتیجہ نہ دے۔ (تفسیر نمونہ ۲/ ۲۵۴)

۴۔ کم فہم مرید

امام زمانہ علیہ السلام کے تیسرے نائب خاص کے زمانے میں محمد بن علی شلمغانی ہوا کرتا تھا۔ شروع میں ایک معتدل درمیانہ اور نیک آدمی تھا۔ بعد میں امام زمانہ کی نیابت خاص کا دعویٰ کرنے لگا۔ امامؑ کی طرف سے اُس پر لعنت، برائت اور اُس کے ارتداد کے بارے توقیع جاری ہوئی۔

نائب سوم نے بنی بسطام کے ایک طائفہ جو کہ شلمغانی کا معتقد ہو چکا تھا، اُسے خط لکھا۔ اور اُس میں شلمغانی کے باطل دعوے اور اُس کے بارے جاری ہونے والی امامؑ کی طرف سے مذمت اور لاتعلقی والی توقیع کا ذکر کیا۔

لکھا گیا ہے کہ جب امامؑ کے نائب دوم شیخ ابوجعفر عمری کی بیٹی ام کلثوم ابوجعفر بن بسطام کی والدہ کو دیکھنے گئی تو ابوجعفر کی ماں نے اُس کا بے حد احترام کیا، اُس کے پاؤں پر گر گئی اور اُس کے پاؤں پر بوسہ دیا۔

ام کلثوم نے کہا: یہ کیا کام آپ کر رہی ہیں؟ ابوجعفر کی والدہ رونے لگی اور بولی: میں ایسا کیوں نہ کروں جبکہ آپ میری آقا زادی، دختر رسول سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہو۔

ام کلثوم نے کہا: یہ بات آپ کیسے اور کیوں کہہ رہی ہیں؟ کہا: شلمغانی نے ایک راز مجھے بتایا ہے اور اُس نے حکم دیا ہے کہ کسی سے یہ بات نہ کہوں۔ ام کلثوم نے اصرار کیا تا کہ اس راز سے پردہ اٹھائے۔ ابوجعفر کی والدہ نے اُس سے وعدہ لیا کہ وہ کسی سے ذکر نہ کرے گی۔ پھر بتایا کہ شلمغانی نے مجھے بتایا ہے کہ پیامبر اکرمؐ کی روح تمہارے باپ ابوجعفر محمد بن عثمان امام زمانہؑ کے دوسرے خاص نائب کے جسم میں حلول کر گئی ہے۔ اور امیر المومنینؑ کی روح تیسرے خاص نائب شیخ ابوالقاسم کے بدن میں حلول کر گئی ہے۔ اس کے علاوہ جناب بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی روح مبارک آپ یعنی ام کلثوم کے جسم میں منتقل ہو گئی ہے۔ اس لیے میں آپ کی تعظیم اور احترام کر رہی ہوں۔

ام کلثوم نے کہا: آئندہ ایسی بات مت کرنا۔ یہ سب جھوٹ ہے۔

ام کلثوم نے سارا واقعہ امام زمانہؑ کے تیسرے نائب شیخ ابوالقاسم کو بیان کیا۔ اُنھوں نے کہا: شلمغانی یہ سب جھوٹی باتیں اپنے مریدوں کے درمیان پھیلاتا ہے تا کہ بعد میں یہ کہہ سکے کہ خداوند سبحان اُس کے اندر حلول کر گیا ہے اور وہ خدا کی ذات کے ساتھ ایک ہو گیا ہے۔ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا ہے۔ (تتمۃ المنتھیٰ، ص ۲۹۵)

۵۔ جب پیامبرؐ نے آٹھ ہجری کو مکہ فتح کیا تو سعد بن عبادہ نے نعرہ لگایا: آج مکہ والوں کے قتل اور گرفتاری کا دن ہے۔ آج خداوند قریش کو ذلیل و خوار کر دے گا۔

پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں ابوسفیان آیا اور کہا:

کیا آپؐ نے اپنی ہی قوم کے قتل کا حکم دیا ہے؟ سعد بن عبادہ ایسی باتیں کر رہا ہے۔

پیامبر اکرم لوگوں کے درمیان آئے اور فرمایا: آج کا دن لطف و کرم اور رحمت کا دن ہے۔ پرچم کو علی ابن ابی طالبؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: بلند آواز سے نعرہ لگاؤ کہ آج رحمت کا دن ہے۔

پیامبر خداؐ کی طرف سے کچھ افراد کی ذمہ داری لگی کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے، اسلحہ پھینک دے، اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے تو اُس کے امان کو یقینی بنائیں۔

پیامبر خداؐ جب مکہ میں داخل ہوئے تو مسجد الحرام کے دروازے پر پہنچ کر اپنے دونوں ہاتھ دروازے پر رکھ کر توحید، خدا کی مدد اور اپنی کامیابی کے بارے میں چند جملے ادا کیے۔ پھر فرمایا: اے قریش والو! تم کیا سوچتے ہو کہ آج آپ کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟

کہا گیا کہ ہمارے خیال میں آپؐ سوائے نیکی اور بھلائی کے ہمارے ساتھ کوئی سلوک نہ کریں گے۔ آپؐ کریم خاندان سے اور بزرگوار شخص کے بیٹے ہیں۔

پیامبر خداؐ رونے لگے اور فرمایا: آپ کی مذمت نہیں کروں گا۔ خداوند آپ کو معاف کرے گا۔ جاؤ تم سب آزاد کیے گئے ہو۔ (شجرہ طوبیٰ، ص ۱۱۲، چند تاریخ ۲/ ۹۴)

باب نمبر 39

حماقت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝ (فرقان/ ۶۳)

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

ایاك و مصاحبة الاحمق فانه یرید ان ینفعك فیضرك

احمق لوگوں کے میل جول سے پرہیز کریں۔ کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے لیکن نقصان پہنچا دیتا ہے۔(الکافی ۲/ ۶۷۳)

ا۔آستین میں خنجر

محمد بن زید رازی کہتا ہے کہ جن دنوں امام رضا علیہ السلام کی مامون سے ولی عہدی کا سلسلہ چل رہا تھا۔

خوارج میں سے ایک آدمی آیا اُس نے اپنی آستین میں زہر آلود خنجر چھپا رکھا تھا۔ وہ اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں اُس شخص کے پاس جا رہا ہوں جو اپنے آپ کو رسول اللہ کا فرزند کہتا ہے۔ اس طاغوت (مامون عباسی) کے ساتھ تعاون کرنے پر میں اُس سے سوال کروں گا۔ اگر تو اُس کے پاس کوئی دلیل ہوئی تو خیر ہے۔ ورنہ اُس کے وجود سے عوام کی جان چھڑوا دوں گا۔

امامؑ کے سامنے آیا اور سوال کی اجازت چاہی۔ امامؑ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ایک شرط کے ساتھ تمہارے سوال کا جواب دوں گا کہ اگر تمہیں میرا جواب پسند آ گیا اور تم قانع ہو گئے تو تمہاری آستین میں جو زہر آلود خنجر ہے اُسے توڑ کر پھینک دو گے۔

وہ خارجی آدمی اس بات پر حیران رہ گیا۔ اُسی وقت خنجر نکالا اور توڑ کر پھینک دیا۔ پھر پوچھا کہ آپؑ اس طاغوتی حکومت کے ساتھ کیوں شامل ہوئے ہیں؟ جبکہ یہ آپؑ کی نظر میں کافر ہیں اور آپؑ رسول اللہ کے فرزند ہیں۔ کس بات نے آپ کو اس کام پر مجبور کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: تمہاری نظر میں یہ لوگ زیادہ کافر ہیں یا عزیز مصر اور مصر کے لوگ زیادہ کافر تھے؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں لیکن مصر کے فرمانروا یکتا پرست اور خدا شناس نہ تھے؟ حضرت

یوسفؑ جو کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے تھے۔ پیامبر اور پیامبر کے بیٹے تھے۔ عزیز مصر سے کہتے ہیں کہ مجھے مملکت کے خزانوں پر نگران بنادو کیونکہ میں اموال کی حفاظت اور اُن کے اخراجات میں امین اور طریقہ کار کو جانتا ہوں۔ (سورہ یوسف/ ۵۵)

وہ فرعونوں کے ساتھ نشست و برخاست کیا کرتے تھے۔ جبکہ میں صرف پیامبر کا فرزند ہوں اور خود پیامبر نہیں ہوں۔ مامون نے مجھے اس کام کیلئے مجبور اور زبردستی کی ہے۔ مجھ پر کیوں غصہ ہوتے ہو اور اس کام کو بُرا کیوں تصور کرتے ہو؟

امامؑ کی ان منطقی باتوں کو سننے کے بعد وہ مرد خارجی بولا: ٹھیک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ پیامبر خداؐ کے بیٹے ہیں، آپؑ صادق اور نیک اعمال انجام دینے والے ہیں۔ (بحارالانوار ۴۹/ ۵۵)

۲۔ ایک لحمہ

رشید بن زبیر مصری ایک عالم اور عقل مند ججوں میں سے ایک تھا۔ وہ چھٹی صدی ہجری میں مصر میں رہتا تھا۔ اس کا قد چھوٹا، رنگ کالا، ہونٹ موٹے اور ناک پھیلی ہوئی تھی۔ بہت ہی زیادہ بدشکل و صورت تھا۔

وہ ایک دن گھر سے نکلا تو بہت دیر سے واپس گھر آیا۔ اُس کے جاننے والوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو وہ وجہ بتانے سے کترا رہا تھا۔ بہت اصرار کیا گیا تو آخر کار بولا: آج جب میں فلاں جگہ سے گذر رہا تھا تو ایک خوبصورت عورت کو دیکھا۔ وہ بہت محبت اور پیار سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں خوشی میں سب بھول گیا۔

اُس نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ میں اُس کے پیچھے چل پڑا۔ گلیوں پر گلیاں پار کرتے ہوئے ایک گھر کے سامنے پہنچے۔ دروازہ کھولا اور اندر چلی گئی۔ مجھے بھی اشارہ کیا۔ میں بھی گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

اُس نے اپنے چاند جیسے خوبصورت چہرے سے نقاب ہٹایا اور پھر تالی بجائی۔ ایک بہت ہی خوبصورت بچی گھر کی اوپری منزل سے نیچے صحن میں آئی۔

اُس بچی کی طرف منہ کر کے بولی: اگر اب آئندہ بستر میں پیشاب کیا تو تمہیں اس قاضی کے حوالے کر دوں گی تا کہ تمہیں کھا جائے۔

پھر میری طرف منہ کیا اور کہا: امید ہے خداوند نے قاضی محترم کی صورت میں ہم پر جو اپنا احسان کیا ہے وہ باقی رکھے گا۔ آپ کا بہت شکریہ، اب آپ جا سکتے ہیں۔

مجھ سے جو حماقت سرزد ہوئی اُس کی شرمندگی کے ساتھ گھر سے باہر نکلا، دکھ اور پریشانی کی وجہ سے اپنے گھر کا راستہ بھول گیا۔ گلی کوچوں میں سرگرداں پھرتا رہا ہوں اس لیے دیر سے گھر پہنچا ہوں۔

(لغت نامہ دھخدا، ص ۱۳۲۳)

۳۔ خلیفہ کی حماقت

دروغ‌ذ ایک آدمی کو پکڑ کر خلیفہ ہارون رشید کے پاس لے آیا اور کہا: یہ آدمی زندیق اور کافر ہو گیا ہے۔

ہارون نے کہا: او دشمن خدا تو زندیق ہو گیا ہے؟ اُس نے کہا: نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں کس طرح زندیق یا کافر ہو سکتا ہوں جبکہ میں سب واجب نمازیں پڑھتا ہوں، نافلہ اور مستحب نمازیں بجالاتا ہوں۔

ہارون نے کہا: او دین سے منہ پھیرنے والے، میں تجھے اتنا ماروں گا کہ تم اپنے کفر کا اقرار کر لو گے۔ اُس آدمی نے کہا: اگر ایسا کرو گے تو تم اپنے چچازاد بھائی، پیامبر اسلامؐ کے خلاف کام کرو گے۔

ہارون نے پوچھا: وہ کیسے؟ کہا: وہ تلوار اٹھاتے تھے تاکہ لوگوں کو مسلمان ہونے کا اقرار کروائیں اور تم چھڑی اٹھا رہے ہو تاکہ مجھ سے کافری کا اقرار کرواؤ۔

ہارون اس بات سے حیران اور شرمندہ ہو گیا، اور اُسے رہا کر دیا۔ (جوامع الحکایات، ص ۱۴۳)

۴۔ یزید بن مروان

زمانے کے احمقوں میں سے ایک یزید بن مروان بھی تھا۔ اُس کی حماقتوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ منجملہ لکھا گیا کہ جب اُس کا اونٹ گم ہو گیا تھا تو اعلان کیا کرتا تھا کہ جو کوئی میرے اونٹ کے بارے میں مجھے خبر دے گا میں وہ اونٹ اُسے دے دوں گا۔

جب اُس سے کہا گیا کہ اگر تم اپنا اونٹ اُسے دے دینا چاہتے ہو جو تمہارے لیے تمہارے اونٹ کی خبر لائے گا تو کیوں اپنے آپ کو اونٹ کی تلاش کی زحمت دیتے ہو اور اپنے آپ کو دکھی اور پریشان کرتے ہو؟

جواب میں کہتا تھا کہ کسی چیز کو پانے کی خوشی ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

ایک دن دانوں کا ہار قلادہ جو عورتیں گردن میں پہنتی ہیں، وہ پہن کر آ گیا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیوں پہنا ہے تو کہتا ہے کہ اس لیے پہنا ہے تاکہ میں گم نہ ہو جاؤں۔

ایک رات جب وہ سو رہا تھا تو اُس کے بھائی نے وہ ہار اُس کی گردن سے اُتار کر اپنے گلے میں پہن لیا۔ جب نیند سے اُٹھا تو ہار بھائی کی گردن میں دیکھا تو کہتا ہے کہ بھائی اگر تم میں ہوں تو میں کون ہوں؟

(جوامع الحکایات، ص ۳۰۲)

۵۔ یہ ہیں استاد

جاحظ کہتا ہے کہ میں ایک استاد کے پاس سے گذرا۔ اُس کے ساتھ ایک چھوٹی چھڑی، ایک بڑی چھڑی، ایک گیند، ایک

ڈھول اور ایک باجا تھا۔

میں نے کہا: جناب استاد یہ کیا ہے؟ کہا: میں جب بھی کسی شاگرد سے کہتا ہوں کہ درس کو ٹھیک پڑھو اور وہ اپنے سے ہوا خارج کرتا ہے تو اس چھوٹی چھڑی سے اُس کو مارتا ہوں۔ جب کوئی بات نہیں مانتا تو اُس کو بڑی چھڑی سے مارتا ہوں۔ اگر کوئی بھاگ جاتا ہے تو یہ پتھر کا گیند اُس کے پیچھے مارتا ہوں تا کہ زخمی ہو جائے۔ پھر جب شاگرد میرے گرد جمع ہو جاتے ہیں تو اس ڈھول کو گردن میں لٹکا لیتا ہوں اور اس باجے کو بجاتا ہوں تا کہ محلے والے آ کر مجھے اِن شرارتی بچوں سے نجات دیں۔

(لطائف الاخبار، ص ۲۰۸)

باب نمبر 40

خلافت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يَدَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ

اے داود! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ (ص/۲۶)

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان الامامة خلافة الله و خلافة الرسول و مقام امیر المؤمنین و میراث الحسن والحسین.

امام، خدا اور رسول کا خلیفہ، امیر المؤمنین کا مقام اور حسن و حسین کا وارث ہے۔ (الکافی ۱/ ۱۹۸)

ا۔ امام کی بیعت

عثمان کے قتل کے بعد جب لوگ امیر المؤمنینؑ کی بیعت کرنا چاہتے تھے۔ امامؑ نے خلافت کی طرف سے اپنی عدم رضایت اور عدم رغبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

اے لوگو! مجھے چھوڑ دو اور خلافت کیلئے کسی کا انتخاب کرلو۔ کیونکہ میں صاف دیکھ رہا ہوں کہ اگر خلافت کو قبول کروں تو ایسی مختلف مشکلات کا سامنا ہوگا جس سے دل و دماغ کو تحمل کی ہمت نہ رہے گی۔ عقل پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ دنیا کو فتنہ کی تاریکی یوں گھیر لے گی کہ حقیقت پہچانی نہ جائے گی۔

لوگو! جان لو اگر میں تمہاری خواہش پوری کروں اور مسند خلافت سنبھال لوں۔ تم لوگوں کی گردن پر سوار ہو جاؤں گا۔ جو چاہوں گا وہ انجام دوں گا۔ کسی کی کوئی بات نہ سنوں گا۔ مجھے لوگوں کی باتوں کا کوئی خوف نہیں ہے۔

اگر مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور اس منصب کیلئے کسی اور کو ڈھونڈ لو تو میں تم سے زیادہ اُس کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں۔

لوگو! اگر میں آپ کیلئے وزیر بنوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں آپ کیلئے امیر بنوں۔

مالک اشتر نے عرض کی:

خدا کی قسم اگر آپؑ نے یہ ذمہ داری قبول نہ کی تو کوئی اور امور خلافت پر قابض ہو جائے گا۔ آپؑ چوتھی مرتبہ بھی اپنے حق سے محروم ہو جائیں گے۔

پھر کہا: اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپؑ کی بیعت کرتا ہوں۔

مالک نے کہا: آج مسلمانوں کے درمیان آپؑ جیسا فضل و کرم، علم و دانش، اسلام کا سابقہ کسی کا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کیونکہ عثمان کے قتل کی خبر تمام شہروں میں پھیل گئی ہے اور کسی دوسرے کی بیعت کی خبر نہیں پہنچی، اس وجہ سے خدشہ ہے کہ ہر سردار اور سربراہ مخالفت کا علم اٹھائے گا، عوام کو بھڑکائے گا، اور سرکشی کرے گا۔ جو شورش کا باعث بنے گا۔ لوگوں کے درمیان اختلافات وجود میں آئیں گے۔ مسلمانوں کے درمیان تفرقہ بڑھے گا۔ پس مسلمانوں کی خاطر خلافت کو قبول فرمالیں۔

امامؑ نے اپنی رضایت کا اعلان کر دیا۔ مالک کے ساتھ بہت سی عوام نے امامؑ کی بیعت کرنا شروع کر دی۔ (زندگانی علی بن ابیطالب، ص ۱۵۔ تالیف عمر ابو النصر)

۲۔ علیؑ وصی پیامبرؐ

ہارون رشید کے وزیر یحیی برمکی نے ہشام بن حکم سے پوچھا: کیا ممکن ہے کہ ایک دعوے میں مدعی اور مدعی علیہ دونوں حق پر ہوں؟ جواب ملا نہیں، یہ مشکل ہے۔ یحیی نے کہا: علیؑ اور عباس میراث پیامبرؐ کیلئے ابو بکر کے پاس گئے۔ آپ کی نظر میں حق علیؑ کے ساتھ تھا یا عباسؓ کے ساتھ؟

ہشام کہتا ہے: میں حیران اور پریشان ہو گیا، سوچ میں پڑ گیا کہ اگر کہوں عباس باطل پر تھے تو ہارون رشید سے ڈر لگتا ہے۔ کیونکہ عباس اُس کے اجداد میں سے تھے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے کہا: کوئی بھی باطل پر نہ تھا۔

یحیی نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے کہا: جیسا کہ قرآن میں ہے کہ دو فرشتے حضرت داودؑ کے پاس مدعی اور مدعی علیہ بن کر آئے۔ صرف اس بات کی طرف توجہ دلانے کیلئے کہ اُن کے بھائی اوریا کی بیوی کے بارے میں جو انہوں نے حکم دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ وہ صرف سمجھانے کیلئے آئے تھے، اپنا حق لینے نہیں آئے تھے۔

علیؑ اور عباس بھی ابو بکر کو متوجہ کرنے کیلئے آئے تھے کہ وارث پیامبرؐ چچا ہیں یا چچا کے بیٹے اور داماد ہیں۔ ابو بکر نے علیؑ کے حق میں فیصلہ کیا اور عباس سے کہا: میں نے پیامبرؐ سے سنا ہے کہ علیؑ وصی، وارث اور میرے قرض ادا کرنے والے ہیں۔

عباس نے کہا: اگر ایسا ہے تو خلافت بھی پیامبرؐ کی وراثت ہے۔ وہ علیؑ کو کیوں نہیں دی؟ اس پر ابو بکر نے کہا: آپ میرے پاس اپنا فیصلہ لینے آئے ہیں، لڑائی یا دعوے کیلئے نہیں آئے۔

یحیی برمکی نے قبول کر لیا اور ہارون رشید کو جواب پسند آیا۔ خلیفہ نے ہشام کو خلعت عطا کی۔ (بزم ایران، ص ۱۳۸)

۳۔ بڑا گناہ

حمران بن اعین کہتا ہے کہ ایک دفعہ امام صادق علیہ السلام اور منصور دوانقی کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں نے سوال کیا۔ امامؑ نے فرمایا: ایک دن میں اور منصور ایک بیابان میں جا رہے تھے۔ میں گدھے پر سوار تھا جبکہ وہ اپنے محافظوں کے ساتھ بڑی شان وشوکت کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھا۔ راستے میں مجھ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: آپ دیکھ رہے ہیں کہ خداوند نے ہمیں عزت عطا کی ہے۔ لہذا آپ کو چاہیے کہ آپ خوش ہوں اور لوگوں سے یہ مت کہیں کہ مقام خلافت کے سزاوار ہم اہلبیت پیامبرؐ ہیں۔

میں نے اُس سے کہا: جس کسی نے تم سے یہ بات کہی ہے اُس نے جھوٹ بولا ہے۔

منصور نے کہا: کیا آپ کو یاد ہے کہ ایک دن میں نے آپؑ سے پوچھا تھا کہ ہم بنی العباس سلطنت رکھتے ہیں؟

میں نے کہا: ہاں۔

امامؑ نے فرمایا: جب گھر واپس آ گئے۔ ہمارے دوستوں میں سے ایک نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار تھے اور منصور گھوڑے پر سوار تھا۔ اُس کے دوست اور ساتھی سب اس طرح اظہار کر رہے تھے کہ جیسے آپؑ اُس کے خادموں میں سے ایک ہیں۔ مجھے اس قدر افسوس ہوا کہ قریب تھا کہ میں اپنے دین میں شک کروں۔

میں نے اُس سے کہا: اگر میرے اردگرد فرشتے ہوتے تو کیا تم دیکھ سکتے تھے؟ یقیناً میری شان وشوکت کے مقابلے میں اُس کی ظاہری شان وشوکت تمہیں بہت چھوٹی نظر آتی۔

حمران کہتا ہے: میں نے عرض کی: کب تک یہ لوگ حکومت کرتے رہیں گے۔ اور کب آپؑ اِن بنی العباس کے ہاتھوں آرام وسکون پائیں گے؟

امامؑ نے فرمایا:

ہر چیز کا ایک وقت ہے۔ جب وہ پورا ہوگا اس وقت ہوگا۔ جو کہ یوں گذر جائے گا جیسے ایک لمحہ، آنکھ جھپکنے میں گذر جاتا ہے۔ تم اگر جان لیتے کہ یہ مقام خلافت کے غاصب، خداوند کے ہاں کیا ہیں۔ یقیناً تم اِن سے پہلے سے زیادہ دشمنی پر اُتر آتے۔

اگر زمین پر رہنے والے سب لوگ کوشش کریں کہ اِن کو غصب خلافت سے بڑے گناہ پر آمادہ کریں تو نہیں کر سکتے۔

کہیں شیطان تمہیں دھوکہ نہ دے۔ عزت، خدا اور رسول اور مومنین کیلئے ہے، مگر منافقین اس بارے نادان ہیں۔

(روضۃ الکافی)

۴۔ خلیفۃ اللہ کی ہیبت

امام حسن عسکری علیہ السلام جب زندان میں تھے۔ خلیفہ عباسی کے کچھ درباریوں نے زندان کے انچارج صالح بن وصیف سے کہا: حسن بن علی پر سختی کرو۔

صالح نے بد معاش اور غنڈہ قسم کے دو آدمی علی بن یارمش اور اقامش کو ڈھونڈا اور اُن کو تاکید کی کہ زندان میں حسن بن علیؑ کو خوب تنگ کریں۔

وہ دونوں زندان میں ڈال دیے گئے۔ کچھ عرصے بعد وہ دونوں نمازی اور روزہ دار بن گئے۔ عبادت اور بندگی میں مقامات حاصل کر لیے۔

صالح نے اُن دونوں کو بلایا اور پوچھا کہ آپ لوگ حسن بن علیؑ کو تنگ کیوں نہیں کر رہے، اُن کے ساتھ سختی سے پیش کیوں نہیں آتے؟ انہوں نے کہا: وہ تو دن میں روزہ رکھتے ہیں اور راتوں میں صبح تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ کسی سے کوئی بات نہیں کرتے۔ صرف عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

جب بھی وہ ہماری طرف دیکھتے ہیں۔ اُن کی ہیبت سے ہمارے جسموں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ہمیں اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا۔ جیسے ہم اپنے وجود کے مالک نہیں رہتے۔

درباریوں نے جب زندان کے انچارج سے یہ سنا تو ذلت و خواری کے ساتھ واپس چلے گئے۔ (منتہی الامال ۲/ ۳۹۳)

۵۔ ابو موسیٰ اشعری

ابو موسیٰ اشعری، عثمان کی جانب سے کوفہ کا حاکم بنایا گیا تھا۔ امیر المؤمنینؑ کی بیعت کے بعد جب کوفہ خبر پہنچی کہ علی ابن ابیطالبؑ کو عوام کی طرف سے خلیفہ چن لیا گیا ہے۔ لوگ اس انتظار میں تھے کہ کوفہ میں بھی ابو موسیٰ اشعری کی طرف سے علیؑ کیلئے بیعت لی جائے گی۔ لیکن ابو موسیٰ کی طرف سے بالکل خاموشی تھی۔

وہ علیؑ کے خلیفہ بننے پر خوفزدہ تھا۔ کوفہ کی مسجد میں لوگ اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ جب لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور اعتراض کی آوازا ٹھنے لگی کہ بیعت لینے میں کیوں ٹال مٹول سے کام لیا جا رہا ہے؟ ابو موسیٰ نے کہا: ابھی دیکھتے ہیں کہ کیا نئی خبر آتی ہے۔

ہاشم بن عتبۃ کھڑا ہوا اور بولا: ابو موسیٰ کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ کیا تم اس بات سے ڈر رہے ہو کہ عثمان خاک سے سر نکالے گا اور اس بات پر اعتراض کرے گا کہ تم نے علیؑ کی بیعت کیوں کر لی؟

ہاشم نے لوگوں کی طرف منہ کیا اور کہا: میرا دائیاں ہاتھ علیؑ کا ہاتھ ہے اور میرا بائیاں ہاتھ میرا ہاتھ ہے، میں اپنا بائیاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھ کر علیؑ کی بیعت کرتا ہوں۔

یہ دیکھ کر ابو موسیٰ اٹھا اور لوگوں سے علیؑ کیلئے بیعت لینا شروع کر دی۔ (تاریخ التواریخ، ص ۲۴)

باب نمبر 41

نیکی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ

کچھ لوگ خدا کے اذن سے نیکیوں میں دوسروں سے سبقت لے جاتے ہیں۔ یہ وہی بڑا فضل ہے۔

(فاطر/۳۲)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

افعل الخیر ولا تحقر منہ شیئاً فان قلیلہ کثیر و فاعلہ مجبور۔

نیک کام کو انجام دیں اور اُس میں سے کسی بات کو کم یا حقیر نہ سمجھیں۔ اُس کا کم بھی بہت ہے اور نیک کام انجام دینے والا شادمان ہے۔ (غرر الحکم ۱/ ۳۵۰)

۱۔ حاجیوں کیلئے دعا

عبدالملک بن مروان کی حکومت کا زمانہ تھا۔ (۷۵ تا ۹۵) اُس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو عراق میں (کوفہ و بصرہ) کا والی بنا کر بھیجا۔ حجاج نے بیس سال حکومت کی۔ اُس نے اپنے دور حکومت میں بہت زیادہ ظلم روا رکھا۔ اُس کے زمانے میں ایک نیک متقی فقیر بغداد میں آیا۔ اُس فقیر کی دعائیں مستجاب تھیں۔

حجاج نے اُسے اپنے پاس بلوایا اور کہا: میرے لیے دعائے خیر کرو۔ اُس عابد و زاہد فقیر نے کہا: خدایا حجاج کی جان لے لو۔

حجاج نے کہا: تجھے خدا کا واسطہ ہے۔ یہ کیا تم نے میرے لیے دعا کی ہے؟

اُس نے جواب میں کہا: یہ تمہارے لیے بھی اور دوسرے سب مسلمانوں کیلئے بھی دعائے خیر ہے۔

(گلستان سعدی، ص ۵۸)

۲۔ سعد بن خیثمہ

سعد مدینہ کا رہنے والا تھا۔ اکثر نیکی کے کاموں میں اور دین و مسلمانوں کی بھلائی اور تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔

اُس کا گھر مہاجرین کے اکھٹے ہونے کی جگہ بن چکا تھا۔ خصوصاً غیر عرب جوانوں کیلئے ایک سرائے بن چکی تھی۔ جن مسلمانوں کا گھر بار نہ تھا، بیوی بچے نہ تھے، مہاجر اور مسافر ہوا کرتے تھے، اُن کی مہمان نوازی میں بہت مشہور تھا۔

اُس کا گھر پیامبرؐ کی تبلیغ اور وعظ کا مرکز بھی بن چکا تھا۔ نیکی کے ہر کام میں وہ سبقت لے جاتا تھا۔ اس لیے خدا کی راہ میں شہادت حاصل کرنے میں بھی وہ پیش قدم رہا۔

جب پیامبرؐ نے غزوہ بدر کے لیے حکم صادر کیا تو سعد کے باپ خیثمہ نے سعد سے کہا: عورتوں بچوں کی حافظت کیلئے ایک آدمی کو مدینہ میں ٹھہرنا چاہیے۔ تم کیونکہ ابھی جوان ہو لہذا تم مدینہ میں ٹھہر جاؤ، جنگ کیلئے میں چلا جاتا ہوں۔

سعد نے کہا: میں ہر نیک کام میں آپ کا مطیع ہوں سوائے جنگ میں جانے کے، کیونکہ وہاں شہادت کی اُمید ہے۔ مجبوراً دونوں نے قرعہ اندازی کا فیصلہ کیا۔ تا کہ جس کسی کا نام نکلا وہ جنگ کیلئے جائے گا۔ اور دوسرا فرد شہر میں ہی رکے گا۔ اتفاق کے ساتھ قرعہ اندازی کی گئی تو سعد کا نام نکلا۔ وہ غزوہ بدر میں شریک ہوا اور شہادت کا درجہ پایا۔ (طبقات ۳/۷/۴)

۳۔ بھلائی کرنا

لکھا گیا ہے کہ ایک دن حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے ایک غریب لاچار شخص کو دیکھا تو فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ اُس نے اپنا نام بتایا۔ فرمایا: کس کے بیٹے ہو؟ اُس نے اپنے باپ کا نام بتایا۔ امامؑ نے فرمایا: اچھا ہوا جو تم آئے۔ بہت دیر سے میں تمہارے آنے کا انتظار میں تھا۔ میں نے اپنے والد کے حساب میں دیکھا ہے کہ میرے والد نے تمہارے باپ کو کچھ درہم دینے تھے۔ اب میں وہ درہم تمہیں دینا چاہتا ہوں تا کہ تمہارا حق تمہیں دے کر اپنے باپ کی اس ذمہ داری کو پورا کر سکوں۔

اس بہانے سے اُس غریب و لاچار فقیر کی مدد فرمائی اور اُس کے احسان مند بھی ہو گئے۔ (کشف الاسرار، ص ۷۶)

۴۔ اصفہان میں ٹھہرنا بہتر ہے

علامہ مجلسیؒ کے والد مرحوم ملا محمد تقی مجلسی (م ۱۰۷۰) عالم، عامل و عارف علما میں سے تھے۔ اپنے روحانی اور معنوی حالات کی وجہ سے آئمہ معصومین علیہم السلام کے مورد توجہ قرار پائے تھے۔

خود کہتے ہیں: جس زمانے میں مجھے عتبات عالیہ (عراق) کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ میں نجف اشرف میں داخل ہوا۔ سردیوں کا موسم تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ ساری سردیاں نجف اشرف میں گذاروں۔ اس وجہ سے جو سواری میں نے کرایہ پر لے رکھی تھی وہ واپس کر دی، اور وہاں رہائش اختیار کر لی۔

ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام میرے ساتھ بہت محبت اور شفقت سے پیش آ رہے ہیں۔ اور حکم دیا کہ اس سے زیادہ نجف میں مت ٹھہرو اور اصفہان واپس چلے جاؤ۔ وہاں تمہارے وجود کا زیادہ فائدہ ہے۔

مجھے نجف میں ٹھہرنے کا بہت شوق تھا۔ اس لیے میں حضرت سے اصرار کیا کہ نجف میں مزید رکنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا: شاہ عباس وفات پا جائے گا اور اُس کی جگہ شاہ صفی بیٹھے گا۔ پھر فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ خداوند چاہتا ہے تم اصفہان میں رہو، اور لوگوں کی ہدایت میں اپنی کوشش جاری رکھو۔ تم چاہتے ہو کہ اکیلے ہی خدا کی طرف بڑھو، جبکہ خداوند چاہتا ہے کہ تم اپنے ہمراہ بہت سوں کو خدا کے راستے پر لاؤ۔

مرحوم مجلسی کہتے ہیں: میں اصفہان واپس آ گیا۔ میں اپنا خواب ایک دوست کے سامنے بیان کیا اور اُس نے شاہ صفی سے ذکر کیا۔

کچھ ہی عرصہ بعد شاہ عباس مازندران کے سفر کے دوران وفات پا گیا۔ اور شاہ صفی اُس کی جگہ بادشاہ بنا۔

(فوائد الرضویہ، ص ۴۴۰)

۵۔ دریا میں روٹی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دریا کے پاس سے گذر رہے تھے۔ اُن کے پاس جو روٹی تھی اُنہوں نے وہ دریا میں پھینک دی۔ حواریوں میں سے ایک نے عرض کی: یہ کام کیوں انجام دیا؟ جبکہ وہ روٹی آپؑ کی خوراک تھی اور آپؑ کو اُس کی ضرورت بھی تھی۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: میں نے نیک عمل انجام دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ روٹی دریا کے حیوانات میں سے کسی کو نصیب ہو جائے۔ اور خداوند کے ہاں اس عمل کی جزا بہت زیادہ ہے۔ (فروع کافی ۹/۴)

باب نمبر 42

دشمن

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

گناہ اور (آشکار) دشمنی میں تعاون نہ کریں اور اللہ کا تقوا اختیار کرو کیونکہ خدا کی طرف سے سزا بہت شدید ہے۔ (مائدہ/۲)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

راس الجهل معاداة الناس.

تمام جہالتوں کی جڑ لوگوں کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ (غرر الحکم ۲/۹۷)

۱۔ پیامبرؐ کے دشمنوں کا منصوبہ

پیامبرؐ کا چچا ابولہب حضورؐ کا دینی دشمن تھا لیکن اس بات پر تیار نہ تھا کہ اُس کے ہم مذہب میں سے کوئی حضورؐ کو قتل کرے۔

کفار قریش نے سازش تیار کی کہ ابولہب کی بیوی ام جمیل کے ذریعے ایک خاص دن، وہ ابولہب کو گھر سے باہر نہ آنے دے۔ تا کہ وہ پیامبرؐ کو قتل میں کامیاب ہو جائیں۔

ام جمیل جو کہ پیامبرؐ کی سخت دشمن تھی۔ اس لیے اُس نے سازش پر رضایت مندی ظاہر کر دی۔ طے شدہ دن آ گیا۔ ام جمیل نے مختلف بہانوں کے ذریعے ابولہب کو گھر سے نہ نکلنے دیا۔ تا کہ دوسرے دشمن پیامبرؐ کو قتل کر دیں۔

ابو طالبؑ کو اس سازش کی خبر ہو گئی۔ اُنہوں نے اپنے بیٹے علیؑ (۱۴ سال کے تھے) کو بلایا اور کہا: اپنے چچا ابولہب کے گھر جاؤ۔ اگر دروازہ بند ہو اور اُنہوں نے نہ کھولا تو خود دروازہ کھول کر اندر چلے جاؤ اور ابولہب سے کہو: جس کا تیرے جیسا چچا ہو اور وہ قوم کا سردار ہو، اُسے ذلیل و خوار نہیں ہونا چاہیے۔

علیؑ گئے دروازے پر دستک دی، لیکن اُس عورت نے دروازہ نہ کھولا۔ علیؑ کسی طرح دروازہ کھول کر اندر چلے گئے۔ اور اپنے والد کا پیغام ابولہب تک پہنچایا۔

ابولہب نے پوچھا: کیوں کیا ہوا ہے؟ علیؑ نے کافروں کی سازش کا سارا قصہ بیان کر دیا۔ ابولہب جانے کیلئے فوراً اٹھا، ام جمیل سامنے آ گئی اور جانے سے روکا۔ ابولہب نے ایک زوردار طمانچہ رسید کیا۔ ام جمیل کی آنکھ زخمی ہو گئی۔ ابولہب کفار کے پاس پہنچا اور کہا: میں نے تم لوگوں کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے کہ میں مسلمان نہ ہونگا۔ لیکن تم لوگ میری غیر موجودگی میں میرے بھتیجے کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ لات وعزیٰ کی قسم اگر تم اپنی اس سازش سے باز نہ آئے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔

جب انہوں نے ایسی حالت دیکھی تو پچھتاوے اور شرمندگی کا اظہار کرنے لگے۔ یوں دشمنوں کا سازش نقش بر آب ہو گئی۔

(بحار الانوار ۶/۳۵ ۷)

۲۔ دشمن کے سامنے تلاوت

صحابہ کرام جمع تھے، آپس میں کہنے لگے: آج تک قریش میں سے کسی نے قرآن پاک نہیں سنا۔ ہم میں سے کون ہے جو اُن کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کرے؟ عبداللہ بن مسعود نے کہا: میں۔

صحابہ کہنے لگے تمہارا قبیلہ اتنا مضبوط نہیں ہے کہ اُن کے مقابلے میں تمہارا دفاع کر سکے۔ کسی اور نے حامی نہ بھری۔ اگلے دن ابن مسعود خانہ کعبہ میں مقام ابراہیمؑ کے قریب بیٹھے تھے، اٹھے اور وہاں بیٹھے ہوئے قریش کے درمیان اُونچی آواز میں سورہ رحمن [illegible]اوت کرنے لگے۔

قریش نے سنا اور پھر کہا: یہ بے چارہ آدمی کیا کہہ رہا ہے؟ کچھ نے کہا: وہ محمدؐ کی باتیں دھرا رہا ہے۔ لہذا کچھ دشمن اُٹھے اور اُنہوں نے مارنا شروع کر دیا۔ ابن مسعود نے باقی آیات بھی وہیں اُسی حالت میں تلاوت کیں۔

جب پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں آئے تو صحابہ نے چہرے پر زخم کے نشان دیکھ کر کہا: ہم تیرے حوالے سے اسی بات سے ڈر رہے تھے۔

ابن مسعود نے کہا: آج سے پہلے یہ دشمن خدا میری نظر میں اتنے حقیر کبھی نہ تھے۔ اگر کہو تو کل بھی ایسا کام کر سکتا ہوں۔ میں بالکل بھی ان سے نہیں ڈرتا۔

(تفسیر نمونہ ۲۳/۱۸۹)

۳۔ دشمن ہمیشہ دشمن ہے

امام حسن علیہ السلام جب بیمار ہوئے اور پھر اُسی بیماری کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ حاکم مدینہ نے امامؑ کی ایک شکایت معاویہ کے نام لکھی۔

معاویہ نے لکھا کہ ہر روز میرے خط لکھو تا کہ جلد اُس کی وفات کی خبر سنوں۔ وہ بھی مسلسل امامؑ کی بیماری کے حالات معاویہ کو لکھتا رہا۔

جب امامؑ کی شہادت کی خبر معاویہ تک پہنچی۔ معاویہ نے خوشی کا اظہار کیا۔ اُس کے قریبی تو سجدے میں گر گئے۔

عبداللہ بن عباس، امیر المومنین کا تفسیر میں شاگرد اور چچازاد بھائی، اُس وقت شام میں تھا۔ معاویہ کے پاس گیا، جیسے ہی بیٹھا۔ معاویہ نے کہا: کیا حسن بن علیؑ دنیا نہیں گئے؟

عبداللہ نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور دوبارہ یہ جملہ تکرار کیا۔ پھر کہا: میں نے سنا ہے کہ تم حسن بن علیؑ کی وفات کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے تھے۔ خدا کی قسم، اُس کے جسد نے تمہیں قبر میں جانے سے نہیں روکا۔ اور اُس کی عمر کے کم ہونے نے تمہاری عمر میں اضافہ نہیں کیا۔

وہ اس دنیا سے اس حالت میں گئے ہیں کہ تم سے بہتر تھے۔ ہم اُن کی مصیبت اور غم میں نڈھال ہیں۔ بالکل ویسے ہی جیسے اُن کے نانا کی رحلت پر غم زدہ تھے۔

یہ کہنے کے بعد عبداللہ نے چیخ ماری اور رونے لگے۔ (الغدیر ۲۱/۱۸)

۴۔ سخت ترین دشمن

مروان بن حکم جو کہ اہلبیتؑ کا سخت ترین دشمن تھا ایک دن حسین بن علی علیہ السلام سے کہتا ہے: اگر فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) سے تمہارا تعلق نہ ہوتا تو پھر آپؑ کے پاس کیا تھا جس کے ذریعے آپؑ ہم پر فخر کرتے؟

اس بات سے اُس کا مطلب صرف اپنی دشمنی کا اظہار تھا۔ امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور اُس کی گردن کو یوں دبوچا اور اُس کے عمامے کے ساتھ اُس کی گردن کو باندھا کہ (اُس کی آنکھیں باہر نکل آئیں) قریب تھا کہ وہ بے ہوش ہو جائے۔ امامؑ نے اُسے چھوڑ دیا اور پھر وہاں موجود لوگ جو یہ واقعہ دیکھ رہے تھے اُن کی طرف منہ کر کے فرمایا: آپ لوگوں کو خدا کی قسم ہے، اگر میں سچ کہوں تو میری بات کی تصدیق کرو، کیا روئے زمین پر میرے بھائی حسنؑ اور میرے علاوہ آپ کسی کو جانتے ہیں جو پیامبر اکرمؐ کے نزدیک ہم سے زیادہ محبوب ہوں؟ کیا ہمارے علاوہ روئے زمین پر دختر پیامبرؐ کے کوئی اور بیٹوں کو آپ جانتے ہیں؟

سب نے کہا: خدا کی قسم، نہیں۔

امامؑ نے فرمایا: میں بھی روئے زمین پر ملعون اور ملعون کا بیٹا، مروان اور اُس کے باپ کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا۔ جو کہ پیامبر خدا کی طرف سے دھتکارے گئے ہیں۔

پھر مروان کی طرف دیکھا اور فرمایا: واللہ جابرسا اور جابلقا (مشرق و مغرب) کے درمیان میں دو افراد کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا جو اسلام کا اظہار کرنے کے باوجود سب سے زیادہ خدا کے، اُس کے رسولؐ کے اور رسولؐ کی اہلبیتؑ کے سخت ترین دشمن ہوں۔ اور وہ تم اور تمہارا باپ ہیں۔

میری بات کی دلیل یہ ہے کہ جب بھی تم غصہ کی حالت میں ہوتے ہو، تمہارے کندھوں سے تمہاری عبا ڈھلک جاتی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ واللہ مروان ابھی وہیں بیٹھا تھا کہ غصے کی حالت میں اُس کی عبا اُس کے کندھوں سے ڈھلک گئی۔

(مناقب ابن شہر آشوب ۴/ ۵۱)

۵۔ دربدر

عباسی خلافت کے سلسلہ میں پانچواں خلیفہ ہارون الرشید تھا۔ اہلبیتؑ سے دشمنی کی بنیاد پر ساتویں امامؑ کو شہید کیا۔ جہاں تک ہوسکتا تھا اُس نے آل رسول کو گرفتار کیا، اُن پر ظلم کیا اور اُنہیں قتل کروایا۔ نوبت یہاں تک آن پہنچی تھی کہ آل رسول دربدر ہو گئے اور چھپتے پھرتے تھے۔

امام حسن علیہ السلام کے اولاد میں سے قاسم بن ابراہیم جب اُس کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے تو یمن کی طرف سفر اختیار کیا۔

قاسم کہتے ہیں: میں اپنی بیوی (میری چچازاد تھی) وہ حاملہ بھی تھی۔ ہم چھپتے پھر رہے تھے کہ ایک بے آب و گیاہ بیابان میں سفر کر رہے تھے۔ وہ میری بیوی کو درد زایمان شروع ہو گیا۔ میں نے زمین میں ایک گڑھا بنایا اور اُسے وہاں لیٹا دیا۔ وہاں میرا بیٹا پیدا ہوا۔

میں پانی کی تلاش میں قریبی علاقوں تک گیا۔ پانی نہ ملا میں نا امید ہو کر واپس آ گیا۔ میں نے دیکھا بچے کی ولادت ہو چکی ہے، اور وہ پیاس سے بے حال ہے۔

میں دوبارہ پانی کی تلاش میں نکل گیا۔ ہر جگہ پانی تلاش کیا لیکن بے سود رہا۔ واپس آ گیا۔ دیکھا کہ میری بیوی مر چکی ہے اور بچہ ابھی زندہ ہے۔

مجھے بہت دکھ ہوا میں نے کہا: خدایا اس بے آب و گیاہ بیابان میں میری بیوی مر گئی ہے، میں اس نوزائیدہ بچے کا کیا کروں۔ میں ابھی یہ کہہ رہا تھا کہ بچہ بھی انتقال کر گیا۔

یہ واقعہ خلفا کی آل رسولؐ سے دشمنی کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ (کیفر کردار ۱/ ۲۹۳)

باب نمبر 43

دوستی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ

(اگر) تم میں سے کوئی اپنے دین سے پلٹ جائے گا۔ (تو پلٹ جائے) خداوند ایسی قوم کو (پیدا کرے) لائے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اُس سے محبت کرتے ہونگے۔ وہ مومنین کے سامنے (نرم) متواضع اور دشمنوں کے سامنے سخت اور طاقتور ہونگے۔ (مائدہ/ ۵۴)

امام علی فرماتے ہیں:

من لم تكن مودته في الله فاحذره فان مودته لئيمة.

اگر کسی کی دوستی کی بنیاد راہ خدا نہ ہو تو اُس سے بچو کیونکہ اُس کی دوستی میں ذلت اور پستی ہے۔
(غرر الحکم ۱/ ۲۲۰)

۱۔ جانثاری

مرحوم فیض کاشانی نقل کرتے ہیں کہ دو دوست تھے۔ اُن میں سے ایک ہوائے نفس کی پیروی کرنے لگا۔ ایک دن اپنے دوست سے کہتا ہے: میں اس بیماری کا شکار ہو گیا ہوں اگر تم چاہو تو مجھ سے اپنی دوستی ختم کر سکتے ہو۔

اُس نے کہا: تمہاری روح کی اس بیماری کی وجہ سے میں اپنی دوستی ختم نہیں کروں گا۔ پھر خدا سے وعدہ کیا کہ جب تک میرا دوست اس بیماری سے نجات حاصل نہ کرلے میں کچھ نہ کھاؤں گا اور کچھ نہ پیوں گا۔

چالیس دن رات وہ خدا سے دعا کرتا رہا کہ اُس کے دوست کو اس بیماری سے نجات عطا فرما۔ وہ ہر وقت اُس کیلئے پریشان رہتا اور غم کی شدت اور بھوک کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گیا۔

چالیس دن کے بعد اُس دوسرے دوست نے خوش خبری دی کہ خداوند نے تمہاری دعا کی وجہ سے مجھے اس مرض سے نجات

عطا فرمادی ہے۔ وہ دونوں دوست خوش ہو گئے اور مل کر کھانا کھایا۔ (محجۃ البیضاء ۳/۳۳۶)

۲۔ پیامبر کے ساتھ دوستی

پیامبرؐ کے صحابہ میں سے ایک ثوبان نام کے صحابی تھے۔ وہ حضورؐ پاک سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک دن پریشان حالت میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔

رسولخداؐ نے پریشانی کے بارے وجہ دریافت فرمائی۔ اُس نے جواب میں عرض کی: جس وقت آپؐ سے دور ہوتا ہوں اور آپؐ کی زیارت نہیں کر پاتا تو میں پریشان ہو جاتا ہوں۔ آج میں اس سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اگر کل قیامت کے دن میں جنت میں چلا گیا تو یقیناً آپؐ کے مقام سے بہت دور ہونگا۔ اس لیے ہر حالت میں آپؐ کی قربت سے دور ہو جاؤں گا۔ اس صورت میں کیوں پریشان نہ ہوں؟! پیامبر خداؐ نے اُنہیں بشارت دیتے ہوئے وہ آیت تلاوت کی جو حضورؐ کے ساتھ اُن کے محبین کی ہمنشینی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ فرمایا:

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾

(نساء/۶۹)

پھر حضورؐ نے فرمایا: خدا کی قسم، کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنے آپ سے، اپنے والدین سے اور اپنے سارے عزیزوں سے زیادہ دوست نہ رکھتا ہو۔ اور میری ہر بات کے سامنے تسلیم ہو جائے۔ (تفسیر نمونہ ۳/۴۵۹)

۳۔ دوست بہتر ہے

پیامبر اکرمؐ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو وہاں مسلمانوں کے درمیان اخوت کیلئے، معاشی اور سماجی حیثیت میں مساوات کی خاطر مہاجرین اور انصار مدینہ کے درمیان عقد برادری قائم کیا۔

سعد بن ربیع بزرگان انصار اور قبیلہ بنی حارث کے سردار تھے۔ اُن کی اخوت کا رشتہ عبدالرحمن بن عوف کے ساتھ قائم کیا۔ حیران کن مساوات کی بنیاد پر تعلق قائم کیے گئے۔

سعد اور عبدالرحمن کے درمیان جب اخوت و بھائی چارے کا رشتہ قائم ہو گیا۔ اُن کی دوستی اور مضبوط و گہری ہو گئی۔ سعد نے عبدالرحمن کا ہاتھ پکڑا اور گھر لے گیا۔ کہا: مدینہ کے سب لوگوں سے زیادہ میرے پاس مال و دولت ہے، جتنی چاہو لے لو، میری بیویاں بھی دو ہیں، اُن میں سے جو تم پسند کرو میں اُس کو طلاق دے دوں گا، تم اُس سے شادی کر لو۔

عبدالرحمن نے کہا: خداوند تمہارا مال اور بیویاں تم کو مبارک کرے۔ مجھے صرف بازار لے چلو اور کسب و کاسبی میں میری راہنمائی کرو۔ سعد اُسے بازار لے گیا اور خرید و فروخت میں اُس کی راہنمائی کرنے لگا۔ عبدالرحمن اتنا خوش قسمت تھا کہ کہتا تھا: اگر میں کسی پتھر پر ہاتھ رکھوں تو ضرور اُس کے نیچے سونا یا چاندی ہو گی۔ (طبقات ۳/۸۹)

جی ہاں! سعد ہر بھائی سے اچھا دوست تھا، جب غزوہ اُحد میں شہید ہوا تو پیامبرؐ نے فرمایا: خدا اُس پر اپنی رحمت کرے جب تک زندہ تھا ہماری مدد کرتا رہا اور جب شہید ہو گیا تو سب کیلئے درس چھوڑ گیا۔ (بحار الانوار ۲۰/ ۹۲)

۴۔ حضرت یوسفؑ کا دوست

حضرت یوسفؑ جب اپنے گھر والوں سے دور ہو گئے۔ اور آخر کار جب مصر کے سربراہ بن گئے تو اُن کے بچپن کے ایک دوست نے اُن سے ملنے کا ارادہ کیا اور مصر کا سفر اختیار کیا۔ تا کہ اپنے قدیمی دوست سے ملاقات کر سکے۔

جو لوگ حضرت یوسفؑ سے ملاقات اور اُن کے رخِ انور کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے، اکثر اُن کیلئے تحفے تحائف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت یوسفؑ کے بچپن کے دوست بھی اپنے ساتھ تحفہ لے کر گئے جو کہ ایک آئینہ تھا۔

جب حضرت یوسفؑ سے ملاقات ہوئی تو پہلے اُن پر گذرے واقعات کا پوچھا۔ حضرت یوسفؑ نے تفصیل سے سارے واقعات بیان کیے۔ ہر بات کو خدا کی حکمت اور امتحان قرار دیا۔ پھر خدا کا شکر ادا کیا۔

دوست نے کہا: میں نے جتنا بھی سوچا کہ آپ کے لیے کیا تحفہ لے جاؤں؟ بار بار اپنے سے کہتا رہا کہ آپ کے جمال سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے آپ کے لیے ایک آئینہ لایا ہوں۔ تا کہ آپ کا جمال اُس میں منعکس ہو تو آپ مجھے یاد کریں۔

آئینہ آوردمت ای روشنی

تا چو بینی روی خود، یادم کنی

جی ہاں! بندگانِ خدا کیلئے بہترین تحفہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو خدا کا آئینہ بنا لیں۔ (داستانھائے مثنوی ۱/ ۶۰)

۵۔ دوطرفہ احترام

کسی غزوہ میں حضور پاکؐ نماز میں مشغول تھے۔ کچھ مسلمانوں کا وہاں سے گذر ہوا تو احترام و محبت کی خاطر وہاں ٹھہر گئے۔ وہاں موجود صحابہ کرام سے حضور پاکؐ کے بارے میں دریافت کیا۔ اور ساتھ ہی آنحضورؐ کیلئے دعا کی اور تعریفی جملات ادا کیے۔

کیونکہ وہ جلدی میں تھے اور مزید انتظار نہیں کر سکتے تھے کہ آپ کی نماز ختم ہو، بنا بر این معذرت کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ جاتے ہوئے حضور پاکؐ کیلئے سلام کہا۔

نماز کی ادائیگی کے بعد حضورؐ نے دریافت فرمایا تو غصہ ہوئے اور فرمایا: عجیب ہے کہ کچھ لوگ آپ کے پاس مجھ سے محبت کی خاطر ٹھہرے، میرے بارے میں دریافت کیا اور میرے لیے سلام کہا۔ اور آپ ہیں کہ اُن کے احترام میں کھڑے نہیں ہوئے اور اُن کی پذیرائی کیلئے کچھ حاضر نہیں کیا؟!

پھر جعفر طیار کو یاد کرتے ہوئے اُن کی بزرگواری، محبت اور ادب کا سب کے سامنے ذکر کیا۔

(بحار الانوار ۶/ ۱۵۹)

باب نمبر 44

ذلّت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾

جن لوگوں نے نیکی انجام دی، اُس سے زیادہ اور اچھی پاداش پائیں گے۔ تاریکی اور ذلت اُن کے چہروں کو نہیں ڈھانپے گی۔ وہ اہل جنت ہیں اور ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔ (یونس/۲۶)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ساعة ذل لا تفی بعز الدهر.

ایک لمحے کی ذلت، زندگی بھر کی عزت (کو خاک میں ملا دیتی ہے۔) کے برابر نہیں ہو سکتی۔

(غرر الحکم ۱/۴۳۲)

۱۔ محمد اور ذوالریاستین

امام صادق علیہ السلام کا بیٹا محمد ایک بہادر اور سخی انسان تھا۔ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھا کرتے۔ وہ اکثر اوقات گوسفند کو ذبح کر کے لوگوں کو دعوت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۹ھ میں مکہ سے حکومت وقت کے خلاف قیام کیا۔

عباسی خلیفہ مامون کے حکم پر عیسیٰ جلودی لشکر لے کر اُن کے ساتھ جنگ کے لیے میدان میں آیا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور انہیں گرفتار کر کے مامون کے پاس خراسان روانہ کیا۔

مامون نے انہیں معاف کرتے ہوئے اُن کی بہت زیادہ عزت و تکریم کی۔ محمد ایک باعزت شخصیت کے مالک تھے وہ کبھی ذلت کے سامنے نہ جھکے تھے۔ ایک دن ذوالریاستین کے غلاموں نے ایندھن کے لیے لکڑیاں خریدیں۔ اور اُن کے ساتھ محمد کے خادم کو بہت مارا۔ جب یہ خبر محمد تک پہنچی تو وہ ایک لکڑی ہاتھ میں لیے گھر سے نکلے۔

کہا: اس ذلت کی زندگی سے تمہارے لیے موت بہتر ہے۔ لوگوں نے بھی اُن کا ساتھ دیا اور ذوالریاستین کے غلاموں کی خوب پٹائی کی۔

جب یہ خبر مامون عباسی نے سنی تو حکم دیا کہ ذوالریاستین اُن کے پاس جا کر معذرت کرے اور اُن کے خادم کو ہرجانہ ادا کرے۔ ذوالریاستین کے آنے کی خبر جب محمد کو ملی تو اپنے ساتھیوں سے کہا: سب قالین سے اُٹھ کر مٹی پر جا بیٹھو۔

ذوالریاستین پہنچا تو اُسے قالین پر بیٹھنے کو کہا۔ لیکن وہ مٹی پر جا بیٹھا اور اُن سے معذرت خواہی کے بعد خادم کو ہرجانہ ادا کیا۔

(سفینۃ البحار ۱/۳۱۷)

۲۔ تھوڑی پریشانی

ایک دفعہ منصور دوانیقی نے امام کو حیرہ سے مدینہ جانے کی رخصت دی تو امام نے اپنے غلام اور بعض اصحاب کے ہمراہ سفر شروع کیا۔ جب سپاہیوں کی چوکی پر پہنچے تو انہوں نے کچھ وصولی کے لیے کہا: ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔

امامؑ نے بہت نرم لہجے اور اخلاق کے ساتھ فرمایا کہ آپ ہمیں جانے دیں۔ لیکن نگہبان نے اجازت نہ دی۔ امامؑ کے غلام نے کہا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، یہ آدمی آپؑ کو پریشان کر رہا ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ دوبارہ آپؑ کو خلیفہ کے پاس نہ لے جائے۔ اگر آپؑ اجازت دیں تو میں اور مرازم دونوں مل کر اس کو قتل کر دیں اور نالے میں پھینک کر بھاگ جائیں۔

امام نے فرمایا: اپنے اس خیال کو دور کر دو۔

امامؑ مسلسل اُس نگہبان کے ساتھ نرمی کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ رات بہت دیر سے اُس نگہبان نے جانے کی اجازت دی۔ شہر سے نکل کر امامؑ نے فرمایا: مرازم! یہ جو تم کہہ رہے تھے کہ اُس آدمی کو قتل کر دیں، اچھی بات تھی یا یہ کہ میرا طریقہ کار بہتر تھا؟ انسان تھوڑی پریشانی کو برداشت نہیں کرنا چاہتا، اور اُس کا صبر نہ کرنا اُسے بڑی پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اُس آدمی کے رویہ کو برداشت کرنا، وہاں انتظار کی زحمت اُٹھانا، تھوڑی پریشانی تھی۔ لیکن اُس کا قتل ہمیں بہت بڑی پریشانی اور ذلت میں مبتلا کر دیتا۔ (منتھی الامال ۲/۲۶۱)

۳۔ کوفہ کے لوگوں پر نفرین

کوفہ سے بارہ ہزار سے اسی ہزار تک لوگوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کو خط لکھے کہ آپؑ کوفہ تشریف لائیں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ لیکن مکہ سے کوفہ کے راستے میں کوفہ کے لوگوں کی بے وفائی کی بہت سی خبریں امام کو مل رہی تھیں۔ خاص طور پر امامؑ کے سفیر خاص مسلم بن عقیل کے ساتھ بے وفائی اور اُن کی شہادت کی خبر امامؑ کو وصول ہوئی۔

کوفہ کا ایک آدمی کہتا ہے: حج کے اعمال بجالانے کے بعد میں کوفہ کی طرف جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جگہ کچھ خیمے لگے ہوئے دیکھے۔ میں پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ بتایا گیا کہ حسین بن علی علیہ السلام اہلبیتؑ کے ہمراہ ہیں۔ میں امامؑ کی زیارت کے شوق میں امامؑ کے مخصوص خیمے میں گیا۔ اور امامؑ سے عرض کی:

میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہو جائیں، اے دختر پیامبرؐ کے فرزند، کون سی بات آپ کو اس بے آب

و گیاہ بیابان میں کھینچ لائی ہے؟

(مثیر الاحزان، ص ۲۱)

امامؑ نے فرمایا:

ایک طرف سے بنی امیہ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔ دوسری طرف کوفہ کے لوگوں نے مجھے دعوت دی ہے، یہ ہیں اُن کے خطوط۔ لیکن یہ ہی کوفہ کے لوگ مجھے قتل کریں گے۔ جب ایسا جرم کر چکیں گے تو خداوند تعالیٰ اُن پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو اُنہیں قتل کرے گا اور ایسا ذلیل و خوار کرے گا کہ خون سے لتھڑے بدبودار کپڑے سے بھی بدتر ہو گے۔

سچ یہی ہے کہ امامؑ کی شہادت کے بعد کوفہ والوں کی ذلت کے دور ایک بعد ایک شروع ہو گئے۔ عاشور کے واقعہ کے بعد کچھ لوگ توابین کے نام سے اٹھے، شدید لڑائی ہوئی اور بہت قتل عام ہوا۔ پھر مختار نے قیام کیا۔ اس دوران سب پر خوف و اضطراب طاری تھا۔ ہر طرف قتل و غارت کی جا رہی تھی اور سزائیں دی جا رہی تھیں۔

لیکن سب سے زیادہ برا دور (۷۵ تا ۹۵) حجاج بن یوسف ثقفی کی حکومت کے بیس سال تھے۔ اُس نے عوام پر بے انتہا ظلم کیے۔ لوگوں کا قتل عام کیا۔ اُنہیں قید خانوں میں شکنجہ کیا۔ امامؑ نے جس ذلت و خواری کی طرف اشارہ فرمایا تھا وہی ذلت و خواری رونما ہو رہی تھی۔

ان بیس سالوں میں جو لوگ مارے گئے اُن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ حجاج کی موت کے وقت پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں قید میں تھیں۔

کہتے ہیں کہ جب اُس نے حکم دیا کہ کوفہ کے سب لوگ جنگ کیلئے بصرہ جائیں اور جو انکار کرے اُس کی گردن اُڑا دی جائے۔ تو ایک بوڑھا شخص حجاج کے پاس آیا اور کہا میں بہت ضعیف ہو چکا ہوں اگر اجازت دو تو میری جگہ میرا بیٹا جنگ میں چلا جائے۔ حجاج نے یہ سن کر تلوار سے اُس کی گردن اُڑا دی۔

یہ منظر دیکھ کر اور سن کر کوفہ کے لوگ یوں بھاگ بھاگ کر بصرہ کی طرف جا رہے تھے کہ جب فرات کے پل سے گذرے تو کئی لوگ دھکم پیل میں دریا میں گر کر پانی میں ڈوب کر مر گئے۔ (مروج الذہب مسعودی ۳/۷ ۱۳۔ سخنان حسین بن علیؑ، ص ۱۰۹۔۱۱۱)

۴۔ ذلت سے چھٹکارا

سعدی کہتا ہے: شہر واسط (کوفہ اور بصرہ کے درمیان) میں کچھ لوگوں نے ایک پرچون فروش سے اُدھار خریداری کر رکھی تھی۔ اُن کے ذمہ اُس کی کچھ رقم تھی۔

پرچون فروش مسلسل اُن کے پیچھے لگا تھا کہ اُس کی رقم ادا کریں۔ کئی دفعہ تو تکرار بھی ہو چکی تھی۔ جب بھی وہ رقم کا مطالبہ کرتا تو بُرے الفاظ استعمال کرتا۔ وہ لوگ اس کے اس رویہ سے بہت تنگ تھے۔ لیکن اپنی غربت کے ہاتھوں مجبور تھے۔ سوائے صبر کے

اُن کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ اُنہی میں سے ایک آدمی کہتا ہے:

اپنی بھوک کے ساتھ روٹی کا وعدہ کرنا آسان ہے لیکن پرچون فروش کے ساتھ ہر دفعہ رقم کی واپسی کا نیا وعدہ کرنا بہت مشکل ہے۔ ہمیں اپنے پیٹ کے ساتھ روٹی کا وعدہ کر لینا چاہیے لیکن پرچون فروش سے اُدھار چیز نہیں خریدنی چاہیے۔ اس ذلت سے بچنے کا راستہ یہی تھا۔ کسی سے نیکی کی توقع رکھنے سے بہتر ہے کہ انسان حالات کے ظلم کو سہہ لے۔ قصاب سے اُدھار گوشت خرید کر ذلت و خواری میں گرفتار ہونے سے بہتر ہے کہ گوشت کی خواہش کو دبایا جائے۔ (گلستان سعدی، ص ۱۵۶)

۵۔ ابن زیاد کی ذلت

عبید اللہ ابن زیاد کو جب یزید کی طرف سے امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم ملا۔ تو امامؑ نے اُس کے بارے میں فرمایا:

زنازادے کا زنازادہ مجھے موت اور ذلت کے درمیان انتخاب کرنے کو کہتا ہے۔ (او س لے) ذلت ہم سے دور ہے۔

امامؑ کے کلام میں دو خاندانوں کی طرف اشارہ ہے جن کے بارے میں تاریخ نے تواتر کے ساتھ لکھا ہے کہ عبید اللہ فاحشہ عورت مرجانہ کی اولاد تھا۔ اُس کے نطفے کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ کس کا تھا۔ زیاد نے اُسے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔

شام میں جب معاویہ منبر پر بیٹھا تو زیاد کو اپنے پاس بلا کر ایک سیڑھی نیچے بیٹھا دیا۔ اور لوگوں کے سامنے اُسے اپنا بھائی کہا۔ شام کے بے شعور لوگ اُس کی حمایت کرنے لگے۔ اُن کے درمیان ابو مریم سلولی بیٹھا تھا۔ وہ اُٹھا اور بولا: زمانہ جاہلیت میں شراب کا کاروبار کرتا تھا۔ ایک دن ابوسفیان میرے پاس طائف میں آیا۔ مجھ سے شراب خریدی اور کچھ دوسری چیزیں کھانے کیلئے خریدیں۔ پھر کہا میرے لیے کسی فاحشہ کا بندوبست کرو۔

میں عبید کی بیوی سمیہ کے پاس گیا۔ اور اُس کے سامنے ابوسفیان کی بہت تعریفیں کیں۔ اُس کی مہربانی اور بخشش کا ذکر کیا۔ پھر سمیہ سے کہا کہ وہ ابوسفیان کے پاس جائے۔

سمیہ نے کہا: عبید بھیڑ بکریوں کو لے کر صحرا میں گیا ہے۔ جب وہ واپس آجائے گا اور کھانا کھا کر سو جائے گا تو میں آؤں گی۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ کچھ دیر بعد سمیہ آگئی۔ رات بھر وہ ابوسفیان کے ساتھ رہی۔

صبح میں نے پوچھا: ابوسفیان کیسا مرد ہے؟ کہنے لگی: اچھا دوست ہے، اُس کی بغل میں بال نہیں تھے۔

یہ سن کر زیاد غصے سے بولا: کسی کی ماں کو گالی نہیں دینی چاہیے لوگ تمہاری ماں کو بھی گالی دے سکتے ہیں۔

معاویہ گھبرا کر منبر سے اُترا اور فرار کر گیا۔ لوگوں نے خوب اُس پر اعتراض کیا۔ بعد کے شعراء نے اس بات کو اپنے اشعار میں بھی ذکر کیا ہے۔ جیسے کہ ابن مفرغ کہتا ہے کہ عجیب بات ہے کہ تین لوگ ایک ہی عورت کو اپنی ماں کہتے ہیں لیکن ایک اپنے آپ کو قریشی کہتا ہے، ایک اپنے کو عرب کہتا ہے، اور ایک اپنے باپ کا نام کچھ اور بتاتا ہے۔ (الغدیر ۱۰/ ۲۲۳)

باب نمبر 45

رحم

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ اُن کے ساتھ وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔

(فتح/۲۹)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من لم یرحم الناس منعه الله رحمته.

جو کوئی لوگوں پر رحم نہیں کرتا خداوند اپنی رحمت کو اُس تک پہنچنے سے روک لیتا ہے۔

(غرر الحکم ا/۴۵۹)

ا۔ حضرت موسیٰؑ و رحم دلی

حضرت موسیٰؑ نے خدا تعالیٰ سے مناجات کیں اور عرض کی: خدایا! آپ نے میری کس خوبی کی وجہ سے مجھے اپنی قربت عطا فرمائی ہے؟

جواب آیا: موسیٰ! ایک دن جب شعیبؑ کی بکریوں کو چروانے کیلئے لے گئے تھے تو ایک بکری کا بچہ گلے سے نکل کر بھاگ گیا۔ اور تم اُس کے پیچھے بھاگے۔ تم اُس کیلئے بہت پریشان تھے۔ جب تم اُس تک پہنچ گئے تم نے اُسے گود میں لیا اور کہا: اے بے چارے تم نے اپنے آپ کو اور مجھے پریشان کیا۔ پھر تم نے اُسے اپنے کندھوں پر بیٹھا لیا اور گلے میں واپس لے آئے۔ یہ جو تم نے اُس پر رحم کیا۔ پیغمبری کا تاج ہم نے تمہارے سر پر رکھ دیا اور نبوت کے کرم سے تمہیں نوازا۔ (زینۃ المجالس، ص ۴۹۷)

۲۔ پیامبر اکرمؐ کی رحمت

مغیرہ حضورؐ کا چچا زاد اور برادر رضاعی تھا۔ حضورؐ کا ہم سن بھی تھا۔ بعثت نبوت سے پہلے وہ حضورؐ سے محبت کا اظہار کیا کرتا تھا۔ لیکن حضورؐ کی طرف نبوت کے اعلان کے بعد وہ آپ کا سخت دشمن بن گیا اور آپ سرکار کو بہت سی تکالیف پہنچائیں۔

مسلمان لشکر جب فتح مکہ کیلئے اُس کے اطراف میں پہنچا تو مشرکین کے سرداروں میں سے مغیرہ اور عبداللہ بن امیہ، مسلمان لشکر گاہ ''نبق'' پہنچے اور حضورؐ سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ پیامبرؐ نے اجازت نہ دی۔

وہ بہت پریشان ہو گیا اور کہنے لگا: پھر میں اپنے بچوں کو لے کو چوبازار میں جا بیٹھوں گا اور وہاں اُس وقت تک بھوکا اور پیاسا رہوں گا جب تک مر نہ جاؤں۔

پیامبر اکرمؐ نے یہ سنا تو ملاقات کی اجازت دے دی۔ حضورؐ کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا لیکن شرمندگی کی وجہ سے سر جھکائے رکھتا تھا۔ امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: اب جب حضورؐ کی خدمت میں جاؤ تو حضورؐ کے سامنے قرآن پاک سے وہ آیات تلاوت کرو جو حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اُن سے ملاقات کے وقت کہیں تھیں۔ تاکہ پیامبرؐ تمہیں معاف فرمادیں۔ کیونکہ پیامبر اکرمؐ حضرت یوسفؑ سے کم نہیں ہیں۔

مغیرہ نے امیر المؤمنینؑ کی بات مانتے ہوئے، پیامبرؐ کی خدمت میں یہ آیت پڑھی کہ ''اُس خدا کی قسم جس خدا نے آپ کو ہم پر مقدم کیا، برتری عطا کی۔ جبکہ ہم خطاکار اور قصوروار تھے۔ (یوسف/۹۱)

پیامبرؐ نے فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت اور سرزنش نہیں ہے۔ خداوند تمہیں معاف کرے گا۔ خداوند کا رحم و کرم سب سے زیادہ ہے۔ (یوسف/۹۲)

پھر اُس نے اپنی شرمندگی کے اظہار کے لیے کچھ اشعار پڑھے۔ پیامبرؐ نے اُسے جنت کی خوشخبری دی۔ اپنی باقی زندگی میں نیک انسان بننے کی کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اپنی موت سے تین دن پہلے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر تیار کی۔

(سفینۃ البحار ا/۶۳۲)

۳۔ سبکتگین (متوفی ۳۸۷)

سبکتگین پہلا غزنوی بادشاہ تھا۔ وہ ایک ترک غلام تھا۔ اُس کے پاس ایک گھوڑے کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ وہ سارا سارا دن صحرا میں شکار کی تلاش میں پھرا کرتا تھا۔

ایک دن صحرا میں ایک ہرن کا بچہ دیکھا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، بہت تیز رفتاری کے ساتھ اس کے پیچھے بھاگا اور اُسے پکڑ کر شہر اپنے ساتھ لے آیا۔

صحرا میں جب ہرن کے بچے کو پکڑنے کے بعد تھوڑی دور چلا تھا تو دیکھا کہ اُس کی ماں ہرنی پیچھے پیچھے آرہی ہے۔ کچھ دیر کیلئے سوچا کہ مجھے اِس بچے کو چھوڑ دینا چاہیے۔ شہر کے قریب پہنچ کر اُس نے بچہ کو چھوڑ دیا اور وہ اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا۔ ہرنی نے ایک نظر سبکتگین پر کی اور چلی گئی۔

وہ گھر پہنچ کر سو گیا۔ رات خواب میں پیامبر اکرمؐ کی زیارت کی، آپؐ نے فرمایا: اے سبکتگین

نرم دلی اور مہربانی کی ہے۔ خداوند تمہیں سلطنت عطا فرمائے گا۔ بندگان خدا کے حق میں ایسی ہی رحم دلی اور مہربانی کرتے رہو۔ تا کہ تمہاری حکومت کو دوام حاصل ہو۔

اس جانور کے ساتھ رحم کرنے کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا اور اسے حکومت حاصل ہو گئی۔

(جوامع الحکایات، ص ۲۰۰)

۴۔ بے رحمی

ابو ایوب موریانی (م ۱۵۴) دوسرے خلیفہ عباسی منصور دوانیقی کا وزیر اور خاص آدمی تھا۔ لیکن جب بھی خلیفہ اُسے طلب کرتا اُس کا رنگ اُڑ جاتا اور وہ پریشان ہو جاتا تھا۔ ایک دن اُس کے جاننے والوں میں سے ایک نے پوچھا کیا ماجرا ہے کہ خلیفہ کے قریبی لوگوں میں سے ہے اور جب بھی خلیفہ تمہیں بلاتا ہے تیری حالت خراب ہو جاتی ہے اور تمہیں کچھ سجائی نہیں دیتا؟

ابو ایوب نے کہا:

ایک باز نے مرغ سے کہا کہ تمہیں ایک آدمی تیرے بچپن سے تمہیں پالتا ہے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتا ہے۔ پانی پیلاتا ہے۔ تیرے رہنے کی مناسب جگہ بناتا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے جب بھی وہ تمہاری طرف بڑھتا ہے تو شور شرابا شروع کر دیتا ہے۔ اس گھر سے اُس گھر پھدکتا ہے۔ اس دیوار سے اُس دیوار پر پھلانگتا ہے۔ مجھے دیکھ میں ایک جنگلی پرندہ ہوں لیکن جب لوگ مجھے پکڑ لیتے ہیں تو میں بالکل رام ہو جاتا ہوں۔

پھر جب مجھے کسی شکار کے پیچھے چھوڑتے ہیں تو میں اُس کو پکڑ کر لاتا ہوں اُن کی خدمت میں دے دیتا ہوں۔ اور بالکل بھی شور وغل نہیں کرتا۔

مرغ نے کہا: اے باز تم نے یہ کبھی نہ سنا ہوگا کہ کسی باز کو سیخ پر لگا کر پکایا گیا ہو۔ آگ پر رکھ کر سرخ کیا ہو۔ باز نے کہا: ہاں نہیں سنا۔ مرغ نے کہا: جب سے میں اس گھر میں ہوں میں نے سینکڑوں مرغ کا سر کٹتے دیکھا ہے۔ اُن کی کھال کو اترتے دیکھا ہے۔ اُن کے گوشت کے کباب بنا کر کھاتے دیکھا ہے۔ میرا نوحہ وفریاد اس وجہ سے ہے۔ اس لیے میرا رنگ بدل جاتا ہے اور میں مغموم اور پریشان رہتا ہوں۔

اے سوال کرنے والے! میں کئی بار خلیفہ کے قریبیوں کے ساتھ خلیفہ کی بے رحمی کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس لیے ڈرتا ہوں کہ کہیں مرغ کی طرح آج میری باری نہ ہو۔ اس بے رحمی کا میں بھی شکار ہو جاؤں اور مجھے بھی قتل کر دیا جائے۔

(لطائف طوائف، ص ۱۰۱)

۵۔ پانی پلانے والا غلام

اسحاق موصلی (م ۲۳۵) کا ایک غلام تھا جس کا کام ہر وقت کنویں سے نکال کر لانا اور سب کو پانی پیلاتا تھا۔ کام کی زیادتی

کی وجہ سے اُس کی حالت خراب ہو چکی تھی۔

ایک دن اسحاق نے اُس سے پوچھا: تمہارا اور میرا حال کیسا ہے؟ غلام نے کہا: اس قبیلے اور خاندان میں سب سے زیادہ بدبخت آپ ہیں اور میں ہوں۔

پوچھا: کس طرح؟ غلام نے جواب دیا: اس لیے کہ آپ رات بھر ان کی روٹی کی فکر میں ہوتے ہیں اور میں دن بھر ان کے پانی کی فکر میں ہوتا ہوں۔ اور یہ لوگ ہیں کہ ہمارے دکھ اور غم کی اِن کو کوئی خبر نہیں ہے۔ اس حالت میں بھی یہ لوگ ہم دونوں سے راضی نہیں رہتے۔ ہر وقت ہم پر احسان ہی جتلاتے رہتے ہیں۔

اسحاق ہنسنے لگا اور خوش ہو کر کہا: خدا کی قسم تم ٹھیک کہتے ہو۔ جاؤ آج سے تم آزاد ہو۔

باب نمبر 46

رشوت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝

(مائدہ/۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ الراشی والمرتشی والماشی بینھما۔

رشوت دینے والے اور لینے والے اور اِن دو کے درمیانی فرد پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔

(سفینۃ البحار ۱/ ۵۲۳)

۱۔ اشعث بن قیس

اشعث بن قیس ایک منافق آدمی تھا۔ وہ امیر المؤمنین کا دشمن تھا۔ وہ تیسرے خلیفہ کی طرف سے آذربایجان کا والی بنایا گیا تھا۔ عثمان کے قتل کے بعد امیر المؤمنینؑ نے اُسے خط لکھا اور یاددہانی کروائی کہ یہ منصب تمہارے پاس امانت ہے۔ تیرے ہاتھ میں موجود مال اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔

اشعث نے اپنے قریبیوں سے کہا: علیؑ کے خط کی وجہ سے میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں علیؑ آذربایجان کے اموال مجھ سے واپس نہ لے لے۔ بہتر ہے کہ معاویہ کے ساتھ مل جائیں۔ (بحار الانوار ۸/ ۴۳۳)

وہ کوفہ پہنچا اور رات کے وقت امام علیؑ سے ملاقات کی۔ امامؑ نے فرمایا: عقیل کی زندگی سے زیادہ حیران کن ہے کہ تم جیسا شخص رات کے وقت ہمارے پاس آئے۔ ایک تحفہ کے ساتھ جو ایک منہ بند برتن میں تھا۔ اور ایسا حلوا جو مجھے اچھا نہیں لگتا تھا، بالکل پسند نہ تھا، یوں لگتا تھا کہ جیسے سانپ کے زہر میں وہ حلوا پکایا گیا ہو۔

میں نے اُس سے کہا: کیا یہ تحفہ ہے یا زکواۃ یا صدقہ؟ زکواۃ وصدقہ ہم اہل بیت پر حرام ہے۔

جواب دیا: صدقہ اور زکواۃ نہیں ہے بلکہ تحفہ ہے۔

فرمایا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ کیا تم دین خدا کے اس راستے سے آئے ہو؟ تاکہ مجھے دھوکہ دے سکو؟ کیا تم نہیں جانتے؟ یا تم پاگل ہو یا بے ہودہ بات کر رہے ہو؟

خدا کی قسم اگر سات زمین اور جو کچھ آسمانوں کے نیچے ہے، مجھے دے دیں تا کہ میں ایک چیونٹی کے منہ سے جو کے دانے کا چھلکا چھین لوں۔ اور (خدا) کی نافرمانی کروں، میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ تمہاری دنیا میرے نزدیک اُس پتے سے زیادہ پست ہے جسے ایک کیڑا چباتا ہے۔

(نہج البلاغہ، ص ۱۵ے، خ ۲۱۵)

۲۔ رشوت یا تحفہ

پیامبرؐ نے قبیلہ ازد سے زکواۃ کی وصولی کیلئے ایک شخص کو بھیجا، جب وہ واپس آیا تو جو کچھ لایا اُس میں سے تھوڑا اپنے پاس رکھ لیا۔ کہا: یہ آپ کیلئے ہے اور یہ وہ تحفہ ہے جو انہوں نے مجھے دیا ہے۔

پیامبرؐ نے فرمایا: اگر سچ کہتے ہو تو تم کیوں نہیں اپنے ماں باپ کے بیٹھ گئے تا کہ وہاں تمہارے لیے یہ تحفہ لے آتے۔

پھر فرمایا:

ایسا کیوں ہے کہ جب بھی تم میں سے کسی کو کوئی کام سونپا جائے تو واپسی پر کہتے ہو کہ یہ آپ کیلئے ہے اور یہ میرا تحفہ ہے۔

کیوں اپنی ماں کے گھر میں نہیں بیٹھ جاتے تا کہ وہاں تمہارے لیے تحفہ بھیجیں۔ مجھے اُس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کوئی کسی چیز کو ناحق وصول نہیں کرتا مگر یہ کہ قیامت کے دن اُس کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے گا۔

کیا قیامت کے دن بھی چیختا ہوا اونٹ، شور مچاتی ہوئی گائے یا بے بے کرتی ہوئی بکری تمہاری طرف سے پیش کی جائے گی۔ پھر ہاتھ بلند کیے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی، فرمایا: کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ خدایا! اس بات پر گواہ رہنا۔

(جامع السعادات ۲/ ۱۳۳)

۳۔ یزید کا رشوت دینا

یزید جب حکومت پر مسلط ہوا۔ ہر ایک سے بیعت لے رہے تھے۔ عبداللہ ابن عمر نے بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ وہ اپنے دلائل کے ساتھ کہتا: کیا خلافت ہراکلیوی (مشرقی روم کی حکومت) یا قیصری نظام کی طرح ہے کہ حکومت باپ سے بیٹے کو ملے۔ بلکہ حکومت میں اسلامی پہلو ہونے چاہئیں۔

یزید نے ایک لاکھ دینار عبداللہ ابن عمر کو تحفے کے طور پر بھیجے اور پھر بیعت کا مطالبہ کیا۔ تو ابن عمر نے اپنی پہلے والی باتوں کو بھلا کر بیعت کر لی۔

پھر یزید کی تعریف میں حدیثیں اور روایات نقل کرنے لگے اور کہا: اگر یہ روایات اُس کی رضایت کا باعث ہوں تو اچھا ہے

اور اگر ہماری پریشانی کا باعث بنیں تو ہم صبر کریں گے۔

بیعت کے بارے میں اپنی رائے بدلنے پر کہا: پہلے معاویہ کی وجہ سے بیعت نہیں کر رہا تھا اور اب جبکہ کوئی رکاوٹ موجود نہیں اس لیے بیعت کو قبول کر رہا ہوں۔ (الغدیر ۱۹ / ۶۴)

۴۔ ابو ہریرہ

معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے کچھ لوگوں کو تحفے بھیجے۔ اور پھر مطالبہ کیا کہ اس کی تعریف میں اور اہل بیتؑ کے مذمت میں احادیث اور روایات لکھ کر بھیجیں۔ اسی سلسلے میں ابو ہریرہ کو بہت بڑی رقم انعام میں دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ مدینہ کا والی بنا دیا گیا۔ معاویہ کے چہرے پر بال بہت کم تھے (کوسج کی بیماری تھی) بنی اُمیہ کی نسل خوبصورت نین نقش والے نہ تھے۔ جبکہ بنی ہاشم کی نسل میں سب خوبصورت تھے۔ لیکن ابو ہریرہ معاویہ کی طرف سے انعامات پا کر بھی ایسی احادیث معاویہ کیلئے کہتا کہ وہ اس کے ظاہری ڈھیل ڈھول سے مطابقت نہ رکھتی تھیں۔

ایک دن عائشہ بنت طلحہ کو دیکھا جو کہ بہت حسین اور خوبصورت تھی۔ کہا: سبحان اللہ! تمہارے گھر والوں نے کتنی اچھی تمہاری پرورش کی ہے۔ خدا کی قسم تم سے زیادہ خوبصورت چہرہ میں نے نہیں دیکھا مگر یہ کہ معاویہ کا وہ چہرہ جب وہ منبر رسولؐ پر بیٹھتا ہے۔

(ابو ہریرہ، ص ۱۹۱)

۵۔ واقفی کی رشوت

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو اُن کے اموال کی رقم کچھ لوگوں کے پاس رکھی تھی۔

اموال کی رقم کیونکہ بہت زیادہ تھی؛ اس لیے طمع اور لالچ باعث بنی کہ کچھ لوگوں نے امامؑ کی شہادت کا انکار کر دیا۔ تا کہ اس اعلان کے ذریعے اپنے شوم مقاصد کو حاصل کر سکیں۔ یہ گروپ واقفی کے نام سے مشہور ہوا۔

زیاد قندی کے پاس ۷۰۰۰۰ اشرفی، اور علی بن ابی حمزہ کے پاس ۳۰۰۰۰ اشرفی تھیں۔

یونس بن عبد الرحمن لوگوں کو امام رضا علیہ السلام کی امامت کی طرف دعوت دے رہا تھا۔ اور واقفی گروپ سے لاتعلقی کا اعلان کر رہا تھا۔ اُن دونوں نے یونس کو ۱۰۰۰۰۰ اشرفی دینے کا وعدہ کیا تا کہ وہ امام رضا علیہ السلام کی امامت کی تبلیغ چھوڑ دے۔ پیغام بھیجا کہ اگر تم یہ سب پیسے کی خاطر کر رہے ہو تو ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ بے نیاز کر دیں گے۔ تم صرف امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کا انکار کر دو۔

یونس بن عبد الرحمن نے اُن دونوں کی تجویز کو ٹھکرا دیا۔ اور اُن کی مخالفت میں کھڑا ہو گیا۔ امام رضا علیہ السلام سے نقل ہونے والی روایت میں یونس کو تین مرتبہ جنت کی بشارت دی گئی۔ اور رشوت قبول نہ کرنے اور واقفیوں کے مقابلے میں کھڑے ہونے پر امامؑ نے یونس کو جنت کی ضمانت دی ہے۔ (منتہی الامال ۲ / ۲۵۳)

باب نمبر 47

روح

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي

(اے رسول) آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے۔ (اسراء/۸۵)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان الارواح لا تمازج البدن ولا تداخله وانما هي كالكلل للبدن محيطة.

بے تحقیق انسانوں کی ارواح اُن کے جسموں کے ساتھ ملی ہوئی اور یک جان نہیں ہیں بلکہ روح ایک نازک لباس کی مانند ہے جس نے سارے جسم کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (بصائر الدرجات، ص ۴۶۳)

ا۔ ارواح

امیر المومنین مسجد کوفہ میں تلوار پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ زرہ کو اپنے پیچھے رکھا تھا۔ ایک عورت آئی اور اُس نے اپنے شوہر کی شکایت کی۔ امامؑ نے اُس کے شوہر کے حق میں فیصلہ دیا۔ وہ عورت غصہ میں آگئی اور اونچی آواز میں بولی: خدا کی قسم، جیسا آپؑ نے فیصلہ کیا ہے، بات ایسی نہیں ہے۔ رعایا کے درمیان آپؑ نے عدالت کے ساتھ حکم نہیں کیا۔

امامؑ نے زوردار آواز میں فرمایا: تو جھوٹ بولتی ہے۔ او سلفع عورت۔

وہ عورت یہ سننے کے بعد وہاں سے تیز تیز وہاں سے چلی گئی۔ عمرو بن حریث اُس کے پیچھے گیا اور پوچھا: کیا ہوا وہاں سے بھاگ کیوں آئی؟ اُس عورت نے جواب دیا کہ جب اُنہوں نے مجھے سلفع کہا تو میں وہاں سے بھاگ آئی۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ عورت جسے حیض نہیں آتا۔ یہ بات میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

عمرو بن حریث واپس امام کے پاس آیا اور کہا: اے علیؑ آپؑ نے کس کہانت و جادو سے یہ غیب کی خبر اُس سے کہی؟

امامؑ نے فرمایا: وائے ہو تم پر یہ کوئی کہانت یا جادو نہ تھا۔ بلکہ خداوند نے ارواح کو اجسام پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے خلق فرمایا تھا۔ اور اُن کے بارے میں ہر مومن اور کافر کی دو آنکھوں کے درمیان اسے لکھ دیا ہے۔ پیامبرؐ خدا اپنی فہم و فراست کے

ساتھ ہر بات کو سمجھ لیتے تھے۔ (ان فی ذالک لایات للمؤمنین) حضورؐ کے بعد میں اور میرے ذریت سے آنے والے امام ہیں جو اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔

(نمونہ معارف ۵/ ۳۰۵)

۲۔ تجرد

میرزا جواد ملکی تبریزی کہتے ہیں: میں کھڑا تھا کہ ملا حسین قلی ہمدانی آئے اور مجھ سے کہا: فلانی کی تربیت تمہارے ذمے ہے۔ وہ شاگرد علم و ادب سیکھنے میں بہت ہمت اور کوشش کرنے والا تھا۔ اُس نے چھ سال کی مراقبت اور ریاضت کے ساتھ مقدماتی سفر کو طے کر کے تجرد کی منزل حاصل کر لی تھی۔

میں اُسے اپنے استاد کے پاس لایا اور عرض کی کہ ان صاحب نے اپنا کام پورا کر لیا ہے۔ اور اب آپ کے دست فیض تک پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

استاد نے اپنے ہاتھ سے اُس شاگرد کی طرف اشارہ کیا اور کہا: تجرد ایسے کہتے ہیں۔ وہ شاگرد کہتا ہے کہ میں نے دیکھا میرے جسم سے روح نکل کر الگ ہوگئی۔ اور میری روح میرے جسم کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے تجرد کہتے ہیں کہ اختیار اور تصرف کے ساتھ روح جسم سے الگ ہو جائے۔ (سیر و سلوک، ص ۱۴۵)

۳۔ بدن میں روح واپس

فخر الذاکرین کہتا ہے کہ جب ایوان سے گذر کر کاظمین میں داخل ہوا۔ وہاں میں بیمار ہو گیا۔ اتنی حالت خراب ہوئی کہ احتضار کی حالت میں چلا گیا۔ میرے ساتھی میرے گرد جمع ہو گئے تھے اور رو رہے تھے۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک لوح میرے سامنے ظاہر ہوئی۔ اور ایک خوبصورت جوان نے مجھ سے کہا: تم اس مثالی بدن میں چلے جاؤ۔ میں نے وہاں ایک قالب دیکھا۔ میں نے کہا: میں قیدی نہیں ہونا چاہتا۔ اُس جوان نے محبت بھرے لہجے میں کہا: تمہیں اس مثالی بدن میں جانا ہوگا۔

میں نے دیکھا کہ آہستہ آہستہ میرے ہاتھ پاؤں اور جسم کے دیگر اعضا کام کرنا چھوڑ رہے ہیں اور سامنے موجود مثالی بدن کے ہاتھ پاؤں حرکت کرنے لگے ہیں۔ میں نے کہا: میں نہیں جانا چاہتا۔ میں صرف اپنا سر ہلا سکتا تھا۔ جیسے صرف میرے سر میں روح باقی تھی۔ میں اپنے گرد اپنے ساتھیوں کے رونے کی آواز سن رہا تھا۔

ایسی حالت میں میں نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کرنا شروع کی: میں بہت دور سے آپ کی زیارت کیلئے آیا ہوں۔ زیارت کے سفر کے دوران ہی مر جاؤں، یہ ٹھیک نہیں ہے۔

اچانک ایک آواز آئی کہ اُس کی روح کو واپس کر دیں۔ اُسے ساٹھ سال عمر دے دی گئی ہے۔ میں نے دیکھا کہ فوراً ہی وہ

خوبصورت جوان (عزرائیل) اور مثالی بدن دونوں غایب ہو گئے۔ میں نے اپنے آپ کو حرکت دی، آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ میرے دوست پریشان بیٹھے تھے۔

میں نے کہا: مجھے ہلاؤ اور اٹھا کر بیٹھا دو، مجھے بھوک لگی ہے کھانا لاؤ۔ میں نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا۔ آدھی رات کے وقت کھانا کھایا۔ سب دوست حیران تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم تو مر چکے تھے۔ کس طرح زندہ ہو گئے؟ میں نے امام حسین علیہ السلام کی عنایت اور محبت کا ذکر کیا۔ (رہنمائے سعادت ۲/ ۳۱۱۔ معجزات وکرامات، ص ۳۱)

۴۔ چہرے پر تل

سید علی آقا (م ۱۳۶۶) اخلاق اور عرفان کے استاد تھے۔ تجرد اور تجلی نفس کے بارے میں کہتے ہیں:

ایک دن میں اپنے کمرے سے باہر صحن میں آیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میری روح خاموش اور بے حرکت میرے ساتھ کھڑی تھی۔ میں نے بہت غور سے اپنے جسم کو دیکھا۔ مجھے اپنے چہرے پر ایک تل نظر آیا۔ جب میں نے کمرے میں آکر شیشے میں دیکھا تو وہ تل مجھے نظر آیا۔ اس تل کی طرف میں پہلے کبھی متوجہ نہ ہوا تھا۔ (لب الباب، ص ۳۴)

۵۔ ارواح کی جگہ

ایک دفعہ امام علی علیہ السلام کوفہ سے نکلے اور نجف کے قریب وادی سلام پہنچے۔ اصبغ بن نباتہ کہتا ہے: ہم امامؑ کی خدمت میں پہنچے، دیکھا کہ امامؑ زمین پر بیٹھے ہیں۔ قنبر نے عرض کی: یا امیر المؤمنین کیا آپؑ اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ عبا آپؑ کے پاؤں کے نیچے بچھا دوں؟ فرمایا: نہیں، یہاں وہ زمین ہے جہاں مومنوں کی خاک موجود ہے۔ تمہارا یہ کام اُن کیلئے مزاحمت ہے۔

اصبغ کہتا ہے: میں نے عرض کی کہ مومنوں کی خاک تو سمجھ میں آگئی ہے لیکن یہ مزاحمت سمجھ نہیں آئی اس کا کیا مطلب ہے؟

فرمایا: اے اصبغ! اگر تمہاری آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹ جائیں تو تم دیکھو گے کہ یہاں مومنین کے مختلف حلقوں میں جمع ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں۔ باتیں کر رہے ہیں۔ یہ مومنوں کی جگہ ہے اور برہوت (یمن میں ایک جگہ) کافروں کی ارواح کی جگہ ہے۔ (تفسیر نمونہ ۱۴/ ۳۱۸)

باب نمبر48

ریاست (حکومت اور تسلط)

خداوندتعالیٰ فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ

یہ آخرت کا گھر ہے یہ اُن کیلئے ہے جو زمین میں برتری اور فساد نہ چاہتے تھے۔

(قصص/۸۳)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من سما الی الریاسة صبر مضض السیاسة.

جوکوئی اعلیٰ منصب پائے اور ریاست حاصل کرلے، اُسے سیاست (نظام کو چلانے) میں دکھ اور درد پر صبر کرنا چاہیے۔ (غررالحکم ۱/ ۳۵۲)

ا۔ طلحہ وزبیر

طلحہ وزبیر صحابہ میں سے تھے۔ اُنہوں نے جنگوں میں شرکت کی۔ خلفا ثلاثہ کے زمانے میں (۲۵ سال) امیرالمؤمنینؑ کی طرفداری کیا کرتے تھے۔

جب امیرالمؤمنینؑ خلیفہ بنے تو یہ دونوں جاہ ومقام حاصل کرنے کے لیے امامؑ کے پاس آئے لیکن امامؑ نے کسی بھی جگہ کی ریاست اُن کے حوالے نہ کی۔ پھر ان دونوں حضرت عائشہ کوتحریک دلائی اور بصرہ میں جنگ جمل کا باعث بنے۔ طلحہ اور زبیر نے حضرت عائشہ سے کہا کہ لوگ اُنہیں امیر پکارتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے لشکریوں کوحکم دیا کہ اُن دوکو امیر کے عنوان سے سلام کیا کریں۔

امیر ہونے پر دونوں میں اختلاف اور لڑائی ہوگئی۔ جنگ جمل (۳۶ ھ) کے شروع ہونے سے پہلے کون لوگوں کو نماز جماعت پڑھائے گا، اس بات پر اختلاف ہوگیا۔ آخر حضرت عائشہ نے طلحہ اور زبیر کے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ باری باری نماز جماعت پڑھائیں۔ جنگ کے آخر تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔

(داستانہاو پندہا ۹/ ۳۵)

ان دو کی جاہ طلبی باعث بنی کہ پانچ ہزار افراد امامؑ کے لشکر سے اور تیرہ ہزار افراد طلحہ و زبیر کے لشکر سے مارے گئے۔ یعنی کل اٹھارہ ہزار افراد قتل ہو گئے۔ مروان بن حکم جو طلحہ سے دشمنی رکھتا تھا، اُس نے جنگ کے دوران ایک تیر طلحہ کی طرف پھینکا۔ جس سے وہ مرگیا۔ زبیر جنگ سے بھاگ گیا اور ایک گاؤں پہنچا جہاں وہ رات سو رہا تھا کہ عمرو بن جرموز پہنچا اور اُس نے تلوار سے زبیر کا سر بدن سے الگ کر دیا۔ (تتمۃ المنتہی ۹۔ ۱۳)

۲۔ ریاست طلبی

زمانہ جاہلیت میں ابو عامر نے اپنے آپ کو دکھانے کی خاطر عیسائی مذہب قبول کر لیا اور اُس کے عابد و زاہد افراد میں سے ایک بن گیا۔ کچھ لوگ اُس کے مرید بھی بن گئے۔

قبیلہ خزرج میں اُس کا اثر و نفوذ بہت زیادہ تھا۔ وہ حضور پاکؐ کے آنے کی بشارت دینے والوں میں سے تھا۔ لیکن پیامبر اکرمؐ مدینہ تشریف لائے۔ غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ مسلمان کامیاب ہو گئے تو وہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ پہنچا اور وہاں کفار و مشرکین کو پیامبرؐ کے خلاف جنگ کیلئے ابھارتا رہا اور مدد طلب کرتا رہا۔

اُس کی ریاست طلبی اور جاہ طلبی اس قدر زیادہ تھی، اس چیز کی شدید خواہش اُس کے اندر ہوس بن چکی تھی۔ غزوہ احد کے دوران اُس نے حکم دیا کہ دو لشکر کے درمیان گھڑے کھودا جائے۔ اُنہی گھڑوں میں سے ایک گھڑے میں گرنے کی وجہ سے حضورؐ کے دانت شہید ہو گئے اور حضورؐ زخمی ہو گئے۔

غزوہ احد کے بعد پھر اُس کے ذہن میں آیا کہ روم چلا جائے۔ تاکہ وہاں کے بادشاہ ہرقل سے مسلمانوں کے خلاف مدد حاصل کرے اور مسلمانوں کو سبق سکھائے۔

روم سے اُس نے مدینہ کے منافقین کے نام ایک خط میں لکھا کہ ہم جلد ہی مدینہ کی طرف بڑھیں گے۔ آپ لوگ اپنے بچاؤ کیلئے کوئی مناسب جگہ بنائیں۔ منافقین نے خاموشی سے ایک مسجد اور بیمار لوگوں کے علاج معالجے کیلئے ایک جگہ تعمیر کر لی۔ لیکن اس دفعہ موت نے ابو عامر کو مہلت نہ دی کہ کسی مقام و منصب تک پہنچ سکے اور پیامبرؐ کے ساتھ جنگ کیلئے میدان میں آئے۔

(تفسیر نمونہ ۸/ ۳۲)

۳۔ عبدالرحمن کا قتل

معاویہ کی حکومت کے ۱۹ سال میں جو بربادیاں ہوئیں اُس میں کوئی شک نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ریاست و حکومت کو اپنے ہی خاندان میں رکھنے کی خواہش اور اس کے لیے کوششیں کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھیں۔

معاویہ نے شام کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ایک تقریر میں کہا کہ میری عمر اب بہت زیادہ ہو گئی ہے، میری موت کا وقت آن پہنچا ہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کیلئے ایسے فرد کا تعین کروں جو آپ کے معاملات کو بہتر نظم

دے اور امن قائم رکھ سکے۔

میں بھی تم میں سے ایک ہوں۔ آپ لوگ آزاد ہیں کسی کو انتخاب کریں۔ لوگوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کہا: عبدالرحمن بن خالد بن ولید ریاست حکومت کیلئے بہت مناسب ہے۔

معاویہ کو اس رائے کا انتظار نہ تھا۔ اس نے اس بارے نہ سوچا تھا۔ وہ یزید کو چاہتا تھا۔ اس لیے اُسے غصہ تو بہت آیا لیکن اپنے چہرے سے عیاں نہ ہونے دیا۔

کچھ ہی دنوں بعد عبدالرحمن بیمار ہوگیا تو معاویہ نے اپنے دربار کے ایک یہودی طبیب ابن اثال کو اُس کے علاج کیلئے بھیجا۔ اور اس سے کہا کہ اُسے ایسا شربت پیلا جو اس کو مارڈالے۔

یہودی طبیب نے اسے علاج کے لیے شربت پیلایا، جس کو پینے کی وجہ سے عبدالرحمن مرگیا۔ اس کا بھائی مہاجر عبدالرحمن کے مرنے کے بعد اپنے غلام کے ساتھ دمشق آیا اور یہودی طبیب کیلئے کمین میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔

ایک دن وہ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ معاویہ کے پاس سے اٹھا۔ اور محل سے جب باہر آیا تو مہاجر نے اُس پر حملہ کر دیا۔ اُس کے دوست جان بچا کر بھاگ گئے۔ یہودی طبیب قتل ہو گیا۔

مہاجر گرفتار کر لیا گیا اور اُسے معاویہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ معاویہ نے کہا: کبھی خیر نہ دیکھو۔ تیرا ستیاناس ہو۔ میرا خاص طبیب کو کیوں قتل کیا؟ مہاجر نے جواب دیا: ابھی تو اپنے بھائی کو قتل کرنے پر مامور کو مارا ہے۔ اُسے حکم دینے والا ابھی باقی ہے۔

(الغدیر ۲۰/۵۵)

۴۔ بحیرہ بنی عامر

ایام حج میں جب لوگ منیٰ میں تھے۔ پیامبر اکرمؐ دین اسلام کی تبلیغ کیلئے پہلے بنی کلب اور پھر بنی حنیفہ کے کیمپوں میں گئے۔ اُن کے درمیان اپنا مدعیٰ پیش کیا اور پھر اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ لیکن دونوں نے انکار کر دیا۔

وہاں سے نکلے تو بنی عامر کی طرف چلے گئے۔ اُن سے ملاقات کے دوران اسلام کی تبلیغ اور قبول اسلام کی دعوت دی۔

وہاں قبیلے کے بزرگوں میں سے ایک شخص بحیرہ نام کا بیٹھا تھا۔ اُس نے پیامبر خداؐ کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا: اگر میں اس جوان کو قریش سے علیحدہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیتا تو اُس کی قدرت وطاقت کے ساتھ سارے عرب کو اپنا مطیع بنالیتا۔ پھر پیامبرؐ سے کہا: اگر آج ہم آپ کی نبوت کو قبول کرلیں، بیعت کے بعد خدا مخالفین پر کامیابیاں عطا فرمائے، تو کیا آپؐ کے بعد سرداری اور ریاست پھر ہمارے پاس ہوگی؟

پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: میرے بعد کا اختیار بھی خدا کے پاس ہے۔ بحیرہ نے کہا: یہ کیا بات ہوئی کہ آج ہم آپ کی حمایت میں اٹھیں، اپنی گردنوں کو دوسروں کے اسلحہ اور نشانوں کے سامنے رکھیں اور پھر کامیابی کے بعد سرداری بھی دوسروں کو مل جائے۔ ہمیں

آپ کی یہ دعوت قبول نہیں ہے۔

(سیرہ ابن ہشام ۱/ ۳۲۴)

۵۔ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ

سعدی کہتا ہے کہ ایک درویش منش فقیر ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ وہاں سے ایک بادشاہ کا گذر ہوا۔ فقیر جو اپنی قناعت والی زندگی میں مست تھا۔ اُس نے بادشاہ کا احترام نہ کیا اور کوئی توجہ نہ کی۔ بادشاہ کو اپنی سلطنت وحکومت کا غرور تھا۔ اُسے فقیر کے اس رویہ پر دھچکا لگا۔ بادشاہ نے کہا: یہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے لوگ، بے شعور جانوروں کی طرح ہیں۔ جو انسانیت کی خصوصیات سے بے بہرہ ہیں۔

ایک وزیر اُس فقیر کے پاس گیا اور کہا: او فقیر! تمہارے قریب سے اس زمین پر سلطان گذرا ہے تم نے اُس کا احترام کیوں نہیں کیا؟

فقیر نے کہا: بادشاہ سے کہو اپنی خدمت کی توقع اُس سے رکھے، جو اُس سے نعمت کی توقع رکھے۔ بے شک کہ بادشاہ عوام کا محافظ اور نگہبان ہوتا ہے اور بدلے میں عوام بادشاہ کی اطاعت کیلئے نہیں ہوتی۔

بادشاہ کو فقیر کی باتیں اچھی لگیں تو خوش ہو کر کہا: مجھ سے اپنی کوئی حاجت چاہو تا کہ میں پوری کروں۔ فقیر نے کہا: میری حاجت یہ ہے کہ آئندہ مجھے زحمت اور تکلیف نہ دینا۔ بادشاہ نے کہا: مجھے کوئی نصیحت کرو۔ فقیر نے کہا: اپنے پاس موجود نعمت کی قدر کو جانو یہ ریاست وحکومت ہمیشہ تیرے پاس نہیں رہے گی۔ یہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں چلی جائے گی۔

(گلستان سعدی، ص ۸۶)

باب نمبر 49

زبان

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنۡ يَّثۡقَفُوۡكُمۡ يَكُوۡنُوۡا لَـكُمۡ اَعۡدَآءً وَّيَبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ وَاَلۡسِنَتَهُمۡ بِالسُّوۡٓءِ

اگر وہ تم پر مسلط ہو جائیں تو تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ اور تمہاری برائی کرنے کیلئے اُن کی زبان اور اُن کے ہاتھ کھل جائیں گے۔ (ممتحنہ/ ۲)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

تکلموا تعرفوا فان المرء مخبوء تحت لسانه.

بات کرو تا کہ پہچانے جاؤ کیونکہ انسان اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہوتا ہے۔

(نہج البلاغہ، ص ۱۲۷۲)

ا۔ زبان درازی

سعدی کہتا ہے کہ ایک بڑے آدمی کے پاس ایک غلام تھا۔ وہ بہت خوبصورت اور خوش شکل جوان تھا، اُس کی خوبصورتی میں کوئی ثانی نہ تھا۔ وہ آدمی اپنی محبت اور خلوص کی وجہ سے اُسے بہت چاہتا تھا۔

لیکن ایک دن اپنے ایک دوست سے اُس کا شکوہ کرتا ہے کہ افسوس ہے کہ وہ خوبصورت جوان اپنی خوبصورتی کے باوجود زبان دراز اور بے ادب ہے۔

دوست نے کہا: اے برادر! اگر تم نے اُس کے ساتھ دوستی، پیار اور عشق کا رشتہ بنالیا ہے تو اُس سے اپنی خدمت کا انتظار چھوڑ دو۔ کیونکہ جب پیار و محبت کا معاملہ ہو تو مالک اور غلام کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ غلام اپنے آقا کا سردار بن جائے اور آقا مجبور ہے کہ اپنے خوبصورت غلام کے ناز و نخرے برداشت کرے۔

(گلستان سعدی، ص ۲۰۲)

۲۔ کعب بن اشرف

مسلمان جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور اپنے گھر بار و معمولی زندگی سے دور ہوئے تو مشرکین نے اُن کے مال و اموال میں لوٹ مار شروع کر دی۔ جس کے ہاتھ جو لگا اُس نے قبضہ جما لیا۔ کھلم کھلا مسلمانوں کے خلاف بدزبانی کی جانے لگی۔

مدینہ پہنچ کر بھی مسلمان مدینہ کے یہودیوں کے ہاتھوں پریشان تھے۔ وہ مسلمانوں کے خلاف بدزبانی کرتے اور طرح طرح کی باتیں بناتے تھے۔ خاص طور پر کعب بن اشرف جو کہ ایک شاعر تھا۔ وہ حضور پاکؐ اور مسلمانوں کے خلاف گندی زبان استعمال کرتا اور شعر کہہ کر مذاق اُڑایا کرتا تھا۔

اپنے اِن شعر اور گندی زبان کے ذریعے وہ مشرکین کے دل خوش کرتا اور اُن کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارتا تھا۔ اپنے اشعار میں مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو موضوع بنا کر اُن پر غزلیں اور عشقیہ شعر بناتا۔ جس کی وجہ سے حالات اتنے بے قابو ہو رہے تھے کہ پیامبر اکرمؐ نے اُس کے قتل کا حکم جاری فرمایا۔

(تفسیر نمونہ ۳/۲۰۳)

۳۔ مدح سرائی

پیامبر خداؐ نے اپنے ایک بیمار صحابی سے فرمایا: تمہیں بشارت کی مبارک ہو۔ اُس کی ماں نے کہا: جنت کی نعمتیں تمہارے لیے مبارک ہوں۔ پیامبرؐ نے فرمایا: آپ اس کے بارے میں کیا جانتی ہیں؟ شاید زبان سے بیہودہ باتیں کی گئی ہوں۔ یا ایسی جگہ جہاں اس کا تعلق نہ تھا وہاں اس نے خدا کی راہ میں دینے سے روکا ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی حضورؐ کی خدمت میں آیا اور مدح سرائی کرنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا: تیری زبان کے کتنے پردے ہیں؟ کہا: دو لب ہیں اور میرے دانت ہیں۔ فرمایا: کیا یہ تمہاری ساری باتوں کو روک نہیں سکتے۔

کہتے ہیں کہ بنی عامر کے لوگوں نے جب حضورؐ کی بہت زیادہ مدح سرائی کی تو حضورؐ نے فرمایا: اس حد تک بات کہو کہ شیطان آپ کو راستے سے ہٹا نہ دے۔

(علم اخلاق اسلامی ۲/۲۳۶)

۴۔ دلخراش آواز

عراق میں شہر موصل سے تین کلو میٹر دور مسجد سنجار میں ایک آدمی ثواب کی خاطر اذان کہا کرتا تھا۔ لیکن اس کی آواز ایسی بھدی تھی کہ سننے والوں کیلئے تکلیف کا باعث تھی۔ لوگ ایسی اذان سن کر مسجد سے دور ہو جایا کرتے تھے۔ مسجد کا متولی ایک عادل اور نیک دل انسان تھا۔ وہ اس آدمی کو منع کر کے اُس کا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا۔

ایک دن متولی نے اُس آدمی کو بلایا اور کہا: اس مسجد میں کچھ پرانے لوگ اذان کہنے والے ہیں جن میں سے ہر ایک کیلئے میں نے پانچ درہم تنخواہ مقرر کی ہے۔ تمہیں میں دس درہم دوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم یہاں اذان نہ کہو گے۔ بلکہ کسی دوسری مسجد میں جا کر اذان کہو گے۔

وہ موذن راضی ہو گیا۔ وہ سنجار سے کسی دوسرے شہر میں چلا گیا۔ کچھ مدت بعد وہاں سے گذرتے ہوئے متولی مسجد کے پاس آیا اور کہنے لگا: افسوس ہے کہ تم نے مجھے صرف دس دینار دے کر یہاں سے دور کر دیا۔ وہ دوسری مسجد والے مجھے بیس دینار دینے کو تیار ہیں۔ لیکن میں نے قبول نہیں کیا۔

(گلستان سعدی، ص ۱۹۷)

۵۔ زبان کا زخم

روز عاشور یزید کی فوج سے ایک سپاہی عبداللہ بن حوزہ تمیمی نے اونچی آواز میں کہا: کیا حسین تمہارے درمیان ہے؟

اصحاب امامؑ نے کہا: یہ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ تم کیا چاہتے ہو؟ بولا: اے حسینؑ! تمہیں آتش جہنم کی بشارت دیتا ہوں۔ وہ اپنے اس زبان کے زخم کے ذریعے فوج میں نمایاں ہونا چاہتا تھا۔ اور لشکر حسینیؑ کو غصہ دلانا چاہتا تھا۔

امامؑ نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں اپنے پروردگار کے پاس گناہوں سے پاک، اطاعت کی حالت میں اور شفیع بن کر جاؤں گا۔ تم کون ہو؟

بولا: میں ابن حوزہ ہوں۔ امامؑ نے اپنے ہاتھ اتنے بلند کیے کہ بغل کی سفیدی نمایاں ہونے لگی، پھر فرمایا: خدایا! اُسے آگ میں جلا دے۔

اچانک اُس کا گھوڑا بدکا اور وہ زمین پر گرا، اُس کا ایک پاؤں گھوڑے کی رکاب میں پھنس گیا۔ گھوڑا میدان میں بھاگنے لگا۔ اس کا جسم زمین پر رگڑ کھانے لگا۔ کوئی اس کو نہ بچا سکا۔ گھوڑا اتنا بھاگا کہ اس سپاہی کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اُس کا پاؤں گھوڑے کی رکاب میں پھنسا رہا اور جسم سے جدا ہو گیا۔

دشمن سے بچاؤ کیلئے حرم امامؑ کے سامنے کھودی گئی خندق میں جلائی جانے والی آگ میں اُس کے بدن کے ٹکڑے آ آ کر گرتے رہے اور آگ میں جل کر راکھ ہو گئے۔

(ارشاد مفید ۲/ ۱۰۲)

باب نمبر 50

عورت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔(بقرہ/ ۲۲۳)

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

الامراۃ الصالحۃ خیر من الف رجل غیر صالح.

نیک عورت ایک ہزار برے مردوں سے بہتر ہے۔(وسائل الشیعہ ۱۴/ ۱۲۳)

۱۔عمرو بن حمق کی بیوی آمنہ

عمرو بن حمق امیر المومنین کے زبردست حامیوں میں سے تھا اور جنگ صفین میں شریک تھا اور حضرت نے اُس کے حق میں دعا کی۔امام کی شھادت کے بعد، معاویہ اُن کے حامیوں کو ایک ایک کر کے گرفتار اور قتل کر رہا تھا۔حجر بن عدی کے قتل کے بعد عمرو کوفہ سے فرار ہو گیا اور موصل کے پہاڑوں میں پناہ لی۔معاویہ نے حکم دیا اس کی بیوی آمنہ کو گرفتار کر کے شام بھیج دیں۔

اُس کو گرفتار کر کے شام بھیج دیا گیا، وہ دو سال سے قید میں تھی اور اسے اپنے شوہر کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔دو سال بعد اُس کے شوہر کو معاویہ کے سپاہیوں نے ڈھونڈ لیا اور اُس کا کٹا ہوا سر معاویہ کے پاس لائے، معاویہ نے حکم دیا سر کو جیل لے جا کر اُس کی بیوی کی گود میں پھینک دیں اور دیکھیں وہ کیا کہتی ہے؟

جب آمنہ نے اپنے شوہر کا کٹا ہوا سر دیکھا تو کچھ دیر کانپتی رہی اور اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا: وائے ہو تم پر! ایک طویل عرصہ اس کو مجھ سے دور کرنے اور دربدر کرنے کے بعد اب اُس کا کٹا ہوا سر میرے پاس تحفہ کے طور پر لائے ہو۔اے میرے پیارے ھمسر! خوش آمدید، ابھی تک میں نے تمہیں ترک نہیں کیا اور کبھی بھی تمہیں نہیں بھولوں گی!

پھر معاویہ کے سپاہی سے کہا: جاؤ معاویہ سے کہو، خدا تمہارے بچوں کو یتیم کرے اور تمہارا گھر برباد کرے اور کبھی تمہیں معاف نہ کرے۔

آمنہ کا پیغام سن کر معاویہ نے اُس کو بلوایا اور کہا: تم نے ایسا کہا ہے؟

کہا: ہاں، جان لو خدا سرکشوں کی گھات میں ہے اور اُن کے کیے کی سزا ضرور دیگا۔

پھر معاویہ نے حکم دیا اُس کو شام سے باہر نکال دیں، کوفہ کے راستے میں (حمص) کے مقام پر طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر خدا کو پیاری ہوگئی۔ (پیغمبر و یاران ۵ / ۴۸۔ اعیان الشیعہ ۵ / ۴۹)

۲۔ زبیدہ

ہارون رشید کی بیوی زبیدہ نے دیکھا کہ بہلول بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ اور انگلی کے ساتھ زمین پر لکیریں کھینچ کر گھر بنا رہا ہے۔ زبیدہ نے پوچھا: یہ گھر کتنے میں بیچو گے۔ بہلول نے کہا: دو ہزار دینار طلا میں بیچوں گا۔

زبیدہ نے بہلول کو رقم ادا کی اور وہاں سے چلی گئی۔ بہلول نے رقم وصول کر کے غریب و مساکین میں تقسیم کر دی۔ رات ہارون رشید نے خواب میں دیکھا کہ قیامت کا منظر ہے اور وہاں ایک بہشتی گھر ہے۔ جب وہ اُس گھر میں جانا چاہتا ہے تو اُسے داخل ہونے نہیں دیا جاتا۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ گھر تیری بیوی کا ہے۔

صبح ہارون رشید اپنی بیوی زبیدہ سے اس بارے پوچھتا ہے۔ زبیدہ وہ بچگانہ گھر بہلول سے مہنگے داموں خریدنے کا واقعہ بیان کرتی ہے۔ ہارون بھی بہلول کے پاس گیا، دیکھا وہ لکیریں کھینچ کر بچگانہ گھر بنا رہا ہے۔ خلیفہ نے کہا: کیا یہ بیچو گے؟ بہلول نے کہا: ہاں۔ لیکن تیری ساری سلطنت لوں گا۔ (یا ایسی قیمت بتائی کہ وہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔)

ہارون نے کہا: زبیدہ کو تو تم نے اس سے کم قیمت پر گھر فروخت کیا ہے۔ اور مجھ سے اتنی زیادہ قیمت کیوں وصول کرنا چاہتے ہو؟ بہلول نے کہا: زبیدہ نے آخرت کو دیکھے بغیر گھر خریدہ تھا۔ لیکن تم نے دیکھا ہے اور اب گھر خریدنا چاہتے ہو۔ اس میں بہت زیادہ فرق ہے۔ (خزینۃ الجواہر، ص ۶۳۱)

۳۔ یزید کی بیوی

عاشور کے بعد کربلا کے اسیروں کو پہلے کوفہ اور پھر شام یزید کے دارالخلافہ میں لے جایا گیا۔ یزید کے حرم سرا میں سے کچھ عورتوں نے چاہا کہ کربلا کے اسیروں کو دیکھیں۔ اُن میں سے ایک عورت ایسی تھی جو عبداللہ بن جعفر کی کنیز رہ چکی تھی۔ اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی خدمت میں رہی تھی۔ اُس نے بھی خارجی قیدیوں کو دیکھنے کی خواہش کی۔

جب شام کے اُس خراب شدہ قید خانے میں پہنچیں۔ اُس عورت نے سوال کیا: آپ سب کا بڑا کون ہے؟ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی طرف رہنمائی کی گئی۔ عرض کی: آپ کس شہر کے رہنے والے ہیں؟ فرمایا: مدینہ، پھر عرض کی: مدینہ میں کس جگہ؟ فرمایا: مدینۃ الرسولؐ۔

عرض کی: کس محلہ کے رہنے والے ہیں؟ فرمایا بنی ہاشم۔ عرض کی: وہاں میں ایک محترم خانم کو جانتی ہوں، میں اُن کے گھر

میں کچھ عرصہ رہ چکی ہوں۔اُن کا نام زینب بنت علی (سلام اللہ علیہا) تھا۔وہ عبداللہ بن جعفر کی زوجہ تھیں۔

فرمایا: وہ زینبؑ میں ہوں۔اور یزید کے گھر کے دروازے کی چوکھٹ پر جو سر لٹک رہا ہے وہ میرے بھائی حسینؑ کا ہے۔

یزید کی بیوی نے اپنے بال کھول دیے اور اونچی آواز سے رونے لگی، معافی مانگنے لگی۔وہ سر کھلے، سر سے چادر اتار کر پا برہنہ یزید کے گھر پہنچی اور فریاد کر کے بولی:

بنت رسولؐ کے فرزند کو قتل کرنے کے بعد انہیں خارجی کہتے ہو۔واحسیناہ۔

اسیروں کے چند دن شام میں گذر جانے کے بعد یزید نے دیکھا کہ اُس کے گھر والے اُس پر لعن طعن کرنے لگے ہیں۔

ایک دن صبح اسیروں سے کہا: آپ لوگ آزاد ہو۔مدینہ جانا چاہو یا یہیں شام میں رہنا چاہو۔یا ہم سے کوئی ہدیہ یا کوئی انعام وغیرہ لینا چاہو۔اسیران کربلا نے شام میں رہنے کی خواہش کا اظہار کیا۔حکم دیا گیا کہ اُن کیلئے ایک اچھی حالت میں گھر لیا جائے جس میں وہ لوگ قیام پذیر ہو سکیں۔(ریاحین الشریعہ)

اسیران کربلا سات دن شام میں رہے۔سیاہ کپڑے پہنے اور عزاداری برپا کی اور نوحہ خوانی کی گئی۔پھر مدینہ کی طرف چلے گئے۔(بحار الانوار ۴۵/۱۹۶)

۴۔خلیفہ کو دھوکہ

مامون عباسی نے کہا: آج تک مجھے کبھی کوئی ایسا دھوکہ نہیں دے سکا جیسا اس بوڑھیا نے میری عقل پر پردے ڈال دیے۔

۲۰۴ھ میں جب میں خراسان سے بغداد پہنچا تو میرے چچازاد ابراہیم بن محمد نے خلافت کا دعویٰ کیا۔لیکن اس کے پاس لاؤ لشکر نہ تھا۔اس لیے وہ روپوش ہو گیا۔اُسے بہت تلاش کیا گیا لیکن وہ نہ ملا۔

ایک دن بوڑھیا میرے پاس آئی اور کہا: مجھے تخلیہ میں خلیفہ سے ایک ضروری اور خاص بات کرنی ہے۔جب محفل میں خلوت ہو گئی تو اُس بوڑھیا نے کہا: اگر میں ابراہیم تمہیں دکھا دوں تو مجھے کیا دو گے؟ میں نے کہا: ایک ہزار دینار دوں گا۔بوڑھیا بولی: یہ ایک ہزار دینار اپنے کسی دربان کو دے دو اور اُس سے کہو میرے ساتھ چلے جب میں اُسے ابراہیم دکھا دوں تو وہ مجھے ایک ہزار دینار دے دے۔

بس میں نے ایک ہزار دینار دربان کو دیے اور اُس سے کہا: اس بوڑھیا کے ساتھ جاؤ۔جب وہ تمہیں ابراہیم کو دکھا دے تو یہ رقم اس کے حوالے کر دینا۔

دربان نے بتایا:

وہ عورت سارا دن مجھے بغداد کی گلیوں میں گھماتی رہی۔جب شام ہو گئی تو ہم ایک گھر میں پہنچے وہاں ایک صندوق تیار دیکھا۔عورت نے کہا: تم اس صندوق میں بیٹھ جاؤ تا کہ تمہیں کوئی دیکھ نہ لے۔جب تک ابراہیم یہاں کسی نہ بھیجے۔اُس گھر سے مطمئن

نہیں ہوتا۔ اور اُس وقت تک وہاں نہیں جائے گا۔

میں صندوق میں بیٹھ گیا۔ اُنہوں نے صندوق کو بند کر دیا۔ کچھ ہی دیر بعد صندوق اٹھانے والے آ گئے۔ اُنہوں نے صندوق اٹھایا اور وہ چلنے لگے۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ کافی دیر کے بعد ایک جگہ صندوق رکھا اور اُس کا دروازہ کھولا۔ باہر نکل کر میں نے دیکھا کہ ایک محفل سجی ہوئی ہے۔ ابراہیم صدر محفل ہے۔ میں ابراہیم کے قریب گیا اور سلام کیا ابراہیم نے کہا بیٹھ جاؤ۔

اس عورت نے کہا: وعدہ کے مطابق ایک ہزار دینار مجھے دے دو۔ میں نے ایک ہزار دینار اُسے ادا کر دیے۔ پھر نہیں معلوم وہ عورت کہاں غایب ہو گئی۔

اُس محفل میں بہت ساری شراب موجود تھی۔ وہاں موجود لوگوں نے مجھے بھی بہت زیادہ شراب پیلائی۔ جب میں مست ہو گیا تو اُسی صندوق میں مجھے بند کر کے بغداد کے کسی چوراہے میں ڈال دیا گیا۔

کچھ دیر کے بعد گشت پر موجود سپاہیوں نے وہ صندوق دیکھا تو اُسے کھولا اور مجھے وہاں سے نکالا۔ پھر مجھے خلیفہ مامون کے پاس لے گئے۔ میں نے اول تا آخر سارا واقعہ خلیفہ کی خدمت میں بیان کیا۔

خلیفہ نے کہا: عجیب بوڑھیا تھی جس نے مجھے دھوکہ دے دیا۔

بالآخر ابراہیم کی جگہ کا پتہ چل گیا اور اُسے گرفتار کر لیا گیا۔ جب ابراہیم کو خلیفہ مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو مامون نے اُس کو معاف کر دیا اور اُس بوڑھیا کے بارے میں پوچھا۔ ابراہیم نے بتایا کہ میرے پاس اخراجات کیلئے رقم ختم ہو گئی تھی۔ کوئی راہ حل نہ تھا۔ اتنے میں اس عورت نے ہمت دیکھائی اور اس کام کو انجام دیا۔

(جامع التمثیل، ص ۳۲۴۔ زینۃ المجالس)

۵۔ راضی بہ رضائے الٰہی

کسی نبی خدا کے زمانے میں ایک آدمی کی عقلمند اور نیک بیوی تھی۔ وہ اپنے شوہر کی بہت خدمت کیا کرتی تھی۔ مرد بہت حیران تھا اور خیال کیا کرتا تھا کہ اُس کی بیوی اُس سے بے انتہا محبت کرتی ہے۔

ایک رات اُس نے اپنی بیوی سے پوچھا: میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ صحیح جواب دینا۔ عورت سمجھ گئی کہ وہ کیا سوال کرنا چاہتا ہے۔ اُس عورت نے کہا مجھ سے سوال نہ کرو۔

آدمی ہر صورت میں سوال پوچھنا چاہتا تھا۔ اُس نے اپنی بات کو چند ایک مرتبہ تکرار کیا۔ لیکن عورت بار بار کہتی رہی مجھ سے سوال نہ کرو۔ مرد کے اصرار پر عورت نے کہا: ٹھیک ہے پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

آدمی نے کہا: کیا تم دنیا میں میرے علاوہ کسی اور سے مجھ سے زیادہ محبت کرتی ہو؟ عورت نے جواب دیا: میں نے کہا تھا مجھ

سے یہ سوال نہ پوچھو۔ لیکن اب تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں تم سے بالکل بھی محبت نہیں کرتی۔ بلکہ تیرے ساتھ زندگی کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔

آدمی نے پوچھا: تو پھر میری اتنی خدمت کیوں کرتی ہو؟ عورت نے کہا: خداوند کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے۔ میں اُس کی قدر و قضا پر راضی ہوں۔ اور اُس کے حکم کی اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر میری عمر طولانی ہوتی۔ پھر بھی اس بات کو ظاہر نہ کرتی۔ لیکن کیونکہ تم نے اتنا اصرار کیا ہے اور میں جواب دینے میں جھوٹ نہیں بولتی۔

آدمی نے جب یہ جواب سنا تو اُسے طلاق دے کر آزاد کر دیا۔ اُس عورت کا مہر بھی ادا کر دیا۔

نبی خدا پر وحی نازل ہوئی کہ ہم نے دونوں کو بخش دیا ہے۔ اُس عورت کو اس لیے کہ وہ میری رضا پر راضی ہے۔ اور مرد کو اس لیے کہ اُس نے عورت کو دکھ اور رنج سے آزاد کرنے کا ارادہ کیا اور پھر اُسے آزاد کر دیا۔

(جوامع الحکایات، ص ۳۳۶)

باب نمبر 51

زندان

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝

پس یوسف چند سال اور زندان میں رہے۔ (یوسف/ ۴۲)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

السجن احد القبرین.

زندان انسان کیلئے دو قبروں میں سے ایک ہے۔ (غرر الحکم ۱/ ۵۰۸)

ا۔ بوذر جمہر

انوشیروان کا وزیر بوذر جمہر کسی وجہ سے اُس کے غصے کا باعث بنا۔ تو اُس نے حکم دیا کہ اُس کو کال کوٹھری میں قید کر دیں۔ وہ کچھ عرصہ قید میں تھا، شاہ نے اپنے دربار کے کچھ بزرگوں کو بوذر جمہر کا احوال جاننے کے لئے قید خانے بھیجا۔

وہ جب وہاں گئے، تو اسے مطمئن اور خوش دیکھا۔ اس سے کہا: تم اتنے سخت حالات میں کیسے اتنے مطمئن اور خوش ہوں؟

فرمایا: میں نے ایک دوائی بنائی ہے جس میں چھ چیزیں ملائی ہیں، اُن سے فائدہ اُٹھاتا ہوں اور خوش رہتا ہوں۔

انہوں نے کہا: وہ دوائی کیا ہے؟ تا کہ ہم بھی اُس سے استفادہ کریں؟

فرمایا: ۱۔ خدا پر اطمینان

۲۔ جو تقدیر میں ہے وہ ضرور ہوگا۔

۳۔ آزمائش میں صبر بہترین چیز ہے۔

۴۔ اگر صبر نہ کروں تو کیا کروں؟

۵۔ جو مجھ سے زیادہ سختی میں ہیں اُن کی طرف بھی دیکھنا چاہیئے۔

۶۔ اس گھڑی سے اگلی گھڑی تک، وسعت اور کشادگی ہے۔

بھیجے ہوئے لوگوں نے سارا واقعہ انوشیروان تک پہنچایا، اور شاہ نے حکم دیا اسے آزاد کر دیا جائے، اور ہمیشہ اسے عزت د

احترام کی نظر سے دیکھتا تھا۔

(داستانھا و پندھا ۳/ ۷۷۔ سفینۃ البحار ۲/ ۳ و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔)

۲۔ چار سال

ایک دن عباسیوں کا دوسرا خلیفہ منصور دوانیقی، اپنے قصر میں رود دجلہ کی طرف اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔

اچانک خراسان کی طرف سے ایک تیر دربار عباسیہ کے در سے ہوتا ہوا اس کے سامنے آ گرا۔

منصور ڈر گیا، اور تیر اٹھایا اور دیکھا اس پر کچھ شعر اس مضمون کے لکھے تھے:

میں ایک مظلوم بوڑھا ولایت حمدان (عراق) سے قید میں ہوں۔ میری دادرسی کریں۔

منصور نے کچھ افراد کو قید خانے بھیجا تا کہ اس کے بارے تحقیق کریں اور دیکھیں وہ بوڑھا کون ہے؟

جب اس کے بھیجے ہوئے لوگوں نے تلاش کیا تو دیکھا ایک بوڑھا قبلہ رخ بیٹھا ہے اور کہہ رہا تھا: بہت جلد جو ظلم کرتے ہیں وہ جان لیں گے کہ [ظالموں کا انجام ہلاکت اور بربادی ہے اور۔۔۔]

اس بوڑھے کو منصور کے پاس لے آئے اور اس نے اس کا احوال پوچھا۔

بوڑھے نے کہا: میں حمدان کے شرفاء میں سے تھا، جب تمھارا گورنر میرے محل میں آیا اور زبردستی میرے کھیت جن کی ہزار درہم قیمت تھی پر قبضہ کر لیا اور مجھے قید کر دیا۔ اور جیلر سے کہا: یہ حکومت کے خلاف بغاوت کرنا چاہتا ہے۔

منصور نے پوچھا: کتنے عرصے سے قید میں ہوں؟

کہا: چار سال۔ منصور نے کہا: ہم تمہیں قید سے آزاد کرتے ہیں، اور تمھارا کھیت تمہیں واپس کر دیتے ہیں اگر چاہو اس سابق گورنر سے جس نے تم پر ظلم کیا ہے بدلہ لے لو۔

بوڑھے نے کہا: کھیت واپس نہیں لونگا اور اس گورنر کا قصور بھی معاف کرتا ہوں۔

اس کے باوجود کہ اُس بوڑھے کے حق میں ظلم ہوا تھا اُس نے درگذر کر کے خلیفہ کے سامنے بزرگواری دکھائی۔

(رھنمای سعادت ۳/ ۵۷۶ روضۃ الصفا ۳/ ۳۴۳)

۳۔ امام حسنؑ کے پوتے نواسے

بنی عباس کی خلافت میں خصوصاً منصور دوانیقی کے زمانے میں اُن کے زندان امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے پر تھے۔

ریاح بن عثمان بنی الحسن کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیتا اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آتا۔ ۱۴۴ میں جب منصور مکہ سے واپس آ رہا تھا، تو ربذہ گیا، وہاں ریاح بن عثمان نے جیلر ابوالازہر جو بہت خبیث آدمی تھا، کے ہمراہ، بنی الحسن اور محمد دیباج کو زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں باندھا ہوا تھا تا کہ خلیفہ اُن کو دیکھے۔

کوفہ میں ایک زندان تھا (محبس ھاشمیہ) کے نام سے جو تہہ خانے میں تھا اور یہ زندان، پل اور نہر فرات کے قریب تھا۔ بنی الحسن، کو بیت الخلاء کے لئے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور وہ اسی جیل میں رفع حاجت کرتے تھے، پیشاب پاخانے کی بدبو سے وہ بیمار ہوجایا کرتے تھے۔ زمین کے گیلے ہونے کی وجہ سے اُن کے پاؤں میں ورم ہوجایا کرتا تھا۔ اور پھر روماترم بیماری لاحق ہوجاتی، جو کہ جان لیوا ثابت ہوتی۔

اس زندان میں اتنا اندھیرا چھایا رہتا تھا کہ نماز کے وقت کا بالکل پتہ نہ چلتا تھا۔ اس لیے اُنہوں نے قرآن پاک کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے پانچ افراد کی ذمہ داری لگائی کہ وہ باری باری تلاوت کریں۔ اور یوں وہ نماز کے وقت کو جان سکتے تھے۔ اُن میں سے جب کوئی مر جاتا۔ اُس کا جسد خاکی وہیں رکھا رہتا۔ کچھ مدت بعد اُس میں سے تعفن کی بو آنے لگتی۔ جو زندہ بچ جاتے وہ یا تو بیمار ہو جاتے یا بدبو کی وجہ مر جاتے۔ آخر کار زندان کی چھت کو اُن قیدیوں کے سر پر گرا دیا گیا۔ اور سب قیدی اُس کے نیچے دب کر مر گئے۔

مسعودی کے مطابق جو کہ اُس نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ ۳۳۲ھ میں قید خانے کی وہ جگہ جہاں اُن مظلوم قیدیوں کے جسد خاکی دبے ہوئے تھے۔ لوگوں کیلئے زیارت گاہ میں تبدیل ہوگئی۔

(تحفۃ المتقی، ص ۳۱۔ ۳۳)

۴۔ ابوصلت ہروی

امام رضا علیہ السلام کی مامون کے ہاتھوں زہر سے شہادت کے بعد امامؑ کے خاص خادم ابوصلت ہروی واقعات کو یوں نقل کرتے ہیں:

مامون چاہتا تھا کہ امامؑ اُس کے باپ ہارون رشید کی قبر کے پائنتی دفن ہوں۔ لیکن زمین کھودنے کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں۔ پھر ہارون کی قبر کے سرہانے قبر کھودی گئی۔ جہاں سے پانی اور ایک مچھلی نکلی۔ مامون نے کہا: اب اس پانی کا کیا کریں؟ ابو صلت کہتے ہیں کہ میں نے دعا پڑھی تو پانی چلا گیا۔ اور پھر امامؑ کو وہاں دفن کیا گیا۔ ہارون کی قبر امامؑ کے پاؤں میں آگئی۔
دفن کے بعد مامون نے مجھ سے کہا کہ وہ جو دعا آپ نے پڑھی تھی جس کی وجہ سے پانی چلا گیا تھا وہ دعا مجھے بھی تعلیم دیں۔ میں نے کہا: خدا کی قسم میں وہ بھول گیا ہوں۔ لیکن وہ میری بات کا یقین نہیں کر رہا تھا۔ جبکہ میں جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ اس جرم میں اُس نے مجھے قید میں ڈال دیا۔

میں ایک سال قید میں رہا۔ وہاں ایک دن میں اپنی قید سے تھک گیا میرا دل تنگ پڑنے لگا۔ میں عبادت اور دعا میں مشغول ہوگیا۔ میں نے خدا سے محمد و آل محمد علیہم السلام کا واسطہ دے کر اور ان حضرات معصومینؑ کو شفیع قرار دیتے ہوئے قید سے رہائی کی دعا کی۔

ابھی میری دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ امام محمد تقی الجواد علیہ السلام میرے پاس قید خانے میں تشریف لائے۔ اور فرمایا: اے ابوصلت تمہارا دل تنگ پڑ رہا ہے؟

عرض کی: جی واللہ۔ فرمایا: اٹھو،

میرے پاؤں سے زنجیر ٹوٹ کر الگ ہوگئی۔ میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قید خانے سے باہر لے آئے۔ قید خانے کے نگہبان مجھے دیکھ رہے تھے۔ لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اُن کو نظر نہیں آ رہا۔ اُن نگہبانوں نے میرے ساتھ کوئی بات نہ کی۔

جب امام مجھے قید خانے سے باہر لے آئے تو فرمایا: تم خدا کی امان میں ہو۔ اب مامون تمہیں نہیں دیکھ سکے گا اور تم بھی اُسے نہ دیکھو گے۔ امام کے فرمان کے مطابق پھر میں کبھی مامون کے جال نہ پھنسا۔

(منتھی الآمال ۲/۷۳۵)

۵۔ زندان میں ایک رات

قدیم ایران میں اشکانیان کی بادشاہت کے بعد اردشیر بابکان (مجوسی) بادشاہ بنا اور اُس نے چودہ سال حکومت کی۔ اُس کے بعد تخت سلطنت پر شاہ پور بیٹھا۔

مانی نے شاہ پور کو اپنے مذہب کی طرف راغب کر لیا۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد موبذ نے مانی کے ساتھ بحث میں اُسے زیر کر دیا اور شاہ پور پھر سے مجوسی ہو گیا۔

شاہ پور نے فیصلہ کیا کہ مانی کو قتل کروا دے لیکن مانی فرار کر کے ہندوستان چلا گیا۔ مانی کا عقیدہ ثنویت تھا۔ یعنی دو مبدا ہیں دو خالق ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ روشنی اور تاریکی کا ایک ایک الگ خالق ہے۔ اسی طرح نیکی اور بدی بھی ان دو خالق کی مخلوق ہیں۔

شاہ پور کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا ہرمز اور پھر بہرام تخت سلطنت پر بیٹھا۔ وہ ہوسرانی اور شہوت میں مصروف رہتا۔ مانی کے مریدوں نے اُسے لکھا کہ یہ جوان بادشاہ تو ہوسرانی میں مگن رہتا ہے۔ تم ایران آ جاؤ۔ وہ ایران چلا گیا لیکن اُس کا کام تمام ہو گیا۔

بہرام نے اُس گرفتار کیا اور قید میں ڈال دیا پھر کہا: کل صبح تمہیں حاضر کروں گا اور اس طرح قتل کروں گا کہ ماضی میں اُس کی مثال نہ ملے گی۔"

مانی ایک رات قید خانے میں رہا۔ قید میں کل صبح کے خوف، شدید نفسیاتی دباؤ سے اُس کے جسم کی جلدیں پھٹ گئی جیسے ابھی اکھاڑی گئی ہو۔ صبح ہونے سے پہلے ہی وہ مر گیا۔

صبح جب بہرام نے قید خانے کے نگہبان سے اُسے حاضر کرنے کو کہا تو بتایا گیا کہ وہ تو قید خانے میں ہی مر گیا ہے۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق اُس کا سر کاٹ کر اُس کے جسد میں بھوسا بھر دیا گیا۔

(تاریخ یعقوبی ۱/۱۹۷)

باب نمبر 52

زہد (دنیا سے لاپرواہی)

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾

آخر اُسے (یوسف) کو بہت کم قیمت چند درھم کے بدلے فروخت کردیا گیا۔ وہ اس کو بیچنے کی نسبت رغبت نہ رکھتے تھے۔ (یوسف/۲۰)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ن الزهادة: قصر الامل والشكر على النعم والورع عن المحارم.

بے شک زہد امیدوں کو کم کرنا، خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور خدا کی حرام کردہ چیزوں سے بچنا ہے۔

(غرر الحکم ۱/۳۹۵)

ا۔ آفرین

ایک بادشاہ جو ہمیشہ شراب کے نشے میں دھت رہتا تھا۔ اُس کے پاس ایک زاہد نما شخص آیا اور کہا: کل رات میں نے پیامبر اکرمؐ کو خواب میں دیکھا ہے آپ فرما رہے تھے کہ بادشاہ سے کہو شراب کم پیا کرے۔

بادشاہ نے کہا: خدا کی قسم تم اس خواب کی جھوٹی نسبت پیامبر خداؐ کے ساتھ دے رہے ہو۔ زاہد شخص نے کہا: تم کیسے یہ کہہ سکتے ہو کہ میرا خواب جھوٹا ہے؟

بادشاہ نے کہا: اس لیے کہ تم نے کہا کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ شراب کم پیا کرو۔ اس کا مطلب ہے کہ کم شراب پینے کی اجازت ہے اور وہ جائز ہے۔ جبکہ کم یا زیادہ شراب پینا حرام ہے۔ یقیناً آپ سرکار ہرگز کم شراب کی بھی اجازت نہیں دیں گے۔ زاہد شخص بہت شرمندہ ہوا اور حاضرین نے بادشاہ کو آفرین کہا۔

(لطائف طوائف، ص ۷۰)

۲۔ حضرت عیسیٰؑ کا زہد

کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کھدر کا لباس پہنتے تھے۔ پتے، درختوں کی چھال اور زمین سے اُگنے والی جڑی بوٹیاں کھایا کرتے تھے۔ چلتے چلتے جہاں پہنچ جاتے وہیں سو جاتے۔ کسی جگہ کو اپنے لیے وطن قرار نہ دیا تھا اور اپنی رہائش کیلئے گھر نہ بنایا تھا۔

ایک رات تیز بارش ہو رہی تھی گرج چمک کی زوردار آوازیں آ رہی تھیں۔ ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں اور سخت سردی شروع ہوگئی۔ دور سے ایک غار کو دیکھا، ارادہ کیا کہ اُس میں چلے جائیں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا وہاں اندر ایک جانور سو رہا ہے اور مزید جگہ نہیں ہے۔ واپس آگئے اور کہا: بھڑیے کیلئے پناہ گاہ ہے لیکن ابن مریم کیلئے پناہ گاہ نہیں ہے۔

آواز آئی میں بے پناہوں کی پناہ گاہ ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کے پاس کل متاعِ دنیا ایک پیالہ تھا جس سے وہ پانی پیا کرتے تھے۔ ایک دن دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ کے چلو سے پانی پی رہا ہے اُس دن سے وہ پیالہ بھی چھوڑ دیا اور ہاتھ سے چلو بنا کر پانی پیا کرتے تھے۔ اور فرماتے: مجھے معلوم نہیں تھا کہ خداوند نے مجھے ہاتھ کا پیالہ عطا کیا ہے۔

قیامت کے دن جب فقیروں کو حساب کتاب کیلئے لایا جائے گا تو وہ کہیں گے: ہمیں درویش صفت اور مال و دولت سے تہی دست پیدا کیا جس کی وجہ سے ہم تمہارا حق ادا کر سکے اور تمہاری اطاعت کر سکے۔

پھر حضرت عیسیٰؑ کو لایا جائے گا جو دنیا میں آئے اور گئے لیکن اُن کا کوئی مال اور ملکیت نہ تھی۔ اور وہ اُن پر حجت بنائے گئے۔

(کشف الاسرار ۱/۳۸۹)

۳۔ شیخ مرتضیٰ انصاری

شیخ مرتضیٰ انصاری ایسے مجتہدین میں سے تھے جنہوں نے دنیا سے بے نیازی اور زہد کے ساتھ ساری زندگی گذار دی۔

جب نجف اشرف کے حاکم وقت کے سامنے ایسی بات کی گئی تو کچھ لوگوں نے کہا: بہت سے لوگوں نے اس شیخ کے گھر میں اسلحہ بطور امانت چھپا رکھا ہے۔

حاکم نے بھی ایک افسر کو حکم دیا کہ پولیس کے دستے کیساتھ شیخ کے گھر میں جائے اور جو اسلحہ ملے اٹھا لائے۔ وہ لوگ بغیر اطلاع کے شیخ کے گھر میں داخل ہو گئے اور کمروں میں، تہہ خانے میں، کنویں میں، حتیٰ دیواروں تک میں سب جگہ تلاش کیا۔ لیکن کچھ نہ ملا۔ کوئی اسلحہ کیا اسلحہ کا نشان تک نہ ملا۔ گھر میں کچھ پرانے قالین، ایک پرانا سا لحاف اور چند ایک گھر میں استعمال کے برتن تھے۔ جیسے کہ ایک دیگچی، ایک لوٹا وغیرہ۔

افسر بہت حیران ہوا اور حاکم کے پاس آیا کہا: لوگوں نے خواہ مخواہ غلط بات کی ہے۔ یہ شیخ انتہا درجے کا زاہد اور دنیا سے بے نیاز شخص ہے جیسے ہمارے بزرگ حضرت عمر ابن خطاب تھے۔

جب یہ خبر شیخ تک پہنچی تو شیخ نے کہا ہم نے ترقی کر لی ہے کہ عمر ابن خطاب کی طرح کے ہو گئے ہیں۔

(شخصیت شیخ انصاری، ص ۸۷)

۴۔ سچا زاہد

سعدی کہتا ہے کہ ایک بادشاہ کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ اُس نے منت مانی کہ اگر اس مشکل سے نجات حاصل کرے گا تو کچھ زاہد اور نیک لوگوں میں کچھ رقم تقسیم کرے گا۔

خداوند نے اُسے مشکل سے نجات دی۔ بادشاہ نے مال و زر کی ایک تھیلی اپنے دربان کو دی اور کہا شہر کے زاہد لوگوں میں تقسیم کر دو۔ تا کہ اُس کی منت پوری ہو جائے۔

وہ دربان بہت ہوشیار اور عقلمند تھا۔ وہ ہر روز شہر کا چکر لگاتا۔ سچے زاہد افراد کو تلاش کرتا لیکن زاہد نما افراد تو ملتے لیکن سچے زاہد نہ ملتے۔ آخر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا: میں نے بہت تلاش اور کوشش کی ہے۔ لیکن کوئی زاہد نہیں ملا۔

بادشاہ نے کہا: یہ کیا بات تم کر رہے ہو۔ میری معلومات کے مطابق اس ملک میں چار سو زاہد افراد موجود ہیں۔

دربان نے جواب دیا: بادشاہ سلامت جو زاہد ہے وہ مال و زر کو قبول نہیں کرتا، اور جو قبول کرتا ہے وہ زاہد نہیں ہے۔

بادشاہ مسکرایا اور اپنے درباریوں سے کہا: جس قدر میں حق پرست زاہد لوگوں سے ارادت رکھتا ہوں۔ وہ اتنا ہی زیادہ اُن کا دشمن ہے۔ لیکن وہ سچ کہہ رہا ہے۔

زاہد کہ درم گرفت و دینار

زاہد تر از او یکی بہ دست آر

جو زاہد درہم و دینار وصول کرلے اُس سے زیادہ کوئی زاہد تلاش کرو۔

(گلستان سعدی، ص ۱۳۸)

۵۔ عثمان بن مظعون

وہ چودھواں شخص تھا جس نے اسلام قبول کیا۔ وہ ایک عاقل اور اچھی فکر رکھنے والا شخص تھا۔ حضورؐ اور امیر المؤمنینؑ کی خاص توجہ اور عنایت اُس پر رہتی تھی۔ امیر المؤمنینؑ اُس کی یاد میں اپنے ایک بیٹے کا نام عثمان رکھا۔

اُس نے دو بارہ حبشہ ہجرت کی۔ وہ بہت بہادر اور نڈر آدمی تھا۔ لیکن اُس کی سب سے زیادہ مشہور صفات میں سے ایک دنیا سے بے نیازی، عبادت و بندگی خدا تھی۔

عبادت کیلئے اپنی بیوی سے دور کچھ عرصہ کیلئے وہ پہاڑوں میں چلے گئے۔ پیامبر خداؐ نے حکم فرمایا کہ یہ کام ترک کر دیں اور گھر واپس آ جائیں۔ اپنی بیوی اور بچوں کا خیال کریں۔ اور فرمایا: خدا تعالیٰ نے مجھے رہبانیت کیلئے نہیں مامور کیا۔

کچھ عرصہ اُس کا خیال تھا کہ اپنے آپ کو خصی کرلے، خواجہ بن جائے، تاکہ بہتر طور پر عبادت کر سکے۔ لیکن پیامبر اکرمؐ نے منع فرمادیا۔

وہ دن میں روزے رکھتا اور راتوں میں عبادت کیا کرتا تھا۔ غزوہ بدر میں شرکت کی اور اُس کے بعد وفات پائی۔ وہ پہلا شخص تھا جو بقیع کے قبرستان میں دفن ہوا۔

پیامبرؐ اُس کی موت پر بہت افسردہ تھے۔ پیامبرؐ نے روتے ہوئے جھک کر اُس کے کفن کو کھولا اور تین مرتبہ اُس کے ماتھے کو چوما۔ پھر آہ بھری آواز میں فرمایا: مبارک ہو تمہیں اے ابو سائب (صاحب توبہ) تم دنیا سے چلے گئے اور تمہیں دنیا دھوکہ نہ دے سکی۔

پیامبر خداؐ کا یہ فرمان اُس کے حقیقی زہد اور دنیا سے بے نیازی کا ترجمان ہے۔

جب پیامبرؐ کے بیٹے ابراہیم اور بیٹی رقیہ دنیا سے گئے اور بقیع میں دفن ہوئے تو پیامبرؐ نے فرمایا: تم لوگ بھی ہم سے آگے جانے والے، سبقت لے جانے والے، نیک اور صالح بندے عثمان بن مظعون سے جا ملے ہو۔

(سفینۃ البحار ۲/۱۹۰۔ بحار الانوار ۲۲/۲۶۴)

باب نمبر 53

سادات

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔

کہہ دیجئے تم لوگوں سے میں کوئی اجر نہیں مانگتا مگر میرے قرابت داروں سے مودت کرو۔

(شوریٰ/ ۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

انا شافع یوم القیامة لاربعة اصناف ... ... رجل بذل ماله لذریتی عند الضیق.

میں قیامت کے دن چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کرنے والا ہوں۔۔۔۔۔۔۔وہ لوگ جو میری ذریت (اولاد) کی مشکل وقت میں اپنے مال سے مدد کریں گے۔ (الکافی ۴/ ۶۰)

ا۔ بنی داود کی سادات

نصر اللہ بن عنین مکہ معظمہ زیارت کیلئے گیا۔ وہ اپنے ہمراہ کچھ سامان اور لباس لے گیا۔ بنی داود کے سادات میں سے (ابن موسیٰ حسنی) کچھ لوگوں نے اُسے پکڑا اور زدوکوب کرنے کے بعد اس کے مال واسباب پر قبضہ کرلیا۔

یمن کے بادشاہ کا نام عزیز بن ایوب تھا۔ ابن عنین نے اُس کے نام ایک خط لکھا اور بنی داود کے سادات کو سزا دینے اور کیفر کردار تک پہنچانے کی درخواست کی۔ ساتھ نئے فتح ہونے والے ساحل پر جانے سے منع کیا۔ اولاد فاطمہ یعنی بنی داود کا فیصلہ تلوار سے کرنے کی تاکید کی۔

اس خط کے بعد رات خواب میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہی ہیں۔ سلام عرض کیا تو بی بی نے جواب نہ دیا۔ وہ رونے لگا اور اس بے اعتنائی کی وجہ پوچھی۔

بی بی سلام اللہ علیہا نے جواب میں فرمایا:

ا۔ اولاد فاطمہ (س) سے پستی اور بدزبانی دور ہے۔ زمانے نے دھوکے اور فریب سے میری اولاد کو تنگ کر دیا ہے۔

۲۔ اگر میری اولاد میں سے کسی نے گناہ کیا ہے تو تم قصداً اس بری بات کو ہم سے نسبت دیتے ہو۔

۳۔ اگر ہماری اولاد کی طرف سے کوئی مشکل اور تکلیف ہو۔ تو قیامت کے دن ہم سے اُس کا بدلہ لو۔ اپنے کیے سے توبہ کرو۔

ابن عنین کہتا ہے: میں خواب سے جب بیدار ہوا میں بہت پریشان تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ سادات بنی داود کی طرف سے حملہ کی وجہ سے مجھے جو زخم آئے تھے وہ سب مندمل ہو چکے تھے۔ اُن کے کوئی آثار میرے جسم پر نہ تھے۔ پس میں نے جنت پیامبرؐ سے معذرت خواہی میں کچھ اشعار کہے۔

اے جنت پیامبرؐ میں معذرت چاہتا ہوں، مجھے درگذر فرمادیں۔ خدا کی قسم آئندہ اگر آپ کی اولاد میں سے کوئی مجھے تلوار کے ساتھ، نیزے کے ساتھ تکہ بوٹی کردے تب بھی میں نہیں کہوں گا کہ اُنہوں نے کوئی برائی کی ہے بلکہ میں کہوں گا کہ اُنہوں نے اچھا کام انجام دیا ہے۔ (بیت الاحزان، ص ۷)

۲۔ منصور دوانیقی کا ظلم

منصور دوانیقی خلیفہ عباسی نے پیامبرؐ کی اولاد کے ساتھ بہت ظلم روا رکھا۔ اُس نے حکم دیا کہ بغداد میں ایک عمارت بنائی جائے جس میں مسجد بھی شامل ہو اور اُس کی دیواروں میں سادات کو چُن دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں ساٹھ ہزار سادات کو زندہ زندہ دیواروں میں چُن دیا گیا۔

ایک دن خوبصورت سید جوان، جس کے بال لمبے اور کالے تھے، کو گرفتار کیا گیا۔ امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ اُسے عمارت تعمیر کرنے والے کے حوالے کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ عمارت کے ستون میں اُسے چُن دیا جائے۔ اُس پر کچھ سپاہیوں کو پہرے کیلئے کھڑا دیا گیا۔ تاکہ عمارت خراب نہ ہو۔

عمارت تعمیر کرنے والے نے جب نوجوان کا چہرہ دیکھا تو اس کا دل نرم پڑ گیا۔ اُس نے ستون میں ایک سوراخ چھوڑ دیا تاکہ وہ سانس لے سکے۔ اور اس سید نوجوان کو بھی بتا دیا کہ صبر کرو۔ رات کسی وقت میں تمہیں یہاں سے باہر نکال لوں گا۔

وہ رات میں ڈرتا ہوا آیا اور نوجوان کو باہر نکال دیا۔ پھر اس سے کہا: خدا کیلئے میرے قتل اور میرے ساتھ کام کرنے والے مزدوروں پر ہونے والے ظلم سے نجات کی خاطر تم یہاں سے جانے کے بعد روپوش ہو جانا۔

میں نے سوچا اگر میں تمہیں اس دیوار میں چُن دیتا ہوں تو خدا کے حضور میں تمہارے جد بزرگوار کہیں مجھ سے ناراض نہ ہوں جائیں۔ اس لیے اب تم بغداد میں نہ رہنا۔

اُس سید نوجوان نے کہا: میں اپنے سر کے کچھ بال اپنی والدہ کو پہنچانا چاہتا ہوں تاکہ وہ یہ جان لیں کہ مجھے اس مشکل سے نجات مل گئی اور وہ اپنا رونا کم کر دیں۔

اس شخص نے سید نوجوان کے کچھ بال کاٹ کر رکھ لیے اور اُس کے ہمراہ گھر تک گیا۔ سید نے اپنے گھر کی طرف اشارہ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔ اُس شخص نے بال ہاتھ میں پکڑے اور دروازے پر دستک دی۔ گھر کے اندر سے رونے کی دل گداز آواز سنی اس کا دل دہل گیا۔ وہ جان گیا کہ یہ اس کی ماں ہے۔

ماں جب دروازے پر آئی تو اُس نے وہ بال اُنہیں دے دیے اور اُن کے بیٹے کے زندہ ہونے کی خبر سے مطلع کیا۔

(عیون اخبار الرضا، ص ۱۱۲۔ خزائن نراقی، ص ۳۲۲)

۳۔ جسارت ونجاست

۱۲۲۹ھ کی بات ہے کہ شہر کاشان میں محکمہ خزانہ کے ایک آدمی نے فقیر سید سے ٹیکس کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور اُس کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آتا رہا۔ وہ سید کہتا: میرے پاس نہیں ہے، کچھ دن مجھے مہلت دو۔ ہوسکتا ہے خدا کوئی راہ حل پیدا کر دے۔ میرے جد بزرگوار رسول خدا کی حیا کرو۔

اُس شخص نے کہا: اگر تمہارے جد کچھ کر سکتے ہیں تو اُن سے کہو میرے شر سے تمہیں بچا لیں۔ یا تمہارے لیے کوئی وسیلہ پیدا کر دیں۔

ایک ضامن کی ضمانت لی اور کہا: اگر کل صبح تک طلوع آفتاب تک ٹیکس ادا نہ کیا تو کوئی نجاست، گندگی تیرے منہ میں ڈال دوں گا۔ اور اپنے جد سے کہہ دو جو وہ کر سکتے ہیں کر لیں۔

وہ شخص رات گھر کی چھت پر سونے کیلئے گیا۔ آدھی رات رفع حاجت کیلئے بیت الخلا گیا جب لکڑی کے تخت پر پاؤں رکھ کر بیٹھنے لگا تو وہ ٹوٹ گئی اور پاخانے والے کنویں جا گرا۔

اگلے دن صبح اُس کی لاش کو اُس نجاست اور گندگی کے کنویں سے نکلا۔ یوں اُس کے شر سے بھی نجات مل گئی اور اُس کے اپنے منہ میں گندگی چلی گئی۔

۴۔ پیامبر کی خاطر

علی بن عیسیٰ کسی بادشاہ کا وزیر تھا، کہتا ہے: میں مدینہ کے سادات اور علویوں کو کھانا، لباس اور پیسے خدا کی راہ میں دیا کرتا تھا۔ خاص طور پر ماہ رمضان سے شروع میں ایسا کیا کرتا تھا۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اولاد سے ایک بوڑھا شخص تھا میں اُسے ہر سال ۵۰۰۰ درہم دیا کرتا تھا۔ ایک دن سردیوں کے موسم میں کہیں جا رہا تھا میں نے دیکھا کہ وہ بوڑھا شخص مست حالت میں گرا پڑا ہے اور اس نے قے بھی کر دی ہے۔

میں نے سوچا کیسے شخص کو میں مالی مدد کیا کرتا ہوں۔ جو یہ رقم گناہ کرنے میں مصرف کرتا ہے۔ آئندہ اسے کچھ نہ دوں گا۔ جب ماہ رمضان شروع ہوا وہ شخص میرے پاس آیا اور اپنے سالانہ رقم کا مطالبہ کیا۔

میں نے کہا: کیونکہ تم یہ رقم گناہ میں (شراب نوشی میں) استعمال کرتے ہو اس لیے تمہیں نہیں دوں گا۔ وہ چلا گیا۔ رات خواب میں دیکھا کہ پیامبر اکرمؐ چند ایک صحابہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ میں بھی حضورؐ کی خدمت میں پہنچا۔ لیکن حضورؐ نے میری طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔

• میں نے عرض کی: میں آپ کی اولاد کے ساتھ احسان و نیکی کرتا ہوں اور آپ میری طرف کیوں توجہ نہیں فرمارہے۔ فرمایا: میری اولاد میں سے فلاں (بوڑھے شخص) کو کیوں واپس کیا ہے؟

عرض کی: وہ گناہ کرنے میں رقم خرچ کیا کرتا ہے۔ فرمایا: وہ رقم اُس کی خاطر دیتے ہو یا اُس کی میرے ساتھ نسبت کی وجہ دیتے ہو؟ عرض کی: آپ کی وجہ سے۔ فرمایا: تم میری خاطر اس گناہ پر پردہ بھی تو ڈال سکتے تھے۔ عرض کی: ٹھیک اب اُس کی عزت و احترام کروں گا۔

بس پھر خواب سے جاگ گیا۔ اُس بوڑھے سید کی تلاش میں کسی کو بھیجا۔ جب وہ آیا تو اُسے ۱۰۰۰۰ درہم دیے اور اُس سے کہا: اگر تمہارے خرچ کیلئے یہ کم پڑ جائیں تو مجھے خبر دینا۔ وہ گھر کے صحن تک جا کر پھر واپس آیا اور پوچھا: کیا وجہ ہے کہ کل تم نے مجھے دھتکار دیا اور آج دو گنے مہربان ہو رہے ہو؟ اس بات کے جاننے کیلئے اصرار کرنے لگا۔ میں خواب میں جو دیکھا تھا سب بیان کر دیا۔

بوڑھے سید کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اُس نے شراب نوشی کرنے سے توبہ کی، نذر مانی اور قسم کھائی کہ آئندہ کبھی گناہ کی طرف نہ جائے گا تاکہ میرے جد کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

(منتہی الآمال ۲/۳۹۷)

۵۔ امیر المؤمنینؑ کے نام پر قرض

کوفہ میں ایک تاجر ابو جعفر رہتا تھا اُس کا کاروبار خوب چلتا تھا۔ وہ سادات کا بہت احترام کیا کرتا تھا۔ جب بھی اُس سے کوئی چیز چاہتے وہ بعنوان قرض دیا کرتا تھا۔ اور اپنے غلام سے کہتا کہ یہ قرض کاپی میں علی ابن طالبؑ کے نام لکھ لو۔

چند سال بعد اُس کا سب کاروبار تباہ ہو گیا۔ اُس نے اپنے غلام سے کہا: دیکھو جن لوگوں نے قرض لیا تھا اُن میں سے جو مر چکے ہیں اُن کے نام کاپی سے مٹا دو۔ اور جو زندہ ہیں اُن سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرو۔ غلام نے کچھ رقم اکھٹی کی لیکن کاروبار بحال نہ ہو سکا۔

ایک دن کسی نے مذاق اُڑاتے ہوئے کہا: تم اس (علی ابن طالبؑ) کے نام پر قرض دیا کرتے تھے۔ دیکھا آج کس حالت پر آ گئے ہو۔ تاجر بہت افسردہ اور دکھی ہوا۔ رات خواب میں دیکھا کہ پیامبر اکرمؐ امام حسنؑ سے دریافت فرما رہے ہیں کہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ امیر المؤمنینؑ کی آواز آئی: میں آپ کی خدمت میں ہوں۔

فرمایا: اس آدمی کا قرض ادا کیوں نہیں کر رہے؟ عرض کی: ابھی آپؐ کے حضور میں اُسے ایک ہزار اشرفی دے رہا ہوں۔ پھر پیامبرؐ نے فرمایا: میری اولاد میں سے جب بھی کوئی قرض چاہے اُسے دے دو۔ تا کہ اُس کی ضرورت پوری ہو جائے۔

تاجر خواب سے جاگا، دیکھا کہ ایک ہزار اشرفی کی پوٹلی اُس کے پاس رکھی ہے۔ اُس نے اپنی کو بلا کر دکھایا۔ اُسے یقین نہ آرہا تھا۔ کہنے لگی کوئی اور ہی چکر ہے۔ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو ابھی کاپی اٹھا کر دیکھو۔ اُس میں قرض واپس کرنے والوں کے قرض ادا ہونے کا اندراج ہونا چاہیے۔ دونوں نے کاپی میں دیکھا کہ علی ابن طالبؑ کے نام کا کوئی قرض باقی نہ تھا۔

(کشکول بحرانی ۲/۲۲۸)

باب نمبر 54

سادگی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ (فرقان/۷)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

یسروا ولا تعسروا وخففوا ولا تثقلوا۔

آسانی کرو مشکل نہ کرو نرمی برتو اور سختی نہ کرو۔ (غرر الحکم ۱/۵۴۹)

ا۔ امہات المؤمنین

مسلمانوں کو چند ایک جنگوں میں فتح و کامیابی اور بہت سارا مال غنیمت حاصل ہونے کے بعد امہات المؤمنین کی طرف سے بھی حضورؐ سے کچھ تقاضوں میں اضافہ ہو گیا۔

جیسے کہ حضرت ام سلمہ نے خدمتگار کنیز کا تقاضا کیا۔ حضرت میمونہ نے حلہ کپڑے، حضرت زینب بنت جحش نے یمنی کپڑے، حضرت حفصہ نے مصری لباس، حضرت جویریہ نے ایک خاص قسم کا لباس اور حضرت سودہ نے خیبر کے قالین کا حضورؐ سے تقاضا کیا۔

پیامبر خداؐ نے اسے بیت نبوت کیلئے اچھا نہ جانتے ہوئے اِن تقاضوں کا کوئی جواب نہ دیا اور کچھ عرصہ ازواج مطہرات سے دوری اختیار کر لی۔ پھر سورہ احزاب کی آیات ۲۸ تا ۳۱ نازل ہوئیں۔ جس میں دوٹوک لہجے کے ساتھ ساتھ عزت و احترام اور رحمت و شفقت کے پہلو کو بھی مد نظر رکھا گیا۔ فرمایا:

اگر دنیا کی زرق و برق زندگی چاہیے تو آپ پیامبرؐ سے الگ ہو سکتی ہیں۔ اور جہاں جانا چاہیں چلی جائیں۔ اور اگر خدا، رسول اور جزا کے دن سے دل باندھ رکھا ہے تو پیامبرؐ کے گھر کی سادہ اور پُر افتخار زندگی پر قناعت شعاری اختیار کرو۔ یہیں رہیں اور پروردگار کی طرف سے عظیم نعمتوں سے بہرہ ور رہوں۔

(تفسیر نمونہ ۱۷/۲۷۸)

۲۔ جناب رضا ہمدانی

آیت اللہ الحاج جناب رضا ہمدانی مرحوم (متوفی ۱۳۲۲ھ، مدفون سامرا) مشہور علما میں سے ایک ہیں جن کی بہت سی تالیفات ہیں۔ اُن کے شاگرد علامہ سید محسن امین کہتے ہیں:

استاد اپنے گھر کا سارا سودا سلف خود ہی خریدا کرتے تھے۔ کسی کے بھی ذمے یہ کام نہیں کیا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ گوشت خریدنے کیلئے قصائی کی دکان کے سامنے لائین میں کھڑے ہیں۔ کیونکہ زیارت کیلئے زائرین کی بھیڑ تھی اس لیے قصائی زائرین اور مسافرین کو پہلے گوشت دے رہا تھا اور استاد کی طرف بالکل بھی توجہ نہیں کر رہا تھا۔

میں نے اونچی آواز میں بول کر کہا: او بھائی قصائی! جناب استاد کو جلدی گوشت دو۔ استاد نے کہا: کوئی بات نہیں۔ قصائی نے معذرت چاہتے ہوئے استاد کو گوشت وزن کر کے دے دیا۔

پھر ایک دن میں نے دیکھا کہ گلی کی نکڑ پر ایک ایندھن بیچنے والے سے ایندھن خرید رہے ہیں۔ میں آگے بڑھا اور عرض کی: جناب استاد یہ ایندھن خریدنے کا کام کسی اور سے کہہ دیتے۔ جواب دیا کہ میں اپنا طریقہ کار نہیں بدلوں گا۔

وہ کہیں آتے جاتے خود ہی اکیلے جایا کرتے تھے۔ جیسا کہ دوسرے مشہور علما کے ساتھ اُن کے ملازمین جایا کرتے تھے اور وہ رات میں دیا یا لالٹین اٹھا کر آگے آگے چلا کرتے تھے۔ استاد ہمدانی اس بات کو اپنے لیے پسند نہ کرتے تھے۔

جو کوئی اُنہیں پہچانتا نہ تھا۔ جب وہ پہلی مرتبہ دیکھتا تو سمجھتا کہ کوئی فقیر و غریب طالب علم ہے۔ جب ایک دفعہ میں اُن کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ایک ایرانی زائر جو اُن کے بارے نہیں جانتا تھا، کہتا ہے: بھئی کیا نماز وحشت (میت کیلئے قبر کی پہلی رات کیلئے پڑھتے ہیں۔) پڑھ رہے ہو؟ استاد نے بہت نرمی سے جواب دیا: نہیں بھئی۔

استاد اس کے باوجود کہ مایہ ناز اور جامع الشرائط مجتہد تھے لیکن اُن کی زندگی انتہائی ہی سادہ اور باکمال تھی۔

(اعیان الشیعہ ۷/۱۹)

۳۔ تین نبی

امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی قسم موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے سوائے روٹی کے کچھ نہیں چاہا۔ جسے کو کھا سکیں۔ کیونکہ زمین سے اُگنے والی جڑی بوٹیوں کے کھانے کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گئے تھے، اُن کے جسم پر گوشت ختم ہو گیا تھا۔ جڑی بوٹیوں کا سبز رنگ اُن کے جسم سے صاف نظر آتا تھا۔

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سونے کیلئے سر کے نیچے سرہانے کے طور پر پتھر رکھ لیا کرتے تھے۔ موٹے کپڑے کا لباس پہنتے تھے۔ سخت روٹی اور بے ذائقہ غذا کھاتے تھے۔ بھوک ہی اُن کی خوراک تھی۔ چاند کی روشنی اُن کیلئے چراغ شب تھا۔ سردیوں کے موسم میں جہاں دھوپ پڑتی وہی جگہ اُن کیلئے سائبان تھی۔ اُن کیلئے سبزی اور پھل وہی گھاس پھوس تھی جو زمین جانوروں کیلئے اگاتی تھی۔ وہ

پاؤں اُن کی سواری اور دو ہاتھ اُن کے خدمتگار تھے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے۔ زمین پر غلاموں کی طرح بیٹھ جاتے تھے۔ اپنے پھٹے ہوئے جوتے خود ہی گانٹھ لیا کرتے تھے۔ پھٹے کپڑوں پر پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ بغیر کے زین کے گدھے پر سواری کر لیا کرتے تھے۔ اپنے ہمراہ کسی اور کو بھی سوار کر لیا کرتے تھے۔

(نہج البلاغہ، ص ۵۰۷)

۴۔ ملا ہادی سبزواری

ملا ہادی سبزواری مشہور عالم دین تھے۔ جن کے بہت سے مشہور علما شاگرد تھے۔ اُنہوں نے بہت سی کتابیں تالیف و تصنیف کی ہیں۔ جیسے کہ فلسفہ کی مشہور کتاب شرح منظومہ بھی اُن ہی کی تصنیف ہے۔ اُن کی سادہ زندگی تاریخ میں زبان زد عام ہے۔

۱۲۸۴ھ ماہ صفر میں ایران کا بادشاہ ناصر الدین شاہ قاچار خراسان جاتے ہوئے راستے میں سبزوار میں ٹھہرا۔ وہ سبزوار میں محافظین کے بغیر اکیلا ہی ملا ہادی سبزواری کے گھر چلا گیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ ملا ہادی کھانا کھانے میں مشغول تھے۔

بادشاہ قاچار نے دیکھا کہ یہ مشہور عالم دین ایک عدد روٹی سے نوالہ توڑ کر ایک پیالے میں موجود کسی چیز میں بھگو کر کھا رہا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اُس پیالے میں سرکہ تھا۔

بادشاہ نے ایک نظر اُن کی طرف دیکھا اور ایک نظر گھر کی حالت پر ڈالی۔ جس کمرے میں وہ بیٹھے تھے وہاں ایک بوسیدہ چٹائی کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جس پر دستر خوان بچھا ہوا تھا۔ دوسرے دو کمروں میں دیکھا تو وہاں بھی ایک ایک پرانی چٹائیاں بچھی تھیں۔

یہ دیکھنے کے بعد بادشاہ نے کہا: میں تو سوچ رہا تھا کہ آپ کی حالت کچھ بہتر ہوگی لیکن ایسا نہیں ہے۔

ملا ہادی نے جواب میں کہا: یہ جو تین عدد چٹائیاں میں نے کمروں میں بچھا رکھی ہیں۔ اِن کو بھی مجھے یہیں دنیا میں چھوڑ کر جانا ہے۔ یہ چٹائیاں اسی دنیا میں باقی رہ جائیں گی اور میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا۔

(اسرار الحکم)

۵۔ مختصر جہیز

امیر المومنینؑ کی شادی سے پہلے پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: یا علیؑ آپؑ کے پاس کیا ہے؟ عرض کی: ایک اونٹ، ایک تلوار اور ایک زرہ ہے۔ فرمایا: اونٹ اور تلوار تمہاری زندگی کے کاموں اور تمہارے دین کیلئے ضروری ہے۔ زرہ لے آؤ۔ امامؑ زرہ لے آئے۔ پیامبرؐ نے فرمایا: اسے بیچ آؤ۔ امامؑ نے اُسے ۴۰۰ یا ۴۸۰ درہم میں فروخت کیا اور رقم حضورؐ کی خدمت میں لا کر دی۔

پیامبرؐ نے وہ رقم بلال حبشی اور کچھ دوسرے صحابہ کو دی تاکہ جہیز کا سامان خرید کر لائیں۔ جو سامان مہیا کیا گیا، اُس میں عطر، چار چادریں، دو لنگ، لحاف، بستر کی چادر، چار سرہانے، ایک چٹائی، ایک دیگچی، سونے کیلئے ایک عدد لکڑی کا تخت، کپڑے دھونے والا

تخت، مٹی کا کوزہ، مشک، لوٹا، آٹا پیسنے والی چکی شامل تھے۔

پیامبر خدا اپنی بیٹی کا جہیز دیکھتے تو فرماتے: خدایا! اسے میری بیٹی کیلئے مبارک بنادے۔

یہودی اور قریش کی دشمن عورتیں اس بات سے خوش تھیں کہ پیامبرؐ کی بیٹی کے پاس کوئی ڈھنگ کا لباس نہیں ہے۔ جبرائیلؑ بہشت سے ایسی چادر لائے اور بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سر پر ڈال دی جس نے اُن عورتوں اور دیگر سب عورتوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔

(فاطمۃ الزہراء، ص ۳۰۲ تا ۳۰۳۔ مصنف: عمادزادہ اصفہانی)

باب نمبر55

کلام

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ

پاک باتیں اُس کی طرف بلند ہوتی ہیں اور نیک عمل کو اوپر لے جاتی ہیں۔ (فاطر/۱۰)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

خير الكلام الصدق.

بہترین کلام سچ ہے۔ (غرر الحکم ۱/۳۹ ۶۳)

۱۔ تقریر کرنے والا بچہ

جب خلافت عمر بن عبدالعزیز کو ملی تو کئی لوگ گروہ در گروہ مختلف جگہ سے مبارک باد دینے دربار آئے جن میں ایک گروہ حجاز سے تھا۔ ایک کمسن بچہ اس گروہ میں شامل تھا جو خلیفہ کی محفل میں گفتگو کرنے کے لئے اٹھا۔

خلیفہ نے کہا: جس کی عمر زیادہ ہے وہ بات کرے۔

بچے نے کہا: اے خلیفہ! اگر شائستگی زیادہ عمر ہونے میں ہے تو آپ کی محفل میں کئی لوگ ہیں جو خلافت کیلئے برتری رکھتے ہیں!

خلیفہ بچے کی بات سن کر حیران رہ گیا اور اُس کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے بات کرنے کی اجازت دیدی۔

بچے نے کہا: بہت دور سے آئے ہیں، کسی لالچ میں نہیں کیونکہ آپ کے انصاف کی وجہ سے ہم اپنے گھروں میں مطمئن زندگی گذارتے ہیں، اور کسی ڈر سے نہیں کیونکہ تمہارے ظلم سے امان میں ہیں، بلکہ محض شکرگزاری اور قدردانی کی غرض سے آئے ہیں۔

خلیفہ نے کہا: مجھے نصیحت کرو!

بچے نے کہا: اے خلیفہ! کچھ لوگ خدا کی مہربانی اور لوگوں کی تعریف سے مغرور ہوجاتے ہیں، خیال رکھنا یہ دو باتیں آپ میں غرور کا باعث نہ بنیں، تا کہ آپ سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہوجائے۔

خلیفہ اُس بچے کی گفتگو سے بہت خوش ہوا اور اُس کا شکریہ ادا کیا۔

(حکایتھائے پند آموز ص ۱۸۶)

۲۔ طرفین سے انداز گفتگو

ایک آدمی جو امیر المومنینؑ سے کسی بات پر اختلاف رکھتا تھا، اس نے وقت کے خلیفہ عمر بن خطاب سے شکایت کی۔

خلیفہ نے دونوں کو بلوایا، پھر امیر المومنینؑ سے کہا: اے اباالحسن! شاکی کے پاس کھڑے ہو جائیں۔

امامؑ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ عمر نے پوچھا: یا علیؑ کیا شاکی کے پاس کھڑے ہونے سے ناراض ہیں؟

فرمایا: ہرگز نہیں! مجھے اس لئے برا لگا کہ تم نے ہم دونوں کو برابری کا درجہ نہیں دیا۔ مجھے محترم الفاظ سے مخاطب کیا لیکن اس کیلئے ایسے محترم الفاظ استعمال نہیں کئے۔

(تربیت اجتماعی، ص ۲۵۳)

۳۔ شیطان کی صحیح بات

جب شیطان حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ حضرت یحییٰ نے شیطان سے کہا: چاہتا ہوں کہ جن حیلوں و بہانوں سے اولاد آدم کو شکار کر کے گمراہ کرتے ہو، مجھے بتاؤ۔

شیطان مان گیا اور اگلے دن ایک خاص شکل میں آیا اور حضرت یحییٰ کو بہکانے کے طریقے بتائے اور دکھائے۔۔۔

آخر میں حضرت یحییٰ نے پوچھا: کیا کبھی مجھ پر غلبہ کر سکے ہو؟ شیطان نے کہا: نہیں، لیکن آپ میں ایک خصلت ہے جو مجھے پسند ہے۔ پوچھا: وہ خصلت کیا ہے؟

شیطان نے کہا: جب کھانا کھاتے ہو تو کچھ سیر ہو کر کھاتے ہو اور یہی سیری تمہارے شکم کو بھاری کرتا ہے اور باعث بنتا ہے کہ تم دیر سے عبادت میں مشغول ہو جو تمہاری مناجات اور شب بیداری میں کمی کا موجب ہے اور اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔

حضرت یحییٰ نے فرمایا: اس لمحے سے اپنے خدا سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھاؤں گا یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملاقات کرلوں۔

شیطان نے کہا: میں بھی خدا سے عہد کرتا ہوں کہ آج کے بعد کبھی کسی کو صحیح بات نہیں بتاؤں گا۔

(ابلیس نامہ ۲/۳۵۔ حیاۃ القلوب ۱/۳۸۲)

۴۔ لکھنا سند ہے کہنا نہیں

پہلا انسان، حضرت آدمؑ ابوالبشر تھے جن کو خدا نے ہزار سال عمر عطا کی۔ جب خدا نے اُن کے بچوں اور انبیاء کا مستقبل دکھایا تو انہوں نے دیکھا حضرت داودؑ کی عمر صرف ۴۰ سال تھی۔

عرض کیا: خدایا تیس سال (یا ساٹھ سال) میری عمر سے کم کر کے داود کو دیدو۔ خدا نے قبول کرلیا۔
جب آدمؑ کی عمر ختم ہوگئی اور عزرائیل اُن کی روح قبض کرنے آئے، آدمؑ نے کہا: ابھی تو تیس سال باقی ہیں۔
عزرائیل نے کہا: آپ نے خود یہ تیس سال داود کو بخش دیے تھے۔
آدمؑ نے کہا: مجھے یاد نہیں۔ امام باقرؑ نے فرمایا: آدمؑ سچ کہہ رہے تھے، کیونکہ وہ اپنا عہد اور کلام بھول گئے تھے۔ عزرائیل کے پاس بھی کوئی سند ان کی بات کو رد کرنے کیلئے نہیں تھی اسی لئے خدا نے حکم دیا کہ انسان اپنے لین دین اور معاہدے میں یادداشت تحریر کریں۔

(حکایتہائے شنیدنی ۳/۷۔ علل الشرائع، ص ۱۸۵)

۵۔ مجوسی کی بات اور باغ کی حفاظت

ہارون الرشید عباسی خلیفہ شکار پر گیا، راستے میں ایک سرسبز اور شاداب باغ نظر آیا جس نے اُس کی توجہ جلب کرلی۔
پوچھا: یہ باغ کس کا ہے؟
بتایا گیا: ایک مجوسی کا ہے۔
ہارون نے کہا: اِسے خرید لو۔ وزیر نے کہا: بارہا خریدنے کی تجویز دی ہے لیکن وہ بیچنے کیلئے تیار نہیں ہوا۔
ہارون نے کہا: کیا کیا جاسکتا ہے جس سے یہ باغ ہمارا ہو جائے؟
وزیر نے کہا: اُس کا طریقہ یہ ہے کہ خلیفہ شکار سے واپسی پر اس باغ میں رک جائیں جب باغ کا مالک اُن کے سامنے حاضر ہو خلیفہ اُس سے سوال کرے کہ یہ باغ کس کی ملکیت ہے؟ تو وہ مقام خلافت کے احترام میں کہے گا: یہ خلیفہ ہارون سے متعلق ہے۔ ہم اسی جملے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی تائید میں گواہی دینگے اور اس کے باغ کی قیمت ادا کر کے، کچھ انعام بھی اُس کو دے دینگے اور باغ آپکی ملکیت ہو جائے گا۔
ہارون نے ایسا ہی کیا اور واپسی پر باغ میں داخل ہوا۔ مجوسی بھاگا ہوا آیا اور احترام بجالایا۔ ہارون نے پوچھا: یہ باغ کس کی ملکیت ہے؟ مجوسی نے کہا: یہ باغ گذشتہ روز میرے باپ کا تھا آج مجھ سے متعلق ہے اور نہیں معلوم کل کس کے اختیار میں ہوگا۔
مجوسی کی اس بات نے ہارون الرشید پر گہرا اثر ڈالا، اُس کی تعریف کی اور کہا: اپنی ان باتوں سے تم نے اپنا باغ محفوظ کرلیا اور ہمیں بھی نصیحت کردی۔ (حکایتہائے پند آموز، ص ۸۹۔ جوامع الحکایات، ص ۳۷۴)

باب نمبر 56

خاموشی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

جب قرآن پڑھا جارہا ہوں تو سنو اور خاموش رہو، ہوسکتا ہے خدا کی رحمت شاملِ حال ہوجائے۔

(اعراف/ ۲۰۴)

امام علیؑ نے فرمایا

رُبَّ سُکُوتٍ ابلغ من کلامٍ۔

خاموش رہنا بولنے سے بہتر ہے۔ (غرر الحکم ا/ ۵۲۹)

ا۔ لقمان اور زرہ بنانا

ایک دن لقمان حکیم، داود علیہ السلام کے پاس گئے۔ وہ زرہ بنانے میں مصروف تھے۔ جناب لقمان نے اُس وقت تک زرہ نہ دیکھی تھی اس لیے وہ زرہ دیکھ کر حیران ہوئے۔

وہ سوال کرنا چاہتے تھے کہ جناب داود کیا چیز بنارہے ہیں لیکن اُن کی حکیمانہ طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ سوال کریں۔ وہ انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ زرہ بنانے کا کام مکمل ہوگیا۔

حضرت داودؑ اٹھے اور اسے پہن لیا پھر کہا: لباس جنگ کے طور پر اچھی زرہ ہے۔

اُس وقت حضرت لقمانؑ نے کہا: خاموشی حکمت ہے لیکن اُس پر عمل کرنے والے کم ہیں۔ (محجۃ البیضاء، ۵/ ۲۰۵)

کچھ نے لکھا ہے کہ زرہ بنانے کا کام ایک سال تک طویل ہوگیا اور حضرت لقمان اس دوران کئی مرتبہ ملنے اور دیکھنے آئے لیکن زرہ بنانے کے بارے میں سوال نہ کیا۔

۲۔ ربیع کی نیند

ربیع بن خثیم امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے ہیں۔ خواجہ ربیع کے نام سے مشہور ہیں۔ ہشتگانہ زاہدوں میں سے ایک

ہیں۔ متوفی ۶۱ یا ۶۳ ھ ہیں۔

انہوں نے بیس سال تک اپنی زبان بند رکھی سوائے قرآن کی تلاوت اور عبادت کے بات نہیں کرتے تھے۔ صرف ایک مرتبہ کسی سے پوچھا کہ کیا تمہارے محلہ میں مسجد ہے؟ اور کیا تمہارا باپ زندہ ہے؟ ہر روز صبح اپنے پاس قلم کاغذ رکھ لیا کرتے اور جو بھی بات کرنا ہوتی لکھ کر کرتے۔ رات کے وقت اپنا محاسبہ کرتے، اپنے کہے ہوئے الفاظ کی گنتی کرتے۔

اُنہوں نے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی ایک عرصے تک اُس میں سویا کرتے تھے۔ اور اس آیت کی تلاوت کیا کرتے تھے کہ اے خدا مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ اچھے اعمال بجالاؤں جو مجھ سے چھوٹ گئے۔ (رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت، مومنون/۱۰۰)

پھر خود سے کہتے کہ ہم نے تمہیں واپس بھیج دیا ہے لہٰذا اب اچھے کام انجام دو۔

(شاگردان مکتب ائمہ ۲/۱۶۵)

۳۔ جوان عالم

سعدی کہتا ہے کہ ایک جوان، بہت سے علوم اور فنون کے بارے میں، بہت سی معلومات رکھتا تھا۔ لیکن اُسے خاموش رہنے کی عادت تھی۔ لوگوں کے درمیان اپنی تعریفیں نہیں کیا کرتا تھا۔ ایسا تھا کہ علما کی محفل میں بالکل چپ بیٹھا رہتا۔

اُس کا باپ اُسے کہتا:

بیٹا! تم بھی جو کچھ علم رکھتے ہو وہ بیان کیا کرو۔ جوان باپ کے جواب میں کہتا: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ سے وہ بات نہ پوچھ لیں جو میں نہیں جانتا اور میں شرمندہ ہو جاؤں۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ ایک نیک آدمی اپنے جوتے کے ٹکوے پر میخ لگا رہا تھا ایک سردار آیا اُس کا بازو پکڑا اور کہا کہ میرے گھوڑے سموں پر نعل لگا دو۔ (وہ سمجھا کہ یہ آدمی گھوڑوں کے نعل لگاتا ہے۔)

(یعنی اگر میں کوئی بات کروں اور لوگ میری بات سے آگے خود باتیں بنالیں گے اور بہت سے سوالات کریں گے۔ اُس وقت میں شاید میں جواب دینے میں غلطی کر دوں۔)

(گلستان سعدی، ص ۱۹۰)

۴۔ حق سکوت

زیادہ تر حجام باتونی ہوتے ہیں، جیسے ہی سر کے بال کاٹنے لگتے ہیں یا شیو کرنے لگتے ہیں تو کوئی نہ کوئی بات شروع کر دیتے ہیں۔ ہر ایک جہت سے خبروں کا تجزیہ کرتے ہیں۔

ایک دن ایک آدمی جیسے ہی حجام کی دکان میں داخل ہوا، داخل ہوتے ہی دو سو کا نوٹ حجام کو تھما دیا۔ اُس نے حیران ہو کر پوچھا: یہ کیا ہے لوگ تو کام کے بعد رقم ادا کرتے ہیں، اور آپ نے پہلے ہی ادا کر دی؟

اُس نے جواب دیا: بھئی، میں آپ کے واری جاؤں۔ یہ آپ کے کام کی اجرت نہیں ہے۔ بلکہ یہ حق سکوت ہے۔ حجام نے دریافت کیا کہ یہ حق سکوت کیا ہے؟

اُس آدمی نے کہا: میں جب بھی یہاں آتا ہوں تو بولنا شروع کرتا ہے اور پھر بولتا ہی چلے جاتے ہو۔ اِدھر اُدھر کی بے تکی باتیں کرتا ہے۔ جس سے میرے کان خراب ہو گئے تھے۔ اور میں نے بہت سی رقم خرچ کرنے کے بعد اپنے کانوں کا علاج کروایا ہے۔ یہ پیسے تمہیں اس لیے دیے ہیں جب تک میں یہاں ہوں تم چپ رہو گے تاکہ میرے کان سکون میں رہیں اور دوبارہ خراب نہ ہوں۔

(حکایتہائے شنیدنی ۳/۱۲۱)

۵۔ خاموشی جانوروں سے سیکھو

سعدی کہتا ہے: ایک پاگل نے چاہا کہ گدھے کو باتیں کرنا سکھائے۔ کچھ باتیں گدھے کے سامنے دہراتا رہتا تھا۔ گمان باطل کیا کرتا تھا کہ گدھے کو باتیں کرنا سکھا رہا ہے۔

ایک حکیم و دانا شخص نے اُسے دیکھا تو کہا: او بیوقوف! بے کار کی کوشش نہ کرو۔ کہیں تمہارا مذاق اُڑانے والے تمہارا مذاق نہ اُڑائیں۔ اس فضول خیال کو سر سے جھٹک دو۔ گدھا تو تم سے کچھ نہیں سیکھے گا لیکن تم اس گدھے اور دوسرے جانوروں سے خاموشی کا درس سیکھ سکتے ہو۔

ہر کہ تامل نکند در جواب
بیشتر آید سخنش ناصواب
یا سخن آرای چو مردم بہوش
یا بنشین ہمچو بہائم خموش

جو کوئی جواب دینے میں فکر نہ کرے اُس کے زیادہ تر جواب غلط ہی ہوتے ہیں۔ یا بیوقوف لوگوں کی طرح باتیں کرتے رہو یا خاموش جانوروں کی طرح چپ رہو۔

(گلستان سعدی، ص ۲۷۰)

باب نمبر 57

صحت وسلامتی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۔

بے شک اللہ نے اس (طالوت) کو تمہارے لیے انتخاب فرمایا ہے اور اُسے علم وجسم میں وسعت بخشی ہے۔ (بقرہ/۲۴۷)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

الصحة افضل النعم .

تندرستی بڑی نعمت ہے۔ (غرر الحکم ۱/ ۶۳۳)

۱۔ مدینہ کے لوگ

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تھا۔ ایک غیر عرب بادشاہ نے حضورؐ کی خدمت میں ارادت کی خاطر اپنا ایک ماہر طبیب بھیجا۔ وہ ایک سال مدینہ میں رہا۔ لیکن ایک سال میں کوئی بھی مریض اُس کے پاس نہ گیا اور علاج معالجہ کی درخواست نہ کی۔

وہ طبیب پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور شکوہ کیا کہ میں اتنا عرصہ ہوگیا یہاں موجود ہوں، صرف اِن لوگوں کے علاج معالجہ کیلئے یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ اور یہ لوگ ہیں کہ آج تک کسی نے میری طرف کوئی توجہ ہی نہیں کی اور نہ ہی کوئی میرے پاس علاج کیلئے آیا ہے۔ تا کہ میں اپنے ذمہ کام کو انجام دے سکوں۔

پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: اِن لوگوں کی ایک عادت ہے کہ جب تک اچھی طرح سے بھوک نہ لگ جائے کھانا نہیں کھاتے۔ اور جب کھانا شروع کرتے ہیں تو پیٹ بھرنے سے پہلے ہی ہاتھ روک لیتے ہیں۔

طبیب نے یہ بات سننے کے بعد حضورؐ کی اس بات کی تصدیق کی کہ مدینہ کے لوگوں کی تندرستی کا راز یہی ہے۔ پھر انتہائی ادب واحترام بجالا کر وہاں سے رخصت ہوگیا۔

(گلستان سعدی، ص ۱۵۲)

۲۔ پچاس ہزار درہم

ایک غریب مؤمن شخص فقر اور غربت سے تنگ آکر ایک مشہور اور نیک آدمی کے پاس گیا اور اپنے حالات کا شکوہ کیا۔ اُس نیک اور عارف شخص نے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ اندھے ہو جاؤ اور تمہیں دس ہزار درہم مل جائیں؟ اُس نے جواب دیا: کہ نہیں۔

نیک شخص نے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ تم گونگے ہو جاؤ اور تمہیں دس ہزار درہم مل جائیں؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔

پھر پوچھا: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے دو ہاتھ اور دو پاؤں کاٹ دیے جائیں اور تمہیں بیس ہزار درہم دیے جائیں؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔

پھر کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ تم پاگل ہو جاؤ اور تمہیں دس ہزار درہم اس علاوہ بھی دیے جائیں؟ کہا: نہیں۔ اُس نیک اور عارف شخص نے کہا: کیا تم خدا تعالیٰ سے شرم نہیں کرتے کہ تم پچاس ہزار درہم رکھتے ہو پھر بھی فقر و غربت کی شکایت کرتے ہو؟

(محجۃ البیضاء ۷/ ۲۱۸)

۳۔ حضرت موسیٰؑ کا بدن

بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے حضرت موسیٰؑ پر الزام لگایا کہ اُن کو برص کی بیماری ہے کیونکہ وہ نہانے کیلئے کبھی کسی کے سامنے کپڑے نہیں اتارتے تھے۔

ایک دن حضرت موسیٰؑ لوگوں کی نظروں سے دور جا کر نہانا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے ایک پتھر کی اوٹ میں جا کر کپڑے اتارے اور اُس پتھر پر رکھ دیے۔ پتھر لرزش کی وجہ سے لڑھک گیا اور کپڑے اپنے ساتھ لے گیا۔

کچھ بنی اسرائیل کے لوگوں نے دیکھ لیا کہ حضرت موسیٰؑ کا بدن صحیح و سالم ہے اور اُس پر کسی قسم کے برص کے نشان نہیں ہیں۔

(تفسیر نمونہ ۱۷/ ۴۴۴)

۴۔ رباط سعد

ابو احمد صفوان کہتا ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان جا رہا تھا کرمان کے پہاڑوں میں ڈاکوں نے قافلے کو لوٹ لیا۔ مسافروں کو نیچے اتار کر ایک آدمی جس پر اُن کو شک تھا کہ اس کے پاس بہت مال ہے، اُس کو بہت مارا۔ کچھ دیر اس کی پٹائی کرتے رہے۔ وہاں برف باری ہو چکی تھی ڈاکو اُسے برف میں لے گئے، اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُس کے منہ کو برف سے بھر دیا۔ اور فرار ہو گئے۔

قافلے والوں نے اُسے کھول دیا۔

اُس کی زبان اور منہ کا اندرونی حصہ جل گیا۔ وہ بات تک نہیں کر سکتا تھا۔ خراسان پہنچا تو سنا کہ امام رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے ہیں۔ خواب میں دیکھا کہ وہ امامؑ کی خدمت میں اس واقعہ کی شکایت کر رہا ہے۔ امامؑ نے خواب ہی عالم میں فرمایا: زیرہ سعتر، اور نمک ملا کر پیس لو۔ پھر ہر روز دن میں دو سے تین مرتبہ منہ میں لگاؤ۔ انشاءاللہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔

اُس آدمی نے اپنے خواب پر عمل نہ کیا۔ پھر وہ نیشاپور کے قریب ایک جگہ رباط سعد گیا وہاں امامؑ کی خدمت میں پہنچا اور اس بیماری کیلئے دوائی طلب کی۔

امامؑ نے فرمایا: جو بات ہم نے خواب میں بتائی تھی اُس پر عمل کرو۔ اُس آدمی نے عرض کی ایک دفعہ پھر فرما دیجئے۔ امامؑ نے فرمایا: زیرہ، سعتر اور نمک کو ملا کر پیس لو اور ہر روز دن میں دو سے تین مرتبہ منہ میں لگاؤ۔ انشاءاللہ جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔

صفوان کہتا ہے میں نے اُس آدمی سے ملاقات کی تو اُس نے بتایا کہ اُس دوائی کے استعمال سے میں بہت جلد ٹھیک ہو گیا۔

(عیون اخبار الرضا ۲/ ۳۵۸)

۵۔ رسالہ ذھبیہ

محمد بن جمہور نام کا ایک شخص جو مدینہ سے خراسان اور شہر طوس تک امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ اُن کی خدمت میں تھا، کہتا ہے کہ شہر مرو میں خلیفہ مامون نے اپنے درباری مشہور طبیب بلائے جن میں یوحنا بن ماسویہ، جبرئیل بختیشوع اور صالح بن بہلہ ہندی شامل تھے۔ اُن کے سامنے خلیفہ نے امام رضا علیہ السلام سے خواہش کا اظہار کیا کہ جسمانی صحت کی حفاظت، طبیعت کی بحالی، دوائی اور شربت بنانے کے طریقے بتائیں۔

امامؑ نے فرمایا: جس چیز کا میں نے تجربہ کیا ہے،، میرا آزمودہ ہے اور وقت کے گذرنے سے میں نے سیکھا ہے۔ میرے سے پہلے ائمہ سے مجھے تک پہنچا ہے، سب میں لکھ کر تمہیں دوں گا۔

مامون شہر بلخ روانہ ہو گیا۔ امامؑ نے ایک کتابچہ تحریر فرمایا اور بلخ روانہ کر دیا۔ مامون نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد امامؑ کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور حکم دیا کہ اسے سونے کے پانی کے ساتھ لکھا جائے۔ اسی لیے اُسے رسالہ ذھبیہ طبیہ کہتے ہیں۔

اس کا فارسی میں بہت دفعہ ترجمہ ہوا ہے۔ جسمانی صحت وسلامتی کیلئے بہت مفید ہے۔ اس پر عمل کرنے سے طبیعت پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(طب اکبر، ص ۳۴۶)

باب نمبر 58

شجاعت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ؁

انہوں نے کہا: ہم نے ایک جوان کے بارے میں سنا ہے جو بتوں کی مخالفت کرتا ہے اس کا نام ابراہیم ہے۔ (انبیاء/۶۰)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

الشجاعة عز حاضر، الجبن ذل ظاهر.

شجاعت موجود عزت ہے، بزدلی آشکار ذلت ہے۔ (غرر الحکم ۱/ ۵۵۳)

۱۔ شجاع بچہ

عمرو امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا پانچ چھ سالہ بچہ تھا۔ جو اسیران کربلا کے ہمراہ قید ہو کر شام پہنچا تھا۔ شام کے دربار میں یزید نے اس بچے کی طرف دیکھا اور کہا: کیا تم میرے بیٹے کے ساتھ کشتی لڑو گے؟

بچے نے کہا: ابھی میری طبیعت کشتی کیلئے مناسب نہیں ہے۔ اگر تم اپنے بیٹے کے بازوں کی طاقت جاننا چاہتے ہو تو اس کے ہاتھ میں تلوار دو اور مجھے بھی ایک تلوار دو۔ یا وہ مجھے قتل کرے گا اس صورت میں اپنے جد پیامبر اسلامؐ اور علی مرتضیٰؑ کے جوار میں جگہ پاؤں گا۔ یا میں اُسے قتل کر دوں گا۔ اس صورت میں وہ اپنے جد ابوسفیان اور معاویہ سے ملحق ہوگا۔

یزید بچے کی اس قوت گویائی اور قوت قلبی پر حیران رہ گیا۔ بے ساختہ بولا:

یہ بچہ نبوت کے درخت کی شاخ سے ہے جو ایسا شجاع اور جرأت مند ہے۔

(منہاج الدموع، ص ۳۲۶)

۲۔ شیر دل

مثنوی میں مولانا کہتے ہیں: بہت پہلے کی بات ہے شہر ری میں ایک عجیب مسجد تھی جس میں رات کے وقت کوئی بھی سوتا وہ

مارا جاتا۔صبح اُس کی لاش ہی باہر لائی جاتی۔

ہر کوئی اُس کے بارے میں ایک بات کرتا تھا۔کوئی کہتا کہ اُس مسجد میں جن رہتے ہیں تو کوئی کہتا اُس مسجد پر جادو کا اثر ہے۔

سب لوگوں نے کہا: اُس مسجد کے باہر بورڈ نصب کر دیا جائے کہ وہ مسافر اس مسجد میں آ کر نہ سوئے۔ یا اُسے تالا لگا دیا جائے۔ایک آدمی کو کسی سے نہیں ڈرتا تھا اور مسجد سے آنے والی آوازیں بھی سنا کرتا تھا، کہتا ہے کہ میں مسجد میں جا کر سوؤں گا دیکھتا ہوں کہ اُدھر کیا بات ہے؟

علوگوں نے اُسے بہت روکا لیکن اُس نے کسی کی ایک نہ سنی اور بولا: اگر وہ مسجد میرے لیے کربلا واقعے ہو تب بھی میں ابراہیم خلیل اللہ کی طرح آتش میں کود جاؤں گا۔

بالآخر وہ مسجد میں چلا گیا اور رات مسجد میں بسر کی۔آدھی رات کے وقت بہت خوفناک آوازیں آنے لگیں۔اُس نے کہا: یہ خالی ڈھول کی جیسی آوازیں ہیں۔اُن آوازوں پر بالکل کان نہ دھرا۔کئی طرح کی آوازوں اور چیخ و پکار کے مقابلے میں وہ بالکل سکون سے اپنی جگہ بیٹھا رہا اور بالکل بھی اُن سے خوفزدہ نہ ہوا۔

صبح تک وہیں رہا۔صبح بالکل صحیح و سالم مسجد سے باہر آ گیا۔اس شجاعت اور بہادری کے بعد لوگوں کے دل سے خوف نکل گیا۔جن اور جادو والی ساری باتیں غلط ثابت ہو گئیں۔

(داستان مثنوی ۳/۷)

۳۔ تیرہ سالہ لڑکا

امیر المؤمنینؑ کی معاویہ سے لڑی جانے والی جنگ صفین اٹھارہ مہینے طول پکڑ گئی۔ایک دن امامؑ کی فوج سے تیرہ سالہ جوان میدان میں آیا اور مبارز طلب کیا۔

دشمن کے لشکر سے کسی کو اس للکار کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔معاویہ نے ایک بہادر آدمی ابن شعثا کو حکم دیا کہ وہ مقابلہ کرے۔اُس نے کہا: شامی مجھے دس ہزار سوار کے برابر سمجھتے ہیں۔میرے سات بیٹے ہیں۔اُن میں سے ایک کو بھیجتا ہوں تا کہ اُس کا کام تمام کر دے۔ایک کے بعد ایک اُس کے ساتوں بیٹے اُس تیرہ سالہ نقاب پوش بچے سے مقابلے میں مارے گئے۔

اس منظر نے ابن شعثا کے ہاتھ پاؤں گم کر دیے۔اُس نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح حملہ کیا۔لیکن اُس بچے نے اُس کا بھی کام تمام کر دیا۔

پھر کوئی اس سے مقابلے کیلئے کوئی آگے نہ بڑھا۔امیر المؤمنینؑ نے اُس جوان کو اپنے پاس بلا کر اُس بچے کے چہرے سے نقاب ہٹایا۔لشکر نے دیکھا کہ وہ بچہ عباس ابن علی (علیہ السلام) ہیں۔

(روضۃ الصفا)

۴۔ موسیٰ بن بُغا

معتصم کے ترک غلاموں میں ایک موسیٰ بن بُغا تھا۔ بڑی بڑی جنگوں میں لڑا کرتا تھا اور صحیح و سالم واپس آجایا کرتا تھا۔ اور کبھی بھی اُس نے جنگی لباس نہ پہنا تھا۔

تیر، نیزہ اور تلوار کے مقابلے میں یہ شجاعت اور بے باکی اس چیز کا باعث بنی کہ لوگ سوال کریں کہ ایسا کیوں ہے؟

اُس نے جواب میں بتایا کہ ایک دن معتصم کے پاس ایک آدمی کو بدعت اور خلاف عمل کرنے کے الزام میں لایا گیا۔ معتصم اور اُس کے درمیان جملات کا رد و بدل ہوا۔ پھر معتصم نے حکم دیا: اُسے درندوں کے درمیان پھینک دو۔ میں نے راستے میں دیکھا کہ وہ دعائی جملے زمزمہ کر رہا ہے۔ میرا دل اُس کیلئے پسیج گیا میں نے اُسے چھپا دیا اور پھر بعد میں فرار کروا دیا۔ خلیفہ سے کہہ دیا کہ میں نے اُسے درندوں کے بیچ پھینک دیا ہے۔

اُس آدمی نے بھی کوئی خلاف کام نہ کر رکھا تھا۔ اُس نے خلیفہ کے ایک صاحب منصب شخص کو اس لیے قتل کیا تھا کہ وہ فسق و فجور کرتا تھا، لوگوں کی عزت و ناموس کو پامال کرتا تھا، غریبوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا تھا اور لوگوں کو بے دین و بے راہ روی کی طرف لے جاتا تھا۔

ایک رات پیامبر اکرمؐ کو خواب میں دیکھا، آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے بُغا تم نے میری اُمت میں سے ایک کے ساتھ نیکی کی ہے۔ اُس نے تمہارے حق میں دعا کی ہے اور وہ قبول ہو گئی ہے۔

میں نے عرض کی: آپ خداوند سے چاہیں کہ میری عمر لمبی ہو جائے۔ میں نے پچانویں سال کہا اور حضورؐ نے دعا فرمائی۔ اور فرمایا: ہاں پچانویں سال۔ امیر المومنینؑ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔ امامؑ نے فرمایا: آفات و بلیات سے محفوظ رہو گے۔

جنگوں میں میری شجاعت و بہادری اور بے باکی پیامبر اکرمؐ اور امیر المومنینؑ کی دعا کی وجہ سے ہے۔

(بحار الانوار ۳/ ۱۹۸)

۵۔ بدن کا پہلوان

سعدی کہتا ہے: ایک کشتی کے دوران ایک پہلوان کو کسی نے گالی دی۔ پہلوان کو سخت غصہ آیا۔ غصہ اتنا شدید تھا کہ اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ پاگل پن اور ہیجان کی کیفیت میں وہ گالی دینے والے پر برس پڑا۔

ایک سمجھدار آدمی وہاں سے گذر رہا تھا۔ اُس نے پوچھا کہ یہ بہادر پہلوان کس بات پر غصہ کر رہا ہے اور چیخ رہا ہے۔ بتایا گیا کہ کسی نے اُسے گالی دی ہے۔ اُس شخص نے کہا یہ کیسا پہلوان ہے کہ ہر روز ہزار من وزن اٹھاتا ہے لیکن ایک گالی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ وہ صرف بدن کا پہلوان ہے اور روح کا کمزور و ناتوان انسان ہے۔ مرد وہ نہیں ہے جو کسی کے منہ پر مکا مار سکے بلکہ مرد وہ ہے جو کسی کے منہ کو اپنی بات سے میٹھا کر سکے۔

(گلستان سعدی، ص ۱۳۳)

باب نمبر 59

شراب

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! شراب، جوا، بت اور قسمت آزمائی (ازلام) شیطان کے نجس اعمال میں سے ہیں۔ اِن سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (مائدہ/۹۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اجتنبوا الخمر فانها مفتاح کل شر.

شراب سے دور رہو کیونکہ وہ سب برائی کی جڑ ہے۔ (نہج الفصاحہ، ص ۱۲)

ا۔ نُعمان

نُعمان بن عمرو انصاری صحابہ میں سے ایک تھے۔ وہ خوش طبیعت اور ہنسی مزاح والے انسان تھے۔ اُنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی۔ جب بھی حضورؐ کی خدمت میں آتے تو کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتے جس کی وجہ سے آپ تبسم فرمایا کرتے تھے۔

وہ ابتدائے اسلام میں شراب نوشی کیا کرتے تھے۔ جب اُنہیں شراب نوشی کے بعد حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا تو حضورؐ نے اُن پر حد جاری کی گئی اور کوڑے مارے گئے۔ یہ واقعہ چند ایک دفعہ تکرار بھی ہوا۔ صحابہ میں سے ایک نے اُن پر لعنت کی تو حضورؐ نے نُعمان پر لعنت کرنے سے منع فرمایا اور خبردار کیا، فرمایا: اُسے لعنت و ملامت نہ کریں کیونکہ وہ خدا اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

(لطائف طوائف، ص ۲۸)

۲۔ سر کے بغیر جنازہ

حسین بن موسیٰ موسوی نقیب کہتے ہیں: ایک بوڑھے شخص نے مجھ سے کہا کہ کسی بھی تشییع جنازہ میں شرکت مت کرو۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ کہا: بغداد میں ظہر کے قریب میں نے دو آدمیوں کو دیکھا جو ایک جنازہ اٹھائے قبرستان کی طرف جا رہے [illegible]

بھی ثواب کی خاطر اُن کے ہمراہ ہو گیا اور جنازے کو کندھا دیا۔ تو اُن میں سے ایک آدمی بھاگ گیا۔

قبرستان کے قریب پہنچ کر دوسرا آدمی بھی فرار کر گیا۔ مجھے مردے پر بہت ترس آیا۔ میں نے گورکن کو کچھ رقم دی تا کہ مردے کو دفن کر دے۔

جب جنازے کو دفن کرنا چاہتے تھے تو دیکھا کہ اُسے قتل کیا گیا ہے اور اُس کے بدن پر سر نہیں ہے۔ مجھے گرفتار کر لیا گیا اور حکومتی کارندوں کے پاس لے گئے۔ اُنہوں نے مجھے برہنہ کر دیا اور کوڑے مارے۔ اور پوچھتے رہے کہ اُسے کس طرح قتل کیا ہے۔

حکومت کا ریکارڈ لکھنے والا ایک شخص مجھے ایک کونے میں لے گیا اور اصل واقعہ پوچھا۔ میں نے اپنی ساری داستان بیان کر دی۔

اُس شخص نے حکم دیا کہ تابوت کے بارے تحقیق کی جائے کہ کہاں سے لایا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ مسجد سے لایا گیا۔ جنازے کو اُس مسجد میں لے جایا گیا۔ مسجد کے دروازے کے ساتھ ایک درزی کی دکان تھی۔ اُس درزی سے باز پرس کی گئی کہ یہ جنازہ کہاں سے لایا گیا ہے۔ اُس نے ایک گھر کا پتہ بتایا۔

پولیس کے افراد اُس گھر میں گھس گئے۔ معلوم ہوا کہ اُن لوگوں نے شراب پی تھی اور پھر مست ہو گئے تھے۔ اور شراب کی حالت میں ایک جوان کے ساتھ برا کام کرنا چاہتے تھے کہ آپس میں لڑائی ہو گئی۔ اُس جوان کو قتل کر دیا اور پھر اُس کا سر کاٹ کر کنویں میں پھینک دیا۔ اُس کے جسد کو دو مزدوروں کے حوالے کیا تا کہ وہ اُسے دفن کر آئیں۔

پولیس نے شراب خور ٹالوں کو گرفتار کر لیا اور وہ اپنے کیفر کردار تک پہنچے۔

(تمہنہ معارف ۵/ ۹۰)

۴۔ شراب اور بدعت

ساسانیوں کے زمانے میں نعمان بن منذر عرب کے سلطانوں میں سے ایک تھا۔ اُس کے دو دوست تھے جن کے ساتھ وہ دن رات سارا وقت گذارتا تھا۔ اس قدر اُن کے ساتھ اُنس اور الفت پیدا کر چکا تھا کہ اُن کے بغیر ایک لحہ نہیں رہ سکتا تھا۔

ایک رات بہت زیادہ شراب پی اور مستی کی حالت میں حکم دیا کہ اُن دو کو زندہ در گور کر دیں۔ جب صبح ہوئی اور وہ ہوش میں آیا تو اپنے دو دوستوں کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ دو میرے پاس کیوں نہیں آرہے؟

بتایا گیا کہ رات جب آپ شراب نوشی کے بعد مست تھے آپ کے حکم کے مطابق اُن دو کو زندہ در گور کر دیا گیا ہے۔ یہ سننے کے بعد اُس پر بہت گہرا اثر ہوا۔ لیکن اب کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے اُس نے حکم دیا کہ اُن کی قبروں پر دو گنبد تعمیر کیے جائیں اور اُس جگہ کا نام غریبین رکھا۔

اُن کی یاد میں سال کے دو دن کو اپنے لیے منانے کا پروگرام بنایا۔ ایک دن کا نام نعیم رکھا اور دوسرے دن کا نام بؤس رکھا۔ یوم نعیم جس کو دیکھتا اُسے انعام و اکرم سے نوازتا۔ اور دوسرے دن اپنی فوج کے ساتھ اُن کی قبروں پر جاتا اور وہاں جس کسی پر پہلے نظر

پڑ جاتی اُسے قتل کرنے کا حکم دیتا۔ اس بدعت آمیز عمل کو اُس نے اپنے لیے سنت قرار دیا۔ (پند تاریخ ۴/۱۱)

۴۔ طبیب کا حکم

ابو بصیر کہتے ہیں: ام خالد معبدیہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئیں۔ میں بھی امامؑ کی خدمت میں موجود تھا۔ اُس نے عرض کی: میں آپؑ کے قربان جاؤں، میرے پیٹ میں بہت سی آوازیں اور بل پڑتے ہیں۔ میں عراق کے کئی ایک ڈاکٹروں کے پاس جا چکی ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ آب جو، سویق کے ہمراہ پیو۔ تمہاری بیماری ٹھیک ہو جاؤ گی۔

میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ میں جانتی ہوں کہ آپؑ کو یہ اچھا نہیں لگتا۔ اب آپؑ فرمائیں کہ میں کیا کروں؟

امامؑ نے فرمایا: کس بات نے تمہیں وہ چیز استعمال کرنے سے روکا ہے؟ عرض کی: کیونکہ میں آپؑ کی مقلد ہوں، خداوند نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ نہ پیوں جب تک آپؑ سے پوچھ نہ لوں۔

امامؑ نے مجھے (ابو بصیر کو) فرمایا: کیا آپ نے اس عورت کی باتیں اور اُس کا سوال سنا ہے؟ پھر اُس عورت سے فرمایا: خدا کی قسم میں اُس میں سے ایک قطرہ بھی تمہارے لیے تجویز نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم پشیمان ہوگی جب تمہاری جان تمہارے حلق تک پہنچے گی۔

امامؑ نے اپنے گلے کی اشارہ فرمایا اور تین مرتبہ اس بات کا تکرار کیا۔ پھر فرمایا: کیا تم سمجھ گئ ہو؟ اُس نے عرض کی: جی ہاں۔

(سفینۃ البحار ۱/۳۰۷)

۵۔ عقل چلی گئی

ایک زاہد آدمی شہر کے فرماندار کو وعظ و نصیحت کر رہا۔ اُس کو بُرے کاموں اور گناہوں سے بچنے کی تاکید کر رہا تھا اور بہت سخت لہجے میں اُس سے بات کر رہا تھا۔

فرماندار نے ایک دن اُسے پکڑا اور ایک گھر میں لے جا کر دروازہ بند کر کے اُس سے کہا: یا اس عورت کے ساتھ زنا کرو، یا اس بچے کو قتل کرو یا شراب پیو۔ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

اُس زاہد و عابد آدمی نے سوچا کہ زنا اور قتل کی جرم بڑا ہے اور اُس کا انجام بھی اچھا نہیں ہے اس لیے شراب کو انتخاب کر لیتا ہوں جو کہ آسان بھی ہے۔

فرماندار نے اُسے شراب دی۔ اُس نے خوب شراب نوشی کی۔ جب اچھی طرح مست ہو گیا اُس کی عقل چلی گئی تو زنا کیلئے عورت کی طرف بڑھا، عورت نے کہا پہلے اس تلوار کے ساتھ اس بچے کو قتل کرو۔ اُس نے تلوار اُٹھائی اور بچے کو قتل کر دیا۔ پھر عورت کے ساتھ زنا کیا۔

حقیقت میں شراب نوشی کی وجہ سے وہ اپنی عقل کو اپنے ہاتھ سے دے بیٹھا اور پھر تمام گناہوں کو انجام دیا۔

(امالی الاخبار ۵/۲۱۲۔ روح الاحباب)

باب نمبر 60

شعر

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

شاعر وہ لوگ ہیں جن کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں سرگردان ہیں؟ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ مگر وہ شاعر جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں اور خدا کو بسیار یاد کرتے ہیں۔ (شعراء/ ۲۲۴ تا ۲۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان من الشعر لحکما و ان من البیان لسحرا۔

شعروں میں سے کچھ حکمت ہیں اور کچھ بیان سحر آمیز ہیں۔ (بحارالانوار ۷۹/ ۲۹۰)

۱۔ شاعر چور

ایک دفعہ حکیم اور مشہور شاعر انوری ابیوردی (م۔ ۵۸۳) بلخ کے بازار سے گذر رہے تھے۔ دیکھا کہ کچھ لوگ جمع ہیں اور ایک آدمی وہاں کھڑا اشعار اور قصاید پڑھ رہا ہے۔ لوگ اُسے سن رہے ہیں اور اُس کو داد دے رہے ہیں۔

انوری نے آگے جا کر دیکھا کہ وہ شخص انوری کے شعر اپنے نام سے پڑھ رہا تھا۔ انوری نے پوچھا: اویہ شعر کس کے ہیں جو تم پڑھ رہے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ انوری کے ہیں۔ کہا: انوری کو نہیں جانتے؟ جواب دیا کہ تم کیا کہہ رہے ہو میں ہی انوری ہوں۔

انوری مسکرایا اور بولا شعر چور تو سنا تھا لیکن شاعر چور نہیں دیکھا تھا۔ (لطائف طوائف، ص ۲۲۷)

۲۔ حسان بن ثابت

تین افراد پیامبر اکرم کا اشعار کے ذریعے مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ ابوسفیان ابن حارث، عمرو عاص اور ضرار بن خطاب۔ صحابہ میں سے ایک امیر المومنینؑ کی پاس آئے اور تجویز دی کہ آپ ان کا جواب دیں۔ امامؑ نے فرمایا: پہلے پیامبرؐ سے اجازت لے

لوں۔ جب تجویز حضورؐ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپؐ نے فرمایا: وہ جو (گالی کا جواب گالی) چاہتے ہیں وہ علیؑ کے پاس نہیں ہے۔ پھر فرمایا: وہ اپنی زبان کے ساتھ دفاع کیوں نہیں کرتے؟

حسان بن ثابت جو کہ انصار میں سے تھے اور شعر کہنے میں بے مثال تھے۔ عرض کی: یارسول اللہؐ! میں اس چیز کو اپنے ذمے لے سکتا ہوں۔ پیامبرؐ نے فرمایا: انہیں کس طرح مذمت کرو گے جبکہ اُن میں سے کچھ جیسے ابوسفیان کے والد میرے چچا ہیں؟

عرض کی: خدا کی قسم میں آپؐ کی ذات کو یوں باہر نکال لوں گا جیسے بال کو مکھن سے نکال لیتے ہیں۔ پھر اُنہوں نے حضورؐ کی شان میں اور دشمنوں کی مذمت میں بہت عمدہ شعر کہے۔ غدیر کے دن کی مناسبت سے امیر المومنینؑ کے بارے حضور پاکؐ کے تمام ارشادات کو شعر کی صورت میں بیان کیا۔

پیامبر اکرمؐ نے حسان کے حق میں دعا فرمائی اور فرمایا: اے حسان! جب تک اپنے شعر کے ذریعے ہماری مدد کرتے رہو گے، روح القدس تمہاری مدد کرتے رہیں گے۔ (پیامبرؐ و صحابہ ۲/۱۰۷)

۳۔ سعدی

سعدی شیرازی (م ۶۹۰) ایرانی شاعر ہے۔ اُس کی دو کتابیں ہیں، گلستان اور بوستان۔ جس میں مختلف اخلاقی، سماجی اور تربیتی موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ اُس کی باتیں حکایت کی صورت میں زیادہ اس لیے ہیں کہ وہ بہت زیادہ سفر کیا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں تحصیل علم میں بھی مصروف رہا۔ علامہ شہاب الدین سہروردی سے کسب فیض کیا ہے اور اُن کے ہمراہ ایک بحری جہاز میں بھی سفر کیا ہے۔ اُس نے روم، حجاز، شام، ہند، کاشغر، سومنات، مصر وغیرہ کے بہت سے ملکوں اور شہروں کا سفر کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اُس نے ۳۰ سال تک سیر و سیاحت کی ہے اور لوگوں، قوموں کے تجربات سے سیکھا ہے اور ثقافتوں کا مطالعہ کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اُس کی کتابیں گلستان اور بوستان اُس کے تجربات سے پُر ہیں۔ اُس نے بہت ہی پُر معنی اور باقی رہنے والے اشعار کہے ہیں۔

ظاہری طور پر لکھتے ہیں کہ وہ شافعی مذہب تھا لیکن اُس نے پیامبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ اور خاندان رسالت کی شان میں بہت ہی عمدہ پائیدار شعر کہے ہیں۔ چند ایک کا درج ذیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی
عشق محمد بس است و آل محمدؐ

یا یہ کہ

یا رب بہ نسل طاہر اولاد فاطمہ
یا رب بہ خون پاک شہیدان کربلا

امیر المومنین کی شان میں کہا:

شیر خدا و صفدر میدان و بحر وجود
جهان بخش در نماز و جهان سوز در وغا

(وغا یعنی جنگ)

(گلستان سعدی، ص ۱ تا ۲۷)

۴۔ کمیت

کمیت ابن زید (م ۱۲۶) بنی اسد کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ امام باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا۔ اپنے زمانے کے مشہور و معروف شعرا میں سے ایک تھا۔

دین اور دینی قائدین کے بارے میں اُس کے اشعار انتہائی تاثیر گذار ہیں۔ اُس کے ۵۷۸ شعر ہاشمیات بہت دقیق ہیں۔ انتہائی مناسب الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔ مثلاً جہاں وہ کہتا ہے کہ

بنی ہاشم، خاندان پیامبر میرے پسندیدہ ہیں میں اُن کی خاطر مشکلات کو اپنی جان پر لوں گا۔ اور حاضر ہوں کہ اپنے خون میں غوطہ ور ہو جاؤں۔

اِن اشعار کو جب فرزدق کے سامنے پڑھا تو اُس نے کہا: تم موجودہ اور گذشتہ شعراء میں نمایاں مقام رکھتے ہو۔

(الغدیر ۲/ ۱۸۳)

امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں آپ کی مدح میں اشعار پڑھے جو قصیدہ میمیہ کے نام سے مشہور ہے۔ امامؑ نے فرمایا: ہم تمھیں اس کی پاداش نہیں دے سکتے لیکن خدا قادر و توانا ہے۔ پھر فرمایا: خدا کمیت کو بخش دے۔ امامؑ نے چار لاکھ درہم اُسے عطا کیے۔ کمیت نے امام باقر علیہ السلام کے حضور میں امام حسین علیہ السلام کی مصیبت کا مرثیہ پڑھا تو امامؑ نے اُس کی تعریف و مدح فرمائی۔ کمیت نے منیٰ کے مقام پر امام صادق علیہ السلام کے حضور میں کچھ اشعار پڑھے جن میں سے کچھ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں تھے۔ اشعار سن کر امامؑ اور اہلبیت نے گریہ کیا۔ پھر امامؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور دعا فرمائی: خدایا! کمیت کے گذشتہ اور آئندہ، مخفی اور آشکار گناہ معاف فرما دے۔ اور اپنے فضل سے اتنا اُسے عطا فرما کہ وہ خوشحال ہو جائے۔

پھر امامؑ نے لباس اور ہزار اشرفیاں اُسے عطا کیں۔ کمیت نے عرض کی: میری آپؑ سے محبت دنیا کی خاطر نہیں ہے بلکہ آخرت کیلئے ہے۔ لباس کیونکہ بدن سے مس شدہ ہے اس لیے قبول کر لیتا ہوں لیکن یہ مال آپؑ رکھ لیجیے۔

(شاگردان مکتب ائمہ، ص ۱۳۹ تا ۱۶۶)

۵۔حافظ

حافظ (م ۷۹۱) ایک مشہور و معروف شاعر ہے۔کوئی ایسا نہ ہوگا جس نے اُس کے اشعار سنے یا پڑھے نہ ہوں۔معشوق اور مقصود کے بارے میں اُس کے بہت سے اشعار ہیں۔اُس نے اشارہ، کنایہ واستعارہ کے ذریعے بہت سے عرفانی مطالب کو بیان کیا ہے۔اس کی خلاقیت اور جامعیت زبان زد عام و خاص ہے۔

اُس کے ایک شعر پر اعتراضات کیے گئے جبکہ فنی اعتبار سے صحیح ہے۔اگرچہ دلدادہ حضرات اُسے پسند کرتے ہیں کہ

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخال ہندویش بخشم سمر قند و بخارا را

کہتے ہیں جب امیر تیمور گورگانی (م ۸۰۷) نے فارس کو فتح کیا اور شیراز پہنچا تو حافظ کو طلب کیا۔حافظ ہمیشہ غربت اور فاقوں میں زندگی بسر کیا کرتے تھے۔سید زین العابدین گنابادی جو کہ امیر تیمور کے ہاں بہت مقام ومنزلت رکھتا تھا۔وہ حافظ کا مرید تھا۔وہ حافظ کو امیر تیمور کے پاس لے کر آیا۔

امیر نے دیکھا کہ فقر اور ریاضت کے آثار نمایاں تھے۔امیر تیمور نے کہا: اے حافظ! میں نے تلوار کے زور پر دنیا کو خراب کرتا ہوا سمرقند و بخارا پہنچا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اُسے آباد و شاداب کروں۔اور تم ہو کہ ایک ہندی تل کے نشان پر اُسے بخش رہے ہو۔ پھر یہ شعر پڑھا کہ

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخال ہندویش بخشم سمرقند و بخارا را

حافظ نے کہا: اپنی انہیں بخشش اور عطا کی وجہ سے اس فقر و غربت کی حالت تک آن پہنچا ہوں۔امیر تیمور بہت ہنسا اور اُس نے حافظ کیلئے معقول تنخواہ مقرر کر دی۔

(لطائف طوائف، ص ۲۲۳)

باب نمبر 61

شفاعت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا

قیامت کے دن شفاعت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا مگر جس کسی کیلئے خداوند نے اجازت دی ہوگی اور اُس کے قول سے راضی ہوگا۔ (طٰہٰ/۱۰۹)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیامة نشفع فی المذنب من شیعتنا۔

جب قیامت کا دن ہوگا ہم شیعوں کے گناہگاروں کی شفاعت کریں گے۔ (بحار الانوار ۹ /۴۱)

ا۔ شفاعت پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام سجاد علیہ السلام کے غلاموں میں سے ایک غلام ابوایمن امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کی: اے اباجعفرؑ! لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو اور کہتے ہو کہ شفاعت محمدؐ، شفاعت محمدؐ۔

امامؑ اس بات سے ناراض ہوئے اور امام کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ امام نے فرمایا:

وائے ہو تم پر اے ابا ایمن! تیرا پیٹ اور تیری شرم گاہ محفوظ ہے جس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔ آگاہ رہو کہ اگر قیامت کے دن کی بے چارگی کو دیکھ لیتے تو شفاعت پیامبر اکرمؐ کی ضرورت کو محسوس کرتے۔ وائے ہو تم پر! کیا شفاعت کریں گے صرف اُن کی جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی؟

اولین اور آخرین میں سے کوئی ایسا نہیں جسے شفاعت محمدؐ کی ضرورت نہ ہو۔ پیامبرؐ کی شفاعت اُمت کیلئے، ہماری شفاعت ہمارے شیعوں کیلئے اور ہمارے شیعوں کی شفاعت اپنے اہل وعیال کیلئے ہے۔

(تفسیر قمی۔ تفسیر المیزان ۱/۱۸۱)

۲۔اس قسم کے اعمال

ابن شبل کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: ایک آدمی نے کسی کی کنیز کے ساتھ زیادتی کی ہے وہ کس طرح توبہ کرے؟

امامؑ نے فرمایا: کنیز کے مالک کو بتائے اور اُس کی رضایت حاصل کرے اور آئندہ زنا کی طرف نہ جائے۔ عرض کی: اگر کنیز کا مالک راضی نہ ہو تو کیا کرے؟

فرمایا: خدا سے اِس حالت میں ملاقات کرے گا کہ زنا کار اور خیانت کار ہو گا۔ عرض کی: تو پھر جہنم کی آگ میں جائے گا؟ فرمایا: پیامبرؐ کی اور ہماری شفاعت آپ لوگوں کے گناہوں کو دھو دے گی۔ لیکن تم ہمارے شیعہ ہماری شفاعت کا سہارا لے کر گناہوں کے قریب مت جاؤ۔ خدا کی قسم ہماری شفاعت ایسے افراد کے لیے نہیں ہے جو اس قسم کے اعمال انجام دیں گے۔ (کیونکہ وہ حق الناس ہے۔) مگر یہ کہ عذاب کا مزہ چکھیں اور جہنم کی وحشت کو دیکھ لیں۔

(اصول کافی، شفاعت، ص ۱۷۴)

۳۔تُبّع

تبع کے لوگ حمیر کے قبیلے سے تھے۔ اُنہوں نے پیامبرؐ کی ولادت سے پہلے سے سن رکھا تھا کہ جلد ہی سرزمین عربستان سے ایک پیامبر منجانب خداوند ظہور فرمائیں گے۔

اُس قوم کے بزرگ نے اپنی موت سے پہلے ایک خط لکھا اور قریبیوں سے کہا: جب ایسے پیامبر ظہور فرمائیں تو میرا یہ خط حضورؐ کی خدمت میں پہنچا دینا۔

اُس نے اپنے خط میں لکھا کہ اگر میری زندگی باقی نہ رہے اور آپؐ کی تشریف آوری سے پہلے میں دنیا سے چلا جاؤں تو آخرت میں میری شفاعت فرما دیجئے گا، مجھے بھول مت جایئے گا۔

جب وہ خط پیامبر اکرمؐ کے دست مبارک میں پہنچا تو آپؐ نے فرمایا: برادر صالح تبع پر آفرین ہو۔ (حضورؐ نے تین مرتبہ یہ جملہ تکرار فرمایا۔)

(شفاعت، ص ۲۲۸)

۴۔زکواۃ کے بدلے میں

بنی ہاشم میں سے کچھ لوگ پیامبرؐ کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ ہمیں جانوروں پر صدقات و زکواۃ کی جمع آوری کا ذمہ دار بنا دیں اور جو رقم آپؐ مامورین زکواۃ کو دیتے ہیں وہ ہمیں دیں۔ کیونکہ ہم اس کام کیلئے بہتر ہیں۔

پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: اے عبدالمطلب کے فرزندو! صدقہ یعنی زکواۃ میرے لیے اور آپ کے لیے حرام ہے۔ لیکن میں (زکواۃ کے بدلے میں) آپ سے شفاعت کا وعدہ کرتا ہوں۔ قیامت کے دن خداوند مجھ سے فرمائے گا کہ اپنے پروردگار سے درخواست کرو اور شفاعت کرو کیونکہ تمہاری شفاعت قبول ہونے والی ہے۔

(بحارالانوار ۸/ ۴۷)

۵۔ شفاعت کا مقام

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں: ایک دن جب میں گھر میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ رسولخداؐ کے دائیں طرف حسنؑ، بائیں طرف حسینؑ اور سامنے فاطمہ (س) تشریف فرما ہیں۔

پیامبرؐ نے فرمایا: اے حسنؑ و حسینؑ آپ ترازو کے دو پلڑے اور فاطمہ ترازو کا درمیانی میزان ہیں۔ دو پلڑے اس درمیانی میزان کے بغیر ایک جیسے نہیں ہو سکتے اور درمیانی میزان ان دو پلڑوں کے بغیر استوار نہیں رہ سکتا۔ آپؑ دو امام ہیں اور آپ کی والدہ کے پاس مقام شفاعت ہے۔

(کشف الغمہ ۱/ ۵۰۶)

باب نمبر 62

شکر

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا

خدا کو کیا ضرورت ہے کہ تمہیں سزا دے؟ اگر شکر ادا کرو اور ایمان لاؤ تو خدا شکر کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ (نساء/۱۴۷)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

شكر النعمة امان من حلول النقمة.

نعمت پر شکر ادا کرنے سے عذاب الٰہی رک جاتا ہے اور اُس سے نجات مل جاتی ہے۔

(غرر الحکم ۱/۵۷۳)

۱۔ شیر کا زخم

سعدی کہتا ہے: میں نے ایک نیک شخص کو دریا کے کنارے دیکھا، ظاہراً اُس پر شیر نے حملہ کر کے اُسے زخمی کر دیا تھا۔ زخموں کی وجہ سے وہ جان کنی کی حالت میں تھا۔ اُس کے علاج کیلئے ہر وسیلہ استعمال کیا گیا لیکن بہبود نہ ہو رہی تھی۔ کئی دن تک وہ اس تکلیف میں مبتلا رہا۔ درد کی وجہ سے وہ سخت مشکل میں تھا۔

اس کے باوجود وہ دن رات خدا کا شکر ادا کیا کرتا تھا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ خدا کا شکر کس نعمت کیلئے کرتے ہو؟ جواب میں اُس نے کہا: خداوند کا شکر اس لیے کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے مصیبت میں گرفتار کیا لیکن معصیت (گناہ) میں گرفتار نہیں کیا۔

(گلستان سعدی، ص ۱۱۵)

۲۔ نعمت پر شکر

عوفی کہتا ہے: ایک شخص کے پاس ایک عقل مند غلام تھا۔ ایک دن اپنے غلام کے ہمراہ باغ کی طرف جا رہا تھا راستے میں ایک کھیرا آدھا کر کے غلام کو دیا اور آدھا اپنے لیے رکھ لیا کہ بعد میں کھائے گا۔ غلام نے وہ کھیرا بہت مزے لے لے کر کھایا۔ مالک

نے جب بعد میں کھیرا کھایا تو معلوم ہوا کہ وہ تو بہت کڑوا ہے۔

مالک نے غلام سے پوچھا: یہ تو بہت کڑوا ہے تم نے اتنے مزے لے لے کر کیسے کھالیا۔ غلام نے جواب دیا: اے میرے مالک آپ کے ہاتھ سے اتنی میٹھی اور لذیذ چیزیں کھائی ہیں۔ اس کڑوے کھیرے کو کھاتے ہوئے مجھے شرم آئی کہ میں اس کی شکایت آپ سے کروں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے کہ اس کی کڑواہٹ پر اعتراض کروں۔

غلام کے مالک نے کہا: نعمت پر تمہاری طرف سے ایسی شکر گذاری کی وجہ سے میں تمہیں غلامی سے آزاد کرتا ہوں۔

(جوامع الحکایات، ص ۲۱۸)

۳۔ کس نعمت پر شکر!

ابو ہاشم جعفری کہتا ہے: میں انتہائی فقر و تنگدستی کا شکار ہوگیا۔ امام نقی ہادی علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ امامؑ نے اجازت مرحمت فرمائی اور میں وہاں بیٹھ گیا۔

امامؑ نے فرمایا: اے ابو ہاشم! خداوند نے جو نعمتیں تمہیں عطا کی ہیں اُن میں سے کونسی نعمت پر اُس کا شکر ادا کرتے ہو؟ تا کہ تمہاری نعمتوں میں اضافہ ہو۔

ابو ہاشم کہتا ہے: میں حیران ہوا اور کوئی جواب نہ بن پایا کہ کیا کہوں۔

امامؑ نے فرمایا: خداوند نے تمہیں ایمان کی نعمت سے نوازا جس کی وجہ سے جہنم کی آگ تمہارے بدن پر حرام ہوگئی۔ صحت و سلامتی عطا کی جس نے اُس کی اطاعت کرنے میں تمہاری مدد کی۔ قناعت کو تمہارے لیے رزق قرار دیا جس کی وجہ سے تم دنیا کی رنگینیوں سے بچ گئے اور تجملات زندگی سے بچے رہے۔

پھر فرمایا:

اے ابو ہاشم! بات کو اس انداز سے اس لیے شروع کیا کہ میں نے خیال کیا، تم میرے سامنے شکایت کرنے والے ہو کہ کس نے تمہاری یہ حالت بنادی ہے۔ میں نے حکم دیا ہے کہ ایک سو دینار تمہیں دے دیں وہ لے لو۔

(امالی الصدوق، ص ۳۱۲)

۴۔ پانچ سجدہ شکر

رسول خداؐ کچھ مسلمانوں کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ سب اپنی اپنی سواری پر سوار تھے۔ اچانک دیکھا کہ حضورؐ اپنی سواری سے اترے اور یکے بعد دیگرے پانچ سجدہ شکر بجالائے۔ پھر اپنی سواری پر بیٹھے اور سفر شروع کردیا۔

صحابہ میں سے ایک نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! آج آپؐ سے ایسی بات دیکھی ہے کہ پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس کا راز کیا ہے؟

پیامبرؐ نے فرمایا: سفر کے دوران جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور بشارت دی کہ علیؑ جنت میں ہیں۔ میں پیادہ ہوا اور

سجدہ شکر بجالایا۔ جب میں نے سر سجدے سے اٹھایا تو جبرائیلؑ نے مجھ سے کہا: فاطمہ بھی آپؐ کے ساتھ جنت میں ہیں۔ میں نے پھر سجدہ شکر ادا کیا۔

پھر جب میں نے سر سجدے سے اٹھایا تو جبرائیلؑ نے کہا: حسنؑ و حسینؑ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔ میں نے پھر سجدہ شکر ادا کیا۔ سجدہ شکر کے بعد جبرائیلؑ نے بتایا کہ جو ان چاروں سے محبت رکھتا ہوگا وہ بھی جنت میں ہوگا۔ اس پر بھی میں سجدہ شکر بجالایا۔ اس سجدہ شکر کے بعد جبرائیلؑ نے پھر کہا: جو ان محبین سے محبت رکھتا ہوگا وہ جنت میں جائیں گے۔ اس بات پر میں نے پھر سجدہ شکر ادا کیا۔

(مجالس مفید، ص ۲۰)

۵۔ کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟

عطاء بن ابی ریاح کہتا ہے: ایک دن حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ آپ نے اپنی زندگی میں حضورؐ پیامبر اسلام کی کونسی بات سب سے زیادہ عجیب دیکھی ہے؟

اُنہوں نے بتایا: حضورؐ کے ساری باتیں حیران کن تھیں لیکن ایک رات جب وہ میرے گھر تشریف فرما تھے۔ رات استراحت کیلئے لیٹے ہی تھے کہ اچانک اٹھ گئے اور تیار ہو کر وضو کیا اور نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔

نماز کی حالت میں اتنا روئے کہ لباس کا سامنے والا حصہ اشکوں سے بھیگ گیا۔ پھر سر سجدے میں رکھا اور اتنا گریہ کیا کہ زمین اشکوں سے تر ہو گئی۔ طلوع فجر تک ایسی ہی منقلب اور گریہ کی حالت میں رہے۔

صبح جب بلالؓ نماز فجر کیلئے بلانے آئے، دیکھا کہ پیامبرؐ نے بہت گریہ کیا ہے۔ عرض کی: الطاف الٰہی آپؐ کے شامل حال ہے پھر اتنا گریہ کیوں فرمایا؟

حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ میں کیوں نہ روؤں، گذشتہ رات مجھ پر (سورہ آل عمران ۱۹۰ تا ۱۹۴ تک کی) لرزہ دینے والی آیات نازل ہوئی ہیں۔ وائے ہو اس پر جو ان آیات کو پڑھے اور ان میں غور نہ کرے۔

(تفسیر نمونہ ۲۳۱/۳)

باب نمبر 63

شہادت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

جو خدا کی راہ میں قتل کر دیے جاتے ہیں اُن کو مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم اس بات کا شعور نہیں رکھتے۔ (بقرہ/ ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

فوق کل بر بر حتی یقتل الرجل فی سبیل اللہ۔

ہر نیکی سے اوپر ایک نیکی ہے۔ یہاں تک کہ انسان خدا کی راہ میں مارا جائے۔ (بحار الانوار ۱۰۰/ ۱۰)

ا۔ شہید اول

شیخ زین الدین عاملی ''اللمعۃ الدمشقیہ'' اور دوسری دسیوں فقہی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جبع جبل عامل لبنان میں رہتے تھے۔ ۹۶۵ھ کی بات ہے کہ دو آدمی کے درمیان جھڑپ ہوگئی۔ وہ اپنا اختلاف شیخ کے پاس لائے۔ شیخ نے ایک کے حق میں اور دوسرے کے خلاف فیصلہ دیا۔

محکوم ہونے والے شخص نے دل میں کینہ رکھ لیا۔ وہ قاضی شہر صیدا جو کہ غیر شیعہ تھا، کے پاس گیا اور شکایت کی۔ شیخ کو خبر ہوئی تو وہ پہلے باغ میں چھپ گئے اور پھر حج کی نیت سے مکہ کی طرف سفر اختیار کیا۔ صیدا قاضی شہر نے سلطان کو خط لکھا کہ زین الدین اہل بدعت میں سے ہے اور چہارگانہ مذاہب سنت سے خارج ہے۔ وہ ملک شام میں پایا گیا ہے۔

سلطان نے اپنے ایک ملازم رستم پاشا کو حکم دیا کہ وہ زین الدین کو تلاش کرے اور زندہ میرے سامنے حاضر کرے۔ اُس کا علماء سے مباحثہ کروایا جائے تا کہ اُس کے مذہب کی حقیقت معلوم ہو سکے۔

رستم پاشا نے شیخ کو مکہ کے راستے میں گرفتار کر لیا اور سلطان کے حکم سے آگاہ کیا۔ شیخ نے کہا: ابھی میرے ساتھ حج کیلئے چلو واپسی پر سلطان کی خدمت میں اکٹھے جائیں گے۔ رستم پاشا نے قبول کر لیا۔ اعمال حج ادا کرنے کے بعد دونوں

دار الخلافہ کی طرف چلے۔

راستے میں کسی نے رستم پاشا سے پوچھا: اپنے ہمراہ کس کو سلطان کے پاس لے جارہے ہو؟ اُس نے جواب دیا: یہ علمائے امامیہ میں سے ایک ہے۔

اُس آدمی نے کہا: کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سلطان کی خدمت میں تمہارے بارے میں کچھ برا بھلا کہہ دے۔ اور وہاں اس کے کچھ حمایتی پیدا ہو جائیں۔ پھر سلطان تمہارے قتل کا حکم جاری کر دے۔ بہتر ہے اُسے قتل کر کے اُس کا سر سلطان کے پاس لے جاؤ۔

رستم پاشا اُس کی باتوں میں آگیا اور شیخ کو دریا کے کنارے لے جا کر قتل کر دیا۔ وہاں قریب رہنے والے کچھ ترکمن لوگوں نے رات کے وقت دیکھا کہ آسمان سے ایک نور ہے جو شیخ کے جسد کی طرف آتا اور جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر اُنہوں نے شیخ کو دفن کیا اور وہاں اُس کا مزار تعمیر کروا دیا۔

(فوائد الرضویہ، ص ۱۸۸)

۲۔ شہادت کی آرزو

ایک شخص کو شہادت کی بہت آرزو تھی۔ وہ آرزو کیا کرتا کہ کاش کربلا میں ہوتا اور امام حسین علیہ السلام کے قدموں میں اپنی جان نچھاور کرتا۔ اس شہادت کی شدید خواہش کی وجہ سے ایک رات عالم خواب میں دیکھتا ہے کہ میدان کربلا میں موجود ہے۔

امام فرماتے ہیں: تم ہماری رکاب میں شہادت کی تمنا کیا کرتے تھے آج وہ موقعہ آن پہنچا ہے۔ اس سعادت کو حاصل کرو۔

اُس کے لیے ایک گھوڑے پر زین رکھ کر تیار کیا گیا اور ایک تلوار اُسے دی گئی۔ وہ شخص گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور دشمن کی کثیر تعداد کو دیکھ کر اُس کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ گھبرا گیا۔ اتنے میں بی بی زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو آواز دی۔ امامؑ اپنی بہن سے مصروف گفتگو ہوئے تو یہ شخص گھوڑے سمیت جنگ سے فرار ہو گیا۔

اُس کی بیوی نے دیکھا کہ وہ نیند سے گھبرا کر اٹھا، بستر سے اتر کر کمرے میں بھاگنے لگا۔ بیوی نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ایسا کیوں کر رہے ہو؟ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو، مجھے فرار کرنے دو ورنہ تم بیوہ ہو جاؤ گی۔ خداوند بی بی زینب (س) کے باپ پر رحمت کرے کہ اُنہوں نے امام حسینؑ کو باتوں میں لگا دیا۔ تاکہ میں فرار کر سکوں ورنہ ابھی تم اپنے شوہر کی موت کا غم منا رہی ہوتی۔

(رہنمائے سعادت ۱/۳۶۔ منہاج السرور)

۳۔ نفس زکیہ

محمد بن عبداللہ بن حسن بن امام حسن مجتبیٰ المعروف نفس زکیہ جن کے بارے بہت سے لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ مہدی موعود ہیں، اس لیے اُن کی بیعت کر رہے تھے۔ ۱۴۵ھ میں اُنہوں نے ڈھائی لاکھ افراد کے ساتھ بنی عباس کی خلافت کے خروج کیا۔ نعرہ تکبیر کہتے ہوئے اُنہوں نے جیل پر دھاوا بول دیا۔ جیل کا دروازہ توڑ دیا اور سب قیدیوں کو فرار کروا دیا۔ پھر وہاں تقریر کی اور منصور

دوانیقی کے خلاف کھل کر باتیں کیں۔

مدینہ سے بھی کچھ لوگوں بیعت کر لی۔ پھر مکہ اور یمن سے بھی لوگ اُن کی بیعت کرنے لگے۔ منصور صلح نامہ بھیجا اور امان نامہ بھی لکھ دیا۔ نفس زکیہ نے منصور پر الزامات لگا کر امان نامہ واپس کر دیا۔ اور صلح کیلئے تیار نہ ہوا۔

خلیفہ منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو اُس کے ساتھ جنگ کیلئے بھیجا۔ عیسیٰ ۴۰۰۰ سوار اور ۲۰۰۰ پیادہ کے ہمراہ نفس زکیہ کے ساتھ جنگ کیلئے مدینہ کی طرف چلا۔ نفس زکیہ نے مدینہ کے اطراف میں خندق کھود لی۔ عیسیٰ نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔

نفس زکیہ نے بیعت کرنے والوں کی فہرست کو پھاڑ دیا اور خود شہادت کے لیے تیار ہو گیا۔ عیسیٰ نے اُسے امان دی لیکن اُس نے امان کو ٹھکرا دیا۔

مدینہ سے نفس زکیہ کی بیعت کرنے والے ایک لاکھ لوگ بھاگ گئے۔ صرف ۳۱۶ افراد بچے۔ اُنہوں نے غسل کیا اور مرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ اُنہوں نے عیسیٰ کے لشکر پر تین مرتبہ حملہ کیا اور اُنہیں عقب نشینی پر مجبور کر دیا۔ لیکن پھر چوتھی مرتبہ عیسیٰ کا لشکر غالب آگیا اور نفس زکیہ سمیت سب مارے گئے۔

نفس زکیہ کا سر کاٹ کر خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ کوفہ میں اس کے سر کو نیزے پر لگا کر شہروں میں پھیرا جائے۔

اُس کے جسد کو بہن زینب اور بیٹی فاطمہ نے اٹھا کر بقیع میں دفن کیا۔ نفس زکیہ کے خروج کا واقعہ دو مہینے اور سترہ دن میں ختم ہو گیا۔ ۴۵ سال کی عمر شہادت پائی۔ امیر المؤمنینؑ "احجار زیت مدینہ" میں غیب کی خبریں ذکر کرتے ہوئے اُس کے قتل کی خبر دی تھی۔

(تتمۃ المنتہیٰ، ص ۱۳۵)

۴۔ محمد بن ابی بکر

محمد بن ابی بکر امیر المؤمنینؑ کے محبین اور جانثاروں میں سے تھا۔ اُس کی والدہ اسماء بنت عمیس نے حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد امام علی علیہ السلام کی زوجیت میں آگئیں تھیں۔ محمد بن ابی بکر امام علیؑ کی تربیت میں پروان چڑھا۔

امام علیؑ نے اپنی خلافت کے دوران قیس بن سعد کو حکومت مصر سے الگ کر دیا اور اُس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو بھیجا۔ امامؑ نے اُس کی درخواست پر نہج البلاغہ کا ستائیسواں عہد نامہ تحریر کیا۔ جس میں حکومت کرنے کے اصول تحریر ہیں۔

معاویہ نے کوشش کی کہ اُس کے ساتھ وعدے کر کے اُسے فریب دیا جائے۔ معاویہ نے اُسے بہت سے خط لکھے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر عمرو عاص کو ایک لشکر کے ساتھ اُس پر حملہ کرنے کیلئے مصر کی طرف روانہ کیا۔ محمد بن ابی بکر نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو معاویہ کے لشکر سے جنگ کیلئے آمادہ کیا۔ سردار کنانہ بن بشر کے قتل ہونے جانے کے بعد مصری فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگنے لگے۔ ابی بکر اکیلا رہ گیا۔ وہ ایک اَن جان راستے سے چھپتا چھپاتا کسی ویران جگہ پہنچ گیا۔ وہاں مخفی ہو گیا۔ لیکن معاویہ کا لشکر پیچھا

کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور اُسے گرفتار کر لیا گیا۔

محمد بن ابی بکر نے معاویہ کے سامنے کہا: مجھے پانی پلا دو مجھے بہت پیاس لگی ہے۔ معاویہ نے جواب دیا تم لوگوں نے عثمان کو پیاسہ ہی قتل کر دیا تھا۔ میں بھی تمہیں پیاسہ ہی قتل کروں گا۔ قتل کرنے کے بعد اس گدھے کی کھال میں بھر دوں گا اور پھر آگ لگا دوں گا۔

محمد بن ابی بکر نے کہا: خدا کے دوستوں نے اس سے بھی زیادہ مصیبت دیکھی ہیں۔ میں بھی صبر و تحمل کروں گا۔ معاویہ نے تلوار کے ساتھ اُس کی گردن اُڑا دی۔ اس کے بدن کو مردہ گدھے کی کھال میں ڈال کر اسے آگ لگا دی۔ ۳۸ صفر کے دن شہادت پائی۔

امیر المومنین نے جب محمد بن ابی بکر کی شہادت کی خبر سنی تو بہت محزون ہوئے۔ ایسی غم کی کیفیت طاری ہوئی کہ بعض نے اعتراض کیا کہ آپ کچھ زیادہ ہی محزون ہو رہے ہیں۔ جواب میں امامؑ نے محمد بن ابی بکر کی خصوصیات اور خوبیوں کا ذکر کیا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۲/ ۳۲۔ ۵۳)

۵۔ عابس شاکری

یوم عاشور عابس نے شوذب سے کہا: تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ کہا: جنگ کرنا چاہتا ہوں تا کہ قتل ہو جاؤں۔ عابس شوذب سے بات کرنے کے بعد امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کی: یا بن رسول اللہ! آج آپؑ میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ میدان میں جنگ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ اور آپؑ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آپؑ اور آپؑ کے والد کے راستے پر ہوں۔ اجازت کے بعد تلوار نیام سے نکالی اور میدان میں آیا۔

ربیع بن تمیم کہتا ہے: میں نے دیکھا کہ عابس جوش و جذبہ کے ساتھ ہمارے لشکر کی طرف آیا۔ میں نے اُس کی شجاعت کو کئی مرتبہ مشاہدہ کیا تھا۔ میں نے کہا: اے لوگو! یہ پسر ابی شعیب ہے۔ شیروں کا شیر ہے۔ کوئی اُس کے مقابلے میں نہ جائے۔

وہ مقابلے کیلئے للکارتا رہا لیکن کوئی آگے بڑھنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ عمر سعد نے کہا: وائے ہو تم سب پر! اُسے پتھر مارو۔

بس سپاہیوں نے اُس کی طرف پتھر مارنا شروع کر دیے۔ اُس نے اپنی زرہ اور لوہے کی ٹوپی اتار کر پھینک دی اور پھر حملہ کیا۔

ربیع کہتا ہے: میں نے دیکھا کہ بے شک دو سو افراد اُس کے قریب سے بھاگ گئے۔ دور سے اُسے اتنے پتھر مارے کہ اُس کا بدن چور چور ہو گیا وہ لڑائی کے قابل نہ رہا۔ پھر لشکر عمر سعد آگے بڑھا اور اُس کے سر کو بدن سے جدا کر دیا۔ اُسے شہید کر دیا۔ اُس کا سر لشکر کے ہاتھ میں تھا اور ہر کوئی دعویٰ کر رہا تھا کہ میں نے اُس کو قتل کیا ہے۔

عمر سعد نے کہا: آپس میں مت جھگڑو۔ کسی ایک نے اُسے قتل نہیں کیا ہے۔ تم سب اُس کے قتل میں شریک ہو۔ امام زمانہ عج اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف زیارت ناحیہ مقدسہ میں عابس پر سلام بھیجتے ہوئے فرماتے ہیں:

السلام علی عابس بن ابی شعیب الشاکری۔ (رمز المصیبۃ ۲/ ۱۳۶۔ جلاء العیون، ص ۵۲۶)

باب نمبر 64

صدق، سچائی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

جوکوئی سچی بات لے کر آئے اور جو کوئی اُس کی تصدیق کرے وہ پرہیزگار ہیں۔ (زمر/ ۳۳)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اغتنم الصدق فی کل موطن تغنم.

سچائی کو کسی بھی جگہ غنیمت جانو۔ یہاں تک کہ غنیمت (منفعت) کو حاصل کرلو۔ (غرر الحکم ۱/ ۷ ۲۳)

ا۔ ابوذر سچا ہے

تیسرے خلیفہ کے محفل میں ابوذر نے کعب الاحبار کی طرف منہ کیا اور پوچھا: اگر کسی نے اپنے مال کی زکواۃ دے دی ہو کیا اُس کے بعد اُس پر کچھ دین (ادائیگی) واجب باقی ہے؟ اُس نے جواب دیا: نہیں، بلکہ اگر سونے اور چاندی کی اینٹوں سے گھر بنا لے تب بھی اُس کے ذمے کچھ نہیں ہے۔

ابوذر نے اپنا عصا اُس کے سر پر مارا اور کہا: اے یہودی کے بیٹے! تمہارا کیا کام ہے کہ تم مسلمین کے احکام میں اپنی نظر دو۔ خدا کا کہا، تمہارا اے کہے پر مقدم ہے اور بہتر ہے۔ خداوند فرماتا ہے:

وہ لوگ جو سونا و چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں انفاق اور بخشش نہیں کرتے اُنہیں سخت عذاب اور پکڑ کی خبر دے دو۔

خلیفہ نے کہا: اے ابوذر! تم بوڑھے اور باتونی ہو گئے ہو، تم اپنی عقل کھو چکے ہو۔ اگر پیامبرؐ کے صحابی نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔

ابوذر نے کہا: میرے حبیب پیامبر اکرمؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے، قتل کرنا تو دور کی بات ہے۔ جہاں تک بات ہے میری عقل کی تو وہ اتنی باقی ہے کہ جو کچھ میں نے پیامبر خداؐ سے سنا ہے مجھے سب یاد ہے۔

خلیفہ نے پوچھا: تم نے پیامبرؐ سے کیا سنا ہے؟

ابوذر نے کہا: سنا ہے کہ جب ابی العاص کے خاندان کے افراد کی تعداد تیس ہو جائے گی تو وہ مال خدا کو اپنے لیے مفت سمجھنے لگیں گے۔ قرآن کو اپنے مکروفریب کا وسیلہ بنالیں گے۔ بندگان خدا کو اپنے غلام سمجھنے لگیں گے۔

خلیفہ نے کہا: اصحاب پیامبر کیا تم میں سے کسی نے پیامبر اکرمؐ سے ایسی کوئی بات سنی ہے؟ سب نے کہا: نہیں۔ پھر خلیفہ نے امیر المومنینؑ کو بلایا اور کہا: اے ابا الحسن! دیکھیں، یہ جھوٹا شخص کیا کہتا ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: ایسامت کہو۔ کیونکہ میں نے پیامبر اکرمؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: آسمان نے کسی پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔

سب کہنے لگے جی ہاں ابوذر سچا ہے۔ ابوذر کے بارے یہ بات ہم نے پیامبر اکرمؐ کی زبانی سنی ہے۔

(بحار الانوار ۶/۱۰۰۸)

۲۔ سچا ہے پاگل نہیں

حجاج بن یوسف ثقفی ایک دن منبر پر بیٹھا تقریر کر رہا تھا۔ اُس کی تقریر کچھ طول پکڑ گئی۔ لوگوں کے درمیان سے ایک آدمی اٹھا اور اونچی آواز میں بولا: اپنی بات کو مختصر کرو، نماز کا وقت ہے۔ تمہارے احترام کا وقت نہیں ہے، خدا تمہیں معاف نہیں کرے گا۔

حجاج اس صاف گوئی سے، اور وہ بھی عوام کے درمیان، بہت ناراض ہوا۔ حکم دیا کہ اس کو گرفتار کرو اور قید میں ڈال دو۔ اُس آدمی کے رشتہ دار حجاج سے ملاقات کیلئے گئے اور اُس سے کہا: اے امیر! وہ قیدی شخص ہمارا رشتہ دار ہے اور وہ پاگل ہے۔ آپ حکم فرمائیں کہ اُسے چھوڑ دیں۔

حجاج نے کہا: اگر وہ خود اپنے پاگل پن کا اقرار کرے تو میں اُسے چھوڑ دوں گا۔ وہ سب رشتہ دار قید خانے میں گئے اور اُس سے کہا کہ اپنے پاگل پن کا اقرار کرلو تا کہ چھوٹ جاؤ۔

اُس آدمی نے جواب دیا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا، میں بیمار نہیں ہوں، خدا تعالیٰ نے مجھے صحیح وسالم پیدا کیا ہے۔ جب اس قیدی کے واضح اور سیدھے سیدھے جواب حجاج کے کانوں تک پہنچے تو اُس نے حکم دیا کہ اُس کی سچائی کی وجہ سے اُسے چھوڑ دیا جائے۔

(المستطرف ۲/۸)

۳۔ نفع بخش کام

ایک شخص پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور عرض کی: مجھے سب سے زیادہ نفع بخش کام کی طرف رہنمائی فرمائیے۔ پیامبرؐ نے فرمایا: سچ کہنے کو اپنالو اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو۔ پھر جو گناہ چاہو انجام دو۔

وہ شخص اس بات سے بہت حیران ہوا۔ اُس نے بات مان لی اور چلا گیا۔ راستے میں اپنے آپ سے کہنے لگا کہ پیامبرؐ نے

مجھے جھوٹ بولنے کے علاوہ، شراب نوشی، جوا کھیلنا اور چوری کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ بس اب میں اُس فلانی عورت کے گھر جاؤں گا اور اُس کے ساتھ زنا کروں گا۔

جب اُس کے گھر کی طرف جارہا تھا راستے میں سوچنے لگا اگر میں یہ عمل انجام دوں اور کوئی مجھ سے پوچھ لے کہ کہاں سے آرہے ہو؟ میں تو جھوٹ نہیں بول سکتا، اگر سچ بولوں گا تو پکڑا جاؤں گا اور سزا دی جائے گی، بدبختی کا شکار ہو جاؤں گا۔ یہ سوچ کر راستہ بدل لیا اور اس کام کا ارادہ ترک کر دیا۔

پھر کسی دوسرے گناہ کو انجام دینے کا ارادہ کیا۔ پھر اسی نتیجہ پر پہنچا۔ اور آخر کار سچ بولنے کی خاطر اور جھوٹ نہ بولنے کی وجہ سے سب گناہوں سے دور ہو گیا۔

(پند تاریخ ا/ ۲۳۰۔ انوار نعمانیہ، ص ۲۷۴)

۴۔ ساری زندگی میں ایک سچی بات

سعدی کہتا ہے: ایک دھوکہ باز شخص نے اپنے سر کے بالوں کے ساتھ لمبے نقلی بال لگا کر اپنا حلیہ علویوں جیسا بنا لیا۔ (ہمارے زمانے میں علوی اسی حلیہ کے ہوا کرتے تھے۔)

اُس نے اس کام کے ساتھ اپنے آپ کو علوی ظاہر کیا اور حج کے کاروان کے ساتھ چل پڑا۔ پھر شہر میں داخل ہو گیا تا کہ یہ پتہ چلے کہ حج سے واپس آرہا ہے۔

یوں بادشاہ تک پہنچ گیا وہاں کسی کا کہا ہوا قصیدہ اپنے نام سے بادشاہ کے لیے پڑھا۔ یہ ظاہر کیا کہ یہ قصیدہ اس نے بادشاہ کے لیے لکھا ہے۔ بادشاہ نے اُس کی بہت تعریف کی اور اُسے انعام و اکرام سے نوازا۔ بادشاہ کے قریب بیٹھا ایک شخص جو سمندر کے سفر سے واپس آیا تھا۔ بادشاہ سے کہنے لگا میں اس آدمی کو جانتا ہوں۔ میں نے اُسے عید الاضحیٰ والے دن بصرہ میں دیکھا تھا۔ میں نے اُسے مکہ میں بالکل بھی نہیں دیکھا۔ وہ تو حاجی نہیں ہے۔ پاس ہی بیٹھے ایک اور آدمی نے کہا: اُس کا باپ تو نصرانی تھا۔ شط الفرات کے قریب شہر ملاطیہ میں رہتا تھا۔ وہ تو بالکل علوی نہیں ہے۔ اور اُس نے جو قصیدہ پڑھا ہے وہ انوری (م ۵۸۷) کا لکھا ہوا ہے۔ جس کو اُس نے اپنے ساتھ نسبت دی ہے۔

بادشاہ نے اُسے کوڑے مارنے اور شہر بدر کرنے کا حکم دیا۔ اُس دھوکہ باز شخص نے بادشاہ کی طرف منہ کیا اور بولا: اگر اجازت ہو تو ایک سچی بات کروں۔ اگر میں اب جھوٹ بولوں تو آپ جو سزا چاہیں مجھے دیں۔ بادشاہ نے کہا: بولو۔

اُس نے کہا: میری سچی بات ایک بوڑھے سیاح کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جہاندیدہ اور سیر و سیاحت کرنے والوں کا اصول ہے کہ محفل اور بازار کی رونق کیلئے بہت زیادہ جھوٹ بولنا چاہیے۔ بادشاہ یہ بات سن کر بہت ہنسا اور کہا: اُس نے شروع سے اب تک اس سے زیادہ سچی بات نہیں کی۔

(گلستان سعدی، ص ۹۰)

۵۔غلط نصیحت

سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱) ایک مقتدر بادشاہ تھا۔ وہ ایک چرواہے ایاز کے ساتھ بہت پیار کرتا تھا۔ ایاز عقلمندی اور ذہانت میں اپنی مثال آپ تھا۔ محمود و ایاز کی بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔

ایاز نے ایک مخصوص کمرے میں اپنی غربت کے زمانے کا لباس اور جوتا محفوظ کر کے رکھا تھا۔ ہر روز اکیلے میں جا کر اُن کو دیکھتا رہتا۔ اپنے آپ سے کہتا تم کبھی ایسے تھے اور اب کس مقام و منزلت پر فائز ہو۔ کہیں مغرور نہ ہو جانا۔

کچھ درباری حسد کرنے والوں نے سوچا کہ شاید اس کمرے میں ایاز نے بہت زیادہ سونا چاندی یا ہیرے، جواہرات چھپا رکھے ہیں۔ جو کسی کو اس کمرے میں جانے نہیں دیتا۔

وہ لوگ سلطان کے پاس آئے اور اس بات کی اطلاع سلطان کو دی۔ سلطان نے کہا: وہ کوئی بات چھپانے والا نہیں ہے، وہ ایک سچا انسان ہے۔ اس سے بعید ہے کہ وہ ایسا کام کرے۔ اگر تم حقیقت جاننا چاہتے ہو تو کسی سردار کے ہمراہ چند سپاہی بھیجتا ہوں تاکہ اُس کے کمرے کی تلاشی لیں۔

وہ لوگ آدھی رات کے وقت اُس کمرے میں گئے۔ سوائے ایک پرانے جوتے اور ایک چرواہے کے پرانے لباس کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ کمرے کے فرش کو کھودا گیا، وہاں سے بھی کچھ تلاش نہ کر سکے۔ در و دیوار کو اکھاڑ دیا لیکن سب نے ایاز کی سچائی کی گواہی دی۔

سلطان کو جب خبر دی گئی تو سب شکایت کرنے والے معافی کی درخواست کرنے لگے۔ سلطان نے کہا: معافی یا انتقام ایاز کے ہاتھ میں ہے۔ کیونکہ تم لوگوں نے اپنی غلط سوچ کی وجہ سے اُس کی سچائی پر سوال اٹھائے ہیں، اُس پر تہمت لگائی ہے۔

ایاز اس کا فیصلہ کرنے میں پس و پیش کرتا رہا اور آخر سلطان سے کہا: اس کا فیصلہ آپ ہی کریں۔ کاش میں اُس لباس اور جوتے کو بھول جاتا اور اُنہیں چھوڑ دیتا تاکہ نوبت یہاں تک نہ پہنچتی اور ایسا واقعہ پیش نہ آتا۔

ای ایاز پر نیاز صدق کیش
صدق تو از بحر و از کوہست بیش

اے ایاز، پُر نیاز، سچے مذہب والے (سچی صفت والے) تمہارا سچا ہونا سمندر اور پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔

(داستانھائے مثنوی ۴/۲۱)

باب نمبر 65

درود

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

خدا اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اُس پر درود بھیجو سلام کہو اور اُس کے سامنے تسلیم رہو۔ (احزاب/۵۶)

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

من لم یقدر علی ما یکفر به ذنوبه فلیکثر من الصلوات علی محمد و آله فانها تهدم الذنوب هدما۔

اگر کوئی اپنے گناہوں کا کفارہ ادا نہیں کر سکتا۔ پس اُسے چاہیے کہ محمد اور اُن کی آل پر بسیار درود و سلام بھیجے۔ کیونکہ درود گناہوں کے اثرات کو ختم کر دیتا ہے۔ (جامع الاخبار، ص ۱۵۴)

ا۔ درود کے اثرات

پیامبر خدا ایک باغ میں تشریف فرما تھے آپؐ کے ہمراہ امیر المومنین بھی تشریف فرما تھے۔ ایک شہد کی مکھی آئی اور حضورؐ کے گرد چکر کاٹنے لگی۔

پیامبرؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا: یہ مکھی ہماری دعوت کرنا چاہتی ہے۔ کہتی ہے کچھ شہد فلاں جگہ رکھا ہے۔ امیر المومنین کو بھیجیں تاکہ جا کر لے آئیں۔

امام گئے اور وہاں سے شہد لا کر پیامبر اکرمؐ کے سامنے رکھا۔ پیامبرؐ نے مکھی سے پوچھا کہ تم کڑوے پھول سے رس لیتی ہو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ رس تمہارے اندر جا کر میٹھا ہو جاتا ہے؟

مکھی نے عرض کی: جب ہم اُس پھول کے رس کو اپنے اندر لے جاتی ہیں تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ تین مرتبہ آپؐ پر درود

بھیجیں۔ جس سے وہ رس میٹھا ہو جاتا ہے۔ (شرح و فضائل صلوات، ص ۱۵۶)

۲۔ جوان اور درود

سفیان ثور کہتا ہے: ایک سال میں حج پر جا رہا تھا۔ جب ہم مدینہ پہنچے اور پیامبر اکرمؐ کی قبر مبارک کے پاس پہنچے تو وہاں ایک جوان کو میں نے دیکھا جس کے چہرے سے نیکی اور اچھائی کے آثار نمایاں تھے۔ اُس کی زبان پر سوائے درود کے کوئی اور ذکر جاری نہ تھا۔

میں اُس سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن بھیڑ کی وجہ سے بات نہ کر سکا۔ پھر جب مکہ پہنچے تو میں نے اُسے طواف کے دوران دیکھا، اُس کی زبان پر درود کا ورد جاری تھا۔ میں اُس سے اس کی وجہ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن حاجیوں کی بھیڑ کی وجہ سے اُس تک نہ پہنچ پایا۔ پھر اُس کو نہ دیکھا یہاں تک کہ عرفہ کے دن میدان عرفات میں نظر آیا۔ وہاں بھی اُس کی زبان پر درود کا ورد جاری تھا۔

میں اُس کے قریب گیا اور پوچھا: یہ جگہ استغفار، دعا و مناجات اور حاجات کو طلب کرنے کی جگہ ہے۔ تم مدینہ، مکہ میں اور یہاں بھی درود کا ورد کر رہے ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جوان نے کہا: پچھلے سال میں اور میرے والد حج کے لیے سفر پر نکلے۔ راستے میں ایک جگہ میرے والد بیمار ہو گئے۔ وہاں ایک گھر کرایہ پر لیا۔ والد صاحب کو وہاں لے گیا۔ میں اُن کی تیمارداری میں مصروف ہو گیا۔

اچانک موت کا فرشتہ آ گیا، میرے والد پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اُن کا سفید چہرہ سیاہی میں بدل گیا۔ میں بہت پریشان ہوا میں نے کہا: اگر یہاں لوگ میرے والد کی یہ حالت دیکھیں گے تو کہیں گے کہ میرے والد بہت گناہگار تھے جو اُن کے چہرے کی یہ رنگت ہو گئی ہے۔

میں رونے لگا اور روتے روتے سو گیا۔ خواب میں ایک خوبصورت شخص کو دیکھا جس سے خوشبو آ رہی تھی۔ ایسا پہلے میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ شخص میرے والد کے سرہانے آیا اور اپنا مبارک ہاتھ میرے والد کے چہرے پر پھیرا۔ میرے والد کا چہرہ سفید اور روشن ہو گیا۔

میں بہت حیران ہوا کہ وہ کون ہے؟ اس لیے میں پوچھ لیا: آپ کون ہیں کہ جن کے پاس ایسی طاقت ہے۔ فرمایا: میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ تمہارا نبی ہوں۔ تمہارا باپ گناہگار تھا لیکن کیونکہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا تھا۔ اس نے اپنی موت کے وقت مجھ سے مدد مانگی تھی اس لیے میں اُن کے بلانے پر آیا ہوں۔

میں نیند سے جاگ گیا۔ میں نے اپنے والد کو دیکھا اُن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ میں جان گیا کہ درود پڑھنا کتنا کام آتا ہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ ہمیشہ درود کا ورد کرتا رہوں گا۔

(احقاق الحق ۹/ ۶۳۲)

۳۔ بوڑھے سے عطر کی خوشبو

مرحوم آیت اللہ آخوند ملا علی ہمدانی کہتے ہیں: ایک دن ایک بوڑھا خمس و زکواۃ کے حساب کیلئے ہمدان میں میرے پاس آیا۔ مجھے محسوس ہوا اس بوڑھے سے ایک بہت اچھی عطر کی خوشبو میرے مشام میں آرہی ہے۔ ایسی خوشبو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی۔

میں نے اُس سے پوچھا: آپ کونسا عطر استعمال کرتے ہیں؟ کہا: اس خوشبو کی لمبی کہانی ہے۔ آج تک کسی سے ذکر نہیں کی۔ لیکن آپ کیونکہ ہمارے آقا و سردار ہیں، آپ کے لیے بیان کرتا ہوں۔

ایک رات عالم خواب میں پیامبر خداؐ کی زیارت ہوئی۔ حضورؐ تشریف فرما تھے آپؐ کے اردگرد دس یا بیس لوگ بیٹھے تھے، میں بھی وہیں بیٹھا تھا۔

پیامبرؐ نے فرمایا:

تم میں سے کون مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے؟ میں چاہتا تھا کہ کہوں، میں۔ لیکن میں خاموش رہا۔ پیامبرؐ نے دوسری تیسری مرتبہ سوال کا تکرار کیا لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔ اُس وقت حضورؐ اٹھے اور مجھے فرمایا: تم مجھ پر زیادہ درود پڑھتے ہو۔ حضورؐ نے مجھے بوسہ دیا۔

اُس دن سے آج تک عطر کی خوشبو میرے بدن سے جاری ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ میں نے کوئی بہت عمدہ قسم کا عطر لگا رکھا ہے۔ (فضائل و آثار صلوات، ص ۱۱۶)

۴۔ حضرت عیسیٰؑ اور درود

نصرانیوں نے جب پیامبرؐ کے ساتھ مباہلہ کا اعلان کیا۔ تا کہ ایک دوسرے کی حقیقت معلوم ہو سکے۔ اُن کے بڑے لوگ آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ ایک بزرگ جس کا نام حارثہ بن اثال تھا، اپنی جگہ سے اٹھا ایک آدمی جس کا نام جبیر تھا اُس کی طرف منہ کر کے بولا:

خداوند نے عیسیٰؑ پر وحی کی اور فرمایا: اے میری کنیز مریم کے بیٹے! میری کتاب کو لے لو اور شام کے لوگوں کیلئے اپنی زبان میں اُس کی تفسیر کرو۔ اُن سے کہو میں ہوں خداوند میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ میں ایسا زندہ ہوں جس کو موت نہیں ہے۔ میں اپنی ذات میں قائم ہوں۔ میں ہوں وہ خدا جس نے تمام جہان کو عدم سے وجود بخشا۔

پھر فرمایا:

بے تحقیق میں نے اپنے رسولوں کو بھیجا، لوگوں کی ہدایت کیلئے اپنی کتابیں اُنہیں دیں۔ تا کہ تم لوگ گمراہ نہ ہو جاؤ۔ بے

شک ہم نے پیامبروں میں سے برگزیدہ پیامبر جن کا نام احمدؐ (فارقلیطا) ہے، بھیجیں گے۔ اُس کی جائے ولادت فاران کے پہاڑ ہیں۔ مکہ معظمہ میں، اُن کے والد حضرت ابراہیمؑ کے مبعوث ہونے کی جگہ پر۔ اُسے ہم ایک نور عطا کریں گے جس سے نابینا آنکھیں نور حاصل کریں گی، بہرے کان شنوائی کی قوت پائیں گے، گمراہ دل ہدایت پائیں گے اور اُس پر ایمان لائیں گے۔ اور اُس کی اتباع کریں گے۔

اے عیسیٰ! اگر اُس کا ساتھ دینا چاہتے ہو تو اُس پر درود بھیجو کیونکہ میں اور میرے فرشتے اُس پر درود بھیجتے ہیں۔

(حیاۃ القلوب ۲/۷۱۲)

۵۔ ۱۰۰ مرتبہ درود

ایک نیک آدمی کو پانچ سو درہم قرض ادا کرنا تھا اس نے دعا کی اور توسل کیا۔ خواب میں پیامبر اکرمؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا: ابوالحسن کسائی کے پاس نیشاپور جاؤ۔ وہ ہر سال ہزاروں بے لباس لوگوں کو لباس دیتا ہے۔ اُس سے کہنا پیامبرؐ نے بھیجا ہے اور فرمایا ہے: میرا پانچ سو درہم کا قرض ادا کر دو۔ اگر تم سے کوئی نشانی مانگے تو کہنا تم ہر رات ۱۰۰ مرتبہ اُن پر درود پڑھتے تھے لیکن گذشتہ رات تم نے ایسا نہیں کیا۔

میں نیند اٹھا اور کسائی کے پاس پہنچا اور واقعہ بیان کیا۔ کسائی سجدہ شکر میں گر گیا کہ کوئی اس بات سے آگاہ نہ تھا لیکن پیامبر اکرمؐ نے مجھے قبول کر لیا ہے۔ اُس نے حکم دیا کہ پانچ سو درہم کی بجائے دو ہزار پانچ سو درہم دیے جائیں۔ اور درخواست کی کہ آئندہ بھی اگر کبھی تمہیں ضرورت ہو یا کوئی مشکل پیش آجائے تو میرے پاس آجانا۔

(خزینۃ الجواہر، ص ۵۸۸۔ معارج النبوۃ)

باب نمبر 66

کمزور

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا

مگر کمزور لوگ، مرد، عورتیں، اور بچے جن کے پاس کوئی راہ حل نہیں ہے اور کوئی راستہ سجائی نہیں دیتا۔

(نساء/۹۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

الا أخبر كم عن ملوك اهل الجنة كل ضعيف مستضعف۔

کیا میں تمہیں جنت کے بادشاہوں کی خبر دوں۔ وہ وہی کمزور لوگ ہیں جن کو کمزور کیا گیا ہے۔

(تفسیر معین، ص ۹۳۔ کنز العمال، ح ۵۹۳۳)

ا۔ کوئلہ اور دوا

آیت اللہ شیخ عبدالکریم حائری (م ۱۳۵۵) کا خادم شیخ علی کہتا ہے: سخت سردیوں کے دن تھے۔ رات کے آخری پہر کسی نے آقا کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ میں گیا اور دروازہ کھولا۔ دیکھا کہ دروازے کے پیچھے ایک بوڑھی عورت ہے۔ اُس نے کہا: میرے گھر میں ایک بیمار ہے۔ فضا کو گرم کرنے کیلئے میرے پاس کوئلہ نہیں ہے۔ اُس کے لیے دوا بھی نہیں ہے۔ میری مدد کرو۔

میں نے جواب دیا کہ رات کے اس پہر کوئلہ اور دوا نہیں مل سکتی اور دروازہ بند کر دیا۔ آقا متوجہ ہوئے اور پوچھا: کس سے باتیں کر رہے ہو؟ میں نے ساری بات عرض کی۔ آقا نے کہا: اگر قیامت کے دن خدا تم سے پوچھے کہ اے شیخ علی! تم گرم گھر میں بیٹھے تھے اور تمہارے دروازے پر ایک ضرورت مند آیا اُس نے مدد مانگی اور تم نے اُسے رد کر دیا۔ اِس کے جواب میں تم کیا کہو گے؟ اگر مجھ سے پوچھا گیا تو میں بے چارہ ہو جاؤں گا۔

پھر کہا: کیا تم اُس بوڑھی عورت کا گھر جانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ بولے آؤ اُس کے گھر چلیں۔ میں نے کہا: سردی کے اس موسم میں اور رات کے اس پہر ٹھیک نہیں ہے۔

کہا: آہستہ آہستہ چلیں گے۔ پھر ہم اکٹھے اُس بوڑھی عورت کے گھر پہنچے اور اُس بیمار کے بستر کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ آقا نے کہا: فلاں ڈاکٹر کے پاس جاؤ اور میری طرف سے کہو کہ یہاں آجائے۔ واپسی پر کہیں سے کچھ کوئلہ بھی تلاش کر کے لاؤ۔

میں نے کوئلہ بھی تلاش کر لیا اور ڈاکٹر کو بھی اطلاع کر دی۔ وہ آگیا اور اُس نے بیمار کا معاینہ کیا۔ پھر دوائی لکھ کر دی اور چلا گیا۔ میں اور آقا بھی گھر واپس آ گئے۔

صبح آقا نے پوچھا: تم ہر روز کتنی روٹی اور گوشت خرید تے ہو؟ میں نے ایک مقدار بتائی تو کہا: کل سے اُس کے دو حصے کرو، ایک میرے گھر میں دو اور دوسرا اُس بوڑھی عورت کے گھر پہنچاؤ۔ میں نے آقا کے حکم کے مطابق عمل کیا۔

(حکایتہائے شنیدنی ۵/ ۱۱۲)

۲۔ بوڑھاپے کے وقت

سعدی کہتا ہے کہ ہمارے درمیان ایک خوش شکل اور اچھی طبیعت کا مالک اور شیرین زبان جوان رہتا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔ دنیا کے غموں سے بالکل بے خبر تھا۔ کچھ عرصہ وہ ہم سے دور چلا گیا۔ پھر لمبے عرصے تک میں نے اُسے نہ دیکھا۔ کئی سال بعد وہ ملا۔ جوانی کی تازگی ختم ہو چکی تھی اور مرجھایا ہوا، پژمردہ تھا۔ اب اُس کے بیوی بچے تھے۔ میں نے پوچھا: آج کل کیسے ہو، کیا حالات ہیں؟

اس نے جواب میں کہا: جب میرے بچے ہو گئے تو میں نے بچپنا چھوڑ دیا۔

دور جوانی بشد از دست من
آه و دریغ آن زمن دلفروز
قوت سر پنجه شیری برفت
راضیم اکنون به پنیری چو یوز

(گلستان سعدی، ص ۱۳۸)

۳۔ وحید بہبھانی

مشہور مجتہد جناب محمد باقر وحید بہبھانی جو کربلا میں رہائش پذیر تھے۔ بیچارے، غریب اور فقیر لوگوں کے ساتھ بہت نرمی اور محبت سے پیش آتے تھے۔

کہتے ہیں کہ کئی سال پہلے اُن کی بیوی نے سردیوں کے موسم میں اُن کیلئے ایک گرم لباس تیار کیا۔ جناب وحید نے لباس پہنا اور نماز مغرب کیلئے مسجد گئے۔ راستے میں ایک دھوکہ باز شخص نے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر چھپالی اور پھر جناب وحید کے سامنے آکر کہتا ہے کہ اس سردی کے موسم میں میرے پاس سر ڈھانپنے کیلئے ٹوپی نہیں ہے، میرے حال پر کچھ رحم کریں۔

جناب وحید نے پوچھا: کیا تمہارے پاس چاقو ہے؟ کہا: جی ہاں! اُس سے چاقو لیا اور لباس کی ایک آستین کاٹ کر اُسے دے دی۔ کہا: اس آستین کو آج رات پہن لو اور گذارہ کرو تا کہ صبح تک تمہارے لیے کچھ بندوبست کروں۔

جب گھر واپس آئے، بیوی نے دیکھا کہ لباس کی ایک آستین نہیں ہے۔ وہ بہت غصہ ہوئی اور بولی: کتنا عرصہ اس لباس کیلئے میں نے زحمت کی لیکن آپ نے پروا نہیں کی اور اسے پھاڑ کر لے آئے، اس کی ایک آستین کاٹ ڈالی۔

کہتے ہیں کہ جناب وحید کے بیٹے عبدالحسین نے اپنے گھر والوں کیلئے ایک رنگین لباس خریدا۔ جب اپنے والد کے گھر پہنچا تو والد نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ کہا: یہ آپکی بہو ہے۔ جناب وحید اس بات سے ناراض ہوئے اور آئندہ ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

بیٹے نے جواب دیا کہ قرآن کہتا ہے: اے رسول! لوگوں سے کہہ دو کہ کس نے بننے سنورنے کی چیزوں کو اور پاکیزہ کھانوں کو حرام کیا ہے جبکہ خداوند نے انہیں اپنے بندوں کیلئے خلق کیا ہے۔ (اعراف/ ۷)

جناب وحید نے کہا: میں نے بھی یہ آیت پڑھی ہے۔ لیکن ہمارے بہت سے ہمسائے غریب اور فقیر ہیں، وہ ہماری غربت کو دیکھ کر حوصلے اور تسلی میں رہتے ہیں۔ ہمیں اُن سے اچھی زندگی گذارنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

(قصص العلماء، ص ۲۰۲)

۴۔ اگر مضبوط کمزور ہو جائے

بنی عباس کی حکومت میں آل برامکہ کے پاس سترہ سال تک وزارت رہی ہے۔ ہارون رشید آل برامکہ میں سے جعفر ابن یحییٰ برمکی کے ساتھ بہت پیار و محبت کرتا تھا۔ اُس کی تعریف کرتے ہوئے نہیں تھکتا تھا، جیسے کوئی جعفر کی طرح ہے ہی نہیں۔ عاشق و معشوق والا حساب تھا۔

خلیفہ ہارون کہتا: جعفر، قیس بن ساعدہ سے زیادہ فصیح زبان، عامر بن طفیل سے زیادہ شجاع، عبدالحمید لکھاری سے بڑا مصنف، عمر بن خطاب سے زیادہ بڑا سیاسی، مصعب بن زبیر سے زیادہ خوبصورت، عبداللہ بن جعفر سے زیادہ سخی اور حضرت یوسفؑ سے زیادہ باحیا ہے۔ جس طرح حجاج اموی خلیفہ عبدالملک کے ساتھ مخلص اور خیر خواہ تھا، اسی طرح جعفر میرے ساتھ مخلص اور میرا خیر خواہ ہے۔

(منتھی الآمال ۲/ ۱۳۵)

لیکن جب ہارون کو برامکہ پر غصہ آیا اور وہ اُن پر سخت غضبناک ہوا تو ابتداء جعفر سے ہی کی۔ کیونکہ وہ ہارون کی بہن کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھتا تھا۔

خلیفہ نے اپنے خادم یاسر کو بلایا اور کہا: ابھی جاؤ اور جعفر کو جس حال میں پاؤ اُس کا سر تن سے الگ کرو اور میرے پاس لے

آؤ۔ یاسر ایک دفعہ کانپ گیا اور بولا: یہ بہت مشکل کام ہے۔ کیونکہ خلیفہ کا محبوب ہے۔ ہارون نے کہا: اس کام کو جلد انجام دو اور اُسے بالکل مہلت نہ دینا۔

یاسر جعفر کے گھر پہنچا دیکھا کہ وہاں جعفر شراب اور محفل موسیقی میں ڈوبا ہوا ہے۔ یاسر نے جعفر کے سامنے خلیفہ کا حکم ابلاغ کیا۔ جعفر نے کہا: شاید خلیفہ مذاق کے موڈ میں ہوں؟ یاسر نے کہا: نہیں، خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔ وہ مست بھی نہیں تھا جب اُس نے یہ حکم جاری کیا۔

جعفر نے کہا: میں نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے اس لیے میرا تم پر حق ہے۔ اس کے بدلے میں مجھے آج رات کی مہلت دے دو۔ تم خلیفہ کے پاس چلے جاؤ اور جا کر کہو میں نے جعفر کو قتل کر دیا ہے۔ اگر وہ صبح تک پشیمان ہو گیا تو بہت اچھا ہے ورنہ اُس کے حکم پر عمل کر لینا۔

یاسر نے کہا: میں تمہیں مہلت نہیں دے سکتا۔ جعفر نے کہا: پھر مجھے خلیفہ کے کمرے کے قریب لے چلو (میں اپنے کانوں سے حکم سن لوں) شاید اُس وقت اُسے مجھ پر رحم آجائے۔ اور اگر پھر بھی اُس نے یہی حکم دیا تو تم اُس کے حکم کو بجالانا۔

یاسر نے کہا: اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یاسر اُسے خلیفہ کے کمرے کے پاس لے گیا۔ اور خلیفہ سے جا کر کہا میں جعفر کو لے آیا ہوں۔ خلیفہ نے کہا: اس کا سر لاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ یاسر آیا اور جعفر سے کہا: کیا تم نے اپنے قتل کا فرمان سن لیا ہے؟!!

بس جعفر نے ایک چھوٹا رومال نکالا اور اپنی آنکھوں پر باندھا، اور اپنی گردن آگے کر دی۔ یاسر نے ایک وار کیا اور اُس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ جعفر کا سر لے کر خلیفہ کے پاس چلا گیا۔

یوں ۱۹۸ھ میں جعفر کے قتل کے بعد برامکہ کی وزارت اور حکومت کا دور ختم ہو گیا۔

۵۔ اگر کمزور مضبوط پر غالب آجائے

چنگیز خان کی محفل میں کسی نے کہا: ایک شکاری نے شہد کی مکھی کی ایسی تربیت کی ہے کہ عقاب جیسے بلند پرواز پرندے درنا کا شکار کرتی ہے۔

چنگیز خان نے حکم دیا کہ اُس شکاری اور مکھی کو حاضر کیا جائے۔ جب وہ دونوں آگئے تو حکم دیا کہ ایک درنا کو آسمان میں چھوڑا جائے۔ شکاری نے ایک بند شیشی سے مکھی کو نکالا اور چھوڑ دیا۔ مکھی سیدھی ڈرنا کے پیچھے گئی اور اُس کے قریب پہنچ کر اُس کی دونوں آنکھوں میں ڈنگ مارا۔ جس سے وہ اندھا ہو گیا اور زمین پر آگرا۔

وہاں موجود لوگوں نے حیرانی اور خوشی میں خوب داد تحسین دی۔ لیکن چنگیز نے کہا: جب کوئی کمزور کسی مضبوط پر غلبہ پاتا ہے تو اُس کی سزا قتل ہے۔ اور جب کوئی چھوٹوں کو بڑوں کے مقابل میں جرات دے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔ (لطائف طوائف، ص ۸۹)

باب نمبر 67

طاغوت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا تا کہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں اور طاغوت سے پرہیز کریں۔

(نحل/۳۶)

معصوم فرماتے ہیں:

کل حاکم یحکم بغیر قولنا اهل البیت فهو طاغوت۔

جو حاکم ہم اہل بیت کی بات کے علاوہ حکم کرے وہ طاغوت ہے۔

(مستدرک الوسائل ۱۷/ ۲۴۳)

ا۔طاغوت کی خودکشی

ذونواس دنیا کے ظالم بادشاہوں میں سے ایک تھا۔صدر اسلام سے پہلے کی بات ہے، وہ یمن کا رہنے والا اور یہودی مذہب تھا۔ وہ بہانے بہانے سے لوگوں کو اور خاص طور پر عیسائیوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک خندق کھود کر اُس میں آگ جلاتا اور لوگوں کو اُس میں پھینک کر راکھ بنا دیتا۔

ایک مرتبہ ۷۷ افراد کو اُس آگ میں پھینکا۔ایک عورت کا چھوٹا سا شیر خوار بچہ تھا، اُسے بچے سمیت آگ میں ڈال دیا۔ اُن پر بھی رحم نہ کیا۔اس طاغوت کی حکومت کو کئی سال گذر گئے۔ پھر ایک ارباط نامی آدمی نے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کیا اور کامیاب ہوگیا۔ طاغوت ذونواس کو شکست دے کر سرزمین یمن کو فتح کیا اور وہاں اپنی حکومت قائم کی۔

ذونواس گرفتاری کے خوف سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور فرار کر گیا تا کہ ارباط کے سپاہی اُس تک نہ پہنچ سکیں۔ دریا کے پاس پہنچ کر گھوڑے سمیت دریا میں کود گیا اور غرق ہوگیا۔

(تفسیر ابوالفتوح ۱۱/ ۳۸)

۲۔ طاغوت کا فیصلہ حرام ہے۔

عمر بن حنظلہ کہتا ہے: امام صادق علیہ السلام سے پوچھا: اگر ہم دو افراد میں قرض یا وراثت پر جھگڑا ہو جائے، ہم اپنے مسئلہ کو ظالم حاکم یا طاغوتی نظام کے قاضی کے پاس لے جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

امام نے فرمایا:

عادلانہ معاملہ ہو یا غیر عادلانہ ہو اگر طاغوت کے پاس لے جایا جائے۔ اُس کا جو بھی فیصلہ لیا جائے گا۔ وہ حرام ہے۔ کیونکہ طاغوت کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ خداوند فرماتا ہے:

منافق چاہتے ہیں کہ طاغوت کو فیصلے کیلئے بلائیں۔ جبکہ اُن کو حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں اور اُن کو قبول نہ کریں۔

(نساء/۶۰۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ)

بس خداوند نے ہمیں طاغوت کی اطاعت سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ پھر امام نے وراثت اور اس قسم کے مسائل میں نزاع کی صورت میں راہ حل کیلئے محدثین اور فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔

(اصول کافی ۱/ ۶۷)

۳۔ بخت النصر

بخت النصر کی حکومت نمرود کی طرح طاغوتی حکومت تھی۔ وہ ظلم کرنے میں اپنی مثال آپ تھا۔ کسی قسم کے جرم و گناہ کرنے سے نہیں ڈرتا تھا۔ اُس نے یہودیوں کو بیت المقدس میں اتنا قتل عام کیا کہ ایک بوڑھی عورت کے علاوہ کوئی باقی نہ بچا اور بالآخر اُسے بھی قتل کر دیا۔

اُس نے حکومتی افراد کے ساتھ حسد کی وجہ سے حضرت دانیال علیہ السلام کو ایک کنویں میں قید کر رکھا تھا۔ اور بیس سال تک انہیں کنویں میں رکھا۔

اُس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اُس کا سر لوہے کا ہے، پاؤں سلور کے اور سینہ سونے کا ہے۔ نجومیوں کو بلایا گیا اور پوچھا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے ہر صورت اُس کی تعبیر بتاؤ۔ وہ تعبیر بتانے سے قاصر رہے۔ بخت النصر نے اُنہیں سخت سزائیں دیں۔

حکومتی لوگوں میں سے ایک نے کہا: میں کسی کو جانتا ہوں کہ وہ خواب اور اُس کی تعبیر کو بتا سکتا ہے۔ کہا: اُسے حاضر کرو۔

حضرت دانیالؑ کو لایا گیا اور اُنہیں بخت النصر کا خواب بتایا گیا۔ بخت النصر نے کہا: اس کی تعبیر بتاؤ۔

فرمایا: تمہاری بادشاہت کا اختتام ہو گیا ہے۔ تم تین دن بعد اہل فارس کے ایک شخص کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ بخت النصر کہنے لگا سات شہر ایک دوسرے کے گرد بنائے گئے ہیں اور اُن میں سپاہی اور چوکیدار موجود ہیں، کوئی مجھ تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟

حضرت دانیالؑ کو اپنے پاس ٹھہرالیا۔

تیسرے دن اُس کا ایک غلام جو کہ اہل فارس تھا، بخت اُسے اپنا بیٹا کہا کرتا تھا۔ لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اہل فارس ہے۔ اُسے بلایا، ایک تلوار اُس کے ہاتھ میں تھمائی اور کہا: جو کوئی باہر آئے اور تم اُسے دیکھو تو اُسے قتل کر دو چاہے میں ہی کیوں نہ ہوں۔ غلام نے اُسی وقت تلوار کا ایک وار کیا اور اُسے قتل کر دیا۔

(کیفر کردار ۱/۵۹)

۴۔ دو طاغوت

۱۔ معاویہ جس نے اپنی ساری زندگی خاندان پیامبرؐ کے ساتھ دھوکہ، فریب، ظلم و ستم روا رکھا۔ اُس نے اپنی حکومت کیلئے کیا کچھ نہیں کیا اور کتنے ہی لوگوں کو گمراہ کیا۔ موت کے وقت اپنے قریبیوں سے کہتا ہے: مجھے اٹھا کر بیٹھاؤ، جب لوگوں کی مدد سے اُٹھ کر بیٹھا تو اپنے آپ سے کہنے لگا: اے معاویہ! اب جبکہ موت کا وقت آن پہنچا ہے، اپنے رب کو یاد کر رہے ہو۔ کیا یہ بہتر نہ تھا کہ جوانی میں اُسے یاد کرتے، جب طاقت رکھتے تھے، صحت و سلامتی رکھتے تھے، اُس وقت ایسے دنوں کے بارے میں سوچنا چاہیے تھا۔

ایک دن کچھ لوگوں کے درمیان بولا: اے لوگو! میں وہ فصل ہوں جس کو کاٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ میں نے تم لوگوں پر حکومت کی ہے، اور میرے بعد کوئی ایسا نہ آئے گا مگر یہ کہ مجھ سے بدتر ہوگا۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے والے حکمران مجھ سے بہتر تھے۔ اے کاش کہ میں قریش میں سے ہوتا اور لوگوں پر حکومت کرنے سے کوئی سروکار نہ رکھتا۔

۲۔ عبدالملک مروان بنی امیہ کا پانچواں خلیفہ تھا اپنی موت کے وقت ایک دھوبی (دمشق کے مضافات میں لوگوں کے کپڑے اور قالین وغیرہ دھویا کرتا تھا۔) کو دیکھ کر کہتا ہے کہ خدا کی قسم کاش میں بھی دھوبی ہوتا۔ اسی ذریعہ سے اپنی زندگی کی گذر اوقات کرتا اور لوگوں پر حکومت اور اس کے کاموں کو لوٹ مار سے حاصل نہ کرتا۔

جب یہ بات مشہور دھوبی ابو حازم نے سنی تو اُس نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اُن طاغوتوں نے بھی موت کے وقت ہمارے پیشہ کو اپنانے کی خواہش کی ہے۔

موت کے قریب ایسے طاغوت افراد کے اس قسم کے جملے اس بات کا ثبوت ہیں کہ اُن کے کارناموں کا نتیجہ سوائے جہنم کے کچھ نہیں۔ خداوند ایسوں کی زبان سے یہ کلمات جاری کرواتا ہے تاکہ دوسروں کیلئے نصیحت ہو اور وہ ہوش کے ناخن لیں۔

(داستان دوستان ۲/۲۵۵)

۵۔ جالوت مارا گیا

جب حضرت اشموئیل یا شموئیلؑ پیامبر مبعوث ہوئے۔ چالیس سال کی زحمت و مشقت کے بعد بنی اسرائیل کو کسی حد تک منظم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ دشمنوں سے جنگ کیلئے اور اپنی کھوئی ہوئی زمینوں کو واپس لینے کیلئے بنی اسرائیل نے اُن سے

درخواست کی کہ آپ بادشاہت قبول کرلیں۔ اُنہوں نے خداوند کی طرف سے حضرت طالوت کو اُن کیلئے تعینات کیا۔

وہ سب تیار ہو گئے کہ اپنے زمانے کے طاغوت جو لوگوں پر ظلم کیا کرتا تھا اور اُن سے جزیہ و باج وصول کیا کرتا تھا اور ہمیشہ ذلیل وخوار کیا کرتا تھا یعنی جالوت کے ساتھ جنگ کریں۔

طالوت کے لشکر میں بہت کم سپاہی تھے۔ اُن میں ایک جوان حضرت داودؑ تھے جو جنگ اور مقابلے کیلئے میدان میں آئے۔ اُنہوں نے کہا: جالوت کو مجھے دیکھاؤ۔ جیسے ہی اُس کو دیکھا تو ایک پتھر اُس کے ماتھے پر مارا اور پھر دوسرا وتیسرا پتھر بھی اُس کے ماتھے پر مارا جس سے وہ مرگیا۔

بنی اسرائیل میں حضرت داودؑ بہت مشہور ہو گئے اور آہستہ آہستہ اُن کو اپنا بادشاہ چن لیا۔ خداوند تعالیٰ نے بھی اُنہیں اپنا نبی انتخاب کیا تھا۔

(تاریخ انبیاء ۲/۱۹۸)

باب نمبر 68

طلاق

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝

جن عورتوں کو طلاق دی جائے اُن کیلئے مناسب ہدیہ اور تحفہ ضروری ہے۔ یہ پرہیزگار مردوں پر واجب ہے۔ (بقرہ/۲۴۱)

(ہدیہ اور تحفہ سے مراد طلاق رجعی کے دوران کا نفقہ ہے جو مرد پر واجب ہے۔ تفسیر قرآن فیض الاسلام، ص ۱۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔

خدا کے نزدیک سب سے بری اور قابل نفرت حلال چیز طلاق ہے۔ (نہج الفصاحۃ، ص ۳)

۱۔ آخری راہ حل

خطاب بن سلمہ کہتا ہے: میں امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ اپنی بیوی کی بد خلقی، برے رویے اور اُس کی طرف سے پہنچنے والی اذیت اور تکلیف کے بارے شکایت کروں گا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں بات کروں امامؑ نے بات شروع کردی اور فرمایا:

میرے والد نے کنیزوں میں سے ایک کو میری ہمسری (زوجیت) کیلئے انتخاب کیا۔ وہ بہت ہی بد اخلاق تھی۔ میں نے والد صاحب سے اُس کی شکایت کی۔ والد گرامی نے مجھ سے فرمایا: اگر چاہو تو تم اُسے طلاق دے دو۔

خطاب کہتا ہے: میں نے سوچا کہ امامؑ نے آخری راہ حل مجھے سمجھا دیا ہے۔ اور مجھے اس مشکل سے نکلنے کا راستہ دکھا دیا ہے۔ (محجۃ البیضا ۳/ ۱۲۸)

۲۔ طلاق اور شیر خوار بچہ

سید نعمت اللہ جزایری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ شوشتر کا ایک آدمی جب شیراز میں اپنے دوست کے پاس پہنچا۔ وہاں رہائش کے دوران ایک گھر سے نکلا تاکہ شیراز شہر میں سیر و سیاحت کرے۔ راستے میں ایک عورت کو دیکھا کہ اُس نے بغل میں کچھ اٹھا رکھا تھا۔ عورت نے کہا: اے مرد! کیا تم میرا ایک کام کرو گے؟ بہت ثواب ہوگا۔

کچھ رقم دی اور کہا: میرا شوہر فلاں شہر میں رہتا ہے اُس نے مجھے طلاق نامہ بھیجا ہے اور مجھ سے وہ طلاق نامہ گم ہو گیا ہے۔ اب میں پھر سے شادی کرنا چاہتی ہوں لیکن مولانا صاحب کہتے ہیں کہ پہلے طلاق نامہ دکھاؤ۔

اگر تم میرے ساتھ کسی عالم دین کے پاس چلو اور یہ کہہ دو کہ میں اس کا شوہر ہوں اور اب اسے طلاق دیتا ہوں۔ تو میری مشکل حل ہو جائے گی۔

وہ دونوں ایک عالم دین کے پاس چلے گئے اور اُس کے سامنے آپس میں جھگڑا کرنے لگے، عالم دین نے چاہا کہ اُن کے درمیان صلح کروا دے۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہوا۔ پھر اُس نے صیغہ طلاق جاری کر دیا اور طلاق نامہ لکھ دیا۔

جب وہ دونوں وہاں سے چلنے لگے تو عورت نے عالم دین سے کہا: اس مرد نے مجھے طلاق دے دی۔ ہے اب میں اس شیر خوار بچے کا کیا کروں؟ میں بچے کو نہیں رکھ سکتی۔ یہ کہتے ہوئے وہ بچہ اُس آدمی کی گود میں دیا اور جلدی سے باہر نکل گئی۔ بچہ آدمی کی گود میں رکھا رہ گیا۔

(ریاض الحکایات، ص ۹۸)

۳۔ طلاق کا مہر

حجاج بن یوسف جسے عبدالملک مروان کی طرف سے کوفہ کی حکومت دی گئی تھی۔ بہت سفاک اور ظالم انسان تھا۔ اُس نے نعمان کی بیٹی ہند سے دو ہزار دینار مہر کے بدلے شادی کر لی۔ وہ بہت خوبصورت تھی جبکہ خود بہت ہی قبیح و بدشکل اور بدمزاج تھا۔

ایک دن حجاج بغیر دستک کے اپنی بیوی کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ ایک شعر گنگنا رہی تھی۔ وہ ایک گوشے میں کھڑا ہو گیا تاکہ دیکھے وہ کیا کر رہی ہے اور کیا کہہ رہی ہے۔ اُس نے دیکھا کہ وہ آئینہ کے سامنے اپنی آرائش کر رہی ہے اور شعر پڑھ رہی ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ گھوڑی چاہے کتنی ہی نجیب نسل کی ہو اگر اس کو کسی بری نسل اور بدمزاج گھوڑے کے ساتھ ہمسری میں دے دیا جائے تو یقین کر لو کہ اُس کی نسل اچھی اور نجیب نہ ہوگی۔

پھر اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتی ہے: اے ہند! اپنے بارے میں ایسی کوئی اُمید نہ رکھو کہ تم سے کوئی نیک اور صالح اولاد ہوگی۔ کیونکہ تم جتنی بھی نیک اور صالح ہو، لیکن تمہارا شوہر حجاج فساد اور برائی کو آخری حد تک پہنچا چکا ہے۔

حجاج آرام سے باہر آ گیا۔ اُس نے فوراً عبداللہ بن طاہر کو بلایا اور اُسے اپنا وکیل مقرر کیا کہ ہند کو طلاق جاری کر دے۔

طلاق نامے کے ساتھ دو ہزار مہر بھی روانہ کردے۔

ہند کے ہاتھ میں جب طلاق نامہ اور مہر کی رقم پہنچی تو خوشی سے بولی: اس طلاق کی خوشخبری کے بدلے یہ دو ہزار دینار میں تمہیں بخشتی ہوں۔

(دنیائے دختران، ص ۳۱۵۔ صد و دہ حکایت، ص ۵۱)

۴۔ مشکل طلاق

انصار میں سے ایک عورت خولہ کا اپنے شوہر اوس کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ اُس کے شوہر نے غصہ کی حالت میں کہہ دیا کہ تم تو میری ماں جیسی ہے۔ (یہ ایک قسم کی طلاق تھی جسے طلاق ظہار کہتے ہیں۔ اور اس میں واپسی بھی نہیں تھی۔)

کچھ ہی دیر بعد وہ آدمی پچھتانے لگا اور کہنے لگا اب تو تم مجھ پر حرام ہو گئی ہو۔ اب کیا کریں۔ عورت نے کہا: پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں جاؤ اور اس مسئلہ کا حل دریافت کرو۔

آدمی نے کہا: مجھے حضورؐ سے شرم آتی ہے۔ عورت نے کہا: بس تو پھر میں جاتی ہوں۔ اُس نے کہا: ٹھیک ہے جاؤ۔ عورت پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں آئی اور اوس کے ساتھ اپنی زندگی کا حال تفصیل کے ساتھ بیان کیا پھر کہا: اب اُس نے مجھے طلاق دے دی ہے۔ طلاق دینے کے بعد پچھتا رہا ہے۔ کیا واپسی کا کوئی راستہ ہے؟

پیامبر خداؐ نے گذشتہ قوانین کی روشنی میں فرمایا: تم اُس پر حرام ہو گئی ہو۔ عورت نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا: خدایا! مجھ پر اور میرے بچوں پر رحم فرما، میرے بچے اگر میرے شوہر کے پاس رہ جائیں تو ضائع ہو جائیں گے اور میرے پاس رہ جائیں تو بھوکے مر جائیں گے۔

پس پیامبر خداؐ پر وحی الٰہی نازل ہوئی، سورہ مجادلہ کی آیات ۱ تا ۴ کا نزول ہوا جس میں اس مشکل کا حل بیان کیا گیا۔

پیامبرؐ نے فرمایا: جاؤ اپنے شوہر کو بلا کر لاؤ۔ جب وہ آ گیا تو پیامبرؐ نے فرمایا: کیا تم اس طلاق کے کفارے کے طور پر ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اُس نے جواب دیا: نہیں۔ فرمایا: کیا دو مہینے کے روزے متواتر رکھ سکتے ہو؟ عرض کی: اگر روزانہ تین وقت کے کھانے میں ذرا دیر ہو جائے تو میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگتا ہے۔

فرمایا: "کیا ساٹھ غریب اور مسکین افراد کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کی: نہیں، لیکن اگر آپ میری مدد کریں تو شاید کر سکوں۔ پیامبر خداؐ نے اُسے ساٹھ مساکین کے کھانے کی رقم ادا کی۔ جس کے ذریعے اُس نے اپنی طرف سے ساٹھ مساکین کو کھانا کھلایا اور پھر اپنی پہلے والی زندگی پر واپس آ گیا۔

(تفسیر نمونہ ۲۳/ ۳۰۷)

۵۔ باطل طلاق

بادشاہ خدابندہ نے ایک دن اپنی بیوی پر غصہ کرتے ہوئے حنفی مذہب کے مطابق کہا: میں تمہیں تین مرتبہ طلاق دیتا ہوں۔ یہ کہنے کے بعد پچھتانے لگا کہ غلط ہوگیا۔ اُس نے چاروں مذاہب کے علما کو اکٹھا کیا اور اِس مسئلے کا حل دریافت کیا۔ سب نے کہا: تمہاری بیوی تم پر حرام ہو چکی ہے۔ تم پلٹ نہیں سکتے اور نہ ہی تم اُس سے شادی کر سکتے ہو۔

بادشاہ نے اپنے وزیر سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ اسلامی مذاہب میں کوئی اور مذہب ایسا ہے جس کی رائے مختلف ہو۔ وزیر نے جواب دیا: جی ہاں! مذہب شیعہ ہے۔ پھر وزیر نے علامہ حلی کا نام لیا۔ بادشاہ نے علامہ حلی کو مرکز دار الخلافہ میں دعوت دی۔

علامہ حلی اُس محفل میں تشریف لے گئے۔ وہاں مذاہب چہارگانہ کے علما بھی موجود تھے۔ اُن کے درمیان اس موضوع پر طویل بحث ہوئی۔ جو کہ تاریخ کی کتابوں میں ثبت ہے۔

جب علامہ حلی کی اعلمیت ثابت ہو گئی تو بادشاہ نے اپنا مسئلہ پیش کیا۔ علامہ نے جواب دیا کہ یہ طلاق باطل ہے۔ کیونکہ آپ کی طلاق پر دو عادل گواہ موجود نہیں ہیں۔ لہذا آپ کا نکاح باقی ہے اور آپ کی بیوی آپ پر حلال ہے۔

بادشاہ نے جب دیکھا کہ علامہ حلی دوسرے تمام علما پر حاوی ہیں اور طلاق کا حل بھی پیش کر دیا ہے۔ تو مذہب شیعہ کو قبول کر لیا۔ سب جگہ اعلان کروا دیا کہ آج سے سب لوگ مذہب شیعہ اثنا عشری اختیار کریں، ہر جگہ بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور ائمہ کے نام کا سکہ جاری کیا جائے۔ (خزینۃ الجواہر، ص ۵۷۹۔ شرح من لا یحضرہ الفقیہ، محمد تقی مجلسی (علامہ باقر مجلسی کے والد))

باب نمبر 69

ظاہر و باطن

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ

(قیامت کے دن منافقوں اور مومنوں کے درمیان) ایک دیوار بنائی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے۔ جس کے اندر رحمت اور جس کے باہر عذاب ہے۔ (حدید...... ۱۳)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ما اقبح بالانسان ظاهرا موافقا و باطنا منافقا۔

کتنا برا ہے اُس انسان کیلئے جس کا ظاہر اچھا اور باطن منافق ہو۔ (غرر الحکم ۱/۱۶۶)

۱۔ علما کا لباس

کہتے ہیں کہ ناصر الدین شاہ ہر سال ماہ رمضان میں کچھ مشہور و معروف علما کو افطار پر دعوت کرتا تھا۔ ایک سال اُس کے کسی عمل کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے تہران کے علمانے فیصلہ کیا کہ اُس کی افطاری میں شرکت نہ کریں گے۔

درباری لوگ اس فیصلہ سے باخبر ہو گئے۔ مسئلہ کے حل کیلئے اُنہوں نے کچھ لوگ علما کے حلیے جیسے بلائے۔ اُن میں سے ایک خربوزے بیچنے والے کے سر پر ایک بڑا سا عمامہ سجا دیا۔ اُس کی بڑی سے داڑھی بھی تھی اس لیے بادشاہ کے سامنے اُسے مجتہد اور آیت اللہ بنا کر پیش کیا گیا۔

افطاری کے موقعہ پر ناصر الدین نے اپنے سامنے رکھے ہوئے خربوزے میں کچھ اٹھا کر کھایا۔ اُسے محسوس ہوا کہ میٹھا نہیں ہے۔ بادشاہ بولا: کہ یہ خربوزہ میٹھا کیوں نہیں ہے؟

وہ نقلی مجتہد اور آیت اللہ جس کا کام خربوزے بیچنا تھا، جلدی سے بولا: جناب کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ اسے میری دکان پر واپس بھیج دیں میں اسے بیچ لوں گا۔

اُس نے ظاہر میں علما کا لباس پہن رکھا تھا لیکن باطن میں تو خربوزے بیچنے والا ایک دکاندار تھا۔ اس لیے اپنے باطن کو چھپا

نہ سکا اور ظاہر پر اُس کی توجہ نہ رہی۔

(حکایتہائے شنیدنی ۲/۳۵)

۲۔ نام کو چھوڑو

ایک شاعر نے بادشاہ کی مدحت میں قصیدہ لکھا اور انعام کی غرض سے دربار گیا۔ اُسے بادشاہ کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ بادشاہ نے اپنے وزیر جس کا نام حسن تھا کہا: اس شاعر کو ایک ہزار دینار دے دو۔ وزیر نے کہا: آپ کی شان کے خلاف ہے کہ اتنی کم رقم شاعر کو دی جائے۔ کم از کم دس ہزار دینار دیے جانے چاہئیں۔ بادشاہ نے قبول کرلیا اور وزیر نے شاعر کو دس ہزار دینار دے دیے۔ شاعر خوشی خوشی واپس چلا گیا۔ جاتے ہوئے سوال کیا کہ کون باعث بنا ہے کہ میرے انعام میں اضافہ ہو جائے۔ بتایا گیا کہ ایک وزیر ہے جس کا نام حسن ہے۔ پھر شاعر نے ایک طویل قیصدہ وزیر کی مدح میں بھی لکھ دیا۔

کئی سال گذر گئے اس کے معاشی حالات تنگ ہو گئے۔ وہ اپنا قصیدہ لے کر دربار میں آیا اور بادشاہ کے سامنے قصیدہ پڑھ کر سنایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُسے ایک ہزار دینار انعام کے طور پر دیا جائے۔ پہلے والا وزیر وفات پا چکا تھا۔ اس کی جگہ نئے وزیر نے کہا: اس قسم کے شعر اور شاعر کے لیے ایک ہزار دینار بہت زیادہ ہیں۔ میں اسے ۲۵۰ پر راضی کرلوں گا۔

دوسرے درباریوں نے پوچھا: تم کس طرح راضی کرو گے جبکہ پہلے اسے ایک قصیدہ لکھنے پر دس ہزار دینار دیے گئے تھے۔ وزیر نے کہا: اسے آج کل کے اتنے وعدے دوں گا کہ وہ مان جائے۔

وزیر نے اُسے ہفتوں چکر لگوائے اور انعام کی وصولی کیلئے انتظار میں رکھا۔ شاعر جو اپنی غربت، فقر و تنگدستی کی وجہ سے پریشان تھا۔ چکر لگا لگا کر تھک گیا اور آخر کار انعام کی رقم میں سے ایک چہارم وصول کرنے پر راضی ہو گیا۔

شاعر نے اُس وزیر کے قریبی لوگوں سے پوچھا کہ پہلے انعام کی رقم بہت زیادہ تھی اور اب بہت کم ہو گئی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ بتایا گیا کہ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا، وہ سخی انسان تھا۔ وہ وفات پا چکا ہے اور اب جو وزیر آیا ہے اس کا نام بھی حسن ہے لیکن یہ انتہائی کم ظرف اور کنجوس ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ عجیب بات ہے کہ ظاہری طور پر دونوں کا نام حسن یعنی اچھا ہے۔ لیکن ایک کا باطن رحم و کرم سے بھرپور تھا اور دوسرے کا باطن کم ظرفی اور کنجوسی سے پُر ہے۔

در گذر از صورت و ز نام خیر

از لقب و ز نام ، در معنی گریز

(داستان مثنوی ۳/۴۷)

۳۔ بدصورت خدا اور خوبصورت مخلوق

ایک دفعہ حضرت ابراہیم کو نمرود کے دربار میں لے جایا گیا۔ تا کہ اُن سے کچھ سوالات پوچھے جائیں۔ نمرود جو کہ بدصورت

تھا، شاہی تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے غلاموں کے چہرے چاند کی طرح روشن تھے۔ اُس کی کنیزیں بہت حسین اور خوبصورت تھیں۔ سب غلام اور کنیزیں اُس کی خدمت کیلئے وہاں تیار کھڑے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا: یہ کون ہے جو تخت پر بیٹھا ہے؟ درباریوں نے کہا: یہ ہمارے خداوند ہیں۔ پھر پوچھا کہ یہ جو اس کے گرد خدمت کیلئے تیار کھڑے ہیں وہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ وہ سب اِن کے پیدا کردہ ہیں۔ ان کی مخلوق ہیں۔

فرمایا:

یہ کیسی بات ہے کہ اس قسم کا خدا اپنی مخلوق کو اپنے سے زیادہ خوبصورت اور حسین پیدا کرتا ہے؟! لیکن یہ ہو نہیں سکتا کہ جس کے پاس کوئی کمال نہ ہو وہ کسی دوسرے کو کمال عطا کرے۔ خود اپنی اس کی شکل بدصورت ہے جبکہ اس کی مخلوق کی شکل اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ (ریاض الحکایات، ص ۱۸۷)

۴۔ ظاہر سازی

اس آیہ کی تفسیر میں ہے کہ ''جو بھی طاقت آپ کے پاس ہے دشمن سے مقابلے کے لیے تیار رکھو۔'' امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اُن میں سے ایک مثال سر اور منہ کے بالوں کو کالے رنگ سے خضاب کرنا ہے (تاکہ بوڑھے سپاہی دشمن کی نظر میں جوان دکھائی دیں) پھر فرمایا:

ایک دن ایک شخص رسول خداؐ کی خدمت میں آیا اُس نے اپنے بالوں کو پیلے رنگ سے خضاب کیا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: بہت اچھا کام کیا ہے۔

کچھ دن بعد وہ شخص پھر بالوں کو مہندی سے رنگ کر کے پیامبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور مسکرائے اور فرمایا: یہ رنگ پچھلے رنگ سے بہتر ہے۔

تیسری مرتبہ جب وہ رسول اکرمؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو اپنی داڑھی کو کالے رنگ سے خضاب کیا ہوا تھا، حضورؐ اس کو دیکھتے ہی ہنس پڑے اور فرمایا: یہ پہلی اور دوسری مرتبہ سے بہتر ہے۔

[واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ، انفال/۶۰] [شنیدنیہائے تاریخ، ص ۱۲۔ محجۃ البیضاء ۱ / ۳۱۳]

۵۔ ھلال اور مالک

ھلال ایک غلام تھا جو مسلمان ہو گیا تھا اور پیامبرؐ سے بہت محبت کرتا تھا۔ اُس کے مالک کو اس بات کا علم نہیں تھا، وہ پست اور چھوٹے چھوٹے کام اُس سے کرواتا تھا، اُس کی بہت تحقیر اور بے عزتی کرتا تھا۔

ایک دن ھلال بیمار ہو گیا اور پیامبر کو وحی کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے تو آپؐ اُس کی عیادت کے لئے تشریف لے

گئے۔ حلال کے مالک کو بتایا گیا کہ حضورؐ اُس کے گھر آ رہے ہیں وہ بہت خوش ہوا کہ پیامبرؐ اُس سے ملنے آ رہے ہیں۔

پیامبرؐ تشریف لائے، وہ بہت خوش ہوا اور احترام بجالایا، مگر آپؐ نے فرمایا: میں تمہارے غلام حلال کا حال پوچھنے آیا ہوں۔

مالک نے کہا: وہ اصطبل میں ہے اور اس کا کام گھوڑے اور گدھوں سے ہے، مجھے اس کے حال کی کوئی خبر نہیں۔

پیامبرؐ غلام کے پاس گئے اور اُس کو اندھیرے میں لیٹے ہوئے پایا۔ جیسے ہی پیامبرؐ کی خوشبو محسوس کی، بانشاط ہو گیا، خوشی سے خود کو پیامبرؐ کے قدموں پر گرالیا۔ پیامبرؐ نے اپنے رخسار حلال کے رخسار پر رکھے اور اُس پر بہت شفقت کی اور اس کا حال پوچھا۔

حلال نے عرض کی: اب اپنے آپ کو کسی باغ میں دیکھ رہا ہوں، اور آپؐ کی زیارت کر کے میری حالت بہت اچھی ہو گئی ہے۔

جی ہاں! مالک کچھ اور سمجھ رہا تھا، لیکن پیامبرؐ اُس کے غلام کی خاطر تشریف لائے تھے جو اصطبل میں کام کرتا تھا اور باطن میں اُس کا دل پیامبرؐ کی محبت سے سرشار تھا۔

(داستانہائے مثنوی ۳/۸۷)

باب نمبر 70

عبرت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

خداوند شب و روز کو دگرگوں کرتا ہے، اس میں صاحبان بصیرت کے لئے عبرت ہے۔ (نور/ ۴۴)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

رحم الله امرء تفكر فاعتبر واعتبر فابصر

خدا رحمت کرے اس پر جو سوچتا ہے اور عبرت حاصل کرتا ہے جب عبرت حاصل کر لیتا ہے تو اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ (غرر الحکم ۲ / ۷۳)

۱۔ ان پڑھ کی عبرت

ایک حکیم کسی اَن پڑھ شخص کے گھر گیا۔ دیکھا کہ اُس کا گھر بہت ہی شان و شوکت والا اور قیمتی چیزوں سے سجا ہوا ہے۔ اُس میں بہت ہی قیمتی اور خوبصورت قالین بچھے ہوئے تھے۔ لیکن اُس گھر کا مالک ایک اَن پڑھ شخص ہے۔ علم و دانش سے اُس کا دور کا واسطہ بھی نہیں تھا۔ مہمان نوازی کے آداب سے بالکل عاری ہے۔ حکیم نے اُس کے منہ پر تھوک دیا۔

گھر کے مالک نے کہا: او حکیم یہ کیا ہے تم نے یہ بے ادبی کیوں کی ہے؟

حکیم نے کہا: اس کے اندر حکمت کی بات ہے۔ میں تھوکنے کیلئے گھر کے اندر سب سے زیادہ گھٹیا اور گندی جگہ تلاش کر رہا تھا جو کہ تمہارے منہ سے زیادہ بری جگہ مجھے نہیں ملی۔

کیونکہ گھر کو رنگ روغن کر کے اور قیمتی چیزوں سے سجا کر جہالت اور بے ادبی کے آثار چہرے سے ختم نہیں ہو جاتے۔

(الکنی والالقاب ۲ / ۲۶۸)

۲۔ حضرت حزقیل اور لوح

حضرت داؤدؑ جب گھر سے باہر آتے اور آسمانی کتاب زبور کی تلاوت کیا کرتے تو آس پاس کی ہر چیز اُن کے ہم صدا ہو کر

آیات کی تلاوت کیا کرتی تھیں۔

وہ ایک پہاڑ پر پہنچے جہاں ایک عابدو زاہد نبی خدا حضرت حزقیلؑ رہتے تھے۔ حضرت داودؑ نے حضرت حزقیلؑ سے چند ایک سوالات پوچھے جس میں سے ایک یہ تھا کہ کیا کبھی آپ کو دنیا کی طرف رغبت ہوئی ہے؟ جس کی وجہ سے اُس کی شہوت اور دنیاوی لذتوں کی خواہش دل میں پیدا ہوئی ہو۔

حضرت حزقیلؑ نے جواب دیا: جی ہاں! کبھی کبھی ایسی حالت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت داودؑ نے پوچھا: تو پھر ایسی حالت میں آپ کیا کرتے ہیں؟ حضرت حزقیلؑ نے فرمایا: وہ سامنے جو درہ نظر آرہا ہے۔ وہاں چلا جاتا ہوں، اور اُس کے اندر جو چیز رکھی ہے اُس سے عبرت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت داودؑ اُس درے میں تشریف لے گئے۔ وہاں اُنہوں نے ایک لوہے کی تختی دیکھی۔ جس کے پاس ایک کھوپڑی رکھی تھی اور کچھ بکھری ہوئی انسانی ہڈیاں تھیں۔ قریب ہی ایک لوح پڑی تھی۔ اُس لوح کو پڑھا تو اُس پر لکھا تھا:

میں اروی بن سالم ہوں۔ میں نے ایک ہزار سال حکومت کی ہے۔ ایک ہزار نئے شہر آباد کیے ہیں۔ میرے حرم سرا میں ایک ہزار عورتیں تھیں۔ لیکن اب یہ خاک میرا بستر ہے۔ پتھر میرا سرہانہ بن چکا ہے۔ سانپ اور کیڑے میرے ہمسائے ہیں۔ جو کوئی میرے انجام سے عبرت حاصل کرے گا وہ کبھی بھی دنیا کی ہوس پرستی اور لذتوں کا شکار نہ ہوگا۔

(بحار الانوار ۱۳/۴۱)

عبرت بین آنکھ

بنی امیہ نے ایک ہزار مہینے حکومت کی ہے۔ اُن کا آخری خلیفہ مروان بن محمد (م ۱۳۲) تھا جو کہ مروان حمار کے نام سے مشہور تھا۔ اُس نے پانچ سال اور دو مہینے حکومت کی۔ جب اُس کے لشکر کے سارے سردار مارے گئے تو اُس نے خود کمانڈ سنبھالی لیکن جلد ہی بنی عباس کے لشکر سے شکست کھا گیا۔ اُس کا سر کاٹ کر بدن سے جدا کر دیا گیا۔ تاریخ کے ایسے واقعات سے درس حاصل کرنے کیلئے عبرت بین آنکھ چاہیے۔ لیکن افسوس کے ایسی آنکھ کہاں ہے؟

مروان نے اپنے قتل سے دو دن پہلے اپنے ایک خادم کو سخن چینی کرنے پر سزا دی۔ اس پر غصہ کرتے ہوئے اُس خادم کی زبان کاٹ دی اور اپنی پالتو بلی کے سامنے پھینک دی۔ بلی نے وہ زبان کھالی۔

بنی عباس کے لشکر کے کمانڈر عامر بن اسماعیل نے حکم دیا کہ مروان کا سر کاٹنے کے بعد اُس کی زبان کاٹ کر دور پھینک دی جائے۔ جسے وہاں موجود بلی کھالے۔

عامر جب مروان کا سر اُس کے بدن سے الگ کرنے کے بعد اُس کے محل میں پہنچا تو اُس کے تخت پر بیٹھا وہاں دسترخوان بچھا تھا جس پر بہت لذیذ کھانے سجے تھے۔ اس دسترخوان پر مروان بیٹھا تھا وہ کھانا کھانے لگا تھا کہ بنی عباس نے حملہ کر دیا۔ پھر عامر

بن اسماعیل، مروان کو قتل کرنے کے بعد اُس دسترخوان پر آ کر بیٹھا اور کھانے میں مشغول ہو گیا۔

پھر عامر نے مروان کی بڑی بیٹی کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور چاہتا تھا کہ اُس کے ساتھ بدفعلی کرے۔ وہ لڑکی بہت سمجھدار اور سخن دان تھی۔

اُس نے کہا:

اے عامر! آج کے دن میں تمہاری عبرت کیلئے یہ کافی ہے کہ تم مروان کے تخت پر بیٹھے ہو اور اُس کیلئے تیار کیا گیا خاص کھانے کھا رہے ہو۔ اور اب تم اُس کی بیٹی کے ساتھ عیش و عشرت کرنا چاہتے ہو۔ خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ اس بے وفا دنیا کے ساتھ دل نہ لگاؤ۔ ہو سکتا ہے کل یہی واقعہ تمہارے ساتھ بھی پیش آئے۔ تمہارے بڑے اور بزرگ جناب سفاح تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں۔

عامر بن اسماعیل اس لڑکی کی یہ باتیں سننے کے بعد ڈر گیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ مروان کی بیٹی کو آزاد کر دیا۔

(تتمۃ المنتہی، ص ۱۰۳)

۴۔ ۵۲۴ سالہ خلافت کا انجام

بنی عباس کی خلافت ۵۲۴ سال تک قائم رہی۔ اُن کا آخری خلیفہ عبد اللہ مستعصم تھا۔ اُس نے اپنی حکومت کے سارے امور اپنے وزیر مؤید الدین علقمی کے سپرد کر رکھے تھے۔ خود کھیل تماشے اور دنیاوی لذتوں میں ڈوبا ہوا تھا اکثر کبوتر بازی بھی کیا کرتا تھا۔

خلیفہ کے بیٹے ابوبکر نے بغداد کے محلہ کرخ پر حملہ کیا۔ اُن کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ سادات کا قتل عام کیا، سیدانیوں کو قید کر لیا، ہزاروں لوگوں کو دربدر کر دیا۔

وزیر علقمی چاہتا تھا کہ بنی عباس کی حکومت ختم ہو جائے اور امیر المؤمنینؑ کی اولاد میں سے کوئی حکومت حاصل کر لے۔ اس مقصد کیلئے اُس نے تاتاریوں سے خط و کتابت کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ اس رابطہ کے نتیجے میں سن ۶۵۵ ھ میں چنگیز خان کی اولاد میں سے ہلاکو خان بغداد کی طرف چلا اور ماہ محرم روز عاشورہ شہر میں داخل ہوا۔

خلیفہ نے اپنے وزیر کی کسی بات کو سنجیدہ نہ لیا۔ خلیفہ کو گرفتار کرنے کے بعد لوگوں کے درمیان قتل کر دیا گیا۔ اور پھر چالیس دن تک شہر میں لوٹ مار اور قتل عام کیا گیا۔ خون کی ندیاں بہا دی گئیں۔ نہر دجلہ سرخ ہو گئی۔ تاریخ میں نقل ہونے والی روایات کے مطابق قتل ہونے والوں کی تعداد تین سے چار لاکھ افراد بتائی گئی ہے۔

۵۲۴ سالہ خلافت کے آخری خلیفہ اور اس کے بیٹے ابوبکر کو گرفتار کرنے کے بعد بوریوں میں بند کر دیا گیا۔ پھر سب نے مل کر انہیں اتنی لاتیں اور اتنے گھونسے مارے کہ وہ لوگ اُس میں مر گئے۔ یہ واقعہ ۲۸ محرم سن ۶۵۶ ھ کو پیش آیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ

اگر اس تاریخ کے عدد نکالیں جائیں تو اُن عدد کے ساتھ جو لفظ بنتا ہے وہ "خون" ہے۔

ہلاکو نے مستعصم کو قتل کر دیا اُس کی بیٹیوں کو قید کر لیا۔ اور عراق میں بنی عباس کی حکومت کو نابود کر دیا۔

(تتمۃ المنتہی، ص ۳۷۳)

۵۔ محمل کے پیچھے

ایک عالمِ دین کہتا ہے: نظام گروسی کا امیر جو کہ حسن علی خان کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اُسے حاکم کرمانشاہان کہا جاتا تھا۔ ایک دن اُس کی محفل میں بیٹھا تھا۔ ایک نوجوان سید محفل میں آیا۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا۔ وہاں موجود سب لوگ اُس کے جمال پر حیران تھے۔ ٹکٹکی لگائے اُسے دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی وہ محفل میں آیا سب لوگ اُس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔

ہر کوئی چاہتا تھا کہ اُسے اپنے پاس بیٹھائے۔ اچانک امیر اٹھا آگے بڑھا اور اُس سید کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس لے گیا۔ میں نے پوچھا: یہ جوان سید کون ہے؟ بتایا گیا کہ شہر کے اشراف اور سادات میں سے ہے۔ صاحب علم و فضل ہے باکمال شاعر ہے۔ میں نے سوچا کہ اگر چہ میں سفر کر رہا ہوں لیکن برا نہیں ہے کہ دو دن اور کرمانشاہ میں رک جاؤں اور اس سید کے علم و فضل سے استفادہ کروں۔

اگلے دن جب گھر سے نکلا تو دیکھا کہ کرمانشاہ کے لوگ دکانیں بند کر کے کسی ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ شہر میں ایک جوان سید فوت ہو گیا ہے۔ سب لوگ اُس کے جنازے میں شرکت کیلئے جا رہے ہیں۔ کچھ کھوج لگانے کے بعد معلوم ہوا کہ کل جس سید کو محفل میں دیکھا تھا وہی فوت ہو گیا ہے۔ بس پھر میں نے بھی اُس کے جنازے میں شرکت کا ارادہ کیا۔

جنازے کے اجتماع میں بہت لوگ آئے تھے۔ تابوت کے پاس ایک دوسرا سید کھڑا تھا اس نے تابوت کی طرف اشارہ کیا اور کچھ شعر پڑھے۔

کدامین ماہ را یا رب در این محمل بود منزل
کہ محمل می رود از شہر و شہری از پی محمل

اے خدا اس محمل میں کونسا چاند چھپا ہے کہ یہ محمل اس شہر سے جا رہا ہے اور اس محمل کے پیچھے سارا شہر چل رہا ہے۔

بتایا گیا کہ یہ شعر پڑھنے والا اس جوان سید کا باپ ہے اور یہ شعر خود اس سید کے ہیں جس نے آج وفات پائی ہے۔

جی ہاں! اس قسم کے بہت سے واقعات ہمارے آس پاس میں رونما ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی عبرت حاصل نہیں کرتا، کوئی توجہ نہیں کرتا۔ اس پست دنیا سے ہاتھ نہیں کھینچتا اور اس دنیا میں کھو جاتا ہے۔

(خزینۃ الجواہر، ص ۶۹۸)

باب نمبر 71

عزت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

عزت اللہ کے لیے مخصوص ہے، اُس کے رسول کیلئے ہے اور مؤمنین کیلئے ہے۔ لیکن منافق اس بات کو نہیں جانتے۔ (منافقون/۸)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من اعتز بغیر اللہ اھلکہ العز

جس کسی نے اللہ کے علاوہ کسی سے عزت حاصل کی وہ عزت اُسے ہلاک کردے گی۔

(غررالحکم ۲/۱۱۸)

ا۔ جنگی زخمی کی عزت

سعدی کہتا ہے کہ ایک جوان آدمی تاتار لشکر کے ساتھ ترکستان کے محاذ پر لڑتے ہوئے شدید زخمی ہوگیا۔ کسی نے اُسے بتایا کہ ایک تاجر کے پاس دوائی ہے جس سے تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم اُس کے پاس جا کر وہ مانگو تو دے دیگا۔

وہ تاجر کنجوسی میں مشہور تھا۔ اور کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ دوائی دے گا یا نہیں دے گا۔ اُس زخمی جوان نے کہا: اگر میں وہ دوائی اُس تاجر سے مانگوں تو چند ایک حالتوں سے خارج نہیں:

یا تو دے دیگا۔ یا نہیں دیگا۔ اگر دے گا تو بہت زیادہ نفع طلب کرے گا یا نہیں کرے گا۔ بہر حال وہ دوائی جو کسی کنجوس آدمی کے پاس ہے وہ کسی قاتل زہر جیسی ہے۔ کسی ایسے شخص کا احسان لے کر ٹھیک ہونے سے بہتر مر جانا ہے۔

عقلمند اور حکیم لوگ کہتے ہیں کہ اگر عزت و شرف کے بدلے آب حیات مل رہا ہو تو سمجھدار لوگ اُسے نہیں خریدتے کیونکہ عزت کی موت ذلت کی زندگی سے زیادہ خوبصورت ہے۔

اگر حنظل خوری از دست خوشخو

بہ از شیرینی از دست ترشروی

اگر اچھے اخلاق کے مالک کسی شخص کے ہاتھ سے کڑوا پھل بھی کھا لو تو وہ بہتر ہے اس مٹھائی سے جو کسی بد اخلاق کے ہاتھ سے کھانی پڑے۔ (گلستان سعدی، ص ۱۵۷)

۲۔ اطاعت میں عزت

• یعقوب لیث صفار بیمار ہو گیا۔ طبیب حضرات اُس کا علاج کرنے میں ناکام ہو گئے۔ اُنہوں نے کہا: جتنا کچھ ہم علم طب میں سے جانتے تھے، سب کام میں لائے ہیں لیکن یعقوب لیث صحت یاب نہیں ہو سکے۔ اب تو کسی ولی اللہ کی پھونک لگوائیں تا کہ یہ صحت حاصل کر سکیں۔

اس سلسلے میں خواجہ عبداللہ تستری (م ۲۸۳) سے درخواست کی گئی کہ وہ یعقوب لیث کیلئے دعا کریں۔ خواجہ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: خدایا! آپ نے اسے اس کے گناہوں کی ذلت میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں نے جو اطاعت کی ہے اُس کی عزت کا واسطہ اُسے شفا عطا فرما دے۔

یعقوب لیث شفایاب ہو گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ ۱۰۰۰ دینار لائے جائیں اور خواجہ کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔ خواجہ نے اُس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ اور کہا: میں نے یہ عزت قناعت کے ساتھ حاصل کی ہے حرص و لالچ کے ساتھ نہیں۔ خواجہ نے وہ رقم وصول نہ کی۔ یعقوب نے حکم دیا کہ خواجہ کو پورے احترام کے ساتھ اُن کے گھر چھوڑ کر آئیں۔

راستے میں خادم نے کہا: اچھا تھا آپ وہ اتنی بڑی رقم قبول کر لیتے اور درویش فقیر لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ خواجہ نے جواب دیا: خدا اپنے بندوں کا رزق خود ہی اُنہیں دے دیتا ہے۔ میں اس کام میں کیوں ٹانگ اڑاؤں۔

(جوامع الحکایات، ص ۲۸۳)

۳۔ سید رضی (مؤلف نہج البلاغہ)

سید رضی کے زمانے میں ایک وزیر نے سید کے گھر بچہ پیدا ہونے پر ایک ہزار دینار تھال میں سجا کر روانہ کیے۔ تا کہ لوگوں کے رسم و رواج کے مطابق ولادت پر کچھ ہدیہ دیا جائے۔ سید صاحب نے وہ رقم قبول نہ کی اور واپس بھجوا دی۔ اور پیغام دیا کہ وزیر صاحب خود بہتر جانتے ہیں کہ میں کسی سے کوئی بھی چیز قبول نہیں کرتا۔

وزیر کہتا ہے کہ میں نے وہ رقم پھر دوبارہ بھجوا دی اور کہلا بھیجا کہ یہ رقم نوزاد کیلئے ہے۔ اُنہوں نے پھر واپس کر دی اور کہا: ہمارے بچے بھی کوئی چیز قبول نہیں کرتے۔

میں نے تیسری مرتبہ پھر بھجوا دیا اور کہلا دیا کہ دائی کو دے دیں۔ اُنہوں نے پھر واپس کر دیا اور کہا: وزیر صاحب جانتے ہیں کہ ہماری عورتوں کیلئے باہر سے دائیاں نہیں آیا کرتیں۔ اور ہماری اپنی عورتیں بھی کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کیا کرتیں۔

وزیر کہتا ہے میں نے پھر چوتھی مرتبہ بھجوا دیا اور کہا: اُن طالب علموں میں تقسیم کر دیں جو آپ کے درس میں شرکت کرتے

ہیں۔سید صاحب نے طلاب کے سامنے وہ رقم رکھ دی اور کہا جو کوئی اس میں سے اٹھانا چاہتا ہے وہ اٹھا لے۔ایک طالب علم اٹھا اور اُس نے ایک ہزار دینار میں سے ایک دینار اٹھالیا۔سید رضی نے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ طالب علم نے کہا: کل رات دیے میں سے تیل ختم ہو گیا تھا اور آپ کے خزانے کی چابی میرے پاس نہ تھی۔اس لیے میں نے پرچون فروش سے ایک دینار کا تیل ادھار لیا تھا۔سید رضی نے باقی رقم واپس بھجوادی۔

(سیمائی فرزانگان، ص ۲۰۱)

۴۔اس سے زیادہ عزت اور کیا ہوگی

بغداد کے بازار میں کچھ دکانوں میں آگ لگ گئی۔ ہر لحہ آگ کے شعلوں میں اضافہ ہونے لگا۔اُن دکانوں کے تہہ خانوں میں کسی کے دو جوان اور خوبصورت غلام تھے۔اُن غلاموں کا مالک بہت پریشان تھا اُس نے اعلان کیا کہ جو کوئی اُن دو غلاموں کو آگ سے نکال کر لائے گا میں اُسے ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔

کوئی آگے نہ بڑھ رہا تھا۔لوگ اس بات کے انتظار میں تھے کہ دیکھیں کون اُن دو غلاموں کو آگ سے نجات دلانے کیلئے آگے بڑھتا ہے۔اور اتنے بڑے انعام کا حقدار بن پاتا ہے۔لیکن کوئی بھی آگ میں کودنے کی جرأت نہ کر رہا تھا۔

ایک نیک اور عارف شخص ابوالحسن نوری نے ارادہ کیا کہ ان دو بے گناہ غلاموں کو نجات دلائے۔اُس نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ خدایا! میں اِن دو غلاموں کو نجات دلانے کیلئے آگ میں کودنے جا رہا ہوں، تا کہ آپ مجھے جہنم کی آگ سے نجات دے دو۔اس مہم میں میری مدد فرما۔

ابوالحسن آگ میں کود گیا اور اُن دو غلاموں کو صحیح و سالم نکال کر لے آیا۔غلاموں کا مالک بہت خوش ہوا۔اُس نے اپنے وعدے کے مطابق ایک ہزار دینار شکریہ کے ساتھ ابوالحسن کو دیے۔اُس نے کہا: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے یہ توفیق عنایت فرمائی اور دربار الٰہی سے مجھے یہ عزت ملی۔پیسے کی محبت کو میرے دل میں جگہ نہیں دی۔اگر ایسا ہوتا تو میرے جسم کا انگ انگ آگ میں جل کر راکھ ہو جاتا۔یہ کہہ کر ابوالحسن نے رقم واپس کر دی۔

(حکایتہائے شنیدنی ۱/۵۵)

۵۔بھیک سے بہتر

مدینہ کے انصار میں سے ایک شخص معاشی تنگ دستی کا شکار ہو گیا۔اس کے اتنے وسائل نہ رہے کہ اپنی مشکلات کو دور کر سکے۔پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور مسئلے کے حل کیلئے مدد مانگی۔

حضورؐ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر سے جو کچھ ہے سب لے آؤ۔وہ گیا اور چند ایک چیز لے آیا۔حضورؐ نے وہاں موجود صحابہ سے فرمایا: کون ان چیزوں کو خریدے گا؟ ایک صحابی اٹھے اور اُنہوں نے دو دینار میں سامان خرید لیا۔

حضورؐ نے فرمایا: جاؤ ایک دینار سے اپنے گھر والوں کیلئے کھانا خریدو۔ اور ایک دینار سے کلہاڑی خریدو۔ پھر حاضرین میں سے کسیؑ سے کلہاڑی کا ڈنڈا ادھار لیا۔ حضورؐ نے فرمایا: اب بیابان میں چلے جاؤ اور جھاڑیاں اور لکڑیاں کاٹ کر لاؤ۔ اور ان کو کم اہمیت نہ سمجھو۔ انہیں بازار لے جا کر فروخت کرو۔

اس انصاری مرد نے پندرہ دن یہ کام کیا تو اس کے حالات بہتر ہو گئے۔ پیامبر اکرمؐ نے فرمایا: یہ کام تمہارے لیے بھیک مانگنے سے بہتر ہے۔ تاکہ قیامت کے دن ذلت والا چہرہ لے کر میدان محشر میں نہ آؤ۔

(بحارالانوار ۱۰۳/ ۱۰)

باب نمبر 72

عشق

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ کی نسبت محبت میں شدید ہیں۔ (بقرہ/۱۶۵)

خداوند تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

فاذا جعلت بغيته ولذته فی ذکری عشقنی و عشقته.

جب میرا بندہ میری طرف توجہ کرتا ہے میں اس کا ہدف، مقصد، اور اس کی لذت کو اپنی یاد میں رکھ دیتا ہوں۔ وہ مجھ سے عشق کرتا ہے اور میں اس سے عشق کرتا ہوں۔

(تفسیر معین، ص ۲۳۸۔ کنز العمال، ح ۱۸۷۲،)

اذا کان الغالب علی العبد الاشتغال بی جعلته بغيته و لذته فی ذکری فاذا ... عشقنی و عشقته رفعت الحجاب فیما بینی و بینه. و صیرت ذلك تغلبا علیه لا یسهو اذا سها الناس.

ا۔ عاشق کے دانت بھی ٹوٹ گئے

حضرت اویس قرنیؓ سے ایک آدمی یمن میں ملا اُس نے کہا: اس کے باوجود کہ حبیب خداؐ نے تمہاری خوشبو مدینہ میں محسوس کر لی پھر بھی تم حضورؐ سے ملاقات نہ کر سکے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت اویس قرنیؓ نے جواب دیا: محبت کرنے والے کو اپنے محبوب سے الگ مت سمجھو۔ ظاہر کو معنوی اور روحانی وصل کا پردہ نہ جانو۔ مجھے یہ بتاؤ تم حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تھے لیکن کیا تمہیں یہ معلوم ہو سکا کہ حضورؐ کے کون سے دانت شہید ہوئے تھے۔

اُس نے کہا: نہیں مجھے معلوم نہ تھا۔ آپ نے کہا: حضورؐ کے سفایا دانت شہید ہوئے تھے کیونکہ اسی دن میرے بھی سفایا دانت میں درد ہوا اور ٹوٹ کر گر گئے۔

(ریاض الجنین، ص ۱۳۹)

سب سے بڑا معشوق

بشر حافی کہتا ہے: میں بغداد کے بازار سے گذر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کو ایک ہزار کوڑے مارے گئے، اُس نے اُف تک نہ کی۔ پھر اُسے جیل لے گئے۔

میں بھی پیچھے پیچھے جیل چلا گیا۔ اور اُس سے ملاقات کی۔ میں نے اُس سے پوچھا: تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں کیا جارہا ہے؟ اُس نے جواب دیا: میں عاشق ہوں، کسی کے عشق میں ڈوبا ہوا ہوں۔ میں نے پوچھا: جب تمہیں کوڑے مارے جارہے تھے۔ تم نے بالکل بھی چیخ وپکار یا رونا دھونا نہیں مچایا۔ اگر تم ایسا کرتے تو ممکن تھا تمہاری سزا میں کمی کردی جاتی۔

بولا: میرا معشوق وہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اور میں اپنے معشوق کو دیکھ رہا تھا اُس کے دیدار میں ایسا غرق ہو گیا تھا کہ مجھے بدنی تکلیف کا احساس تک نہیں ہوا۔

میں نے کہا: اگر اُس وقت کائنات کے سب سے بڑے معشوق کا دیدار کر لیتے تو تمہاری حالت کیا ہوتی؟ میں نے دیکھا کہ اُس نے ایک چیخ ماری اور اُس کی روح پرواز کر گئی۔

(کشف الاسرار ۱/ ۶۲)

۳۔ اخروٹ جیب میں

کوئی عاشق اپنے معشوق کے ہجر میں جل رہا تھا۔ کئی سال سے اس دکھ وغم کو برداشت کر رہا تھا۔ پھر ایک دن اُس کا معشوق اُسے ملا اور اُس نے کہا: آج رات فلاں وقت میں میرا انتظار کرنا میں آؤں گا اور مل کر اکٹھے کھانا کھائیں گے۔

عاشق خوش ہو گیا اُس نے ایک بکرا ذبح کیا، گوشت تیار کروایا، غریبوں اور فقیروں میں پیسے تقسیم کیے۔ وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔

جس جگہ ملنے کا وعدہ تھا، رات کے وقت عاشق اُس جگہ پہنچ گیا اور اپنے معشوق کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر ہو گئی تو وہیں اُسے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ آدھی رات کے وقت اُس کا معشوق آیا اور دیکھا کہ اُس کا عاشق سو رہا ہے۔ معشوق نے چند ایک اخروٹ اُس عاشق کی جیب میں رکھے اور چلا گیا۔ کچھ دیر بعد جب وہ عاشق نیند سے جاگا تو دیکھا معشوق کی بجائے چند ایک اخروٹ اُس کی جیب میں رکھے ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ معشوق اُسے سمجھانا چاہتا ہے کہ تم سچے عاشق نہیں ہو۔ اس لیے تم ان اخروٹ کے ساتھ کھیلو۔

(داستانہائے مثنوی ۳/ ۸۲)

۴۔ دوست دوست سے ملنا چاہتا ہے

کہتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت ابراہیمؑ کی روح قبض کی جائے تو موت کے فرشتے کو اُن کی طرف بھیجا۔
ملک الموت جب حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچا، سلام عرض کیا اور نبی خدا کو آگاہ فرمایا۔

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: کیا تم میری روح کو قبض کرنا چاہتے ہو یا صرف مجھے اطلاع دینا چاہتے ہو؟
ملک الموت نے عرض کی: آپ کی روح قبض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک دوست اپنے دوست کی جان لے لے؟ ملک الموت کے پاس کوئی جواب نہ تھا وہ واپس چلا گیا اور خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت ابراہیمؑ سے ہونے والی گفتگو سنا دی۔ پروردگار نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی نازل کی کہ ابراہیمؑ سے کہو: کیا کبھی دیکھا ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست سے مل کر خوش نہ ہوا ہو؟ بس تو پھر ایک دوست، دوست سے ملنا چاہتا ہے۔

(??????، ج ۱۲، ص ۷۸)

۵۔ مخلوق سے خدا کی محبت

کسی جنگ کیلئے رسولِ خداؐ اپنے صحابہ کے ہمراہ کہیں ٹھہرے ہوئے تھے۔ سخت گرمیوں کے دن تھے اور موسم بہت گرم تھا شدید لو چل رہی تھی۔ وہاں صحابہ نے دیکھا کہ ایک گھر سے بچہ روتا ہوا نکلا، گرمی کی وجہ سے گھبرایا ہوا لگ رہا تھا، سخت دھوپ اور تپش میں کھڑا ہو کر زور زور سے رونے لگا۔

اُس کی ماں اُسے تلاش کرتی ہوئی، اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی، باہر آئی۔ بچے کو سخت دھوپ اور گرمی کی تپش میں دیکھا۔ تو بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور بچے کو گود میں لے لیا اُس پر سایہ کیا۔ وہیں انتہائی گرم ریت پر بیٹھ گئی اور بچے کو پیار و محبت سے چپ کروانے لگی۔ بچے کو سینے پر لٹایا، اُس پر سایہ کیے ہوئے خود گرم ریت پر لیٹ گئی۔ کوشش کر رہی تھی کہ بچے کو دھوپ کی تپش سے بچا سکے۔ چاہے خود جل جائے۔ وہ ماں خود بھی روئے جا رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ ہائے میرا بچہ، ہائے میرا بچہ۔

یہ منظر اتنا دلخراش تھا کہ حاضرین بے اختیار رونے لگے۔ رسول خداؐ اپنے ساتھیوں کی طرف آئے انہوں نے ماں اور بچے کا واقعہ اُن کو سنایا۔ پیامبرؐ نے اس احساس کی تعریف کی اور ماں کی محبت کے اظہار کا سن کر خوش ہوئے۔ پھر فرمایا: کیا آپ کو ماں کی اپنے بچے کے لئے اس شدید مہر و محبت پر حیرت ہو رہی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: یقیناً جان لیں کہ خداوند متعال آپ سب لوگوں پر اس ماں کی نسبت زیادہ مہربان ہے!
مسلمان یہ بشارت سن کر بہت زیادہ خوش ہو گئے۔

(داستانہاو پندہا ۱۵۰/۷، صحیح بخاری ۹/۸)

باب نمبر 73

عمر

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ

کوئی بھی طویل عمر نہیں کرتا۔ یا اُس کی عمر میں سے کم نہیں کیا جاتا مگر وہ جو کتاب میں درج ہے۔

(فاطر/۱۱)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان ماضی عمرك اجل و آتیه امل والوقت عمل

بے شک گذشتہ عمر گذر چکی، آئندہ ایک اُمید کی صورت ہے اور ابھی حال عمل کا وقت ہے۔

(غرر الحکم ۲/۲۰۰)

۱۔ زندگی کا آخر جان لینا

حضرت موسیٰ کے پاس ایک شخص آیا اور درخواست کی کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیں تا کہ میں اُن کی باتوں کو جان سکوں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا: اس میں تمہاری بھلائی نہیں ہے۔ اُس نے بہت اصرار کیا۔

خداوند تعالیٰ نے فرمایا: اُس کے اصرار کی بنا پر اُسے سکھا دیں۔ حضرت موسیٰ نے اُسے صرف کتے اور مرغ کی زبان سکھا دی۔ وہ آدمی گھر آیا اور کھانے کیلئے دستر خوان پر بیٹھا۔ ایک لقمہ اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ مرغ تیزی سے آگے بڑھا اور اٹھا کر کھا گیا، کتا بولا: کیوں مجھ پر ظلم کرتے ہو۔ میرے حصے کا لقمہ مجھے کھانے کیوں نہیں دیتے؟

مرغ نے کہا: کل مالک کا گھوڑا مر جائے گا، خوب گوشت کھانے کو ملے گا۔ اُس آدمی نے جیسے ہی یہ بات سنی، اُٹھا اور گھوڑا بیچ آیا۔ کل پھر جب وہ دستر خوان پر بیٹھا اور ایک نوالہ اُس کے ہاتھ سے گرا، پھر سے مرغ تیزی سے آگے بڑھا اور نوالہ اُٹھا کر کھا گیا۔

کتا بولا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ مالک کا گھوڑا تو نہیں مرا بلکہ وہ اُسے بیچ آیا ہے۔ مرغ بولا: گھبراؤ نہیں کل مالک کا خچر مرنے والا ہے۔

اُس آدمی نے جب یہ سنا تو فوراً اٹھا اور جا کر خچر کو بھی بیچ آیا۔ اگلے دن کتے نے مرغ سے کہا: میں دعا کرتا ہوں کہ تم جھوٹے کو بھیڑیا کھائے۔ وہ خچر بھی نہیں مرا اور مالک اُسے بھی بیچ آیا۔ مرغ نے کہا: ابھی کل مالک کا غلام مر جائے گا تو بہت سارا کھانا

پکے گا۔ جتنا دل چاہے سیر ہو کر روٹی اور ہڈی کھانا۔ مالک اٹھا اور جلدی سے غلام کو بھی بیچ آیا۔ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ ان دو جانوروں کتے اور مرغ کی زبان جاننے کی وجہ سے کتنے بڑے بڑے نقصانات سے بچ گیا ہے۔

اگلے دن کتے نے مرغ سے کہا: تم جھوٹ بولنے میں بہت ماہر ہو گئے ہو۔ مرغ نے کہا: کل مالک کی باری ہے کل وہ مر جائے گا۔ وہ آدمی بھاگتا ہوا حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ وہ مرغ کہتا ہے کہ کل میری باری ہے کل میں مر جاؤں گا۔ کل میری زندگی کا آخری دن ہے۔ میری مدد کریں مجھے اس کا کوئی راہ حل بتائیں۔ میں کیا کروں؟ کچھ تو سوچیں۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا: (اُن میں سے کسی ایک کی بھی موت تمہاری زندگی کیلئے صدقہ تھی۔ جس سے تمہاری زندگی بڑھ جاتی لیکن) اب تمہارے لیے مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ میں صرف یہ دعا کر سکتا ہوں کہ ایمان کی حالت میں دنیا سے جاؤ۔

(ثمرات الحیاۃ ۳/۷۰ ۳۔ مثنوی مولوی)

۲۔ عمر نوح

حضرت نوحؑ کو شیخ انبیاء کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے بہت لمبی عمر کی ہے۔ قرآن کریم نے سورہ عنکبوت میں اُن کی اپنی قوم میں تبلیغ کا زمانہ ۹۵۰ سال بتایا ہے۔

لیکن تاریخ نویس حضرات اُن کی عمر کے بارے بہت زیادہ اختلاف کا شکار ہیں۔ مسعودی نے اثبات الوصیہ میں ۱۴۵۰ سال عمر ذکر کی ہے اور مجلسی نے ۲۵۰۰ سال کے قول کو اختیار کیا ہے۔ جبکہ ثعلبی اپنی تفسیر میں کہتا ہے کہ حضرت نوحؑ کا معجزہ خود اُن کے اندر ہے وہ یہ کہ اُنہوں نے ایک ہزار سال کی عمر گذاری۔ اس طویل عرصے میں اُن کی جسمانی طاقت میں کمی نہ آئی اور نہ ہی اُن کا کوئی دانت ٹوٹ کر گرا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت نوحؑ کی زندگی ۲۵۰۰ سال تھی۔ ۸۵۰ سال نبوت سے پہلے ۹۵۰ سال بعثت کے بعد اور ۷۰۰ سال کشتی بنانے، طوفان اور طوفان کے بعد کے واقعات میں صرف ہوئے۔ جس میں مختلف شہروں میں تبلیغ، شہر سازی، انسانوں کی آبادکاری شامل ہے۔

ایک دن دھوپ تاپ رہے تھے۔ حضرت عزرائیلؑ آئے، سلام عرض کیا: حضرت نوحؑ نے جواب دیا پھر فرمایا: کس لیے آئے ہو؟ کہا: آپ کی جان لینے آیا ہوں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا: مجھے مہلت دو کہ میں دھوپ سے اٹھ کر سایے میں چلا جاؤں۔ جناب عزرائیلؑ نے کہا: ٹھیک ہے۔

حضرت نوحؑ اٹھے اور سایے میں آ گئے۔ فرمایا: اے عزرائیل! دنیا کی اس طویل زندگی میں میرے پر جو کچھ گذرا وہ سب یوں گذر گیا جیسے میں اس دھوپ سے اٹھ کر سایے میں آیا ہوں۔ اب میری جان لے لو۔ جناب عزرائیلؑ نے اُن کی روح قبض کی اور چلے گئے۔

ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتا ہے: جب حضرت نوحؑ کی موت کا وقت آیا۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ فرمایا: ایک گھر کی طرح جس کے دو دروازے ہوں بندہ ایک دروازے سے داخل ہو اور ساتھ ہی دوسرے دروازے سے نکل جائے۔

(تاریخ انبیاء، ۱/۳۵تا۲۶)

۳۔ محدود عمر

ایک دن رسولِ خداؐ نے زمین پر ایک مربع شکل بنائی۔ اُس مربع شکل کے درمیان میں ایک نکتہ لگایا۔ اس کے اطراف سے بہت سی لائنیں اس نکتہ کے ساتھ ملائیں۔ ایک لائین نکتے سے شروع کی اور باہر کی طرف لامحدود انداز بنائی۔

پھر دریافت فرمایا: کیا جانتے ہو کہ یہ کیا شکل ہے؟ عرض کی گئی: خدا اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پیامبرؐ نے فرمایا:

یہ مربع شکل انسان کی عمر ہے جو محدود اور معین ہے۔ یہ نکتہ علامت ہے انسان کیلئے اور یہ جو مختلف لائنیں اُس نکتہ انسان کی طرف آ رہی ہیں۔ یہ وہ بیماریاں اور مصیبتیں ہیں جو اس محدود زندگی میں چاروں اطراف سے اُس پر حملہ ور ہیں۔ اگر انسان ایک سے بچ گیا تو دوسری میں پھنس جاتا ہے۔ اور آخر کار کسی ایک میں پھنس جاتا ہے اور اُس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

یہ جو ایک لمبی اور لامحدود لائین ہے جو مرکزی نکتہ انسان سے شروع ہو کر لامحدود انداز میں چلا جا رہا ہے، یہ انسان کی آرزو اور اُمید ہے جو اُس کی زندگی سے بھی زیادہ لمبی ہے، جس کی کوئی حد نہیں۔

(کشکول شیخ بہائی، ص ۳۲)

۴۔ تین دن زندگی

حسن بن ابی العلاء کہتا ہے: امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آیا اور اپنی بیوی کی شکایتیں کرنے لگا۔ امام نے فرمایا: جاؤ اور اپنی بیوی کو یہاں لے کر آؤ۔ وہ گیا اور اپنی بیوی کو بھی لے آیا۔

امامؑ نے اُس خاتون سے فرمایا: تمہارا شوہر کیوں تمہاری شکایت کر رہا ہے؟ اُس نے عرض کی: خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے میرے شوہر کے متعلق انجام دے۔

امامؑ نے فرمایا: اے خاتون! اگر اپنے شوہر کے ساتھ یوں ہی حالات خراب رکھو گی تو تین دن سے زیادہ زندگی نہ کرو گی۔

اُس نے کہا: ٹھیک ہے میں تا ابد اپنے شوہر کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔

امامؑ نے اُس آدمی سے فرمایا: اس خاتون کو گھر لے جاؤ یہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے گی۔ وہ آدمی تین دن بعد امامؑ کی خدمت آیا اور کہا: ابھی اپنی بیوی کو دفن کر کے یہاں آپؑ کی خدمت میں آیا ہوں۔

حسن بن ابی العلاء کہتا ہے: میں نے امامؑ سے عرض کی کہ اس عورت اور اُس مرد کا کیا مسئلہ تھا؟ فرمایا: وہ عورت اپنی حد سے آگے بڑھ چکی تھی (اور اپنے شوہر کو بہت اذیت کرتی تھی۔) خدا تعالیٰ نے اُس عورت کی عمر کو گھٹا دیا اور اُس کے شوہر کو اُس

سے نجات دے دی۔

(مناقب ابن شہر آشوب ۴/ ۲۲۴)

۵۔ سو سال کا جشن

شیخ بہائی اپنی کتاب کشکول میں لکھتے ہیں: ہندوستان کے ایک علاقے میں یہ رسم تھی کہ ہر سو سال بعد ایک بڑی عید مناتے تھے۔ شہر کے سب لوگ بڑے، چھوٹے، بوڑھے اور جوان شہر سے باہر جہاں ایک بڑا سا پتھر رکھا گیا تھا، جمع ہو جاتے تھے، پھر ایک شخص بادشاہ کی طرف سے آواز لگاتا تھا کہ اس پتھر کے اوپر وہ شخص جائے جس نے پچھلی عید میں شرکت کی تھی۔

کبھی کوئی بوڑھا شخص جو اندھا ہو چکا ہوتا اور اپنی قوت کھو چکا ہوتا یا کوئی بوڑھی عورت جو کانپتے ہوئے، گرتی پڑتی پتھر کے اوپر چلے جاتے تھے۔ کبھی ایسا اتفاق بھی ہوتا تھا کہ کوئی نہیں ہوتا تھا جس نے پچھلی عید کو درک کیا ہو۔ تو معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ سب لوگ جو سو سال پہلے زندہ تھے، ہلاک ہو چکے ہیں۔

جو شخص پتھر کے اوپر جاتا تھا اونچی آواز میں بتاتا تھا کہ: مثال کے طور پر پچھلی عید پر میں بچہ تھا، اس وقت فلاں بادشاہ کا زمانہ تھا، فلاں وزیر اور جج تھا، اور جو کچھ پچھلی صدی میں دیکھا ہوتا وہ بیان کرتا اور نصیحت کرتا تاکہ سب عبرت حاصل کریں۔

اس کے بعد کوئی خطیب پتھر کے اوپر جاتا اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا، انجام دیے ہوئے اعمال اور گذشتہ زندگی کی غلطیوں کا ازالہ کرنے، اچھا اخلاق اپنانے اور نیک کام کرنے کی تاکید کرتا۔

ایسے جشنوں کو منانے کا اہم ترین مقصد اور پیغام یہ تھا کہ زندگی محدود ہے اس لیے اپنی جوانی کی طاقت پر غرور نہ کرو اور اپنی زندگی کے وقت سے صحیح فائدہ اٹھاؤ۔

(پند تاریخ ۳/ ۱۳۵)

باب نمبر 74

غلام

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي

جب حضرت عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے پروردگار! میں نے تمہاری راہ میں یہ نذر کی ہے کہ میرے شکم میں جو بچہ ہے اس کو تمہاری عبادت گاہ کا خدمتگار بناؤں۔ (آل عمران/ ۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

للمملوك طعامه و كسوته بالمعروف ولا يكلف من العمل الا ما يطبق.

غلام کھانے اور اچھی غذا کا حق رکھتا ہے۔ اور جو کام وہ نہیں کر سکتا وہ اُس کے ذمہ نہ کرو۔

(نہج الفصاحہ ص ۲۸۱)

منجنیق میں غلام

جب حضرت ابراہیمؑ کیلئے آگ کے شعلے روشن کیے گئے تا کہ اُس میں حضرت ابراہیمؑ کو ڈالا جائے۔ نمرود کے دربار میں ایک غلام تھا جس پر ایک قیمتی پتھر چوری کرنے کا الزام تھا۔ نمرود نے حکم دیا کہ ابراہیمؑ سے پہلے اُس غلام کو آگ میں ڈال دیا جائے۔

غلام نے جتنی بھی درباریوں کے سامنے منت سماجت کی اور بتوں کا واسطہ دیا، اُن کو قسمیں دیں، کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

بس غلام کو منجنیق میں رکھا گیا اور چاہتے تھے کہ اُسے آگ میں پھینک دیا جائے۔ وہ غلام جو ہر جگہ سے مایوس ہو چکا تھا، بے اختیار پکار کر کہتا ہے کہ یا اللہ!!

خداوند نے حضرت جبرائیلؑ سے فرمایا: میرے بندے کو پناہ میں لے لو۔ جبرائیلؑ نے عرض کی: یا اللہ آپ بہتر جانتے ہیں کہ یہ غلام کافر ہے؟ فرمایا: چاہے کافر ہے لیکن اُس نے میرا نام پکارا ہے۔ مجھے گوارا نہیں ہے کہ میں اُس کی مدد کو نہ پہنچوں۔ (پس خداوند تعالیٰ کے حکم سے اُسے نجات مل گئی) (ریاض الحکایات، ص ۱۳۶)

۲۔غلام سے سبق

عباسی خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں بہت شدید قحط ہوگیا۔لوگوں سے کہا گیا کہ گریہ وزاری اور دعا کریں۔لہوولعب، شراب نوشی چھوڑ دیں تا کہ خداوند لوگوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

ایک غلام کو دیکھا کہ وہ خوشی سے جھوم رہا ہے، تالیاں بجا رہا ہے اور گنگنا رہا ہے۔اُسے گرفتار کر کے ہارون رشید کے پاس لے گئے۔ہارون نے اُس سے پوچھا: ساری مخلوق مضطرب اور پریشان ہے اور اس حالت میں تو خوشیاں منا رہا ہے؟

اُس غلام نے جواب دیا: میرے مالک کے پاس گندم کا ایک ڈھیر موجود ہے اس لیے میں پریشان نہیں ہوں اور خوشیاں منا رہا ہوں۔خلیفہ نے کہا: یہ مخلوق کا مخلوق پر توکل ہے۔وہاں موجود ایک دانا آدمی نے کہا: جب یہ ایک حبشی غلام اپنے مالک کے پاس موجود گندم کے ایک ڈھیر پر بے فکر ہے۔تو ہمیں اس غلام سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ ہم لوگ خداوند کے لامتناہی خزانے ہونے کے باوجود بے فکر نہیں ہیں اور مضطرب و پریشان ہیں۔

(ریاض الحکایات، ص ۱۴۷)

۳۔لقمان نام کا غلام

لقمان حکیم جن کا نام قرآن پاک میں آیا ہے وہ پہلے کسی ارباب کے پاس ایک غلام تھے۔اس ارباب کے پاس ایک باغ اور بہت ساری دولت تھی۔

غلاموں میں اُن کا رنگ سیاہی مائل تھا جبکہ سیرت و کردار میں وہ سب سے اچھے تھے۔اُن کے رنگ اور شکل وصورت کی وجہ سے مالک اُنہیں دوسرے غلاموں پر برتری دیا کرتا تھا۔

جب تازہ پھل اتار کر جمع کیے گئے۔ارباب آیا اور تازہ پھل حاضر کرنے کا حکم دیا۔غلاموں نے بتایا کہ وہ سب تو لقمان کھا گیا ہے۔

ارباب کو لقمان پر بہت غصہ آیا اور اُس کے ساتھ ارباب کا رویہ بدل گیا۔لقمان نے ارباب سے وجہ دریافت کی اور کہا: اس لئے کہ آپ پر یہ ثابت ہوجائے کہ میں نے پھل نہیں کھائے آپ میرا اور دوسرے غلاموں کا اس طرح امتحان لیں کہ ہمیں کچھ گرم پانی پلا کر آپ گھوڑے پر سوار ہو کر بیابان کی طرف چلے جائیں اور پھر ہمیں حکم دیں کہ ہم پیدل آپ کے پیچھے بھاگیں۔

ارباب نے ایسا ہی کیا۔زیادہ بھاگنے کی وجہ سے اُس نے دیکھا کہ لقمان کے منہ سے لعاب دہن کے علاوہ کچھ نہیں نکل رہا تھا جبکہ دوسرے غلاموں کی حالت خراب ہوگئی اور سب نے اُلٹی کردی اور اُس میں کھائے ہوئے سب پھل باہر آگئے۔

یوں لقمان پر لگائی تہمت اور اُن کا جھوٹ سب عیاں ہوگیا۔ارباب نے لقمان کی سچائی اور عقلمندی کو تسلیم کرلیا اور اُس سے

بہت خوش ہوا۔ (داستانھائے مثنوی ۱/۲/۷)

۴۔ سعادت مند غلام

رسول خدا مدینہ کے بازار سے گذر رہے تھے دیکھا کہ ایک حبشی غلام کو بیچا جا رہا ہے۔ اور وہ غلام کہہ رہا ہے کہ جو کوئی بھی مجھے خریدے وہ جان لے کہ مجھے پیامبرؐ کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع نہ کرے۔

ایک آدمی نے اس شرط کو قبول کرتے ہوئے اُسے خرید لیا۔ ہر روز رسولخداؐ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے اُس غلام کا انتظار کرتے، جب وہ آجاتا تو نماز شروع کرتے اور وہ حضورؐ کی اقتداء میں نماز ادا کرتا۔

کچھ دنوں کے بعد حضورؐ نے اُسے نہ دیکھا تو اُس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ بتایا گیا کہ وہ بیمار ہے۔ پیامبر اکرمؐ اس کی عیادت کرنے تشریف لے گئے۔ تین دن بعد پھر اُس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ بتایا گیا کہ وہ آج فوت ہو گیا ہے۔

پیامبر خداؐ وہاں سے اٹھے اور اس کے جنازے پر پہنچے۔ خود اُسے غسل و کفن دیا اور دفن فرمایا۔ مہاجر و انصار سب پیامبر اکرمؐ کی ایک حبشی غلام کے ساتھ اتنی شفقت و مہربانی پر حیران تھے۔

خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ حجرات/ ۱۳) تم میں سے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عزت و احترام والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

(ابواب الجنان، ص ۱۰۷)

۵۔ سیرت پیامبرؐ

ایک مرتبہ حضور پاکؐ نے ایک خادم کو کسی چھوٹے سے کام کیلئے کہیں نزدیکی جگہ پر بھیجا لیکن اُس نے بہت دیر کر دی۔ تقریباً آدھا دن غائب رہا۔ کام کو طول دینے کی وجہ سے ناراضگی کے آثار پیامبرؐ کے چہرے سے عیاں تھے۔

حضورؐ کے قریبی لوگوں نے سوچا کہ جب وہ خادم واپس آئے گا تو اُسے سخت سزا ملے گی۔ جب وہ خادم واپس پہنچا تو پیامبر اکرمؐ نے مسواک کی لکڑی جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی، اس کے ساتھ اُس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

اگر خداوند کی طرف سے قصاص کا ڈر نہ ہوتا تو اس مسواک کے ساتھ تمہیں بہت مارتا۔ (کیونکہ ایک چھوٹی سی مسواک کی لکڑی کے ساتھ کسی کو کیا مارا جا سکتا ہے۔) پیامبر خداؐ نے اپنے غصے کو قابو کیا اور اُسے معاف کر دیا۔

(پیامبر رحمت، ص ۸۷)

باب نمبر 75

غیرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا لم یغر الرجل فھو منکوس القلب

بے غیرت مرد کا دل مردہ ہے۔(یعنی انسانی فطرت کے خلاف ہے۔)

ا۔ دیّوث

پیامبر خدا نے فرمایا: اگر کوئی اپنی بیوی کے کردار میں غیرت کے منافی کوئی چیز دیکھے اور اُسے غیرت نہ آئے۔ خداوند ایک پرندے کو جس کا نام قندر ہے، بھیجتا ہے جو چالیس دن تک اُس کے گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے اور آواز دیتا ہے کہ:

خدا غیور ہے اور ہر صاحب غیرت کو پسند کرتا ہے۔ اگر اس مرد کو غیرت آجائے اور اُن باتوں کو غیرت کے منافی ہیں اپنے سے دور کر دے تو بہت اچھا ہے۔ ورنہ وہ پرندہ پرواز کرتا ہے۔ اُس کے سر پر بیٹھتا ہے اور فریاد کرتا ہے۔ اپنے پروں کو اُس کی آنکھوں پر مارتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔

اس کے بعد اُس مرد سے ایمان کی روح چلی جاتی ہے۔ ملائکہ اُسے دیّوث کے نام سے پکارتے ہیں۔ پھر اُس کی بیوی کی طرف سے ہونے والی کسی بے حیائی اور بے غیرتی کی پروانہیں کرتے۔

(جامع السعادات ۱/۲۶۵)

۲۔ بے غیرتی اور مرنا

جب امیر المؤمنین کو خبر ملی کہ معاویہ کے سپاہیوں نے انبار شہر پر حملہ کر دیا ہے اور شہردار حسان بن حسان کو قتل کر دیا ہے۔ امام نے فرمایا:

جان لو کہ برادر غامد (سفیان بن عوف) معاویہ کے حکم سے سواروں کے ساتھ انبار شہر (عراق میں فرات کے مشرق میں واقع ہے) میں داخل ہو گیا ہے۔ حسان بن حسان کو قتل کر دیا ہے۔ آپ کے سپاہیوں کو وہاں سے دور کر دیا ہے۔

مجھے خبر ملی ہے کہ اُس کے سپاہیوں میں سے ایک نے مسلمان عورت اور ذمی (غیر مسلم) عورت کو پکڑا، اُن کی چوڑیاں، ہار

اور بالیاں چھین لیں۔ وہ عورتیں اپنا دفاع نہیں کر سکیں۔ وہ گریہ وزاری کرتی رہیں۔ مدد کیلئے فریاد بلند کرتی رہیں تا کہ اُن کے اپنے مدد کیلئے پہنچیں۔

دشمن شہر انبار سے، بہت ساری غنیمت اکٹھی کر کے واپس چلے گئے۔ کسی کی طرف سے مزاحمت نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو کوئی زخم تک نہ آیا۔ اُن کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا۔ (اور معاویہ کے سپاہی لوٹ مار کرنے کے بعد وہاں سے چلے گئے۔)

اگر کوئی مسلمان مرد اس واقعہ کو سننے کے بعد غم واندوہ سے مرجائے تو اُسے ملامت نہ کرو۔ بلکہ ایسا مرد قابل تحسین وتعریف ہے۔

۔۔۔اے نامردو! جن کے اندر مردانگی کے آثار بھی نہیں ہیں۔ وائے ہو تم پر جن کی عقل بچوں کی عقل جیسی ہے، یا اُس نئی دلہن کی طرح ہے جو حجلہ عروسی میں بیٹھی ہے۔ کاش میں تم لوگوں سے نہ ملا ہوتا اور تمہیں نہ جانتا ہوتا۔

(نہج البلاغہ، ص ۹۷، خ ۲۷)

۳۔ ہودگری غیرت

محمد بن مسلم امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ امامؑ کے پاس ابو حنیفہ بھی بیٹھا تھا۔ عرض کی: میں آپؑ پر قربان جاؤں، میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: کہو۔ عرض کی: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں گھر کے اندر داخل ہوا۔ میری بیوی میرے پاس آئے اور کچھ توڑے ہوئے اخروٹ میرے سامنے پھینکے۔ اس کی تعبیر کیا ہے؟

ابو حنیفہ نے کہا: انہی دنوں میں تمہاری بیوی مرجائے گی۔ تمہیں بہت زیادہ مال و دولت ملے گی۔ امامؑ نے فرمایا: تم نے صحیح تعبیر نہیں کی۔

ابو حنیفہ چلا گیا۔ امامؑ نے فرمایا: تم جلد ہی ایک غیر دائمی نکاح کرو گے اور جب تمہاری بیوی کو خبر ہوگی تو وہ تم پر غصہ کرتے ہوئے تمہارے کپڑے پھاڑ دے گی۔

محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے جمعہ کے دن ایک عورت سے نکاح کیا۔ اور جب میری بیوی کو خبر ہوئی تو اس نے میرے عید کے کپڑے پھاڑ دیے۔ میرے اور اس کے درمیان بہت جھگڑا ہوا۔ بعد میں صلح ہوگئی۔

(ریاض الحکایات، ص ۸۱۔ روضۃ الکافی)

۴۔ نیشاپوری غیور مرد

عبداللہ بن طاہر (م ۲۳۰) عباسی خلیفہ معتصم کی طرف سے خراسان کا حاکم بنایا گیا تھا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ نیشاپور میں داخل ہوا۔ وہاں لشکر کے سپاہیوں کو ٹھہرانے کیلئے جو جگہ انتخاب کی گئی تھی اس میں گنجائش کم تھی۔

لہذا آدھے سپاہیوں کو زبردستی شہر ہی میں لوگوں کے گھروں میں ٹھہرایا گیا۔ اس کام کی وجہ سے لوگوں کے درمیان غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ عوام بہت غصہ میں تھے۔

ایک آدمی کی بیوی بہت خوبصورت تھی۔ اس ڈر کی وجہ سے کہ اس کی بیوی پر کوئی سپاہی بری نیت سے حملہ نہ کردے، اس نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ اور بیوی کی حفاظت کی خاطر ہر وقت گھر میں ہی رہنا شروع کردیا۔

ایک دن سپاہی نے اس آدمی سے کہا میرا گھوڑا لے جاؤ اور اسے پانی پلا۔ وہ آدمی جو اپنی بیوی کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ لیکن سپاہی کے حکم کا انکار بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو بلا کر کہا تم گھوڑے کو لے جاؤ اور اسے پانی پلا کر لے آؤ۔ میں گھر کے سامان کی حفاظت کرتا ہوں۔

عورت نے گھوڑے کی لگام پکڑی اور پانی کی طرف لے گئی۔ قسمت سے حاکم عبداللہ بن طاہر اس راستے سے گذر رہا تھا۔ اس نے خوبصورت اور باوقار عورت کو گھوڑے کے ساتھ اور اسے پانی پلاتے ہوئے دیکھا تو کہا، یہ بات اس عورت کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ لہٰذا اس عورت کو طلب کیا۔

پوچھا: کیا چیز اس کام کیلئے باعث بنی ہے۔ تمہاری ظاہری حالت اور شکل وصورت کے ساتھ یہ کام مناسبت نہیں رکھتا؟ عورت نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: یہ کام عبداللہ بن طاہر کے برے اعمال کا نتیجہ ہے۔ خدا اسے مارے، پھر سارا واقعہ بیان کیا۔

عبداللہ بن طاہر پر اس بات کا گہرا اثر ہوا۔ اس نے اُسی وقت حکم دیا کہ سب جگہ اعلان کردیا جائے کہ آج غروب سے پہلے سارا لشکر شہر خالی کردے اور نیشاپور سے نکل جائے۔ اور جو سپاہی شہر میں رہ جائے اُس کا قتل جائز ہے۔

سب سے پہلے خود شہر سے باہر نکل گیا اور قریب ہی ایک جگہ شادیاخ پہنچا وہاں سب لشکر کو جمع کیا پھر وہاں ایک خالی اور وسیع جگہ پر اپنے لیے اور سپاہیوں کے لیے رہائش بنائی۔

(حکایتہائے پند آموز، ص ۱۵۸)

۵۔ ابراہیمیؑ غیرت

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی خالہ کی بیٹی سارہ کے ساتھ شادی کی۔ بی بی سارہ کے پاس بہت ساری زمین اور مال مویشی تھے۔ وہ سب بی بی سارہ نے حضرت ابراہیمؑ کو بخش دیا۔

نمرود نے جب ملک بدری کا حکم دیا تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی اور اپنے خالہ زاد بھائی حضرت لوطؑ کے ہمراہ بابل عراق سے شام کی طرف ہجرت کی۔ حضرت ابراہیمؑ جو ایک غیرت مند انسان تھے اور سب لوگ اُن کے مخالف تھے، اُنہوں نے ہجرت کی خاطر کی مخصوص صندوق تیار کروایا اور بی بی سارہ کو اُس صندوق میں بیٹھا دیا تا کہ نمرود کے لوگوں کی نظروں سے بچی رہیں۔

جب بادشاہ قبطیان کے علاقے عرارۃ میں پہنچے تو سرحد پر پولیس والوں نے حضرت ابراہیمؑ کو روکا۔ یک دہم مال کو بعنوان ٹیکس وصول کرنے کا مطالبہ کیا۔ اور صندوق کو کھولنے کا حکم دیا۔ پہلے تو حضرت ابراہیمؑ نے صندوق کو کھولنے سے انکار کردیا۔ پھر پولیس

والوں کے مجبور کرنے پر صندوق کا دروازہ کھول دیا۔

جب پولیس والوں نے صندوق کے اندر ایک عورت کو دیکھا تو اُس کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ سے سوال کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بتایا: یہ میری بیوی اور میری خالہ کی بیٹی ہے۔ پولیس والوں نے یہ بات بادشاہ تک پہنچا دی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ صندوق اور اس آدمی کو میرے پاس لایا جائے۔ حضرت ابراہیمؑ نے پولیس والوں سے کہا: صندوق کا دروازہ نہیں کھلنا چاہیے۔ بادشاہ نے اس بات کو قبول نہ کیا اور صندوق کا دروازہ کھول دیا گیا۔

جب اس نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا تو چاہا کہ اس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ حضرت ابراہیمؑ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا: خدایا اس کے ہاتھ کو میری بیوی کی طرف بڑھنے سے روک دے۔

دعا قبول ہوئی اور اس کا ہاتھ پتھر کا ہو گیا اور آگے بڑھنے سے رک گیا۔ بادشاہ نے کہا: تمہارے خدا نے یہ میرے ساتھ کیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: میرا خدا غیور ہے۔ حرام کام کو پسند نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہا: اپنے خدا سے درخواست کرو میرا ہاتھ پہلی حالت میں واپس آ جائے۔

حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ لیکن اس نے پھر وہی حرکت کرنے کی کوشش کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے پھر دعا کی تو اس کا ہاتھ پھر خشک ہو گیا اور وہیں رک گیا۔

اس نے کہا: تمہارا خدا غیور ہے اور تم بھی ایک غیرت مند آدمی ہو۔ اپنے خدا سے کہو میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: اس شرط پر تمہارا ہاتھ ٹھیک ہوگا کہ پھر میری بیوی کی طرف دست درازی نہ کرنا۔ بادشاہ نے شرط قبول کر لی۔ حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ پھر سے ٹھیک ہو گیا۔

اس عمل نے بادشاہ کو حیران کر دیا اور اس کے دل میں حضرت ابراہیمؑ کی بزرگی کا رعب اور ہیبت طاری ہو گئی۔ بادشاہ نے کہا: تم امان میں ہو۔ تمہارا مال اور تمہاری بیوی کو کوئی کچھ نہیں کہے گا، سب تمہارے ہی اختیار میں رہے گا۔ جہاں جانا چاہتے ہو جا سکتے ہو۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایک کنیز تمہاری بیوی کو تحفہ میں دے دوں تا کہ وہ آپ کی خدمت کرے۔ حضرت ابراہیمؑ نے قبول کر لیا۔ بادشاہ نے اپنی کنیز ہاجرہؑ بی بی سارہؑ کو بخش دی۔ حضرت ابراہیمؑ سب کو لے کر ملک شام کے لیے روانہ ہو گئے۔

(تاریخ انبیاء ۱/ ۱۴۳)

باب نمبر 76

فرشتہ

خداوند تعالی فرماتا ہے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۗ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

فرشتے ہمیشہ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد میں معروف رہتے ہیں۔ اور جو لوگ زمین میں ہیں اُن کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ (شوریٰ/۵)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان الملائکۃ لا یاکلون و لا یشربون و لا ینکحون و انما یعیشون بنسیم العرش.

فرشتے نہ کھاتے ہیں، نہ کچھ پیتے ہیں اور نہ ہی شادی کرتے ہیں۔ اُن کی زندگی عرش کی ہواؤں سے تعلق رکھتی ہے۔

(تفسیر معین، ص ۳۰۰۔ تفسیر علی بن ابراہیم ۲/۲۰۶)

ا۔ جبرائیلؑ دحیہ قلبی کی شکل میں

جبرائیل حق تعالی کے پیغام رسان اور مقرب فرشتہ ہیں۔ جو تمام پیغمبروں پر نازل ہوتے رہے اور خدا کی طرف سے مختلف مطالب اُن تک پہنچاتے رہے۔

پیامبر اکرمؐ کے زمانہ میں ایک تاجر تھے جن کا نام دحیہ قلبی تھا۔ اُنہوں نے پیامبر اکرمؐ کے ہمراہ کئی غزوات میں شرکت کی۔ جیسے غزوہ احد، غزوہ خندق وغیرہ۔ وہ اتنے خوبصورت تھے کہ لوگ جمال اور خوبصورتی میں اُن کی مثال دیا کرتے تھے۔ فرشتے ہر خوبصورت شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ (وہ بد شکل چہروں میں ظاہر نہیں ہوا کرتے) جبرائیل دحیہ قلبی کی شکل میں پیامبر اکرمؐ کے پاس ظاہر ہوا کرتے تھے۔

غزدہ بنی قریظہ اور حنین سے واپسی پر جبرائیلؑ کو پیامبر اکرمؐ کے ہمراہ وحیہ قلبی کی شکل میں دیکھا گیا۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: میں پیامبرؐ کی خدمت میں پہنچا دیکھا کہ حضور سور ہے ہیں اور آپ کا سر مبارک دحیہ قلبی کے زانو پر رکھا ہے۔ میں نے سلام کیا تو اُس نے میرے سلام کا یوں جواب دیا: آپ پر سلام ہو اے امیر المومنین، امام المتقین، مسلمانوں کے شہ سوار، نورانی چہرے والوں کے رہبر، پیمان شکن (اصحاب جمل) وسرکش (نہروانی) وستم کاروں (معاویہ اور اس کے ساتھیوں) کے ساتھ جہاد کرنے والے۔ پھر کہا: اے علیؑ! پیامبرؐ کے سرکو اپنے زانو پر رکھو آپؑ مجھ سے زیادہ اہل ہیں۔

امامؑ فرماتے ہیں: جیسے ہی میں آگے بڑھا وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ پیامبر اکرمؐ نے آنکھیں کھولیں اور دریافت فرمایا: یاعلیؑ! کس سے باتیں کر رہے تھے؟ عرض کی: دحیہ قلبی کے ساتھ بات کر رہا تھا۔ فرمایا: وہ جبرائیلؑ تھے۔ وہ آپؑ کو بتانا چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ آپؑ کو کن ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

(بحارالانوار ۳۷/۳۲۲)

۲۔ ائمہ اور ملائکہ

مسمع کر دین کہتا ہے: میرے معدے میں تکلیف تھی۔ جس کی وجہ سے میں پورے دن میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتا تھا۔ جب میں امام صادق علیہ السلام کے گھر جایا کرتا۔ وہاں اگر دستر خوان اٹھالیا گیا ہوتا تو امامؑ میری خاطر فرماتے پھر سے دستر خوان بچھاؤ اور کھانا لگاؤ۔ پھر میں جتنا بھی کھاتا مجھے بالکل بھی تکلیف نہ ہوتی۔

میں نے عرض کی: آپ کے گھر کے علاوہ جہاں کہیں بھی کھانا کھاتا ہوں۔ میرے معدے میں تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر پیٹ میں گیس ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے میں سو بھی نہیں سکتا۔ امامؑ نے فرمایا: یہاں صالح افراد کا کھانا کھاتے ہو۔ جن کے فرش پر فرشتے اُن سے مصافحہ کرتے ہیں۔

عرض کی: کیا فرشتے آپؑ کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں؟ امامؑ نے اپنے بیٹے کے سر پر شفقت کے ساتھ ہاتھ رکھا اور فرمایا: جتنا ہم اپنے بچوں کے ساتھ مہربان ہیں، فرشتے ہمارے ساتھ اس سے زیادہ مہربان ہوتے ہیں۔

(اصول کافی، ج۱)

ایک اور جگہ امامؑ نے فرمایا: ملائکہ ہم پر نازل ہوتے ہیں۔ ہمارے فرش پر بیٹھتے ہیں۔ ہمارے دستر خوان پر بیٹھتے ہیں۔ اپنے پروں سے ہمارے بچوں کے ساتھ نوازش کرتے ہیں۔ زمین کے حشرات کو ہم سے دور کرتے ہیں۔ ہر نماز کے وقت ہمارے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

ہر روز دن رات ہمارے پاس آتے ہیں۔ روئے زمین پر ہونے والے واقعات کا ہم سے ذکر کرتے ہیں۔ ہر بادشاہ کے مرنے اور اس کے بعد دوسرے کا تخت نشین ہونے کا بتاتے ہیں۔ دنیا میں اُس کی زندگی اور طریقہ کار کو بیان کرتے ہیں۔

(شرح جامعہ کبیرہ ص ۳۳)

۳۔ فرشتوں کا رونا اور ہنسنا

پیامبر خداؐ نے جبرائیلؑ سے سوال کیا: کیا فرشتے روتے اور ہنستے بھی ہیں؟ جبرائیلؑ نے جواب دیا: جی ہاں! تین جگہ حیران ہوتے ہیں، تین جگہ رحم کی وجہ سے روتے ہیں۔ اُن کے حیران ہونے کی جگہ: ۱۔ اُس پر حیران ہوتے ہیں جو سارا دن لہو ولعب (کھیل تماشے) میں گذار دے۔ اور رات عشاء کے وقت کے بعد پھر لہو ولعب میں مشغول ہو جائے۔ ملائکہ حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے غافل! کیا تمہارا جی نہیں بھرا کہ تم صبح سے شام تک ہوا و ہوس میں ڈوبے رہے ہو۔

۲۔ وہ کسان جو اپنی اور دوسرے کی زمین کے درمیان حد کو معین کرنے کیلئے بیلچہ مارتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنی زمین کو زیادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فرشتے حیرانی سے کہتے ہیں: کیا اپنی اتنی بڑی زمین سے تمہارا دل نہیں بھرا جو ذرا سی اور زمین کو اپنی طرف کرنے سے تمہارا دل بھر جائے گا؟

۳۔ وہ عورت جو پردہ اور حیا کی پروا نہیں کرتی۔ لیکن اُس کے مرنے کے بعد اس کے اوپر پردہ کیا جاتا ہے تاکہ نامحرموں کی نظر اس پر نہ پڑے۔ فرشتے ہنستے ہیں اور حیران ہو کر کہتے ہیں کہ جب لوگ اسے دیکھنا چاہتے تھے اور وہ اپنے آپ کو نہیں چھپاتی تھی۔ اب کیا لوگ اس سے نفرت کرنے لگے ہیں جو اس کو چھپا رہے ہیں۔

اور اب وہ موارد جہاں فرشتے گریہ کرتے ہیں: ۱۔ جب کوئی غریب علم حاصل کرنے کیلئے اپنے وطن سے دور ہوتا ہے: در غربت و مسافرت میں مرجاتا ہے۔ فرشتے اس پر روتے ہیں۔

۲۔ جب کوئی مرد اور عورت بچہ کی تمنا کرتے ہیں۔ خداوند انہیں اولاد عطا کرتا ہے اور وہ خوش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بچہ ہمارے بڑھاپے میں ہماری مدد کرے گا۔ ہمارے جنازے کو سنبھالے گا۔ لیکن پھر اُن کا بچہ اُن سے پہلے مرجاتا ہے۔ فرشتے اُن پر گریہ کرتے ہیں۔

۳۔ جب کوئی یتیم نیند سے جاگتا ہے اور روتا ہے۔ اور جب اپنی سوتیلی ماں کی آواز سنتا ہے تو اپنی ماں کی یاد کرتا ہے۔ پھر دوبارہ اپنا سر زمین پر رکھتا ہے اور سو جاتا ہے۔ ملائکہ اس پر گریہ کرتے ہیں۔

(رہنمائے سعادت ۳/ ۵۷۴۔ اثنی عشریہ ص ۹۰)

۴۔ فطرس

جب امام حسین علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ خدا تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ ہزار فرشتوں کے ساتھ رسولخداؐ کو مبارک باد کہنے کے لیے جائیں۔

جبرائیل نزول کے دوران ایک جزیرے میں سے دریا کے پاس سے گذرے۔ وہاں ایک فرشتہ فطرس سے ملاقات ہوئی۔ وہ فرشتہ حاملان عرش میں سے تھا۔ وہ فرشتہ امر خدا میں تاخیر کرنے کی وجہ سے عرش سے ہبوط کر کے یہاں اس مقام پر آچکا تھا۔ اور

سات سو سال سے وہاں عبادت میں مشغول تھا۔ فطرس نے پوچھا: کہاں جا رہے ہیں؟

کہا: خدا نے پیامبر کو ایک نعمت عطا کی ہے اور مجھے مبارک باد دینے کے لئے بھیجا ہے۔ فطرس نے کہا: مجھے بھی ساتھ لے جاؤ شاید حضرت میرے حق میں دعا کر دیں اور خدا مجھے معاف کر دے۔

جبرائیلؑ اُس کو اپنے ساتھ حضورؐ کے پاس لے آئے، خدا کی طرف سے تہنیت و تبریک کہی اور پھر فرشتہ فطرس کے واقعے کا ذکر کیا۔

حضورؐ نے فرمایا: خود کو اس مولود (امام حسینؑ) سے مس کرلو اور اپنے مقام پر واپس چلے جاؤ۔ فطرس نے جب ایسا ہی کیا، تو خدا نے اُس کو معاف کر دیا، فطرس نے کہا: یا رسول اللہؐ! بہت جلد آپ کی امت اس مولود کو شہید کر دے گی، اس بخشش کی خاطر جو اس مولود سے مجھے ملی ہے، جو بھی اس کی زیارت کرے گا، میں اُس کی زیارت امام حسینؑ تک پہنچاؤں گا، اور جو ان پر سلام کرے گا۔ میں اُس کا سلام پہنچاؤں گا اور جو بھی ان پر صلوات پڑھے میں وہ صلوات ان تک پہنچاؤں گا۔ جب فطرس عالم ملائکہ میں گیا تو کہتا تھا: کون میری طرح ہے جو حسین بن علیؑ کا آزاد کردہ ہو؟

(منتہی الآمال ۱/ ۲۸۲)

۵۔ ملائکہ کا دیکھنا اور سننا

عارف کامل مرحوم میرزا جواد آقا ملکی جن کی آنکھ دنیا کے حقائق کو دیکھ سکتی تھی۔ وہ فرشتوں کو دیکھا کرتے تھے۔ اپنی نوشتہ کتاب اسرار الصلاۃ (اسرار الصلاۃ، ص ۲۸۹) میں لکھتے ہیں: میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نماز شب پڑھنے والوں میں سے اور راتوں کو عبادت میں بسر کرنے والوں میں سے کسی کو جانتا ہوں جن کو سحر کے وقت فرشتے آواز دے کر بیدار کرتے ہیں۔ فرشتے انہیں آقا کہہ کر آواز دیتے ہیں اور وہ شخص یہ لفظ سن کر جاگ جاتا ہے اور پھر نماز شب پڑھتا ہے۔

(سیمائے فرزانگان، ص ۶۴)

اپنی تعریف نہ کرنے کیلئے جناب ملکی نے اپنا نام نہیں لیا بلکہ کہا میں کسی کو جانتا ہوں۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ مرحوم آیت اللہ انصاری ہمدانی کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے ایک نے بتایا: ایک دن غروب کے وقت جب لوگ اذان مغرب اور مغرب کی نماز جماعت کا انتظار کر رہے تھے۔ جناب انصاری نے مؤذن سے کہا: مغرب کی اذان کہو۔ مؤذن نے کہا: آقا ابھی مغرب کا وقت نہیں ہوا۔ جناب انصاری نے کہا: کیا تم نے دن کے فرشتوں کو جاتے ہوئے اور رات کے فرشتوں کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(در کوی بے نشانہا، ص ۸۹)

باب نمبر 77

قبر

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ

(اے رسول! ان منافقین میں سے) کسی کی (میت پر) نماز نہ پڑھو اور اُن میں سے کسی کی قبر پر (دعا کیلئے) کھڑے مت ہوں۔ (توبہ/ ۸۴)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

جاور القبور تعتبر۔

قبروں پر جایا کرو تاکہ نصیحت اور عبرت حاصل کرو۔ (غرر الحکم ۲ / ۳۰۲)

ا۔ قبر کو ڈھانپنا

پیامبر اکرم کو بتایا گیا کہ سعد بن معاذ دنیا سے چلے گئے ہیں۔ حضور فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور تشریف لے گئے، صحابہ بھی آپؐ کے ہمراہ ہو لیے۔ سعد کے غسل و کفن کا حکم دیا۔ غسل و کفن کے بعد حضورؐ نے اپنی عبا اتار دی اور جنازے کے ساتھ پیدل چلنے لگے۔

حضورؐ نے جنازے کو کبھی دائیں طرف سے اور کبھی بائیں طرف سے کندھا دیا۔ اور یونہی چلتے چلتے قبرستان میں قبر تک پہنچے۔ آپ خود قبر میں اترے اور سعد کے جسد کو اٹھا کر قبر میں اتارا۔ پھر اینٹوں کے ساتھ خود ہی قبر کو تیار کیا۔ کچھ پتھر اور گیلی مٹی منگوائی تاکہ قبر میں موجود سوراخ کو بند کر دیں۔

وہاں موجود افراد جو یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ اُن کیلئے یہ سوال باقی تھا کہ پیامبر اکرمؐ نے گیلی مٹی اور پتھروں کے قبر میں موجود سوراخ کیوں بند کیے ہیں۔ کیونکہ جب قبر پر کئی من مٹی ڈالی جائے گی تو خود ہی سوراخ پر کر دے گی بلکہ بعد میں مٹی کا وزن یہ سب کچھ گرا دے گی اور قبر کے اندر گر کر سب ختم کر دے گی۔

جب قبر پر مٹی ڈال چکے۔ تو اس سے پہلے کہ کوئی سوال کرے، حضورؐ نے خود ہی بات شروع کرتے ہوئے فرمایا: میں جانتا

ہوں کہ بعد میں قبر اندر سے گر جائے گی۔ ہماری اندر بنائی ہوئی سب ترتیب بدل جائے گی۔ لیکن خدا پسند کرتا ہے کہ میرا بندہ جب کوئی کام کرے تو اچھا اور مضبوط کام کرے۔

(حکایتہائے پند آموز، ص ۱۷)

۲۔ قبر میں کتا

مرحوم شیخ بہائی ایک عارف کامل سے ایک بات نقل کرتے ہیں۔ وہ عارف اصفہان میں لوہے کے کارخانے کے قریب قبرستان میں ایک مقبرے میں اکیلے رہتے تھے۔

وہ کہتے ہیں: ایک دن کچھ لوگ ایک جنازے کو لے کر آئے اور وہاں ایک قبر کے پاس دفن کر دیا اور چلے گئے۔ عارف شخص نے وہ جگہ شیخ بہائی کو دیکھائی۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد میں نے خوشبو محسوس کی۔ بہت ہی اچھی خوشبو تھی۔ میں بہت حیران ہوا۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا، کوئی نہ تھا۔ پھر میں اُس خوشبو کے مقام کی تلاش میں نکل پڑا۔ پھر اچانک میں نے ایک انتہائی خوبصورت جوان کو دیکھا۔ وہ اُس قبر کی طرف گیا اور وہاں اس قبر کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔

پھر اچانک وہ قبر کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد بہت ہی گندی سڑی ہوئی بدبو آئی۔ ایسی کہ ساری زندگی میں ایسی سڑی ہوئی بدبو میں نے نہیں سونگھی تھی۔ میں نے ہوش سنبھالتے ہوئے دیکھا کہ ایک کتا اُس قبر میں داخل ہوا ہے۔ میں بہت حیران ہوا۔

پھر میں نے دیکھا کہ وہ جوان جو ابھی چند لمحے پہلے قبر میں داخل ہوا تھا، وہ پھٹے کپڑوں کے ساتھ اور زخمی حالت میں قبر سے باہر نکلا۔ میں اُس کے قریب گیا اور اُس سے درخواست کی اور پوچھا: آپ کون ہیں اور یہ کیا ماجرا ہے؟

اُس جوان نے کہا: میں اس میت کے اچھے و نیک اعمال تھا، میری ذمہ داری تھی کہ میں اس کے ساتھ رہوں۔ وہ کتا اس کے برے اعمال تھا، میں نے اُسے دور کرنے کی کوشش کی لیکن نہ کر سکا۔ میں اُس کا مقابلہ نہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا تھا۔ بس اُس نے مجھے قبر سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور خود قبر میں بیٹھ گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس میت کے برے اعمال زیادہ تھے اور نیک اعمال کم تھے۔ یہ سب کچھ مردے کے لیے کشف برزخ اور اعمال کا مجسم ہونا تھا جو ایسی روایات کی تصدیق کرتا ہے۔

(خزینۃ الجواہر، ص ۵۳۱)

۳۔ قبر مادر

فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنینؑ نے جب وفات پائی۔ پیامبر خداؐ اُن کیلئے بہت روئے اور فرمایا: خدایا اُنہیں بخش دے۔ وہ صرف علیؑ ہی کی ماں نہیں تھیں بلکہ میرے لیے بھی ایک مہربان ماں کا درجہ رکھتی تھیں۔

آپؐ نے اپنے عمامے اور لباس کا کپڑا دیا تا کہ غسل کے بعد اس کے ساتھ کفن کیا جائے۔ جب انہیں غسل و کفن دیا جا چکا۔ پیامبر اکرمؐ دفن کیلئے تشریف لائے۔ اُن کیلئے نماز جنازہ پڑھتے وقت حضورؐ نے چالیس مرتبہ تکبیر کہی۔ پھر خود قبر میں اترے اور قبر میں لیٹ گئے۔ کتنی ہی دیر قبر میں لیٹے رہے۔

پھر امام علیؑ کو آواز دی اور فرمایا: قبر میں آجاؤ۔ پھر دونوں نے مل کر قبر ہموار کی۔ قبر بند کرنے کے بعد آپ قبر کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ فرمایا: اے فاطمہ، میں محمد ہوں۔ جب آپ کے پاس دو فرشتے منکر و نکیر آئیں اور خدا اور رسول و دین و قرآن و امامت کے بارے میں پوچھیں تو کہیں کہ اللہ میرا خدا ہے، محمد میرے رسول ہیں، اسلام میرا دین ہے، قرآن میری کتاب ہے، میرا بیٹا علی میرا امام ہے۔ پھر حضورؐ نے دعا فرمائی۔

خدایا! فاطمہ کو حق بات پر استوار فرما۔ پھر اپنے مبارک ہاتھ سے مٹی ڈالتے تھے اور ہاتھوں کو جھاڑتا تا کہ مٹی گر جائے اور فرمایا: اُس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، فاطمہ میرے ہاتھوں کی آواز سن رہی ہے۔ (اُن کی قبر جنت البقیع میں ہے)

(بحار الانوار ۳۵/۷۰)

۲۸۔ طوس میں ایک قبر

اباصلت کہتے ہیں: ایک دن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں کھڑا تھا، فرمایا: ہارون الرشید کے مقبرے میں چلے جاؤ اور اس کی قبر کے چاروں طرف سے ایک مٹھی بھر خاک لے آؤ۔ جب میں مٹی لے آیا، پہلے اسے سونگھا پھر پھینک دیا اور فرمایا: مامون چاہتا ہے کہ اپنے باپ ہارون کی قبر کو میری قبر کا قبلہ بنادے اور مجھے یہاں دفن کردے لیکن ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہو جائے گا اور جتنے بھی ہتھوڑے اس پتھر کو توڑنے کے لئے جمع کریں گے، کامیاب نہیں ہونگے۔

پھر سرہانے کی مٹی اور پائنتی کی مٹی کو سونگھا اور فرمایا: جلدی کرنا کہ میری قبر یہاں بنانا۔

اباصلت کہتے ہیں: اگلے دن جب مامون نے امامؑ کو زہر کھلا دیا اور اُن کو شہید کر دیا، مامون نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اس طرح قبر کھودیں کہ میرے والد کی قبر امامؑ کے قبلہ کے درمیان آجائے۔ لیکن کارندوں نے جتنی بھی اس پتھر کو توڑنے کی کوشش کی ناکام رہے۔

وہ اس منظر کو دیکھنے والے ایک آدمی نے مامون سے پوچھا کیا تم اِن کی امامت کے قائل ہو؟ مامون نے جواب دیا: ہاں۔ اس آدمی نے کہا: تو پھر امامؑ زندگی میں اور زندگی کے بعد ہر ایک پر برتری رکھتے ہیں۔ یہ سن کر مامون نے وہیں قبر کھودنے کا حکم دیا جہاں امامؑ نے فرمایا تھا، کہ ہارون الرشید کی قبر کے سرہانے قبر تیار کی جائے۔

جب اس جگہ بیلچہ لگایا گیا تو زمین خود ہی کھلتی چلی جا رہی تھی۔ بس امامؑ کو آگے کی طرف اور قبلہ رخ دفن کیا گیا۔

(منتہی الامال ۲/۳۰۵)

۵۔شیخ صدوق کی قبر

مرحوم شیخ صدوق (م۳۸۱) جو کہ امام زمانہ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے۔ عالم ربانی، فقیہ و محدث بلند مرتبہ تھے۔ اُن کی بہت سی قابل قدر کتابیں ہیں۔ جیسے کہ خصال، عیون اخبار الرضا، من لا یحضرہ الفقیہ وغیرہ۔ اُن قبر مبارک شہر ری میں شاہ عبدالعظیم حسنی کے پاس ہے۔

۱۲۳۸ میں اُن کا مقبرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا۔ کچھ لوگ اس قبر کی نوسازی اور مرمت میں مصروف ہو گئے۔ جب قبر کے سرداب میں پہنچے تو دیکھا کہ شیخ کا جسد صحیح وسالم اور تازہ حالت میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ اُن کے ناخن پر ابھی مہندی کے رنگ باقی ہیں۔

یہ بات تہران میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ایران کے بادشاہ فتح علی شاہ قاچار تک بھی یہ خبر پہنچی۔ اُس نے چند ایک علما اور حکومتی افراد کو ساتھ لیا اور شیخ صدوق کی قبر پر پہنچا۔ اُس نے قریب سے شیخ کے جسد مبارک کو دیکھا۔ جسد بالکل ویسا ہے تر و تازہ تھا جیسا لوگوں نے بتایا تھا۔ ایران کے شاہ نے حکم دیا کہ ایک عالیشان مقبرہ تعمیر کیا جائے اور اس کو خوب سجایا بنایا جائے۔

روضات الجنات کے مصنف کہتے ہیں: میں اُن میں سے بعض افراد کے ساتھ ملا ہوں جنہوں نے شیخ صدوق کا صحیح وسالم جسد مبارک خود دیکھا تھا۔ اُنہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے۔

(منتخب التواریخ، ص ۵۷۷۔ روضات الجنات)

باب نمبر 78

قسم

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿۱۰﴾

وہ جو بہت زیادہ قسمیں کھاتا ہے اور پست انسان ہے، اس کی اطاعت مت کرو۔ (قلم/۱۰)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اسرع شيئٍ عقوبة اليمين الفاجرة.

وہ عمل جس کی سزا فوراً ملتی ہے، جھوٹی قسم ہے۔ (غرر الحکم ۲/ ۶۱۳)

۱۔ جھوٹی قسم کیوں؟

ایک آدمی کہتا ہے: میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے راستے میں بیٹھ گیا۔ جب امامؑ وہاں میرے پاس سے گذرے تو میں نے مدد کی درخواست کی۔ قسم کھائی کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔ دو وقت کی بھی روٹی نہیں ہے۔

امامؑ نے فرمایا: کیوں جھوٹی قسم کھا رہے ہو؟ البتہ یہ خیال نہ کرنا کہ یہ بات اس لیے کر رہا ہوں کہ میں تمہاری مدد نہ کروں۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ خدا کے نام کی جھوٹی قسم اپنی زبان پر نہ لاؤ۔

تم نے دو سو دینار زمین میں چھپا رکھے ہیں۔ لیکن بوقت ضرورت وہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا: ابھی جتنی رقم تمہارے پاس ہے اسے دے دو۔ غلام نے ایک سو دینار مجھے دیے۔

کچھ وقت گذرنے کے بعد مجھے رقم کی سخت ضرورت پیش آئی۔ میں مجبور ہو گیا کہ وہ رقم جو میں نے زمین میں چھپا رکھی تھی وہ نکالوں۔ لیکن جب میں نے زمین کھودی، وہاں رقم کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ جب میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ میرے بیٹے کو اس جگہ کا علم ہو گیا تھا اور اس نے نکال کر وہ رقم برباد کر دی تھی۔ اس میں سے ایک دینار بھی مجھے نصیب نہ ہوا۔

(محجۃ البیضاء ۴/۳۲۶)

۲۔ حالت تقیہ میں قسم

معمر بن یحییٰ کہتا ہے: میں نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کی: لوگوں کا مال واسباب ہمارے پاس ہوتا ہے۔ اور ہم مختلف شہروں سے گذرتے ہیں۔ وہاں ایک شہر سے دوسرے شہر میں داخل ہونے سے پہلے پولیس والے ہمیں روک کر قسم دیتے ہیں اور ہم بھی قسم کھاتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

امام نے فرمایا: مجھے پسند ہے کہ اگر میں مسلمانوں کے مال واسباب کی حفاظت کر سکتا اور اس پر مجھے قسم کھانی پڑتی تو میں قسم کھاتا تا کہ مسلمانوں کا مال واسباب بچ سکے۔ جب بھی مومن کو اپنی جان کا خوف ہو یا شدید نقصان کا خوف ہو تو اُسے تقیہ کرنا چاہیے۔

(سفینۃ البحار ۱/۲۹۸)

۳۔ بے جا قسم

عبداللہ بن حسن کے بیٹے محمد اور ابراہیم کے قتل کے بعد، مدینہ کے لوگوں میں سے ایک شخص عباسی خلیفہ منصور دوانیقی کے پاس آیا اور کہا: جعفر بن محمد (امام صادق) نے معلی بن خنیس کو بھیجا ہے تا کہ شیعہ اسلحہ حاصل کریں اور خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔

منصور کو بہت غصہ آیا اور اُس نے اپنے چچا کو جو مدینے کا حاکم تھا خط لکھا اور کہا: امامؑ کو جلد اُس کے پاس بھیجے۔

حاکم نے خط امامؑ کو دکھایا اور امامؑ نے اپنے شتربان (صفوان) کو کہا: کل ایک اونٹ تیار رکھنا میں عراق کی جانب جانا چاہتا ہوں۔ پھر وہ مسجد اور پیامبر کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور چند رکعت نماز ادا کی اور کوئی دعا مانگی۔ دوسرے دن عراق کی جانب روانہ ہو گئے۔

جب وہ خلیفہ کے پاس پہنچے، تو منصور نے پہلے اُن کا احترام کیا اور پھر شدید غصے سے بولا: سنا ہے معلی آپ کے لئے اسلحہ اور مال جمع کر رہا ہے؟

امام نے فرمایا: یہ جھوٹ ہے۔ خلیفہ نے کہا: قسم کھاؤ۔ امامؑ نے خدا کی قسم کھائی۔ خلیفہ نے کہا: طلاق اور عتاق کی قسم کھاؤ۔

امام نے فرمایا: تم خدا کی قسم کو قبول نہیں کر رہے اور چاہتے ہو میں بدعت کی قسم کھاؤں۔

خلیفہ نے کہا: جس نے یہ بات مجھ تک پہنچائی ہے وہ ابھی آئے گا اور آپ کے سامنے بتائے گا۔ بس وہ آیا اور اُس نے کہا: جی ہاں! معلی آپ کے لئے اسلحہ اور مال جمع کر رہا ہے۔ فرمایا: قسم کھاتے ہو؟ کہا: جی ہاں اور قسم کھائی، واللہ الذی لا الہ الا ہو الطالب الغالب الحی القیوم، فرمایا: قسم کھانے میں جلدی نہ کرو جیسا میں کہتا ہوں ویسا کہو۔

منصور نے کہا: اُس کی قسم میں کیا عیب تھا؟ فرمایا: خداوند حیا اور کرم کرتا ہے۔ اگر کوئی اسے اس کی صفات کمالیہ، رحمت و کرم کے ساتھ حمد کرے، خدا اسے جلد سزا نہیں دیتا۔ پھر فرمایا: کہو کہ اگر ایسا نہ ہو تو میں خدا کی قدرت و طاقت سے نکل جاؤں اور اپنی قدرت و طاقت میں داخل ہو جاؤں۔

اس شخص نے جیسے ہی ایسی قسم کھائی وہیں گرا اور مر گیا۔ خلیفہ یہ دیکھ کر ڈر گیا اور بولا: آج کے بعد آپؑ کے بارے میں کسی کی بات کو قبول نہیں کروں گا۔ (منتہی الامال ۲/ ۱۵۳)

۴۔ ہزار دینار

ایک آدمی امام حسن علیہ السلام کے پاس آیا اور دعویٰ کیا کہ آپؑ نے مجھ سے لیا ہوا ہزار دینار قرض واپس کرنا ہے۔ امامؑ نے یہ دعویٰ قبول نہ کیا اور بات عدالت تک پہنچ گئی۔

امامؑ اس کے ہمراہ قاضی شریعت کے پاس گئے۔ سارا ماجرا بیان کیا۔ قاضی نے امام حسنؑ سے کہا: آپؑ قسم کھائیں کہ اُس آدمی نے آپؑ سے کوئی قرض نہیں لینا۔ امامؑ نے فرمایا: وہ قسم کھائے کہ اس نے مجھ سے قرض لینا ہے۔ تا کہ میں اس کا مطالبہ پورا کروں۔

قاضی نے اسے کہا کہ تم قسم کھاؤ۔ اس نے کہا: مجھے اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔۔۔۔

امامؑ نے فرمایا: ایسی قسم تم سے نہیں کہی۔ بلکہ کہو خدا کی قسم آپؑ نے میرا ہزار دینار قرض دینا ہے۔ اس آدمی نے ایسے ہی الفاظ دہرا دیے اور جھوٹی قسم اٹھالی۔ امامؑ نے اسے ایک ہزار دینار ادا کر دیے۔ رقم وصول کرنے کے بعد جب وہ آدمی وہاں سے اٹھا اور باہر جانے لگا اچانک زمین پر گرا اور ساتھ ہی مر گیا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آپؑ نے اس کی قسم کو تبدیل کیوں کیا؟ فرمایا: پہلے وہ خدا کی وحدانیت اور توحید کی قسم کھا رہا تھا۔ میں ڈر گیا کہ توحید کی برکت سے کہیں اس جھوٹے پر سے عذاب نہ ہٹ جائے۔

(مناقب ابن شہر آشوب ۴/ ۱۰)

۵۔ جھوٹی قسم اور ایمان کا چلے جانا

حضرموت سے ایک آدمی رسولخداؐ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! میرا ہمسائیہ امرؤ القیس نے میری کچھ زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ لوگ اس بات پر گواہ ہیں سب اس بات کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ لیکن کیونکہ اس آدمی کی بہت زیادہ عزت و احترام کرتے ہیں اس لیے میری حمایت کرتے ہوئے اُس کے خلاف گواہی دینے کو تیار نہیں ہیں۔

پیامبرؐ نے امرؤ القیس کو طلب کیا اور اس بارے میں سوال کیا اس نے ہر بات سے انکار کر دیا۔ پیامبر خداؐ نے تجویز دی کہ قسم کھائے۔ لیکن شکایت کرنے والے نے کہا: وہ بے اصول اور لا پرواہ انسان ہے۔ اس کے لیے جھوٹی قسم کھانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

پیامبرؐ نے فرمایا: یا تم کوئی گواہ لاؤ یا وہ قسم کھائے۔ جب امرؤ القیس قسم کھانے کیلئے تیار ہو گیا تو آپؐ نے اُسے کچھ مہلت دی اور قسم کھانے کے برے نتائج سے آگاہ کیا۔

وہ دونوں واپس چلے گئے تو یہ آیات نازل ہوئیں:

اپنی قسموں کو اپنے درمیان فریب اور خیانت کا ذریعہ مت بناؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایمان پر آنے کے بعد قدم لڑکھڑا جائیں۔ اور لوگوں کو راہ خدا سے روکنے کی وجہ سے اس کے برے نتائج کا مزہ چکھو۔۔۔۔۔۔۔۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فنا ہو جانے والا ہے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

(نحل/۹۴تا۹۶)

جب پیامبر خدا نے یہ آیات اُن دونوں کے سامنے تلاوت فرمائیں تو امرؤ القیس نے کہا: حق بات ہے جو کچھ میرے پاس ہے وہ فنا ہو جانے والا ہے۔ اور یہ آدمی سچ کہتا ہے۔ میں نے اس کی کچھ زمین پر قبضہ کر رکھا ہے وہ کتنی ہے مجھے معلوم نہیں ہے۔ اب جس قدر یہ چاہتا ہے اور جانتا ہے اس کا حق ہے لے لے، اور اس دوران میں نے جو اس کی زمین سے فائدہ حاصل کیا ہے اس کے بدلے میں بھی جتنا جو کچھ وصول کرنا چاہتا ہے میں ادا کرنے کیلئے تیار ہوں۔

خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

اگر کوئی مؤمن نیک عمل انجام دے تو ہم اسے حیات طیبہ اور بہترین اجر دیں گے۔

(نحل/۹۷)

باب نمبر 79

بچہ

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا

کہو اے ہمارے پروردگار جس طرح میرے ماں باپ نے میرے بچپنے میں رحمت ومحبت کے ساتھ میری پرورش کی، آپ بھی اُن پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ (اسراء/ ۲۴)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من لم یجهد نفسه فی صغره لم ینبل فی کبره.

جو کوئی بچپن میں اپنے آپ کو محنت کا عادی نہ بنائے وہ بڑا ہو کر کسی بڑے مقام تک نہ پہنچ پائے گا۔ (غرر الحکم ۱/ ۶۴۹)

ا۔ بچہ چھت پر

امام علی علیہ السلام کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کی: میری مدد کیجئے، میرا بچہ چھت پر چلا گیا ہے اور وہاں پرنالے کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا ہے، میں اُسے اپنی طرف بلاتی ہوں لیکن وہ میری طرف نہیں آتا۔ اگر میں اسے چھوڑ دوں تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ نیچے نہ گر جائے۔ میں نے ہر طرح سے اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ میری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے۔ جلدی کوئی راہ حل بتائیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ وہاں سے گر نہ جائے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اُس کی عمر کا ایک اور بچہ چھت پر لے جا جب وہ بچہ اپنے جیسا ایک اور بچہ دیکھے گا تو خود ہی اُس کی طرف بڑھے گا۔ جب وہ قریب آجائے تو اُسے اٹھالینا۔

اس عورت نے امامؑ کی تجویز کے مطابق عمل کیا تو جیسے ہی اس بچے نے اپنے جیسا بچہ دیکھا فوراً خوشی کے ساتھ پرنالے سے چھت کی طرف آگیا۔ اور اس کی ماں نے پیار سے اُسے گود میں لے لیا۔

(داستانہائے مثنوی ۳/ ۸۲)

۲۔ دو بچے

علامہ حلی (م ۷۲۶) کہتے ہیں: میرے بابا نے مجھے یہ بات بتائی کہ ایک دن بغداد کے دروازوں میں سے ایک دروازے کی طرف جا رہے تھے۔ جب وہاں پہنچے تو پیاس لگ رہی تھی میں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک سے کہا میرے لیے پانی لے آؤ۔

میں اور میرے دوسرے ساتھی وہاں بیٹھ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ وہاں دو بچے کھیل رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک بچہ کہتا ہے کہ امام علیؑ حق پر ہیں۔ دوسرا بچہ کہتا ہے کہ پیامبرؐ کے بعد فلاں شخص حق پر تھا۔

میں نے یہ حدیث پڑھنا شروع کردی کہ پیامبرؐ نے فرمایا: یاعلیؑ سوائے مومن کے کوئی آپؑ سے محبت نہ کرے گا اور کوئی آپؑ سے دشمنی نہ کرے گا سوائے حیض کی پیداوار۔

ایک عورت نے میرے یہ جملے سن لیے اور میرے سامنے آ کر کہتی ہے کہ تم ابھی کیا کہہ رہے تھے میں نے کہا: میں حدیث پیامبرؐ دُھرا رہا تھا۔ اُس عورت نے کہا: دوبارہ وہ حدیث پڑھو۔ میں نے وہ حدیث دوبارہ پڑھی۔ تو وہ عورت کہتی ہے کہ تم سچ کہتے ہو۔ یہ حدیث سچی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں بچے میرے ہی ہیں۔ جو بچہ علیؑ کے حق ہونے کی بات کر رہا ہے۔ اس کی دفعہ میں جب پاک تھی اس وقت میں حاملہ ہوئی، اور اس دوسرے کی دفعہ میں ابھی حیض کی حالت میں تھی کہ میں حاملہ ہوگئی۔

(کشف الیقین علامہ حلی، ص ۱۶۷)

۳۔ بچے کے ساتھ شفقت

پیامبر خداؐ ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ سجدے میں گئے تو امام حسینؑ جو اس وقت ابھی بچے تھے، رسول خداؐ کی پشت پر سوار ہوگئے۔ پیامبر اکرمؐ نے سجدے کو طول دے دیا۔ اور جب پیامبر سجدے سے سر اٹھانا چاہتے تھے، پہلے بہت پیار سے بچے کو سنبھال کر زمین پر بیٹھا دیتے۔

ایک یہودی نے یہ منظر دیکھا۔ تو نماز کے بعد پیامبرؐ سے عرض کی: کیا آپ بچوں کے ساتھ اسی طرح پیش آتے ہیں؟ ہم تو کبھی بھی اپنے بچوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے۔

پیامبر خداؐ نے فرمایا: اگر آپ لوگ خدا اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتے ہوتے تو آپ بھی اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرح مہربانی کے ساتھ پیش آتے۔ وہ یہودی پیامبر اکرمؐ کی بچوں کے ساتھ محبت اور سلوک کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور مسلمان ہوگیا۔

(بحار الانوار ۴۳/۲۹۶)

۴۔ ایاس

ایاس مزنی (م ۱۲۲) اپنی ذہانت کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ کہتے ہیں شام میں اس کے بچپن میں کسی بوڑھے کے ساتھ

اُس کی بحث ہوگئی تو معاملہ عدالت تک پہنچ گیا۔

پہلے ایاس نے بات شروع کی۔ قاضی نے کہا: او بچے! بات کرنے میں بڑوں سے پہل نہ کرو۔

اس نے کہا: حق بات ہمیشہ مقدم ہوتی ہے اور سبقت رکھتی ہے۔ قاضی نے کہا: خاموش رہو۔ اُس نے جواب دیا کہ اگر میں خاموش رہوں تو میرا مدعا کون بیان کرے گا؟

قاضی نے کہا: میرا نہیں خیال کہ تم اس محفل میں کوئی سچی بات کروگے۔ بچے نے کہا: لا الہ الا اللہ، اس پر قاضی چپ کر گیا۔

اور بچے نے اپنا دعویٰ پیش کیا۔ قاضی نے دونوں کی بات سن کر بچے کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

(لطائف طوائف، ص ۳۸۸)

۵۔ امامؑ کا بچپنا

امام محمد تقی الجواد علیہ السلام (ظاہری دنیاوی اعتبار سے) سات سال کی عمر میں امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔ کچھ لوگ اس بارے میں شک وشبہ کا شکار ہوگئے اور امامؑ کا امتحان لیا۔ تیس ہزار مسائل کے بارے میں امامؑ سے سوال کیے تو دیکھا کہ علوم وحقائق کے موجزن دریا پائے جاتے ہیں۔

جب عباسی خلیفہ مامون نے امام رضا علیہ السلام کو شہید کر دیا تو اس لیے کہ لوگ اس کے قاتل ہونے پر شک نہ کریں خراسان سے بغداد منتقل ہوگیا۔ اور اپنے کارندوں کو لکھا کہ امام رضاؑ کے بیٹے کو بغداد لے آئیں۔

بغداد میں ابھی امام جواد علیہ السلام سے اس کی ملاقات نہ ہوئی تھی۔ ایک دن وہ اپنے شاہی گارڈ کے ہمراہ ایک جگہ سے گذرا۔ تو وہاں موجود بچے اسے دیکھ کر بھاگ گئے۔ لیکن امام جوادؑ وہیں کھڑے رہے۔ مامون نے پوچھا: سب بچے بھاگ گئے لیکن تم نہیں بھاگے کیا وجہ ہے؟

فرمایا: راستہ کھلا تھا اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا۔ مامون بہت حیران ہوا اور پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

فرمایا: محمد بن علی بن موسی الرضاؑ۔ مامون نے آپؑ کے والد پر درود بھیجا اور پھر صحرا کی طرف چلا گیا۔

اس کی نگاہ ایک دریاچہ پر پڑی اس نے ایک باز شکار کے لیے چھوڑا۔ کچھ دیر بعد وہ باز واپس آیا اُس کی چونچ میں ایک چھوٹی مچھلی تھی۔ جو ابھی زندہ تھی۔ مامون نے خوشی سے اُس مچھلی کو ہاتھ میں لیا اور واپسی پر جب پھر اُسی جگہ پہنچا دیکھا کہ سب بچے بھاگ گئے ہیں اور پھر وہی بچہ وہاں کھڑا ہے۔

مامون نے کہا: اے محمد! میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا: حق تعالیٰ نے دریا خلق فرمائے ہیں، اُن میں کبھی پانی اوپر آجاتا ہے، پھر چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پانی کی سطح پر آجاتی ہیں۔ اور پھر بادشاہوں کے باز اُنہیں شکار کرتے ہیں۔ بادشاہ اُسے اپنے ہاتھ میں چھپا لیتے ہیں اور فرزند پیامبرؐ کا امتحان لیتے ہیں۔

مامون بہت حیران ہوا اور بولا: آپ سچ میں علی بن موسیٰ الرضا کے ہی فرزند ہو۔

اس واقعہ کے بعد مامون نے فیصلہ کیا کہ اپنے بیٹی سے امامؑ کی شادی کرے گا۔ اس نے امامؑ کو بہت عزت واحترام کے ساتھ بلایا۔ بنی عباس نے مامون سے کہا: یہ ابھی بچہ ہے، ابھی اسے علم وکمال حاصل نہیں ہوا ہے۔ اگر کچھ انتظار کرلو اور پھر بعد میں اپنی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کردو تو اچھا رہے گا۔ مامون نے کہا: تم لوگ اس گھرانے کو نہیں جانتے۔ ان کا چھوٹا اور بڑا دوسرے ہر انسان پر فضیلت رکھتے ہیں۔

(منتہی الامال ۲/۳۲۷)

باب نمبر 80

شکایت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝

(یعقوبؑ نے یوسفؑ کے فراق میں) کہا: میں اپنے غم واندوہ کو صرف خدا سے کہہ سکتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ایسی باتیں بتائی ہیں کہ تم لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف/۸۶)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اجعل شكواك الى من يقدر على غناك.

اپنی شکایت اور دردِ دل اُس کے پاس لیکر جاؤ جو تمہیں بے نیاز اور غنی کرنے پر قادر ہو۔ (غرر الحکم ۱/ ۵۸۳)

ا۔ دل کی باتیں

سلیم بن قیس کہتا ہے: ہم امیر المومنینؑ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ اصحاب اُن کے گرد جمع تھے ایک نے کہا: یا امیر المومنینؑ! کیا ہی اچھا ہے لوگوں کو جنگ کی دعوت دیں؟

امامؑ اٹھے اور فرمایا:

میں نے تمہیں جنگ کیلئے بلایا۔ لیکن تم لوگ نہ آئے۔ میں بلاتا رہا لیکن تم لوگوں نے جواب نہ دیا۔ آپ ایسے حاضر ہو جیسے غایب ہو۔ ایسے زندہ ہو جو مردوں جیسے ہو۔ کان رکھتے ہو لیکن بہروں کی طرح ہو۔ میں تمہارے لیے حکمت کی باتیں کرتا ہوں، تمہیں شفا دینے والے موعظہ دیتا ہوں، نصیحت کرتا ہوں، اصرار کے ساتھ ظالموں کے خلاف جنگ کے لیے پکارتا ہوں، ابھی میری باتیں ختم نہیں ہوتیں، تم لوگوں کو اٹھ کر جاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

پھر مختلف ٹولیوں کی صورت میں بیٹھ کر شعر و شاعری کرتے ہو۔ قصہ گوئی اور مثالیں دیتے ہو، ایک دوسرے سے کھجور اور دودھ کی قیمتیں پوچھتے ہو۔

تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ جنگ کے نام پر جھکے ہوئے نظر آتے ہو۔ گمراہ باتوں میں اپنے دل لگاتے ہو۔ تم لوگ اونٹ کے اس گلہ کی طرح ہو جس کا رکھوالا گم ہو گیا ہے۔ تمہیں جس طرف سے بھی جمع کیا جائے دوسری طرف سے پھر بکھر جاتے ہو۔

میں نے جو تم لوگوں کو دیکھا ہے، تم لوگ جنگ کی شدت کے وقت میں یوں محسوس کرتے ہو جیسے کسی تنگ سوراخ میں پھنس گئے ہو، جیسے بال جتنا باریک سوراخ ہو۔ یوں جنگ سے بیزار ہو جیسے کوئی بیمار کسی کے ہاتھ لگانے سے بیزار ہوتا ہے۔ علی ابن ابی طالبؑ کے اطراف سے پراکندہ ہو جاتے ہو۔

یہ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک گروہ جنت میں اور باقی جہنم میں جائیں گے۔ ان میں سے سب سے زیادہ جو عذاب الٰہی کا شکار ہونگے، جو راتوں کو ایک دوسرے کے گرد بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں کہ کوئی جنگ نہیں ہے، وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

(سلیم بن قیس۔ اسرار آل محمد، ص ۸۶ تا ۸۸)

۲۔ حضرت یعقوبؑ کا شکوہ

حضرت یعقوبؑ نے اسکے بعد کہ اُن کے بیٹے، یوسف کو لے گئے اور ان کے بقول اُس کو بھیڑیے نے کھالیا، انہوں نے خدا سے شکایت کی اور کہا: خدایا! کسی کے سامنے فریاد نہیں کرونگا، کہ شفا دینے والے تم ہو، جس صفت کا بھی حامل ہوں تیری خواہش پر رکا ہوا ہوں۔

جس نام سے بھی پہچانا جاؤں تیری بندگی پر مشہور ہوں۔ اس کے باوجود کہ حضرت یعقوبؑ کا کام گریہ وزاری بنا ہوا تھا لیکن حضرت یوسفؑ کو ڈھونڈنے سے ناامید نہیں تھے۔

اپنے بیٹوں کو کہا: پھر جاؤ، ڈھونڈو شاید اُس کی کوئی خبر لے آؤ کہ اب برداشت ختم ہو رہی ہے۔

[کئی سال بعد جب قحط پڑ گئی اور حضرت یعقوبؑ کی اولاد مدد لینے کے لئے عزیز مصر کے پاس گئے تھے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا اور چوری کے بہانے بنیامین کو اپنے پاس روک لیا اور اپنے بھائیوں کو کہا کہ حضرت یعقوبؑ کو اُن کے پاس لے آئیں۔] جب یہ خبر یعقوب کو ملی، ایک خط لکھ کر اپنے بیٹوں کو دیا جس میں اپنے اور اپنے اجداد کے دکھ اور احوال کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ خط مصر کے بادشاہ تک پہنچا دیں شاید وہ بنیامین کو آزاد کر دیں۔ خط کا مضمون یہ تھا:

شروع اُس خدا کے نام سے جو مہربان اور معاف کر دینے والا ہے، ابراہیم خلیل کے بیٹے اسحاق کے بیٹے یعقوب اسرائیل کیطرف سے عزیز مصر کے نام:

ہم ایسے خاندان سے ہیں جو ہمیشہ مصائب میں رہے ہیں، میرے جد ابراہیمؑ کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر اُن کو آگ میں پھینک دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے آگ کو اُن پر ٹھنڈا کر دیا اور اُن کو محفوظ رکھا، میرے باپ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر (یعنی اسحاق، جو اسماعیل مشہور ہیں) چھری اُن کے گلے پر رکھی گئی، اللہ نے اُن کیلئے فدیہ بھیجا۔

لیکن میرا ایک بیٹا جو مجھے بہت عزیز تھا اُس کے بھائی اپنے ساتھ صحرا میں لے گئے اور اُس کا خون آلود کُرتا میرے لئے لے آئے اور کہا: اُس کو بھیڑیے نے کھالیا۔ اُس کے غم میں میری آنکھیں سفید ہوگئی ہیں۔

اُس کے بعد میرا ایک بیٹا تھا جو میری دلجوئی کا سبب تھا اُس کو بھی لے گئے اور کہا کہ اُس نے چوری کی ہے اور آپکی قید میں ہے۔ ہم ایسے خاندان سے ہیں جو نہ چوری کرتے ہیں اور نہ ہم سے کبھی کوئی چور پیدا ہوگا۔ اگر میرا بیٹا مجھے واپس نہ کیا تو (خدا سے تمہاری شکایت کرونگا) اور ایسی دعا کرونگا کہ اُس کی تکلیف تمہاری ساتویں نسل تک پہنچے۔۔۔

بیٹے وہ خط عزیز مصر کے پاس لے گئے، پس اُنہوں نے اپنی پہچان کروائی کہ میں آپ کا بھائی یوسف ہوں اور یہ کئی سال متواتر خدا سے یوسف کی شکایت تھی، جو ان کی دعا کی صورت قبول ہوئی۔

(کشف الاسرار، ص ۴۹۵)

۳۔ محروموں کی شکایت

ایک خلیفہ کے زمانے میں، کچھ آزاد شدہ غلام شکایت کی غرض سے، امیر المومنینؑ کے پاس آئے، اور اپنی شکایت اس طرح بیان کی: رسول خداؐ کے زمانے میں عرب او غیر عرب میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے، بیت المال اور شادی کے مسائل میں سب برابر تھے، بلال و صہیب اور سلمان جیسے لوگوں نے عورتوں سے شادیاں کی، لیکن آج قوم کے سربراہ اعراب اور ہمارے درمیان فرق کے قائل ہیں اور ہمیں اجتماعی فائدوں سے محروم رکھتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: میں قوم کے سربراہوں سے بات کرتا ہوں۔ پس وہ حکومت کے سربراہوں سے ملے اور اُن سے بات کی۔ لیکن وہ نہیں مانے اور اونچی آواز میں چلائے کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔

امیر المومنینؑ غضبناک ہو کر شکایت کرنے والوں کے پاس آئے اور فرمایا: بہت افسوس ہے کہ وہ آپکے ساتھ شادی اور باقی حقوق کی برابری کیلئے تیار نہیں ہیں۔ لیکن میں مشورہ دیتا ہوں کہ تجارت کریں، اللہ تعالیٰ آپکی زندگی میں برکت عطا کرے گا، کیونکہ میں نے رسول خداؐ سے سنا تھا کہ انہوں نے فرمایا: رزق کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے تجارت میں (خریدنے اور بیچنے) اور ایک حصہ غیر تجارت میں ہے۔

(داستان دوستان ۴/۱۹۰۔ فروع کافی ۵/۳۱۸)

۴۔ فرزند کی موت پر شکایت

حضرت سلیمانؑ کا ایک بیٹا اس دنیا سے چلا گیا۔ وہ حضرت بہت بے تاب اور دکھی تھے۔ خدا نے دو فرشتے جو لڑ رہے تھے انسانی شکل میں اُن کے پاس بھیجے۔

ایک نے کہا: میں نے بیج بوئے تھے یہ آدمی اُن کے درمیان سے گذرا اور سب برباد کر دیا۔

دوسرے نے کہا: میں سڑک سے گذر رہا تھا، اچانک دیکھا کے کھیت کے درمیان ہوں دائیں بائیں دیکھا تو پتا چلا کہ اس شخص نے سڑک پر بھی فصل کاشت کی ہوئی ہے۔ سلیمان نے پہلے آدمی سے پوچھا: تم نے سڑک پر اور گذرنے کی جگہ پر کاشت کیوں کی ہے؟

اُس فرشتے نے کہا: پھر تم اپنے فرزند کی موت پر شکایت کی حالت میں اور دکھی کیوں ہو؟ کیا نہیں جانتے کہ موت آخرت کا دروازہ اور راستہ ہے۔ تو سلیمان نے توبہ کی اور خدا سے معافی مانگی۔

۵۔ اونٹ والے کی شکایت

عمر کی خلافت کے زمانے میں ایک شخص شکایت کی غرض سے اُس کے پاس آیا اور کہا: آذربایجان میں میرے کچھ اونٹ ہیں جو میری روزی کا ذریعہ ہیں، لیکن وہ وحشی ہو گئے ہیں اور میں اُن سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ کوئی حل بتائیں۔ اس نے کہا: خدا سے شکایت اور استغاثہ کرو شاید قابو میں آجائیں۔ اونٹوں کے رکھوالے نے کہا: یہ کام کر چکا ہوں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ تو اُس نے ایک خط اس مضمون کے ساتھ کہ ان اونٹوں سے کوئی سروکار نہ رکھو، اپنی طرف سے جن وشیاطین کو بھگانے والوں کو لکھا۔

ابن عباس کہتے ہیں: وہ آدمی چلا گیا، میں امیر المومنینؑ کی خدمت میں آیا اور اُن کو واقعہ سنایا۔ امامؑ نے فرمایا: وہ رکھوالا جلد مایوس ہو کر واپس آئے گا۔ کچھ ہی عرصے بعد وہ آدمی واپس آ گیا، جبکہ اُس کی پیشانی پر زخم تھا، میں نے پوچھا: کیا ہوا؟

بولا: جب میں نے وہ خط وہاں اُن کے درمیان پھینکا۔ اُن میں سے بعض نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اور میرے ماتھے پر زخم آ گیا۔ میں خلیفہ کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا۔ خلیفہ غصے میں آ گئے اور کہا: یقیناً تم نے میرا خط اُن تک نہیں پہنچایا۔ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا۔

بس پھر میں اُسے امامؑ کی خدمت میں لے گیا۔ امامؑ نے فرمایا: اب جب تم وہاں جاؤ تو یہ دعا پڑھو:

اللھم انی اتوجه الیك بنبیك نبی الرحمة و اهل بیته الذین اخترتھم علی العالمین اللھم ذلل لی صعوبتھا و اکفنی شرھا فانك الكافی المعافی و الغالب القاھر۔

اے اللہ میں آپ کے نبی جو کہ نبی رحمت ہیں کا واسطہ دیتا ہوں، اُن کے اہل بیت کا واسطہ دیتا ہوں، جن کو آپ نے عالمین پر منتخب کیا۔ میں مشکلات میں گھر گیا ہوں، جن کی وجہ سے میں ذلیل ہو گیا ہوں۔ اُن کے شر سے مجھے نجات دے دے۔ کیونکہ آپ ہی کافی ہو، معافی ہو، زبردست غالب ہو۔

وہ آدمی چلا گیا اور ایک سال بعد واپس آیا۔ اپنے منافع اور مال مویشی و اونٹوں میں سے کچھ امامؑ کے لیے لایا۔ امامؑ نے قبول نہ کیا۔ (عنوان الکلام، ص ۲۱۱)۔

باب نمبر 81

بھوک

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ

ہم آپ کو خوف اور بھوک کے ذریعے آزمائیں گے۔ (بقرہ/۱۵۵)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

نعم القون علی الشر النفس و کسر عادتها التجوع۔

بھوک، نفس کی شہوت کے اور ناپسند عادتوں کو ختم کرنے میں بہترین مددگار ہے۔ (غرر الحکم ۱/ ۲۰۰)

۱۔ غزوہ خندق

امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں: ہم پیامبر اکرمؐ کے ہمراہ غزوہ خندق میں زمین کھودنے کے کام میں مصروف تھے۔ فاطمہ (س) آئیں اور کچھ روٹی اپنے ساتھ لائیں، وہ روٹی اُنہوں نے پیامبرؐ کی خدمت میں پیش کی۔ پیامبرؐ نے دریافت فرمایا: یہ روٹی کیا ہے؟ عرض کی: حسنؑ و حسینؑ کیلئے روٹی بنائی تھی، اُس میں سے کچھ آپؐ کیلئے لائی ہوں۔

فرمایا: میں آپ کو بتاؤں کہ تمہارا باپ (ص) یہ پہلی روٹی ہے جو پچھلے تین دن سے اب تک آج پہلی مرتبہ کھائے گا۔

(سفینۃ البحار ۱/ ۱۹۵)

۲۔ حکیم اور اس کا بیٹا

سعدی کہتا ہے: ایک ماہر حکیم ہمیشہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا تھا کہ کھانا زیادہ نہ کھایا کرو کیونکہ زیادہ کھانا اور پیٹ بھر کر کھانا تکلیف اور بیماری کا باعث ہے۔

بیٹا باپ کو جواب دیتا: بابا کم کھانا مرنے کے مترادف ہے۔ کیا آپ نے لطائف سنانے والوں سے نہیں سنا کہ خوب جی بھر کر کھانا، بھوکے مر جانے سے بہتر ہے۔

حکیم نے کہا: ایک اندازے کے مطابق کھاؤ، خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: کھاؤ پیئو لیکن اسراف مت کرو۔ (اعراف/ ۳۰)

نہ چندان بخور کز دھانت بر آمد
نہ چندان کہ از جانت بر آید

اتنا نہ کھاؤ کہ تمہارے منہ سے باہر آجائے اور اتنا نہ کھاؤ کہ تمہاری جان پر بن جائے۔

بیٹا! اگر گل قند جو کہ توانائی دیتا ہے، حد سے زیادہ کھالو گے کہ وہ تمہیں زیادہ طاقت دے تو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہوگا۔ اسی طرح روٹی کو اگر چبا چبا کر کھاؤ گے تو تمہارے لیے گل قند کا کام کرے گی۔

(گلستان سعدی، ص ۱۵۵)

۳۔ حضرت یوسفؑ سے سبق

مصر کے بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائے کو سات دبلی گائے کھا جاتی ہیں۔ اور سات تازہ گندم کے خوشے سات خشک شدہ گندم کے خوشوں کے ذریعے خشک ہو جاتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ نے اس خواب کی تعبیر کی کہ سات سال نعمت و فراوانی کے اور سات سال قحط و خشک سالی کے در پیش ہیں۔ اس لیے پہلے سات سالوں میں خوب محنت سے کاشتکاری کی جائے تاکہ آئندہ قحط کے سات سال میں کسی قسم کی دشواری نہ اٹھانی پڑے۔

خلاصہ یہ کہ بہت سے واقعات کے بعد مصر کے بادشاہ نے انہیں مصر کی وزارت خزانہ اور بیت المال کا سربراہ بنا دیا۔ لیکن حضرت یوسفؑ ہر طرح کی اقتصادی اور مادی سہولیات ہونے کے باوجود، قحط کے دنوں میں پیٹ بھر کر نہیں کھایا کرتے تھے۔

حضرت یوسفؑ سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس زمین کے خزانے اور تمام امکانات ہیں لیکن آپؑ پھر بھی پیٹ بھر کر کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا: اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھا نا لوں اور اس کے نتیجے میں بھوکے رہ جانے والوں کو بھول جاؤں۔

(سفینۃ البحار ۱/ ۱۹۳)

۴۔ چار مہینے

عبداللہ بن مسعود کہتا ہے: میں اور صحابہ میں سے پانچ افراد پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں گئے۔ ہمیں بہت بھوک لگ رہی تھی۔ تقریباً چار مہینے سے ہم نے پانی، دودھ اور پتوں کے علاوہ کچھ نہیں کھایا تھا۔

عرض کی: یا رسول اللہ کب تک ہم اس بھوک کو برداشت کرتے رہیں گے؟ فرمایا: جب تک اس طرح کی بھوک برداشت کرنی پڑے، خدا کا شکر بجالاؤ، کیونکہ میں اس کتاب میں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے، اور اُن کتابوں میں جو مجھ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی ہیں، سب میں پڑھا ہے کہ لوگ جنت میں نہیں جائیں گے جب تک وہ صابر و برداشت کرنے والے نہ ہوں۔

(نمونہ معارف ۴/۶۲)

۵۔ پیامبر اکرمؐ کی سیرت

حضورؐ فرماتے ہیں: فرشتہ میرے پاس آیا اور کہا: خداوند آپؐ کیلئے سلام کہتے ہیں۔ اور فرمایا ہے: اے محمدؐ! اگر آپؐ چاہتے ہیں کہ مکہ کی ساری زمین کو آپؐ کیلئے سونا بنا دیں تو ہم بنا دیں گے۔

پیامبر خداؐ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کی: خدایا! میں چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانا کھاؤں اور تمہارا شکر ادا کروں، تیری حمد و سپاس کروں، اور ایک دن بھوکا رہوں اور تم سے کچھ نہ چاہوں۔

امیر المؤمنینؑ فرماتے ہیں: ایک دن میں پیامبرؐ کی خدمت میں گیا۔ آپؐ کے چہرے پر بھوک برداشت کرنے کے آثار نمایاں تھے۔ میں واپس آیا اور انصار میں سے ایک عورت کیلئے کنویں سے دس بالٹی پانی نکالا اور اسے دیا۔ اس کے بدلے میں اس نے کھجور کے دس دانہ اور کچھ روٹی دی۔

میں وہ لے کر پیامبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب حضورؐ کے سامنے رکھ دیا۔ پیامبر خداؐ نے اس میں کچھ تناول فرمایا۔

پانچویں امامؑ بھی فرماتے ہیں: پیامبر خداؐ نے نبوت کی بعثت کے بعد کبھی بھی تین متواتر سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ یہاں تک کہ اپنی جان خدا کے سپرد کر دی۔

(سفینۃ البحار ۱/ ۱۹۳ تا ۱۹۶)

باب نمبر 82

لباس

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ

اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا جو تمہارے اعضا کو چھپاتا ہے اور تمہارے لیے زینت کا باعث ہے۔ (اعراف/۲۶)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

البس مالا تشتھر بہ ولا یزری بك.

ایسا لباس پہنو جس کے ذریعے تم مشہور نہ ہو جاؤ۔ اور جس کے ذریعے تمہاری برائی نہ کی جائے۔ (غرر الحکم ۲/۴۰۱)

ا۔ حضرت یوسفؑ کا لباس

جب برادران یوسفؑ نے انہیں کنویں میں پھینک دیا۔ پھر رات کے قریب روتے ہوئے اپنے والد کے پاس پہنچے اور کہا: اے بابا جان! آج ہم گئے اور آپس میں مقابلے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس بیٹھا دیا۔ اچانک ایک بھیڑیے نے حملہ کر دیا اور اس نے یوسفؑ کو کھا لیا۔ پھر یوسفؑ کی قمیض جو کہ بکری کے خون سے رنگین کر رکھی تھی، اپنے باپ کے سامنے پیش کر دی۔ حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے کہ ان کی باتیں جھوٹ پر مبنی ہیں۔

پھر کئی سال بعد (تقریباً چالیس سال بعد) جب حضرت یوسفؑ بادشاہ بنے۔ حضرت یعقوبؑ، سب بھائی اور قوم و قبیلہ والے مصر پہنچے، جمال یوسفؑ کا مشاہدہ کیا۔ حضرت یوسفؑ نے اُن کی تواضع و خاطر مدارت کی۔

رات کے وقت جب باپ بیٹا ملے تو حضرت یعقوبؑ نے فرمایا: بیٹا اپنی اور اپنے بھائیوں کی کہانی میرے لیے بیان کرو۔ حضرت یوسفؑ نے عرض کی: بابا جان! خداوند نے اُن کے گذشتہ کو معاف کر دیا ہے۔ مجھے بھی اب اپنے بھائیوں سے کوئی گلہ و شکوہ نہیں

ہے۔ میں اب اُن کو ملامت نہیں کرتا ہوں۔ خداوند نے مجھے عزیز مصر بنادیا ہے۔ ہم سب اب اکٹھے ہیں۔ صحیح وسالم ہیں۔

حضرت یعقوب نہیں مانے، اصرار کرنے لگے اور قسم دی کہ بھائیوں کے ساتھ پیش آئے گذشتہ واقعہ کو میرے لئے بیان کرو۔ حضرت یوسفؑ نے والد کی خواہش پر واقعے کو اس طرح بیان کیا: کہ جب بھائی مجھے آپ کے پاس سے لے گئے، مجھے مارتے تھے اور طعنے دیتے تھے، پانی نہیں دیتے تھے اور تھپڑ مارتے تھے اور۔۔۔ میں جتنی بھی منت ساجت کرتا رہا، روتا رہا مگر اُن کا دل میرے لئے نرم نہیں ہوا حتیٰ کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ مجھے کنویں میں پھینک دیں۔ جو کپڑے آپ نے مجھے پہنائے تھے وہ اتار لیے۔ بس ایک پیراہن میرے جسم پر رہ گئی تھی میں نے کہا: بھائیو! اگر میں کنویں میں مر گیا تو، ایک پیراہن تو میرے جسم پر رہنے دو۔

روبیل جو سب سے طاقتور اور بے رحم تھا، اس نے مجھے تھپڑ مارا اور میرا پیراہن اتارا اور مجھے برہنہ کنویں میں پھینک دیا۔

حضرت یعقوبؑ سنتے رہے جب وہ یہاں پہنچے تو چیخ ماری، زمین پر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔

(جامع النورین، ص ۳۴۷)

۲۔ ٹھنڈی ہوا

سعدی کہتا ہے: شعراء میں سے ایک چوروں کے سردار کے پاس گیا اور اُس کی تعریف و تمجید میں ایک قصیدہ پڑھا۔ چوروں کے سردار نے حکم دیا کہ اُس کے کپڑے اتار دیں اور اسے اس جگہ سے دور کر دیں۔

بیچارہ شاعر شدید سردی میں چلتا جا رہا تھا کہ وہاں کے کتے اُس کے پیچھے پڑ گئے، اُس نے چاہا کہ کوئی پتھر اٹھا کر کتوں کو مارے اور اُن کو دور بھگائے، دیکھا تو زمین یخ بستہ تھی عاجز آ کر کہا: یہ کیسے حرام زادے لوگ ہیں کہ پتھر کو باندھا ہوا ہے اور کتوں کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔

جب چوروں کے سردار کو یہ جملہ سنایا گیا تو ہنس پڑا اور اُس کو اپنے پاس بلا لیا اور کہا: اے شاعر مجھ سے کچھ مانگو۔

کہا: اگر کرم کرو، تو میرے کپڑے دے دو۔ پس اُس کے کپڑے دے دیے، کچھ پیسے اور ایک اوڑھنی بھی (سردی کے لیے) اُس کو بخش دی۔

(ریاض الحکایات، ص ۱۵۴۔ گلستان سعدی)

۳۔ شیطانی لباس

نجران کے عیسائیوں کا ایک گروپ نہم ہجری میں مدینہ آیا تاکہ پیامبر اکرمؐ سے ملاقات کریں۔ اُنہوں نے بہت عمدہ اور قیمتی لباس پہن رکھے تھے۔ اُن کے کپڑوں پر قیمتی موتی جڑے ہوئے تھے۔ عرب میں کوئی بھی اس قسم کا لباس نہیں پہنتا تھا۔

حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور سلام کیا۔ آپؐ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اور اُن سے کوئی بات نہ کی۔ کسی نے امیر المومنینؑ سے پوچھا: یا علی! پیامبر اکرمؐ نے اُن کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ امام علیؑ نے فرمایا: کیونکہ اُنہوں نے شوخ کپڑے پہن

رکھے ہیں اور قیمتی انگوٹھیاں پہن رکھی ہیں۔ اُن کو چاہیے کہ عام سادہ کپڑے پہنیں اور اپنی انگوٹھیوں کو اتار دیں۔

اُنہوں نے ایسا ہی کیا پھر حضورؐ کی خدمت میں آئے سلام کیا۔ پیامبرؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم کہ جس نے مجھے برحق مبعوث فرمایا ہے۔ جب یہ لوگ پہلے میرے پاس آئے تو ان کے ہمراہ شیطان بھی تھا۔ (سفینۃ البحار ۲ / ۵۰۴)

۴۔ مسلمانوں کے حاکم کا لباس

امیر المؤمنینؑ اپنی ظاہری خلافت کے زمانے میں بازار سے گذر رہے تھے۔ ساڑھے تین درہم کی قیمت کا لباس خرید اوہ زیب تن فرمایا۔

امام نے دیکھا کہ اُس لباس کی آستین کچھ بڑی ہے۔ درزی سے کہا کہ اس کی آستین کو چھوٹا کردو۔ درزی نے اضافی آستین کاٹ دی اور پھر کہا اگر آپ اجازت دیں تو اسے آگے سے سلائی کردوں۔ فرمایا: نہیں، یہ کہا اور اسی طرح چلے گئے۔ آستین سے دھاگے نکل ہوئے تھے، یونہی راستے میں چلتے ہوئے فرمایا: یہ تمہارے لیے کافی ہے۔

(محجۃ البیضاء ۴/۱۹۱)

۵۔ پورا لباس

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بقیع میں بیٹھا تھا۔ ایک عورت گدھے پر سوار وہاں سے گذری۔

جانور کا ایک پاؤں گڑھے میں چلا گیا۔ جس کے نتیجہ میں عورت زمین پر گری۔ پیامبر خداؐ نے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ اس عورت نے پورا لباس پہن رکھا ہے۔ پیامبرؐ نے تین مرتبہ فرمایا: خدایا! وہ عورتیں جو پورا لباس پہنتی ہیں اُن پر اپنی رحمت اور مغفرت فرما۔

اے لوگو! پورے کپڑوں کا استعمال کرو۔ کیونکہ وہ آپ کے جسم کو ڈھانپنے کا بہترین پہناوا ہے۔ اس کے ذریعے اپنی عورتوں کو باہر نکلتے وقت محفوظ کرو۔

(مستدرک الوسائل ۳/۲۴۴)

باب نمبر 83

ضد

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

اگر اُن پر رحم کریں، اور اُن کی مشکلات کو دور کر دیں تو اپنی گمراہی پر ضد کرتے ہیں اور سرگردان رہتے ہیں۔ (مومنون/ ۷۵)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اللجاج ینتج الحروب ویوفر القلوب۔

ضد جنگوں کا باعث بنتی ہے، اور دلوں میں کینہ و دشمنی کی آگ بڑھکاتی ہے۔ (غرر الحکم ۲/ ۴۰۲)

ا۔ ضد پر مبنی تقاضا

مکہ کے مشرکوں میں سے کچھ خانہ کعبہ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ کسی کو پیامبر خدا کے پیچھے بھیج رکھا تھا۔ حضورؐ ان کی ہدایت کی غرض سے اُن کی طرف بڑھے۔ مشرکوں نے پیامبر خداؐ سے کہا:

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری پیروی کریں تو مکہ اِن پہاڑوں کو یہاں سے پیچھے ہٹا دو۔ تا کہ یہ تنگ زمین کھل جائے اور ہمارا علاقہ وسیع ہو جائے۔ زمین میں شگاف پیدا کر کے چشمے اور نہریں ایجاد کرو تا کہ ہمارے درخت سیراب ہوں اور ہم کاشتکاری کریں۔

اے پیامبر! تم جو یہ خیال کرتے ہو کہ داوؑد سے کم نہیں ہو۔ اس کے لیے تو خدا نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا، پہاڑ اس کے ہمراہ آیات کی تلاوت کیا کرتے تھے اور خدا کی تسبیح کیا کرتے تھے۔

اگر تم اپنے آپ کو سلیمانؑ سے کمتر نہیں سمجھتے تو ہوا کو ہمارے لیے مسخر کر دو تا کہ ہم اس پر سوار ہو کر شام جائیں اور اپنی مشکلات کو حل کریں۔ اپنی ضرورت کی اشیاء کو مہیا کریں اور اُسی دن واپس آ جائیں۔

اسی طرح تم جو اپنے آپ کو عیسیٰؑ سے کمتر نہیں سمجھتے تو ہمارے مردوں کو زندہ کر دو۔ تا کہ تمہاری حقانیت کے بارے میں اُن سے سوال کریں۔

اُسی وقت خداوند تعالیٰ کی طرف سے آیات نازل ہوئیں:

آپؐ سے پہلے والے پیامبروں کا بھی مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ورنہ ایمان لانے کیلئے یہ اندازہ کافی معجزہ دیکھایا جاچکا ہے۔ (رعد/۳۲)

(تفسیر نمونہ ۱۰/۲۲۰)

۲۔ رکانہ

پیامبر خداؐ کے زمانے میں حجاز کے مشرکین میں سے ایک بہت ہی بہادر اور مضبوط شخص رکانہ تھا۔ ایک دفعہ مکہ کے مضافات میں جہاں کوئی نہ تھا اُس کا پیامبر خداؐ کے ساتھ سامنا ہوا۔ رکانہ نے اپنی طاقت کے نشے میں یہ خیال کیا کہ وہ حضورؐ کو آرام سے زمین پر گرا سکتا ہے، اس نیت کے ساتھ وہ حضورؐ کے قریب گیا۔ حضورؐ کے ساتھ جھگڑا کرنے لگا، آپؐ نے خدا کی قوت کے ساتھ اُسے زمین پر دے مارا۔

پیامبر خداؐ نے اُسے اپنا یہ معجزہ دیکھایا، تاکہ وہ اسلام کو قبول کرلے۔ وہ پہلے بھی حضورؐ کے معجزات دیکھ چکا تھا۔ لیکن اُس نے ایمان لانے کی بجائے مکہ پہنچ کر آواز لگائی:

او بنی ہاشم! تمہارا رشتہ دار اور دوست اتنا بہادر اور مضبوط ہے کہ تم لوگ اُس کے ذریعے کرہ زمین کے سارے جادوگروں کا مقابلہ کرسکتے ہو۔

اُس وقت آیات الٰہی نازل ہوئیں:

اے رسول! آپؐ اِن کے انکار پر حیران ہیں۔ لیکن وہ تمسخر کر رہے ہیں۔ وہ کبھی بھی متوجہ نہ ہوں گے۔ معجزہ دیکھ کر دوسروں کو مذاق اڑانے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔ وہ اپنی ضد بازی کو زیادہ کر رہے ہیں۔ (صافات/11 تا 15)

تفسیر روح المعانی ۲۳/۷)

۳۔ ابوجہل

ایک دن ابوجہل نے کچھ پتھر اپنی مٹھی میں رکھے اور پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور کہا: اگر تم خدا کے سچے پیامبر ہو تو بتاؤ میں بھی جانوں کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟

پیامبر خداؐ نے فرمایا: میں بتاؤں گا کہ وہ کیا ہے صرف یہی نہیں بلکہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اُن سے کہوں گا کہ وہ میری حقانیت کی گواہی بھی دیں۔

ابوجہل نے کہا: اگر صرف تعداد بتاؤ گے تو اُس کا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن وہ گواہی دیں یہ ناممکن ہے۔

پیامبر خدا نے فرمایا: تمہارے ہاتھ میں چھ عدد پتھر ہیں۔ اوراب سنو کہ وہ خدا کی تسبیح کر رہے ہیں اور گواہی دے رہے ہیں۔

ابوجہل نے پتھر زمین پر پھینک دیے۔ اُس نے سنا کہ اُن میں سے ہر ایک پتھر خدا کی واحدانیت اور پیامبر اکرمؐ کی رسالت پر گواہی دے رہے ہیں۔

ابوجہل ایمان لانے کی بجائے سخت غصہ میں آگیا اور پیامبر خدا کو دنیا کا سب سے بڑا جادوگر کہتا ہوا چلا گیا۔

(داستانھائے مثنوی ۱/۳۹)

۴۔قوم حضرت صالح علیہ السلام

قوم ثمود کے پاس ۷۰ بت تھے جن کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت صالحؑ نے اُن سے کہا: میں ۱۶ سال کا تھا جب تمہاری طرف پیامبر بنا کر بھیجا گیا۔ اب میری زندگی کے ۱۲۰ سال گذر گئے ہیں۔ میرے پاس ایک تجویز ہے۔ میں تمہارے خداؤں سے ایک مطالبہ کرتا ہوں اگر انہوں نے پورا کردیا تو پھر آئندہ میں تم سے کوئی سروکار نہ رکھوں گا اور تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا۔

قوم ثمود نے قبول کرلیا۔ طے شدہ دن اور وقت کے مطابق سب لوگ اپنے بتوں کے سامنے جمع ہوگئے۔: کھانے پینے کی چیزیں اور نذرو نیاز لائے تھے بتوں کے سامنے رکھا۔ اپنے خداؤں سے کہا کہ وہ حضرت صالحؑ کا مطالبہ پورا کردیں تا کہ وہ اس علاقے سے چلے جائیں۔

حضرت صالحؑ نے بڑے بت سے مطالبہ کیا لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ لوگوں نے کہا: دوسرے بتوں سے اپنا مطالبہ دھرائیں۔ حضرت صالحؑ نے اپنا مطالبہ بار بار دھرایا لیکن کسی بت کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ لوگ اُن بتوں کے سامنے برہنہ ہوگئے، زمین میں لوٹ پوٹ ہوئے۔ لیکن بتوں کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

پھر حضرت صالحؑ نے فرمایا: اب آپ لوگ مجھ سے کوئی مطالبہ کرو۔ قوم کے ستر بزرگ جمع ہوئے اور اُنہوں نے کہا: اگر تم ہمارا مطالبہ پورا کردو تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔

سب نے کہا: اس سامنے والے پہاڑ سے کہو کہ ایک سرخ رنگ کی اونٹنی، جس کے اوپر بال ہوں، اس کے پیٹ میں دس ماہ کا بچہ ہو، وہ اونٹنی بڑے قد کی ہو، اس پہاڑ سے باہر آئے۔

حضرت صالحؑ نے دعا کی: پہاڑ ایک خوفناک آواز کے ساتھ پھٹ گیا اور اُس میں سے اونٹنی باہر نکل آئی۔ پھر اُنہوں نے کہا: اونٹنی کا بچہ ابھی پیدا ہونا چاہیے۔ اُن کی نظروں کے سامنے اونٹنی نے بچہ پیدا کیا۔

وہ ستر افراد ایمان لے آئے۔ لیکن باقی قوم نے انکار کردیا اور اپنی ضد پر قائم رہے۔ جب سب لوگ معجزہ بیان کرنے کیلئے شہر کی طرف واپس آرہے تھے۔ اُن ستر افراد میں سے ۶۴ پھر سے مرتد ہوگئے اور کہنے لگے: یہ سب سحر و جادو تھا۔ شہر پہنچنے تک ایک اور

آدمی مرتد ہو گیا۔ (روضۃ الکافی، ص ۱۸۵)

۵۔ ضدی دشمن

پیامبر خداؐ کے ہمسائے میں ایک مشرک رہتا تھا۔ اس کا نام علی بن ابی ربیعہ تھا۔ ایک دن حضورؐ کی خدمت میں آیا اور قیامت کے دن کے بارے سوال کیا کہ قیامت کس طرح اور کب ہو گی؟ پھر کہا: اگر میں اُس دن کو اپنی آنکھوں سے لوں پھر بھی آپؐ کی تصدیق نہیں کروں گا اور آپؐ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا ان ہڈیوں کو جمع کرے؟ یہ یقین کرنے والی بات نہیں ہے؟!!

آیاتِ الٰہی نازل ہوئیں:

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝

قیامت کے دن کی قسم، بیدار اور ملامت کرنے والے ضمیر کی قسم، کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم ان ہڈیوں کو کبھی جمع نہ کریں گے۔ ہاں! ہم اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ اُن کی انگلیوں پر بنی لکیروں کو اسی طرح منظم و مرتب کریں۔ انسان چاہتا ہے کہ ساری زندگی گناہ کرے (آزاد رہے) اس لیے پوچھتا ہے کہ قیامت کب ہو گی؟

(قیامت/۱تا۶)

پیامبر خداؐ نے اس ضدی دشمن کے بارے فرمایا: خداوند اس ہمسائے کے شر سے مجھے دور رکھے۔

(تفسیر نمونہ ۲۵/۲۷۷)

باب نمبر 84

لعنت

خداوند تعالٰی فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا، اور کفر کی حالت میں مر گئے، اُن پر خدا کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ (بقرہ/۱۶۱)

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان اللعنة اذا خرجت من فم صاحبها فان وجدت مساغا و الا رجعت الی صاحبها.

جب کسی کہنے والے کے منہ سے لعنت کہی جائے۔ دوسرا شخص اگر لعنت کا حقدار ہے تو اُس تک پہنچے گی ورنہ خود اُس کی طرف واپس پلٹ جائے گی۔

(جامع السعادات ۱/۳۱۷)

۱۔ مشرکین پر لعنت

ایک دن پیامبر اکرمؐ اپنے کچھ صحابہ کے ہمراہ گھڑسوار لشکر کو دیکھنے کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں ابی احیحہ کی قبر کے پاس سے گذرے۔ ایک صحابی نے کہا: خدا اس قبر کے صاحب پر لعنت کرے، اگر وہ زندہ ہوتا، تو حق کیلئے رکاوٹ ہوتا اور پیامبر خداؐ کو جھٹلاتا۔

ابو احیحہ کا بیٹا خالد بھی اُن صحابہ کے ہمراہ تھا۔ اُس نے اُس دوسرے صحابی کے باپ کا نام لے کر کہا: خدا اُس پر لعنت کرے۔ وہ مہمان نواز نہ تھا اور دشمن کے ساتھ مقابلہ نہ کیا کرتا تھا۔ خدا دونوں پر لعنت کرے۔ لوگوں کیلئے دونوں کی موت کو تحمل کرنا آسان تھا۔

پیامبر خداؐ گھوڑے سے اترے لگام کو گھوڑے کی گردن میں ڈالا اور فرمایا: جب کبھی مشرکین کے بارے کوئی بات کرنا ہو تو اُن کا نام لے کر بات مت کرو، بلکہ بطور عمومی بات کرو۔

پھر لشکر کو دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔

(الغدیر ۲/ ۱۶۴)

۲۔ نفرین کی وجہ

اسامہ کہتا ہے: ایک دن پیامبر اکرمؐ نے کسی ایک کو کوئی ذمہ داری دے کر بھیجا۔ اُس نے اپنے کام کی انجام دہی میں سستی سے کام لیا۔ اور رسولخداؐ کی نسبت جھوٹی بات کردی۔ پیامبرؐ نے اس آدمی کے اس کام پر برہمی کا اظہار کیا اور اسے نفرین کی۔

اس نفرین کی وجہ سے اسے بیابان میں مردا حالت میں پایا گیا۔ اُس کا پیٹ پھٹ چکا تھا۔ اور زمین نے اُس باہر پھینک دیا تھا۔ (محجۃ البیضاء ۵/ ۲۱۸)

۳۔ ابوسفیان

ابوسفیان گدھے پر سوار تھا اور معاویہ نے گدھے کی رسی پکڑ رکھی تھی۔ پھر جب وہ گھر پہنچے تو عمرو عاص و عتبہ بن ابی سفیان و مغیرہ بن شعبہ وہ بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے امام حسن علیہ السلام کو بلایا۔ جب امامؑ تشریف لائے تو اُن میں سے ہر کوئی زخم زبان لگانے لگا، اور برا بھلا کہنے لگا۔ امامؑ نے معاویہ کو مخاطب کرکے فرمایا:

رسولخداؐ نے سات جگہ ابوسفیان پر لعنت بھیجی ہے۔ (تتمۃ المنتہیٰ، ص ۳۱) جب ابوسفیان نے پیامبر خداؐ کے بارے میں ایک ہزار بیت شعر کہے اور حضورؐ کا مذاق اڑایا۔ پیامبر خداؐ نے فرمایا: بارالٰہا! میں نہ شعر کہتا ہوں نہ اس کا سزاوار ہوں۔ میری طرف سے ان اشعار کے ہر حرف کے بدلے میں اُس پر ہزار لعنت بھیجو۔

(علم اخلاق اسلامی ۱/ ۳۸۶)

۴۔ حضرت نوحؑ کی نفرین

قرآن پاک کی واضح نص کے مطابق حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو نو سو پچاس سال خدا کی طرف دعوت دی۔ لیکن سوائے چند ایک کے لوگ ایمان نہ لائے۔

جب تبلیغ کے ۳۰۰ سو سال گذر گئے۔ حضرت نوحؑ نے فجر کی نماز ادا کی اور چاہا کہ نفرین کریں۔ فرشتے حاضر خدمت ہوئے اور سلام عرض کیا اور کہا: ہماری خواہش یہ ہے کہ نفرین کو تاخیر کردیں۔ کیونکہ یہ عذاب الٰہی روئے زمین پر پہلا سب سے بڑ عذاب ہوگا۔

بس حضرت نوحؑ نے نفرین نہ کی۔ دوسرے ۳۰۰ سال گذرنے کے بعد چاہا کہ نفرین کریں۔ ملائکہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: نفرین کو تاخیر کر دیں۔ حضرت نوحؑ نے قبول کر لیا۔

جب تبلیغ کی مدت ختم ہوگئی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد عرض کی: خدایا! سوائے ان چند ایک لوگوں کے، کسی نے پیروی نہیں کی۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ بھی بکھر نہ جائیں۔

خداوند نے فرمایا: تمہاری دعا مستجاب ہوگئی ہے، اب کشتی بناؤ۔۔۔۔۔۔۔اور پھر اُس کے بعد عذاب الٰہی نازل ہوگیا۔

(تاریخ انبیاء ۱/ ۵۲)

۵۔ حرملہ

منہال بن عمرو کہتا ہے: مکہ سے واپسی پر میں امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ امامؑ نے فرمایا: حرملہ کس حالت میں تھا؟ عرض کی: جب میں کوفہ سے آرہا تھا وہ ابھی زندہ تھا۔

امامؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور اُس پر نفرین کی۔ خدا کی بارگاہ میں عرض کی: خدایا! آگ کی تپش اُس چکھا دے۔ اللھم اذقہ حرالحدید۔ خدایا! لوہے کی گرمی اُسے چکھا دے۔

منہال کہتا ہے: میں کوفہ واپس آگیا۔ مختار نے تازہ قیام کیا تھا۔ وہ میرا دوست تھا۔ میں اُس کے ساتھ کوفہ کے محل میں گیا۔ کچھ لوگ بھاگتے ہوئے آئے اور خبر دی کہ اے امیر مبارک ہو کہ حرملہ پکڑا گیا۔

حرملہ کو مختار کے سامنے پیش کیا گیا۔ حرملہ کے ہاتھ پاؤں کو تلوار سے کاٹ دیا گیا اور پھر اُسے آگ میں پھینک دیا گیا۔

منہال کہتا ہے: مجھے امامؑ کے جملے یاد آئے تو میں نے سبحان اللہ کہا۔ مختار نے پوچھا: کیا تم نے یہ تسبیح تعجب کی وجہ سے پڑھی ہے؟

میں امامؑ کی نفرین کا حال مختار کو سنایا۔ مختار خوش ہوگیا اور دو رکعت نماز اور سجدہ شکر ادا کیا کہ امامؑ کی دعا اُس کے ہاتھوں پوری ہوئی ہے۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ توفیق خدا نے اس کے نصیب میں لکھی ہے۔

(بحارالانوار ۴۵/ ۳۳۲تا ۳۷۵)

باب نمبر 85

مزاح

خداوند تعالی فرماتا ہے:

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُونَ

جنتی لوگ جنت میں ہنسی مزاح میں مشغول ہونگے۔ (یس/۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ لا یواخذ المزاح الصادق فی مزاحہ۔

سچ بولنے والے کے مزاح کا خداوند مواخذہ نہیں کرتا۔ (نہج الفصاحہ، ص ۱۶۰)

ا۔ وزیر کا جواب

ایک آدمی کو عباسی خلیفہ معتصم کے پاس لایا گیا۔ اُس نے نبوت کا دعوا کیا تھا۔ خلیفہ نے کہا: تمہارا کیا معجزہ ہے؟ کہا: میں مردہ کو زندہ کرتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا: اگر تم یہ کام کر دیکھاؤ تو میں تم پر ایمان لے آؤں گا۔

کہا: ایک تیز دھار تلوار لاؤ۔ تلوار لائی گئی پھر بولا: ابھی میں تمہارے سامنے تمہارے ایک وزیر کی گردن کاٹوں گا۔ پھر اُسے زندہ کروں گا۔ خلیفہ نے کہا: بہت اچھا۔ پھر خلیفہ نے ایک وزیر کی طرف منہ کیا اور بولا: تم کیا کہتے ہو؟

وزیر نے کہا: اے خلیفہ! مرنے کیلئے اپنے آپ کو پیش کرنا بہت مشکل کام ہے۔ میں اُس سے کسی معجزے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ آپ گواہ رہنا کہ میں اُس پر ایمان لاتا ہوں۔

خلفیہ مسکرایا اور خوش ہو کر اُس وزیر کو انعام دیا۔ اور نبوت کے جھوٹے دعویدار کو پاگل خانے بھیج دیا۔

(لطائف طوائف، ص ۹۹)

۲۔ میر کمندی

میر کمندی بڑے پیٹ والا اور بہت مزاح کرنے والا آدمی تھا، وہ ہرات کا رہنے والا تھا۔ کھانے پینے میں بہت مشہور تھا۔ جب وہ بیمار ہو گیا تو زیادہ کھانا نہیں کھا سکتا تھا۔

ایک دن ایک درویش اُس کے پاس آیا اور بولا: تمہیں کونسا شعر پسند ہے اور کس شاعر کے شعر تمہیں زبانی یاد ہیں؟
کہا: مجھے مولانا کے اشعار بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں ساٹھ سال تک مثنوی اور اس کی غزل کے علاوہ نہ کوئی چیز پڑھی ہے اور نہ یاد کی ہے۔
درویش نے پوچھا: کتنے ہزار بیت شعر تمہیں زبانی یاد ہیں؟ کہا: پوری مثنوی اور دیوان شمس میں سے صرف ایک بیت شعر زبانی یاد ہے اور وہ یہ ہے کہ

کوہ بود نوالہ ام ، بحر بود ، پیالہ ام
ہر دو جہان چو لقمہ ای ، ہست درین دہان من

میرا نوالہ ایک پہاڑ کی مانند تھا، میرا پیالہ ایک دریا کی مانند تھا۔ ساری دنیا ایک لقمہ کی طرح میں منہ ہے۔
(لطائف طوائف، ص ۳۵۴)

۳۔ حضرت آدمؑ کے ماں باپ

انساب قریش کا مصنف زبیر (م ۲۵۵) عرب میں نسب شناس تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ سارے عرب کا حسب ونسب جانتا ہے۔
ایک دن بہت سے علما اور لوگوں کے درمیان کسی نے مذاق میں اُس سے پوچھا: تم جو ہر ایک کا حسب ونسب جانتے ہو یہ تو بتاؤ کہ حضرت آدمؑ کے ماں باپ کون تھے؟
کہنے لگا: حضرت آدمؑ کے والد کا نام مضار بن رجح تھا اور اُن کی والدہ کا نام صاعدہ بنت قرزام تھا۔ علما ہنسنے لگے، اور عوام بہت حیران ہوئے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا: یہ کیا تم نے حضرت آدمؑ کے ساتھ کن لوگوں کی نسبت دے دی؟ جواب میں بولا: میں نے سوچا کہیں عوام مجھے جاہل نہ سمجھیں اس لیے کوئی سے دو نام بول دوں۔
(لطائف طوائف، ص ۳۲۷)

۴۔ گرم کپڑے

ایک مسخرہ کسی عرب کے ساتھ سفر پر جا رہا تھا۔ راستے میں عرب پوچھنے لگا تمہارا نام کیا ہے؟ مسخرے نے جواب دیا: بارد۔ یعنی ٹھنڈا۔ وہ بولا: تمہاری کنیت کیا ہے؟ کہتا ہے: ابو جمد۔ یعنی برف کا باپ۔
عربی نے پوچھا: تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟ بولا: ابو الثلج۔ یعنی برف کا باپ۔ عربی نے کہا: ماں کا نام کیا ہے؟ وہ بولا: صریر۔ یعنی سخت سردی۔
عربی نے پوچھا: اس کی کنیت کیا ہے؟ مسخرے نے جواب دیا: ام الشتاء۔ یعنی سردیوں کی ماں۔ عربی نے کہا: تمہارا پیشہ

اور شغل کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: برف بیچتا ہوں۔ عربی نے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ اُس نے جواب دیا: برف خریدنے جارہا ہوں۔
عربی نے کہا: خدا کیلئے یہاں ٹھہرو میں گرم کپڑے پہن لوں۔ سردی کی وجہ سے میں کانپنے لگا ہوں۔ آگے چل کر کہیں میں ٹھنڈک سے مر نہ جاؤں۔

(لطائف طوائف، ص ۳۱۹)

۵۔ بڑے کان

ایک آدمی کے بڑے کان تھے۔ ہمیشہ اپنے غلام سے کہتا تھا کہ میں نے ایک حکیم سے سنا ہے کہ بڑے کان عمر کے طولانی ہونے پر دلیل ہیں اس لیے میری عمر لمبی ہے۔
قسمت کا کرنا ہوا کہ اُسے کسی مقدمے میں گرفتار کرلیا گیا اور مقدمے کے نتیجہ میں اُسے پھانسی کا حکم دے دیا گیا۔ جب اُسے تختہ دار پر لے جایا گیا۔
غلام روتا ہوا کہتا ہے: اے میرے مالک آپ ہمیشہ کہتے تھے کہ میری عمر لمبی ہے۔ اور بڑے کان لمبی عمر ہونے پر دلیل ہیں۔ لیکن اب یہ لوگ تمہیں ماردیں گے۔
اس کے مالک نے کہا: میں ٹھیک کہتا تھا۔ لیکن اگر کوئی اپنی موت مرے۔ اب یہ لوگ مجھے زبردستی قتل کرنا چاہتے ہیں۔
حاکم نے جب یہ گفتگو سنی تو اُس آدمی کو معاف کردیا۔

(لطائف طوائف، ص ۳۲۶)

باب نمبر 86

سبقت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ

نیکی کے کاموں میں سبقت حاصل کرو۔ (مائدہ/۴۸)

معصومؑ فرماتے ہیں:

سابقوا الی فعل الصالحات.

نیک کاموں کی انجام دہی میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ (غرر الحکم، ص ۱۸۱)

۱۔ صحابہ اور سواری کا مقابلہ

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: پیامبر خدا جب غزوہ تبوک سے واپس آ رہے تو آپؐ نے اپنے صحابہ کے درمیان سواری کا مقابلہ کروایا۔ اسامہ کو پیامبر اکرمؐ کی اونٹنی غضبا پر سوار تھے وہ مقابلہ جیت گئے۔

لوگوں نے کیونکہ پیامبرؐ کی اونٹنی مقابلہ جیتی تھی۔ نعرہ لگایا کہ پیامبر اکرمؐ جیت گئے ہیں۔ پیامبرؐ نے فرمایا: اسامہ آگے نکل گیا اور وہ جیت گیا ہے۔

پیامبرؐ کی یہ اس بات کی اشارہ تھا کہ سوار کا کام اہم ہے۔ سواری اہم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اچھی سواری کے باوجود اگر سوار اچھا نہ ہو تو اس سے کچھ نہیں بن پاتا۔

(تفسیر نمونہ ۹/۳۳۵)

۲۔ زور آزمائی

روم کے بادشاہ نے اپنے دو سپاہیوں کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ انہیں روم کے بہادر، مضبوط اور قد آور افراد میں سے نمونہ کے طور پر دکھانے کیلئے بھیجا۔ اُن سے کہا جا کر میرا پیغام دے دو کہ اگر ہم جیسے افراد تمہارے پاس ہیں تو ہم تمہارے کچھ قیدی چھوڑ دیں گے اور انعام بھی دیں گے۔ ورنہ تین سال کیلئے ہمارے ساتھ امن کا معاہدہ کر لو۔

جب وہ لوگ معاویہ کے پاس پہنچے تو معاویہ نے اپنے لوگوں کو کہا: کون ہے جو ان طاقتور رومی سپاہیوں کے مقابلے میں آئے؟ لوگوں نے کہا: محمد بن حنفیہ مقابلہ کر سکتا ہے۔ محمد حنفیہ کو لایا گیا۔ اُس نے رومی سپاہی سے کہا: یا تم بیٹھ جاؤ اور اپنا ہاتھ مجھے دو، یا میں بیٹھ جاتا ہوں اور اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں۔ ہم میں سے جو کوئی بیٹھے ہوئے آدمی کو گرا دے یا اٹھالے وہ جیت جائے گا۔

رومی طاقتور آدمی نے کہا: تم بیٹھ جاؤ! محمد بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ اُس رومی مرد کے ہاتھ میں رکھا اُس نے جتنی بھی کوشش کی محمد کو اپنی جگہ سے اٹھا نہ سکا۔

پھر محمد اٹھے اور رومی مرد بیٹھ گیا، اس مرتبہ محمد نے ایک جھٹکے میں اُس رومی مرد کو اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا۔ سب نے تصدیق کر دی کہ محمد اُس رومی مرد سے زیادہ طاقتور ہیں۔

پھر قیس بن سعد اپنی جگہ سے اٹھا اور لوگوں سے ہٹ کر اُس رومی کو اپنی شلوار دی تا کہ وہ پہن لے۔ جب اس نے قیس کی شلوار پہنی تو شلوار کے پائنچے زمین پر لگ رہے تھے اور اس کا کمر بند سینہ تک آ رہا تھا۔

رومی مردوں نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا، اور روم کے بادشاہ نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنا پڑا۔

(الغدیر ۳/۱۹۳)

۳۔ پوریا ولی

پوریا ولی اپنے زمانے کے کشتی کے مقابلے میں سب پر حاوی تھا۔ جب اصفہان آیا اور وہاں کے پہلوانوں کے ساتھ کشتی کی تو سب کو شکست دے دی۔

رسم یہ تھی کہ پہلوان بازو بند پر مہر لگاتے تھے جو اس بات کی دلیل ہوتی تھی کہ یہ سب سے بڑا پہلوان ہے۔ دار الحکومت کے پہلوان نے اُس پر مہر نہیں لگائی اور کہا: میں اس کے ساتھ کشتی کروں گا اگر اس نے مجھے زمین پر گرا دیا تو میں مہر لگاؤں گا۔

طے یہ پایا جمعہ کے دن عالی قاپو کے سب سے بڑے اور پرانے میدان میں سب جمع ہوں اور ان کی کشتی دیکھیں۔

میدان کے ایک کمرے میں پوریا ٹھہرا ہوا تھا۔ جمعہ کی رات کو ایک بوڑھی عورت حلوے کی تھالی لے کر لوگوں میں حلوا تقسیم کر رہی تھی اور کہتی تھی: حلوا کھاؤ اور دعا کرو خدا میری حاجت پوری کر دے۔ جب وہ پوریا کے پاس پہنچی اور اُس کو حلوا دیا تو پوریا نے پوچھا: تمہاری حاجت کیا ہے؟

کہتی ہے: کل میرے بیٹے نے جو دار الحکومت کا پہلوان ہے، ایک پہلوان کے ساتھ کشتی کرنی ہے، اُس کے بیوی، بچے، بھائی اور ماں ہیں، جن کا خرچہ اُس کے ذمے ہے اگر کشتی میں وہ زمین پر گر گیا تو اُس کی تنخواہ کم ہو جائے گی اور خرچے میں مشکل پیش آ جائے گی۔

اگلے دن سلطان اور سب لوگ مقابلہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے، دونوں پہلوانوں نے کشتی شروع کی۔ پوریا نے اُس کو

ایک حرکت دی دیکھا کہ وہ مقابلہ نہیں کرسکتا، لیکن اُسے، اُس کی ماں کی حاجت یاد آگئی جس نے کہا تھا: اگر وہ حاوی ہو گیا تو کچھ لوگوں کا خرچہ بند ہو جائے گا۔ تو اُس نے سوچا کہ میں کسی کا خرچہ بند نہیں کروں گا۔ اور اپنے نفس پر قابو پا کر اُس پہلوان کو اپنے اوپر حاوی ہونے دیا اور دار الحکومت کا پہلوان اُس کے سینے پر بیٹھ گیا۔

اُسی وقت خدا نے مکاشفے سے اُس کی آنکھوں سے پردے ہٹا دیے اور جو ہر کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا اُس کو دیکھا دیا اور وہ اللہ کے اولیا میں سے ہو گیا۔

(خزینۃ الجواہر، ص ۶۵۸)

۴۔ ہنر کا مقابلہ

پرانے زمانوں میں، چین اور روم کے لوگ پینٹنگ اور نقش و نگار بنانے میں شہرت رکھتے تھے اور اُن میں سے ہر کوئی خود کو دوسرے سے بہتر سمجھتا تھا۔ وقت کے بادشاہ نے، دونوں گروپ کو بلوا کر، دو آمنے سامنے کے محل میں اُن کو مجبور کیا کہ اپنے ہنر کی نمائش کریں تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون بہتر ہے۔

چینی ہنرمند روزانہ شاہ سے مختلف رنگ منگواتے تھے اور اُن کے ساتھ کام کرتے تھے لیکن رومی ہنرمند کچھ بھی نہیں مانگتے تھے۔

چینیوں نے بادشاہ کے محل کو نگارستان میں بدل دیا اور رومیوں نے محل کی دیواروں اور پتھروں کو دھو دھو کر اور رگڑ رگڑ کر شیشے کی طرح چمکا دیا۔

طے شدہ دن سلطان اور ہنرمند ماہر افراد دونوں کے کام کو دیکھنے اور جیت کا فیصلہ کرنے کیلئے مقابلہ کی جگہ پہنچے۔ چینیوں نے محل کو نگارستان بنا دیا تھا۔ رومیوں نے محل کو شیشے کی طرح بنا دیا تھا۔ ہر چیز اس میں سے منعکس ہو رہی تھی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ رومی کامیاب ہیں۔ کیونکہ اُن کا فن یہ تھا کہ بغیر رنگ کے اُنہوں نے چیزوں کو منعکس کر دیا تھا۔

اہل صیقل رستہ اند از بو و رنگ

ہر دمی بینند خوبی ، بر درنگ

صاف دل لوگ کسی جعل سازی کے بغیر اچھائی اور نیکی کا کام بغیر سوچے انجام دیتے ہیں۔

(داستانہائے مثنوی ۱/ ۶۷)

۵۔ خوش خطی کا مقابلہ

امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے بچپن میں خوش خطی کا مقابلہ کیا۔ دونوں کی لکھائی بہت عمدہ تھی۔ طے یہ ہوا کہ دونوں اپنی خوش خطی کا فیصلہ اپنی والدہ سے لیں گے۔ دونوں نے اپنی والدہ سے پوچھا: ہم میں سے کس کی لکھائی زیادہ اچھی ہے؟ والدہ نے فرمایا: اس کا

فیصلہ آپؑ کے بابا جان کریں گے۔ اُن کے پاس چلے جایئے۔ جب والد محترم کے پاس آئے تو اُنہوں نے اس لیے کہ دونوں شہزادہ نمبر کے بارے میں ناراض نہ ہوں۔ فرمایا: بہتر ہے اپنے نانا جان سے اس کے بارے میں پوچھیں۔

جب پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے تو پیامبر خداؐ نے فرمایا: بہتر ہے خدا کے مقرب فرشتے جناب جبرائیلؑ سے پوچھتے ہیں۔ لہذا جناب جبرائیلؑ سے پوچھا گیا۔ جناب جبرائیلؑ نے اپنی عاجزی ظاہر کرتے ہوئے عرض کی: جناب اسرافیلؑ اس کا فیصلہ کریں گے۔

جناب اسرافیلؑ نے رائے دی کہ بہتر ہے خداوند تعالیٰ سے دریافت کیا جائے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اس کا فیصلہ بچوں کی والدہ کریں۔ جب والدہ محترمہ نے یہ بات سنی تو اپنا موتیوں کا ہار کھول کر رکھا اور اُس کے دانے برابر برابر تقسیم کرنا شروع کیے۔ آخر میں بالکل برابر دانے دونوں شہزادوں کے حصے میں آئے۔ جس کی وجہ سے اس مقابلے کا نتیجہ برابر قرار دیا گیا۔ دونوں شہزادے اور سب لوگ خوش ہو گئے۔

(بحارالانوار ۴۳/۳۰۹)

باب نمبر 87

تمسخر کرنا (مذاق اڑانا)

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ وَاِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِيۡنَ

قیامت کے دن نفس کہیں گے ہم پر افسوس ہے کہ ہم نے خدا کی اطاعت کرنے میں کوتاہی برتی اور آیات الٰہی کا تمسخر کیا۔ (زمر/۵۶)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا يطمئن المستهزي بالناس في صدق المودة.

جو لوگوں کا مذاق اڑاتا ہے اس کے ساتھ دوستی قابل اعتبار نہیں ہے۔ (بحارالانوار ۷۵/ ۱۴۴)

ا۔ زقوم

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ

کیا جنت میں جانا اور کامیابی بہتر ہے یا جہنم کا درخت زقوم کا حاصل کرنا اچھا ہے۔ جس درخت کے پتے اور پھل اپنی برائی اور ہولناکی میں بدشکل سانپوں کے سر کی طرح ہیں۔ جہنمی لوگ اس درخت سے کھائیں گے اور اپنے شکموں کو پُر کریں گے۔

(صافات/ ۶۳ تا ۶۹)

امت کا فرعون ابو جہل کہتا ہے: ایسا درخت ہماری زمین پر نہیں اُگتا۔ تم میں سے کون زقوم کا معنی جانتا ہے؟ وہ بیٹھا افریقہ کا ایک آدمی اُٹھا اور اُس نے کہا: ہماری لغت میں زقوم مکھن اور کھجور کو کہتے ہیں۔

ابو جہل نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: او کنیز کچھ کھجور اور مکھن لاؤ تا کہ زقوم کریں۔ وہ کھاتے رہے اور تمسخر کرتے رہے کہ محمد (ص) ہمیں آخرت میں اِن چیزوں سے ڈراتے ہیں۔ بس پھر مذکورہ بالا آیات نازل ہوئیں کہ زقوم ایک ایسا درخت ہے جو جہنم میں اُگتا ہے، اُس کا ذائقہ انتہائی ناگوار ہے۔ جہنمی لوگ جب اُس سے کھائیں گے تو اُن کی پیاس بھڑک جائے گی۔ پھر جہنم کا کھولتا ہوا پانی اُنہیں پینے کو دیا جائے گا۔ جسے وہ پئیں گے اور بدکار لوگوں کیلئے ایک عذاب ہے۔

(داستانہائے تفسیر نمونہ، ص ۵۳۔ تفسیر فیض الاسلام، ص ۱۱۸۶)

۲۔ تمسخر کا نتیجہ

ابوزمعہ اور اس کے ساتھی مذاق اڑانے اور تحقیر کرنے کی نیت سے پیامبر اکرمؐ کو آنکھیں مارا کرتے تھے۔ پیامبر خداؐ کی نصیحتوں اور باتوں سے اُن پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ بالآخر پیامبر خداؐ نے اُن پر نفرین کی۔

ایک دن ابوزمعہ درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا کہ حضرت جبرائیلؑ نے اُس درخت کے پتوں اور کانٹوں کے ذریعے ابوزمعہ کی آنکھوں پر اتنا مارا کہ وہ اندھا ہو گیا۔

حکم بن ابی العاص وہ شخص تھا جو پیامبر اکرمؐ کے چلنے کے انداز کو بگاڑ کر چلتا تھا اور تمسخر کیا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ خوب ہنستے اور مذاق اڑاتے تھے۔

ایک دن پیامبر خداؐ نے فرمایا: ایسے ہی ہو جاؤ۔ اُس دن سے اُس کے ہاتھ پاؤں میں رعشہ جاری ہو گیا اور وہ چلنے پھرنے میں مشکل کا شکار ہو گیا۔ ہمیشہ بہت زیادہ ہل ہل کر چلتا تھا۔ پھر کبھی ٹھیک نہ ہو سکا۔ (اور خود لوگوں کی نظروں میں ایک مذاق بن گیا۔)

(الغدیر، ۲/۱۶۰)

۳۔ کشتی اور تمسخر

حضرت نوحؑ خداوند کے حکم سے کشتی بنانے میں مصروف ہو گئے۔ تاکہ عذاب طوفان کے وقت وہ اور اُن کے پیروکار مومن اُس پر سوار ہو کر نجات حاصل کر پائیں۔

کافر لوگ حضرت نوحؑ کے پاس آتے، جب تین منزلہ کشتی کو خشک جگہ پر دیکھتے تو اُن کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ایک کہتا کہ اس جگہ نہ کوئی کنواں ہے نہ کوئی اور پانی کی جگہ ہے جہاں تم کشتی بنا رہے ہو۔ یہ نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرا کہتا: او بوڑھے! اس کشتی پر بیٹھ جاؤ اور جلدی سے یہاں سے چلے جاؤ۔

تیسرا کہتا: اس کشتی کے بال و پر بھی بناؤ۔

چوتھا شخص بولتا: دیکھو دیکھو یہ جو تم نے کشتی کا پچھلا حصہ بنایا ہے، یہ ٹیڑھا ہے۔

پھر پانچواں آدمی بولتا: کیا تم اپنی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے ہو؟!!

ایک اور کہتا: تم بے کار ہو، تمہیں کوئی اور کام نہیں ہے کیا۔

ایک کہتا: پیغمبری کے بعد اب یہ بڑھئی بن گیا ہے۔

حضرت نوحؑ نے اُن کے تمسخر اور تحقیر کرنے کی بالکل پروا نہ کی اور کشتی بنانے کے کام کو آگے بڑھاتے رہے۔ اُن کے جواب میں صرف یہی کہتے کہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے بنا رہا ہوں۔ اگر آج تم لوگ ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو ایک دن آئے گا جب ہم بھی تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ جلد ہی تم لوگ جان جاؤ گے عذاب اور ذلت ہم میں سے کس کے پیچھے آتی ہے۔

پھر خداوند کے حکم سے زمین میں سے پانی اُبلنا شروع ہوا اور کشتی والوں نے نجات حاصل کی۔ تمسخر و تحقیر کرنے والے ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کا شکار ہو گئے۔

(تاریخ انبیاء ۱/ ۵۵)

۴۔ تمسخر کا نتیجہ

مرحوم نراقی کہتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ ہندوستان کے کسی علاقے میں ایک غیر مسلم بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا۔ اس کا ایک وزیر تھا جس کے اختیار میں تمام مملکت کے امور تھے۔ کوئی اس وزیر کی مخالفت کرنے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔ وزیر بہت متعصب تھا۔ دل میں اپنے غیر مذہب لوگوں سے نفرت اور عداوت رکھتا تھا۔

بادشاہ کسی سفر پر چلا گیا۔ اور وزیر عارضی طور پر بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اُس نے ایک مسخرے کو بلایا اور کہا کہ علی ابن ابی طالبؑ کی نقل اتارو۔ اس نے بہت انکار کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ پھر اس نے کچھ مہلت طلب کی۔ کہا: کل میں علیؑ کی نقل کروں گا۔

دوسرے دن وہ مسخرہ عربی لباس پہن کر اور مصری تلوار حمائل کر کے وزیر کے پاس پہنچا اور کہتا ہے کہ خدا، اس کے رسول اور میری خلافت وولایت کا اقرار کرو۔ وزیر نے یہ دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔ مسخرے نے کہا: اب اس ہنسی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اقرار کرو ورنہ تمہیں میں قتل کر دوں گا اور واصل جہنم کر دوں گا۔ مسخرہ بار بار وزیر کے قریب جاتا اور بات کا تکرار کرتا۔ وزیر کا ہنسی سے برا حال ہو رہا تھا۔ وزیر کہتا میں ایسا نہیں کروں گا۔

مسخرے نے ان جملات کا چند بار تکرار کیا، جب وزیر نے اقرار نہ کیا تو کہا میں تمہیں اس تلوار سے قتل کر دوں گا۔ اور پھر اچانک وزیر کے قریب ہوا اور تلوار سے اُس کی گردن اڑا دی۔ اور وہاں سے فرار ہو گیا۔

بادشاہ کو سفر کے دوران اس واقعہ کی خبر دی گئی، بادشاہ واپس آ گیا اور اُس نے مسخرے کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ لیکن جتنی بھی کوشش کی گئی مسخرہ نہ ملا۔

بادشاہ نے کہا: منادی کروا دو کہ اگر مسخرہ خود آ جائے گا تو اُسے امان دی جائے گی۔ وہ مسخرہ بادشاہ کے حضور پیش ہو گیا۔ اس نے وزیر کی دوسرے مذاہب کے ساتھ نفرت اور عداوت کا ذکر کیا۔ پھر سارے واقعے کو اور وزیر کے اصرار کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

مسخرے نے کہا: وزیر کہتا تھا کہ علی ابن ابی طالبؑ کے کردار کی نقل کروں۔ تو علیؑ کا کام تو یہی تھا کہ جو خدا، اُس کے رسول اور علیؑ کی ولایت کا انکار کرتا۔ علیؑ اُسے قتل کر دیتے۔ میں نے بھی یہی کام کیا ہے۔ تلوار سے اس کی گردن اڑا دی ہے۔ پس بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ آزاد ہے اُسے چھوڑ دیا جائے۔ (ریاض زاہدی، ص ۱۴)

۵۔ اپنے آپ کو تمسخر کرو

بنی عباس کی خلافت کے زمانے میں شہر بغداد میں کسی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور خود کو نبی جیسا بنانے کی اداکاری کرنے لگے۔

جب یہ خبر خلیفہ تک پہنچی تو خلیفہ نے اُسے پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو خلیفہ نے کہا: اپنے آپ کو تمسخر کرو۔ کیونکہ ختم المرسلینؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جناب جبرائیلؑ کسی پر نازل نہیں ہونگے۔ اچھا اگر تم سچ کہتے ہو تو بتاؤ تمہارا معجزہ کیا ہے؟

جھوٹے نبی نے جواب دیا: جناب جبرائیلؑ ہر تین دن میں ایک مرتبہ میرے اوپر نازل ہوتے ہیں۔ میرے جسم میں مشک کی خوشبو پھوٹتے ہیں۔ اُس نے سن رکھا تھا کہ انبیاء عطریات لگایا کرتے تھے۔ اس لیے اپنے آپ کو خوب عطریات سے معطر کیے رکھتا تھا۔

خلیفہ نے حکم دیا کہ اُسے میرے خاص باورچی خانے میں لے جاؤ۔ زعفرانی کھانے کھلاؤ، اچھا گوشت کھلاؤ، بہترین شربت پیلاؤ۔ اُسے خوب کھلاؤ پیلاؤ۔

چند دن بعد جب خیلفہ نے پھر اُسے بلایا اور پوچھا: کیا اب بھی جبرائیل تم پر نازل ہوتے ہیں؟ کہنے لگا: پہلے تین دن میں ایک مرتبہ نازل ہوتے تھے اب ہر روز تین مرتبہ نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہیں رہو۔ تمہاری ڈیوٹی یہیں لگائی گئی ہے، ایسی جگہ پھر کہیں نہ ملے گی۔

خلیفہ نے حکم دیا اس جھوٹے نبی کو یہاں سے دھکے دے کر نکال دو۔ یہ کھانے پینے کیلئے نبی بنا ہے، اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔

(لطائف طوائف، ص ۳۱۵)

باب نمبر 88

مشورہ

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ

(مومن وہ لوگ ہیں) جو آپس میں مشورہ کیا کرتے ہیں۔ (شوریٰ/۳۸)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

شاور ذوی العقول تأمن الزلل والندم۔

عقلمندوں کے ساتھ مشورہ کرو تا کہ لغزش اور پشیمانی سے بچ جاؤ۔ (غرر الحکم ۱/۵۸۷)

ا۔ لوگوں کی زبانی

حسن بن جہم کہتا ہے: ایک دن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔ آپؑ نے اپنے والد گرامی امام کاظم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اُن جیسا کوئی عاقل نہ تھا، اُن کی سمجھ بوجھ سب سے زیادہ تھی اس کے باوجود اپنے سوڈانی غلام کے ساتھ مشورہ کیا کرتے تھے۔ میں نے عرض کی: کیا آپ بھی ایسے لوگوں سے مشورہ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا: بالکل ایسا ہی ہے، کیا معلوم کہ حق تعالیٰ، حق بات کو اور وہ جو ہم چاہتے ہیں، اُس کی زبان سے جاری کروا دے۔

(وسائل الشیعہ ۸/۴۲۸)

۲۔ بدر کی طرف

ہجرت کے دوسرے سال ابوسفیان کی قیادت میں ایک تجارتی کاروان شام سے مکہ واپس جا رہا تھا۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے پہلے مسلمانوں کے مال و اسباب کو لوٹا تھا۔

پیامبر خداؐ نے حکم دیا کہ انصار و مہاجرین میں سے ۳۱۳ افراد قریش کے مسلمانوں کے مال و اسباب کا حساب لینے کیلئے مدینے سے وہاں جائیں۔

اُدھر سے جب مکہ سے کفار و مشرکین کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ بھی اپنے کاروان کی حفاظت کے لیے مکہ سے ایک بڑے

جتھے کے ساتھ مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔

بدر کے قریب مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع ملی کہ مکہ سے کفار و مشرکین کا ایک بڑا جتھا اس طرف کو چل چکا ہے۔ پیامبر اکرمؐ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔

پہلے ابوبکر نے اپنی رائے دی پھر عمر ابن خطاب نے کفار کے ساتھ جنگ کے بارے اپنی رائے دی۔ اور پھر مقداد بن عمرو اٹھا اور بولا:

یا رسول اللہؐ! خدا کے حکم کی بجا آوری کیلئے ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپؐ سے وہ کچھ نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے اپنے پیامبر سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا خدا جنگ کے لیے جاؤ اور ہم یہیں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ (مائدہ/ ۲۴) اس کی قسم جس نے آپ کو برحق بھیجا ہے، اگر آپ ہمیں برک الغماد (مکہ سے یمن کی طرف کا ساحل ہے جس کا سفر پانچ دن رات کا ہے۔) جانے کا کہیں، آپ ہمیں اپنے ہمراہ پائیں گے۔

پیامبر خداؐ نے اُن کیلئے خیر کی دعا کی پھر فرمایا: اے انصار کے لوگو! آپ بھی اپنی رائے دو۔

سعد بن معاذ اٹھے اور بولے: میں انصار کی طرف سے کہتا ہوں کہ ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں، آپؐ کے حکم کے تابع ہیں۔ خدا کی قسم اگر آپ سمندر کو پار کرنے کیلئے اُس میں اُتریں تو ہم آپؐ کے ساتھ اُتریں گے۔ حتیٰ ہم میں سے ایک بھی باقی رہ جائے، وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ اس گفتگو کے بعد پیامبر خداؐ نے فرمایا: برکت الٰہی کی پناہ میں آگے بڑھو کہ خداوند نے فتح و کامرانی کا مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ خدا کی قسم میں ابھی سے ان کفار و مشرکین کی قتل گاہوں کو بدر میں دیکھ رہا ہوں۔

(مغازی واقدی ۱/ ۳۶)

۳۔ دھمکی اور مقابلہ

چوتھا عباسی خلیفہ ہادی (م ۱۷۰) جب خلافت پر تخت نشین ہوا۔ اُس نے ارادہ کیا کہ ساتویں امامؑ کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ اُس نے تاکید کے ساتھ حکم دیا کہ امام کو زندہ نہ چھوڑیں۔

علی بن یقطین اس بات سے مطلع ہو گیا۔ اُس نے خفیہ طور پر ایک خط کے ذریعے امام کو سارے معاملے کی خبر دی۔ خط موصول ہونے کے بعد امامؑ نے اپنے گھر والوں سے اپنے شیعوں سے اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اُن کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

(ما تُشیرون فی هذا)

اُنھوں نے اپنی رائے دی کہ ہر حال میں وہ امامؑ کی اطاعت کو اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ صرف اس بات کی طرف توجہ رہنی چاہیے کہ خلیفہ کے ہاتھ کوئی بہانہ نہ لگ جائے۔ (سیرہ نبوی ۲/ ۲۵۷)

۴۔ مدینہ کا دفاع

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد تیسرے سال ہجری میں کفار قریش نے فیصلہ کیا کہ ۳۰۰۰ افراد کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ اس غرض سے پانچ شوال جمعرات کے دن کوہ احد کے میدان میں پہنچے۔

پیامبر خداؐ نے جمعہ کے دن مشورت کیلئے سپاہیوں کی میٹنگ بلائی۔ دفاع کیلئے اپنے ساتھیوں سے رائے دہی چاہی۔ فرمایا: اُشیر والی، مدینہ شہر کے دفاع کیلئے اپنی اپنی رائے بیان کریں۔

عبداللہ بن ابی جو مدینہ کے منافقوں کا سردار تھا بولا کہ مسلمان شہر میں رہ کر دفاع کریں۔ عورتیں چھتوں پر چڑھ جائیں۔ اور دشمن پر پتھر ماریں۔ مرد حضرات گلی کوچوں میں تن بہ تن دفاع کریں۔

بوڑھے لوگ اس رائے کی حمایت کر رہے تھے اور نوجوان اس رائے کے سخت مخالف تھے۔

سید الشہداء حمزہ نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے قرآن پاک کو نازل فرمایا ہے، آج میں کھانا نہ کھاؤں گا جب تک شہر سے باہر دشمن سے جنگ نہ کروں۔ پیامبر خداؐ نے سب کی رائے سننے کے بعد شہر سے باہر جا کر دفاع کرنے کو قبول کرتے ہوئے، زرہ پہنی، تلوار کو کمر سے باندھا، سپر کو پشت پر رکھا، کمان کو کندھے پر آویزاں کیا، نیزہ ہاتھ میں لیا اور شہر سے باہر جانے کیلئے چلے۔ جو لوگ دوسری رائے رکھتے تھے اُن سے فرمایا: جب پیامبر زرہ پہن لیں تو شائستہ نہیں ہے کہ اُسے اتار دیں جب تک دشمن سے جنگ نہ کریں۔

(فروغ ابدیت ۲/۷ ۳)

۵۔ جنگ صفین اور اکثریت کی رائے

جب معاویہ نے امیر المومنینؑ کی بیعت سے انکار کیا۔ اسلامی مملکت کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا تو امامؑ نے خط و کتابت کے ذریعے کوشش کی کہ اُسے مخالفت سے باز رکھیں اور اس بات پر راضی کریں کہ وہ ہٹ جائے۔

معاویہ بھی کسی صورت تسلیم ہونے کو تیار نہ تھا۔ بار بار جنگ کا اشارہ دیتا تھا۔ امیر المومنینؑ نے انصار و مہاجرین کو ایک جلسہ عام کیلئے بلایا۔ معاویہ کے ساتھ جنگ کے مسئلے کو اُن کے سامنے رکھا اور مشورت کی۔ اُن سے چاہا کہ اپنی رائے بتائیں۔

ہر ایک نے تفصیل کے ساتھ بات کی۔ اکثریت کی رائے یہ تھی کہ معاویہ کے ساتھ جنگ کی جائے۔ کچھ لوگوں کی نظریہ تھی کہ خط و کتابت ہی کے ذریعے سیاسی تدبیر اور حکمت عملی کے ساتھ مسئلہ کو آپس میں حل کیا جائے۔ لیکن اکثریت کی رائے کے سامنے اُن کی ایک نہ چلی۔

امامؑ نے اکثریت کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اُن کی رائے کو قبول کیا۔ امامؑ نے اپنے تمام علاقوں کے نمائندوں کے نام خط لکھے اور انہیں معاویہ کے ساتھ جنگ کی دعوت دی اور اُن سے جنگ میں تعاون کیلئے کہا۔ اس کے بعد صفین کی طرف لشکر لے کر چل دیے۔ (فروغ ابدیت ۲/ ۲۳۹ تا ۲۴۶)

باب نمبر 89

مکافات عمل

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝

جوکوئی عمل صالح انجام دیتا ہے۔ اس کا فائدہ خود اسے ہی ہے۔ جوکوئی برا عمل انجام دیتا ہے اس کی برائی خود اس کیلئے ہے۔ خدا تعالیٰ ہرگز بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ (فصلت/۴۶)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

عادة اللئام المكافاة بالقبيح عن الاحسان.

پست لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ احسان کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔ (غرر الحکم ۲/۳۸۶)

ا۔ بادشاہ کی نظر میں

شاہ عباس اول کا ایک وزیر میرزا حبیب اللہ تھا۔ وہ سادات میں سے تھا۔ بادشاہ اُس کا بہت احترام کیا کرتا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے کہا: جب بھی تمہیں دیکھتا ہوں، ایسا لگتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ لیکن تمہاری ایک عادت ہے کہ اگر اُسے چھوڑ دو تو بہتر ہے ورنہ تم نقصان اٹھاؤ گے۔

میرزا نے کہا: کون سی عادت ہے؟ بادشاہ نے کہا: مجھ سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں سے جب بھی کوئی تم سے کوئی چیز چاہتا ہے تم اس کے جواب میں کبھی انکار نہیں کرتے ہو۔ بہتر ہے کہ انکار کر دیا کرو۔ میرزا نے کہا: ٹھیک ہے آئندہ ایسا ہی ہوگا۔

میرزا جب شاہ کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا، درباریوں میں سے ایک نے اُسے ایک کاغذ دیا تا کہ وہ اُس پر دستخط کر دے۔ میرزا نے کاغذ لیا اور اُس پر اپنی مہر لگا دی۔ قریب ہی سے ایک آدمی جو کہ اُن کے ہمراہ شاہ کی محفل میں موجود تھا، اس نے کہا: ابھی تو آپ نے شاہ سے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ آپ ایسا کام نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے وہی کام انجام دیا ہے۔

میرزا نے جواب دیا: چپ رہو۔ جس کسی نے مجھے بادشاہ کی نظروں میں امام زین العابدینؑ بنایا ہے۔ انہی درباریوں میں سے کوئی ہے۔ اگر میں ان کی درخواستوں کو قبول نہ کروں تو کل یہی لوگ مجھے بادشاہ کے سامنے شمر بن ذی الجوشن قاتل امام حسینؑ سے بھی

بدتر بنادیں گے۔

ہر چہ کشتی در جہان از نیک و بد

حاصلش بینی بہ ہنگام درو

اس دنیا میں جو بھی اچھا یا برا بویائی کرو گے اُس کا نتیجہ کٹائی کے وقت معلوم ہوگا۔

(کیفر کردار ا/۲۵۶)

۲۔ضمیر کی آواز

کلووا یٹرلی امریکی پائیلٹ ہے جس نے ۱۹۴۰ میں جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی بنب گرائے تھے۔اُسی سال(۱۹۴۰) میں ۲۳ نومبر سے غائب ہوگیا تھا۔

وہ اس واقعہ سے کچھ پہلے ہی نیم پاگل سا ہوگیا تھا۔ جنگ کے بعد جب اس واقعہ میں مرنے والوں اور متاثر ہونے والوں کے اعداد و شمار سامنے آئے تو وہ روحانی طور پر سخت پریشان ہوگیا۔ وہ اکثر اپنے ہوش و حواس میں نہیں رہتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس نقصان کا ذمہ دار کہا کرتا تھا۔

ڈاکٹروں کی بھرپور کوشش کے باوجود وہ شفایاب نہ ہوسکا تھا۔اُسے مجبوراً پاگل خانے کے ہسپتال میں داخل کروادیا گیا تھا۔ کچھ عرصے بعد جب وہ وہاں سے چلا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اُس کی حالت پھر سے خراب ہوگئی ہے۔ امریکہ کی پولیس نے اعلان کیا اور عوام سے درخواست کی کہ اس سابقہ پائیلٹ کو گرفتار کرنے میں مدد کی جائے۔ کیونکہ ڈاکٹروں کے مطابق وہ نفسیاتی طور پر بیمار ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ وہ کوئی خطرناک کام انجام دے۔ اور امن عامہ کو کسی خطرے سے دو چار کردے۔

وہ اکثر یہ جملہ کہا کرتا تھا کہ میں ڈیڑھ لاکھ لوگوں کا قاتل ہوں اور اس گناہ عظیم پر میں اپنے آپ کو معاف نہیں کروں گا۔

(روزنامہ اطلاعات ۷۷ ۱۰۳ و ۱۰۳۹۲)

۳۔مسخ شدہ دل

حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی تھا جس نے بہت گناہ انجام دیے تھے۔ ہمیشہ کہتا تھا: خدا مجھے سزا کیوں نہیں دیتا بلکہ مجھ پر اپنا رحم و کرم جاری رکھے ہوئے ہے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ سے فرمایا: اُس آدمی سے کہہ دیں کہ تمہارے برے اعمال کے مکافات نے تمہیں اپنے پنجے میں جکڑ لیا ہے۔ تمہارا دل مسخ ہو چکا ہے اس پر زنگ لگ چکا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کوئی بدبختی ہے کہ تمہارا دل اچھائی برائی کو نہیں سمجھتا اور معنویت کو درک نہیں کرسکتا۔

حضرت شعیبؑ نے حق تعالیٰ کا پیغام اس تک پہنچا دیا۔ اس آدمی نے کہا: تو پھر کیفر کردار کی کیا علامت ہے جو

میرے اندر رہو؟

خدا تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ سے فرمایا: میں رازوں پر پردہ ڈالنے والا ہوں۔ لیکن اُن میں سے ایک کو بیان کرتا ہوں۔ وہ جو مکافات عمل میں گرفتار ہے اور اس کی طرف متوجہ نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ کسی بھی عبادت میں اسے لذت محسوس نہیں ہوتی۔ اور اس کے اعمال کا باطن خالی اخروٹ کی طرح ہے۔

جب حضرت شعیبؑ نے یہ باریک نکتہ اس گناہگار آدمی کو بتایا۔ وہ بہت ناراض ہوا اور اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔

چون شعیب این نکتہ ھا بر وی بخواند
از تفکر ہمچو خر در گل بماند

حضرت شعیب نے جب یہ نکتہ اسے بتایا تو وہ ایسے ہو گیا جیسے کوئی گدھا کسی کیچڑ میں پھنس گیا ہو۔

(داستانھائے مثنوی ۲/۳۱)

۴۔ ان پڑھ طبیب

الحاج میرزا خلیل رازی تہرانی نامی گرامی اور ماہر طبیب تھے۔ وہ اپنے علم طب کے بارے میں کہتے ہیں:

میں نے علم طب کے بارے کوئی علم حاصل نہیں کیا۔ مجھے اس میں کوئی مہارت نہ تھی۔ خدا تعالیٰ نے مجھے میرے بعض نیک اعمال کے نتیجے میں یہ علم طب عطا فرمایا ہے۔

جوانی کے دنوں میں مدرسہ دارالشفا قم جو کہ مدرسہ فیضیہ کے قریب ہے، وہاں میں نے رہائش اختیار کی۔ بہت مہنگائی کا زمانہ تھا، اُن دنوں کھانے پینے کی چیزیں بھی وافر مقدار میں دستیاب نہ تھیں۔ کیونکہ ایران کی حکومت اور روس کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی۔ ایران نے روسی فوج کے بہت سے قیدی پکڑ کر کئی ایک شہروں میں قید کر رکھے تھے۔

ایک دن ایک روٹی بڑی مشکل سے تلاش کرنے کے بعد مدرسہ کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں ایک نصرانی عورت جو کہ اسیر کی گئی تھی، کو دیکھا، اس کی گود میں ایک بچہ تھا۔ شدت بھوک کی وجہ سے اُس کا رنگ زرد پڑ رہا تھا۔

اُس نے مجھ سے کہا: تم مسلمان رحم نہیں کرتے۔ ہمیں قیدی بنا لیا ہے اور پھر بھوکے یہاں چھوڑ دیا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہوا، میرا دل نرم پڑ گیا۔ وہ روٹی اُسے دے دی، میں خالی ہاتھ مدرسہ میں آ گیا۔ اس دن اور رات میں بھوکا رہا۔

رات دیر وقت میں ایک شخص میرے کمرے کے دروازے پر آیا اور بولا: میری والدہ بہت بیمار ہے اگر تمہیں کسی ڈاکٹر کا پتہ ہے تو مجھے بتاؤ۔ اچانک میری زبان سے ایک جملہ نکلا کہ اگر فلانی چیز کو کھالے تو ٹھیک ہو جائے گی۔ اُس نے خیال کیا کہ میں کوئی ڈاکٹر ہوں۔

وہ چلا گیا اور وہ دوائی تلاش کر کے اپنی والدہ کو دی۔ اس کی وجہ سے وہ صحت یاب ہو گئی۔ پھر کچھ دیر بعد وہ شخص آیا

اور کچھ رقم مجھے دی۔ ساتھ ہی کھانے کیلئے کئی قسم کی چیزیں لے آیا۔ بہت شکریہ ادا کرنے لگا اور کہا: میری والدہ آپ کی دوا سے شفایاب ہوگئی ہیں۔

اگلے دن اُس عورت کی بیماری اور اُس کا صحت یاب ہونے کا واقعہ ہر زبان پر جاری تھا۔ اس کے بعد بہت سے بیمار میرے پاس آنے لگے۔ میں بغیر اس کے کہ اس علم کے بارے میں کچھ جانتا تھا، کوئی دوائی بتا دیتا۔ وہ دوائی ایسی موثر ہوتی کہ بیمار بہت جلد شفا یاب ہو جاتے۔

پھر میں نے کچھ علم طب کی کتابیں پڑھیں۔ میں تہران واپس آ گیا۔ میرا نام علم طب کے مشہور لوگوں میں شمار کیا جانے لگا۔

یہ سب اُس قیدی نصرانی عورت کو ایک روٹی اللہ کی راہ میں دینے کی وجہ سے ہوا۔

(فوائد الرضویہ، ص ۲۹۳)

۵۔ دنیا میں مکافات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک ظالم حکمران رہتا تھا۔ وہیں ایک نیک صالح مرد بھی زندگی کرتا تھا۔ ایک مومن آدمی، صالح مرد کے پاس آیا اور حاکم سے کسی کام کے سلسلے میں سفارش کرنے کو کہا۔ وہ حاکم کے پاس گیا اور آدمی کے سلسلے میں سفارش کی۔ حاکم نے سفارش قبول کر لی اور اس کا کام کر دیا۔ مومن آدمی کی ضرورت پوری ہوگئی۔

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ظالم حاکم اور وہ نیک و صالح شخص ایک ہی دن مر گئے۔ بہت سے لوگ جمع ہوئے اور حاکم کے جنازے کو شان و شوکت کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا۔ لیکن نیک شخص کے جنازے کو بھول گئے۔

تین دن کے بعد دیکھا کہ اُس کے چہرے پر مچھر، مکھی بیٹھے ہیں اور کیڑے پڑ گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو خدا کی بارگاہ میں عرض کی: خدایا! ظالم حاکم کا جنازہ کس شان و شوکت کے ساتھ اٹھا اور سپرد خاک کیا گیا۔ لیکن تیرے اس صالح بندے کا جنازہ اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں زمین پر گرا پڑا ہے؟

خداوند تعالیٰ نے فرمایا:

کیونکہ اس میرے بندے نے ظالم حاکم سے درخواست کی تھی جسے حاکم نے پورا کر دیا تھا۔ اس لیے حاکم کو اُس کے عمل کی جزا دنیا میں دی، جو اُس کا جنازہ شان و شوکت سے دفن ہوا۔ اور حشرات الارض کا اس صالح بندے کے چہرے پر رینگنا اس لیے ہے کہ اس نے ظالم حاکم سے درخواست کیوں کی تھی۔ (اس عمل کی سزا اسی دنیا میں دی گئی ہے۔)

(بحار الانوار ۷۵ / ۳۷۳)

باب نمبر 90

منافق

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

جب منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ کہتے تھے کہ اللہ اور اس کا رسول ہم سے سوائے جھوٹ کے کوئی وعدہ نہیں کرتے۔ (احزاب/ ۱۲)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

المنافق لسانہ یسر وقلبہ یضر۔

منافق کی زبان خوش کرنے والی لیکن دل نقصان پہنچانے والا ہوتا ہے۔ (غرر الحکم ۲ /۵۱۵)

ا۔ سازش ناکام

نو ہجری میں غزوہ تبوک کے واقعہ میں پیامبر اکرمؐ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ منافقین نے اس بات کو موضوع بنالیا۔ ہر جگہ یہ کہنے لگے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ پیامبر ہمیں تو غیب کی خبریں دیتے ہیں لیکن آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اُن کی اونٹنی کہاں ہے؟ اپنی ان باتوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں شک پیدا کر رہے تھے تاکہ دین اسلام پر حملہ کریں۔

جناب جبرائیلؑ منجانب خداوند پیامبر اکرمؐ پر نازل ہوئے اور عرض کی: آپ کی اونٹنی فلاں درّے میں موجود ہے۔ وہاں موجود ایک درخت کے ساتھ اُس کی لگام بندھی ہوئی ہیں۔

رسولخداؐ نے نماز جماعت کا اعلان کیا۔ سب مسلمان جمع ہو گئے۔ پھر فرمایا: اے لوگو! میری اونٹنی فلاں درّے میں موجود ہے اور اُس کی لگام وہاں موجود درخت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ جائیں اور اُسے لے کر آئیں۔

کچھ لوگ گئے اور اُسی طرح جس طرح پیامبر اکرمؐ نے فرمایا تھا۔ اونٹنی کو اُسی حالت میں پایا اور اُسے لے آئے۔ یوں منافقین کی سازش ناکام ہوگئی۔ (حکایتہائے شنیدنی ۵ /۱۱۷)

۲۔ شبث بن ربعی

شبث بن ربعی وہ شخص تھا جو پیامبر اکرمؐ کے زمانے میں تھا۔ پھر وہ جھوٹے نبی سجاح کے ساتھ مل گیا اور اُس کا مؤذن بن گیا لیکن پھر دوبارہ اسلام کی طرف پلٹ آیا۔ جنگ صفین کے دوران وہ امام علیؑ کا مخالف ہو گیا اور خوارج کے ساتھ مل گیا۔ لیکن پھر توبہ کر کے واپس آ گیا۔

امام حسینؑ نے جب یزید کی بیعت نہ کی اور مکہ تشریف لے گئے۔ کوفہ کے لوگوں نے ۱۲۰۰۰ خط امامؑ کیلئے لکھے۔ اُن کے درمیان شبث بن ربعی بھی تھا۔ جس نے دوسرے کوفہ کے پانچ سرداروں کے ساتھ مل کر اس مضمون کے ساتھ خط لکھا:

صحرا سرسبز ہو گئے ہیں، پھل پک گئے ہیں، اگر آپؑ کوفہ کی طرف تشریف لائیں تو آپؑ کے لشکر آمادہ اور حاضر ہیں۔ دن رات آپؑ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں۔ (رمز المصیبۃ ۱/ ۱۷۸)

جب امام حسینؑ دو محرم کو کربلا کی زمین پر پہنچے۔ ہر روز ابن زیاد یزید کی طرف سے کچھ افراد کو کربلا بھیجتا تھا۔ پانچ محرم کو ابن زیاد نے کسی کو شبث بن ربعی کے پاس بھیجا تا کہ وہ ہیڈ کوارٹر پہنچے۔ اُس نے اپنے آپ کو بیمار ظاہر کیا اور ابن زیاد سے درخواست کی کہ اُسے کربلا کے ہیڈ کوارٹر میں جانے سے معاف رکھے۔

ابن زیاد نے اُس کیلئے پیغام بھیجا۔ ایسا نہ ہو کہ تم اُن افراد میں ہو، جن کے بارے میں قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے:

جب مؤمنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم صاحب ایمان ہیں۔ اور جب اپنے دوستوں (شیطان کی طرح) کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ اور مومنین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (بقرہ/ ۱۴)

شبث رات کے اندھیرے میں ابن زیاد کے پاس آیا، تا کہ اس کے چہرے کے رنگ کو ٹھیک طرح سے نہ پہچان سکے۔ ابن زیاد نے اُسے آفرین کہا اور اپنے ساتھ بیٹھا لیا پھر کہا:

تم ہر صورت کربلا کی طرف جاؤ۔ بس اُس منافق نے قبول کر لیا اور ایک ہزار لشکر کے ہمراہ امامؑ سے جنگ کیلئے کربلا پہنچا۔ عاشور کے دن پیادہ فوج کا سربراہ شبث بن ربعی تھا۔

امام حسینؑ نے خطبہ پڑھا۔ یزید کا لشکر خاموش کھڑا تھا اور کسی نے کوئی بات نہ کی۔ امامؑ نے بلند آواز سے پکارا: اے شبث بن ربعی! اے حجار! اے قیس! اے یزید بن حارث! کیا تم لوگوں نے مجھے خط نہیں لکھے تھے کہ پھل پک چکے ہیں، زمین سرسبز ہو چکی ہے، اگر آپ تشریف لے آئیں تو آپ کی خدمت میں لشکر آمادہ و حاضر ہے۔؟!!

لیکن یہ منافق آخر تک امامؑ اور امامؑ کے ساتھیوں سے لڑتے رہے۔

(قصہ کربلا، ص ۲۲۶ تا ۲۶۲)

۳۔ اَخْنَس

اخنس بن شریق مکہ کے مشہور مشرکین میں سے تھا۔ پھر مدینہ میں ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا۔ وہ خوبصورت چہرے والا اور خوش زبان بھی تھا۔ اپنی چرب زبانی کے ساتھ پیامبر اکرمؐ سے محبت کا اظہار کیا کرتا تھا۔ جب بھی حضورؐ کی خدمت میں آتا، حضورؐ کے قریب ترین جگہ پر بیٹھتا اور یوں اظہار کرتا کہ وہ مخلص ترین مومن ہے۔ قسمیں کھا کر کہتا ہے وہ پیامبر اکرمؐ سے محبت کرتا ہے۔ پیامبر خدا تو رحمت کے مجسم نمونہ تھے، وہ بھی اُس کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔

ایک دفعہ اُس کے اور بنی ثقیف کے درمیان دشمنی اور جنگ وجدل ہوگئی۔ اُس نے اپنے جتھے کے ساتھ اُن پر شب خون مارا، اُن کے جانوروں کو قتل کردیا۔ اُن کی کھیتی کو اُجاڑ دیا۔ اور ذخیرہ کو آگ لگادی۔ اس طرح اُس نے اپنے نفاق کا اظہار کردیا۔

خداوند نے اس منافق کی رد میں اور اُسے مسلم معاشرہ سے باہر نکلنے کیلئے یہ آیات نازل فرمائیں:

لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ دُنیا کی زندگی میں اُن کی باتیں آپؐ کیلئے باعث تعجب ہیں۔ اُن کے دلوں میں جو کچھ ہے خداوند اُس پر گواہ ہے۔ جبکہ وہ سخت ترین دشمنوں میں سے ہیں۔ جب آپؐ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں۔ زمین میں فساد کی کوشش شروع کردیتے ہیں۔ کھیتی، جانوروں کو نابود کردیتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ جانتے ہیں کہ خداوند فساد کو پسند نہیں کرتا۔
(بقرہ/ ۲۰۴ تا ۲۰۶)

(تفسیر ابوالفتوح رازی)

۴۔ منافقین کے جھوٹ وعدے

ابن عباس کہتے ہیں: منافقین کے کچھ لوگوں نے بنی نضیر کے یہودیوں کیلئے یہ پیغام بھیجا کہ محمد (ص) کی طرف سے مدینہ سے نکلنے کے حکم کو نہ مانیں اور اپنے قلعہ میں بیٹھے رہیں۔ ان منافقین میں عوف کا قبیلہ، عبداللہ ابن اُبی، ودیعہ، سوید اور داعس شامل تھے۔

اُنہوں نے پیغام میں مزید کہا کہ تم لوگ اپنا دفاع کرو۔ ہم آپ لوگوں کو حکومت اسلامی کے سامنے تسلیم نہیں ہونے دیں گے۔ اگر بات یہاں تک پہنچ گئی کہ تم لوگوں کی مسلمانوں سے جنگ چھڑ گئی تو ہم سب آپ کے ساتھ مل جائیں گے۔ اور اگر حجاز سے نکالنے پر بات ختم ہوتی ہے تو ہم سب بھی آپ کے ساتھ ہی مدینہ چھوڑ دیں گے۔

بعد میں بنی نضیر کے یہودی انتظار ہی کرتے رہ گئے۔ منافقین کی طرف سے کوئی خبر موصول نہ ہوئی۔ اور اُنہوں نے بالکل چپ سادھ لی اور حمایت نہ کی۔

پیامبر اکرمؐ کے فرمان کے مطابق طے یہ پایا کہ بنی نضیر جنہوں نے معاہدہ توڑا تھا، وہ سب اپنی کوئی چیز ہمراہ لیے بغیر علاقہ خالی کردیں۔

آخر کار پیامبر اکرمؐ نے اجازت دے دی کہ ہر تین افراد ایک اونٹ اور کچھ پانی اپنے ساتھ لے سکتے ہیں۔ اس طرح اُن میں سے کچھ شام کی طرف اور کچھ خیبر کی طرف چلے گئے۔ منافقین اُن کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ خداوند تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں یہ آیات نازل کیں:

کیا منافقین کو نہیں دیکھا کہ وہ اہل کتاب میں سے اپنے کافر بھائیوں کو کہہ رہے تھے: جب بھی تم لوگوں کو وطن سے باہر نکالیں گے، ہم بھی آپ کے ساتھ باہر جائیں گے۔ آپ کے بارے میں دیے گئے کسی بھی حکم کی ہم تعمیل نہ کریں گے۔ اگر آپ کے ساتھ جنگ ہوگی تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ خداوند گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹ بولنے والے ہیں۔ اگر اُنہیں باہر نکال دیا گیا تو بالکل اُن کے ہمراہ باہر نہ جائیں گے۔ اگر اُن کے ساتھ جنگ ہوگی تو وہ اُن کی مدد نہ کریں گے۔ میدان سے پیٹھ کر کے فرار کر جائیں گے۔ پھر کوئی بھی اُن کی مدد نہ کرے گا۔ (حشر/۱۰ تا ۱۱)

(المیزان ۱۹/ ۲۴۷)

۵۔ ابن زبیر

پیامبرؐ کی پھوپھی اماں کے بیٹے زبیر ہمیشہ پیامبر اکرمؐ اور امیر المومنینؑ کے ہمراہ رہے ہیں۔ لیکن جب امیر المومنینؑ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو وہ امامؑ کے مخالف ہو گئے۔

اُن کا ایک بیٹا عبداللہ تھا۔ جس کے بارے میں امیر المومنینؑ نے فرمایا: زبیر ہمیشہ ہمارے ساتھ اور ہم میں سے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کا بیٹا عبداللہ بڑا ہو گیا۔ اُس وقت ہمارے مخالف اور دشمن ہو گئے۔ وہ ریاست پرستی میں نفاق کا شکار ہو گئے۔ اس کے بعد وہ اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں سیاست بازی میں مشغول ہو گئے۔ جب امام حسینؑ مدینہ سے مکہ پہنچے۔ تاکہ بعد میں کربلا کی طرف جائیں۔ اس نے اس لیے کہ اپنی جگہ بنائے۔ امامؑ کو تجویز دی کہ اگر اتنے لوگ جتنے آپؑ کی حمایت کر رہے ہیں، میری حمایت کر رہے ہوتے تو میں ایک لحظہ بھی اُس جگہ سے دور نہ رہتا۔ پھر اس لیے کہ اپنے آپ سے تہمت کو دور رکھے کہتا ہے: اس کے باوجود اگر آپ مکہ میں رہنا چاہیں تو یہاں کوئی آپؑ کی مخالفت نہ کرے گا۔

امامؑ نے جب ارادہ کیا کہ مکہ سے چلے جائیں تو فرمایا:

دنیا میں عبداللہ کیلئے اس سے زیادہ پسندیدہ بات نہیں ہو سکتی کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میری موجودگی میں نوبت اس تک نہ پہنچے گی۔ کوئی بھی اسے مجھ پر ترجیح نہ دے گا۔ اس لیے پسند کرتا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں، تاکہ اس کی خلافت کے لیے زمین ہموار ہو سکے۔ جب امامؑ مکہ سے کربلا کی طرف چلے تو ابن عباس نے عبداللہ سے کہا: اے قُبّرہ (ایک چھوٹی چڑیا) ایک پنجرے میں زندگی گذار رہے ہو۔ جبکہ یہ فضا پرواز کیلئے خالی ہے۔ اس میں انڈے دو، گانا گاؤ اور جہاں چاہتے ہو اپنا گھونسلہ بناؤ۔

(قاموس الرجال ۵/ ۴۵۱)

باب نمبر91

نجات

خداوندتعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ

اپنے بھیجے ہوؤں کواور اُن کو جواُن پر ایمان لاتے ہیں نجات دیتے ہیں۔اسی طرح ہم پر حق ہے کہ تم پر ایمان لانے والوں کونجات دیں۔(یونس/ ۱۰۳)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ملاك النجاة لزوم الايمان وصدق الايقان۔

نجات کا معیار ایمان کالازم ہونااور یقین کاسچا ہونا ہے۔(غررالحکم ۳/ ۴۶۱)

ا۔نجات پانے والے

بہت لمبے عرصے تک جب نوح کی امت اُن پر ایمان نہ لائی اوروہ خدا کے حکم سے کشتی بنانے میں مشغول ہوگئے۔انہوں نے ایک تین منزلہ کشتی جس کا طول ۱۲۰۰(یا ۷۰۰) ذراع (ایک ہاتھ کی لمبائی، جو کہ ۴۰ سے ۵۰ سینٹی میٹر ہوتی ہے۔) اور عرض ۸۰۰ (یا ۵۰۰) ذراع اور ۳۰ ذراع بلندی تھی، بنائی۔خدا کے حکم سے یہ عذاب طے پایا کہ زمین سے پانی نکلے اور جو نوحؑ پر ایمان لاچکے تھے اُن کے علاوہ سب ڈوب کرغرق ہوجائیں۔

جوایمان لے آئے تھے اور کشتی میں سوار ہوکرنجات حاصل کرچکے تھے اُن کی تعداد اَسّی تھی۔البتہ بعض کہتے ہیں کہ اسی لوگ تھے۔

نوحؑ کے پہلے درجے کے رشتے داروں کی تعداد چھ یا دس تھی، کیونکہ قرآن میں فرمایا ہے کہ ''ایک چھوٹے سے گروہ کے علاوہ کوئی اُن پر ایمان نہیں لایا تھا۔'' نوحؑ کے تین بیٹے یعنی سام، حام اور یافث اپنی بیویوں کے ساتھ نجات یافتہ لوگوں میں سے تھے اور ایک بیٹا کنعان غرق ہونے والوں میں سے تھا۔

کشتی کے نیچے والی منزل میں، جنگلی جانور، درمیان والی منزل پر مال مویشی (ہر جانور کاایک ایک جوڑا) اور سب سے اوپر

کی منزل پر انسان تھے۔

امام رضاؑ نے کسی سوال کے جواب میں فرمایا: طوفان نوح میں زمین پر بچوں کا وجود نہیں تھا، (مگر بہت کم) کیونکہ خدا نے طوفان سے چالیس سال پہلے مردوں اور عورتوں کو بانجھ بنا دیا تھا۔ اس لئے کہ خدا بے گناہوں کو اپنے عذاب میں نابود نہیں کرتا اُن کو پیدا ہی نہیں ہونے دیا۔

لیکن کشتی میں بچ جانے کی مدت کو بعض چھ دن اور بعض ایک مہینہ اور کچھ لوگ چھ مہینے لکھتے ہیں، جس میں سے پہلا قول صحیح مانا جاتا ہے۔

قرآن میں ہے: ہم نے نوحؑ اور وہ سب انسان اور مختلف جانور جو کشتی میں سوار تھے کو نجات دی اور باقی سب کو غرق کر دیا، حقیقتاً کہ اس واقعے میں عبرت ہے۔

(شعراء/۱۱۹ تا ۱۲۱)(تاریخ انبیاء/۱/۶۵۔۵۵)

۲۔ ہرن کے بچے کی رہائی

ایک دن امام سجاد علیہ السلام اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ صحرا کی طرف گئے۔ اچانک ایک مادہ ہرن سامنے آ گئی اور امامؑ کے قریب آ کر شور مچانے لگی اور اپنی دم ہلاتی رہی۔ کسی نے پوچھا: یہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے؟ فرمایا اُس کا خیال ہے کہ ایک قریشی شخص نے اُس کے بچے کو شکار کر لیا ہے اور اُس کے بچے نے دودھ نہیں پیا ہوا ہے۔

امامؑ نے کسی کو اُس قریشی کے پیچھے بھیجا جب وہ خدمت میں آیا تو ہرنی کی بات اُس کو بتائی اور اُس سے خواہش کی کہ ہرنی کے بچے کو لے آئے تا کہ وہ اُس کو دودھ پلا دے۔

قریشی مان گیا اور جا کر ہرنی کے بچے کو لے آیا، ماں نے جیسے ہی بچے کو دیکھا اُسے پیار کیا اور دودھ پلایا۔ امامؑ نے اُس قریشی سے فرمایا: اُس حق کی خاطر جو میرا تم پر ہے یہ بچہ مجھے ہدیہ دے دو، اُس نے ہدیہ کر دیا۔ امامؑ نے ہرنی سے بات کی اور بچہ اُس کو بخش دیا۔

ہرنی نے کچھ شور کیا اور چلی گئی۔ اصحاب نے پوچھا: ہرنی نے کیا کہا؟ امامؑ نے فرمایا: آپ لوگوں کے لئے خیر کی دعا اور جزا طلب کی ہے۔

(محجۃ البیضاء ۴/۲۳۸)

۳۔ ابوالحسین کاتب

ابوالحسین کاتب نے کہا: ابوالمنصور وزیر کی طرف سے ایک کام میرے ذمے تھا، لیکن ہمارے تعلقات خراب ہو گئے اور خوف و ہراس کی وجہ سے میں چھپنے پر مجبور ہو گیا۔

ایک شب جمعہ کو میں کاظمین کے حرم گیا اندھیرے میں اور بارانی موسم میں حرم کے خادم سے درخواست کی کہ مجھے حرم میں رات گزارنے دے تاکہ سکون سے بیٹھ کر دونوں امام کاظمؑ اور امام جوادؑ سے اپنی نجات کی درخواست کروں۔

آدھی رات کو اچانک کسی کی آواز سنی، امامؑ کے حرم میں انبیاء پر سلام بھیجا، ائمہ پر سلام بھیجا امام زمانہ تک، لیکن اُن کا نام نہیں لیا۔

میں نے سوچا: ضرور بھول گیا ہوگا یا اُس کا مذہب اور ہوگا۔ زیارت کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور دو اماموںؑ کی زیارت کی۔ کیونکہ میں اُن کو جانتا نہیں تھا اسی لئے میں خوفزدہ ہوگیا، دیکھا کہ ایک کامل جوان ہے سفید لباس پہنا ہوا ہے اور عمامہ اور عبا پہنی ہوئی ہے۔ پھر فرمایا: ابوالحسین بن ابی البغل دعائے فرج کیوں نہیں پڑھتے ہو؟ عرض کی: کونسی دعا؟ فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو اور پھر یہ دعا پڑھو: یا من اظہر الجمیل وستر القبیح ۔۔۔۔۔ دعا کے آخر تک، الغوث الغوث الغوث پھر زمین سے سر اٹھا لینا خدا اس دعا کی برکت سے تمہاری حاجت پوری کردے گا۔ میں اپنی نجات کیلئے اس توسل میں مشغول ہوگیا۔ دیکھا کہ آقا باہر چلے گئے۔ میں خادم کے پاس گیا، دیکھا کہ سب دروازے بند ہیں خادم کو پورا واقعہ سنایا۔

کہا: وہ امام زمانہ ہیں، کبھی کبھی خلوت کی راتوں میں زیارت کیلئے آتے ہیں۔

مجھے بہت افسوس ہوا کہ امامؑ کو نہیں پہچانا۔ صبح میں اپنی خفیہ جگہ واپس چلا گیا۔ ابوالمنصور نے اپنے کچھ کارندوں کو میرے پیچھے بھیجا جو اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا امان نامہ میرے لئے لائے تھے۔ مجھے اُس کے پاس لے گئے، اُس نے مجھے سینے سے لگایا اور بہت محبت کی اور کہا: امام زمانہ کو میری شکایت کیوں کی؟ کل رات وہ میرے خواب میں آئے تھے اُنہوں نے مجھے حکم دیا کہ تمہارے ساتھ نیکی کروں اور اتنی صراحت سے کہا کہ میں ڈر کر نیند سے جاگ گیا۔ میں نے کہا: کل رات بیداری میں امام زمانہ نے مجھے اپنی نجات کیلئے دعا فرج پڑھنے کا حکم دیا تھا اور اس کی تاثیر اب دیکھ رہا ہوں۔ پھر میں نے شکر ادا کیا۔ اور وہ بہت حیران ہوا اور مجھ سے اتنی نیکی کی کہ جس کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ (پند تاریخ ۴ / ۱۵۴ ۔ فرج المھموم سید بن طاوس، ص ۲۴۷)

۴۔ داڑھی میں نجات

سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱) رات کے وقت گشت پر نکلا تاکہ شہر اور اپنے کارندوں کی صورت حال کو قریب سے جان سکے۔ رات کے اندھیرے میں پانچ لوگوں کو دیکھا کہ ایک کونے میں ایک دوسرے سے بات کررہے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ چور ہیں۔ اُن کے قریب گیا اور کہا مجھے بھی شامل کرلو۔

اُن میں سے ہر ایک اپنی مہارت بیان کررہا تھا۔ ایک نے کہا: میرے کان بہت تیز ہیں۔ دوسرے نے کہا: میری آنکھیں بہت تیز ہیں۔ تیسرے نے کہا: میرے ہاتھ بہت مضبوط ہیں۔ چوتھا بولا: میرے بازو میں بہت طاقت ہے۔ پانچواں بولا: میری سونگھنے کی حس بہت تیز ہے۔ پھر اُنہوں نے سلطان محمود سے پوچھا: تمہاری مہارت کیا ہے۔ اُس نے کہا: میرا فن میری داڑھی میں

ہے۔ اگر کوئی گرفتار ہو جائے اور اُسے جلاد کے حوالے کر دیا جائے تو اگر میں اپنی داڑھی ہلا دوں تو وہ چھوٹ جائے گا۔

اُنہوں نے اُسے بھی شامل کر لیا۔ اب چوری کیلئے چلے۔ طے یہ پایا کہ حکومتی قصر کے قریب جو حکومت کا خزانہ ہے، وہاں بہت قیمتی چیزیں رکھی ہیں۔ لہذا اُن چیزیں کو چوری کرتے ہیں۔

جب قصر کے قریب پہنچے تو کتا بھونکنے لگا۔ جس کے کان بہت تیز تھے وہ بولا: کتا کہتا ہے کہ کوئی بڑا آدمی آپ لوگوں کے ساتھ ہے۔ جس کے ہاتھ مضبوط تھے وہ دیوار سے اوپر گیا اور سب کا ہاتھ پکڑ کر سب کو اوپر کیا۔ جب سب لوگ اندر چلے گئے تو جس کی سونگھنے کی حس تیز تھی اُس نے سونگھ کر بتایا کہ بادشاہ کا خزانہ کہاں ہے۔ اُس کے پاس پہنچ کر جس کے بازو بہت طاقتور تھے اُس نے سوراخ کیا اور سب اندر چلے گئے۔ وہاں سے کچھ چیزیں اٹھائیں اور واپس اپنی خفیہ جگہ پہنچ گئے۔ پھر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ تاکہ دوسری رات میں فرصت کے موقعہ پر مال کو تقسیم کریں۔

سلطان محمود نے اگلی صبح حکم دیا کہ چوروں کو گرفتار کر کے سلطانی عدالت میں پیش کیا جائے۔ اور مسروقہ سامان بھی خفیہ جگہ سے برآمد کر لیا گیا۔

چوروں کو جب سلطانی عدالت کی طرف لایا جارہا تھا وہ کانپ رہے تھے اور یہ سوچ رہے تھے کہ اب نجات کا راستہ بند ہو چکا ہے۔ اب تو تختہ دار تک جانے سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا۔

جس کی آنکھ بہت تیز تھی جب اُس کی نظر سلطان پر پڑی تو بولا: وہ رات ہمارے ساتھ تھا، شاید رات کے گشت پر تھا، وہ کہتا تھا کہ میرا فن میری داڑھی میں ہے۔ اگر میں اُسے حرکت دوں تو پھانسی والوں کو بھی نجات دلا سکتا ہوں۔

اُن چوروں نے سلطان سے کہا: اب آپ کی باری ہے کہ آپ اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔ سلطان نے اپنے وعدے پر عمل کیا اور داڑھی کو ہلاتے ہوئے اُن کی آزادی ورہائی کے احکامات جاری کیے۔

(داستانہائے مثنوی ۴/۱۰۱)

۵۔ استر آبادی کی بیٹی

سید نعمت اللہ جزایری کہتے ہیں: ۱۱۰۷ میں مشہد مقدس سے استر آباد (گرگان) پہنچا۔ وہاں میں ۱۰۸۰ کے واقعہ کے بارے میں لوگوں سے معلومات حاصل کیں، جس میں ترکمان حکومت نے استر آباد پر حملہ کر کے لوٹ مار کی تھی اور وہاں کی اکثر آبادی کو اپنا قیدی بنالیا تھا۔

ایک سید فاضل عالم دین نے بتایا کہ اُس سال بہت ہی عجیب واقعات پیش آئے۔ ایک لڑکی کو قیدی بنا کر لے گئے۔ اُس کی ماں بہت پریشان تھی، وہ لڑکی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ وہ عورت مشہد مقدس امام رضا علیہ السلام کے روضے پر پہنچی۔ کہا: امام رضا علیہ السلام اپنے زائر کیلئے جنت کے ضامن ہیں، تو کس طرح میری بیٹی کی رہائی کیلئے ضامن نہ ہونگے؟ وہ عورت مشہد مقدس گئی

اور وہاں مجاور بن گئی۔

لڑکی قید ہونے کے بعد ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ بکتی رہی، خرید و فروخت کی جاتی رہی۔ اور یوں ازبکستان کے شہر بخارا پہنچی۔ وہاں ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ دریا میں ڈوب رہا ہے اور غرق ہونے کے قریب تھا کہ اُس لڑکی نے آدمی کا ہاتھ پکڑ کر اُسے نجات دلائی۔

جب وہ نیند سے جاگا تو سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے۔ صبح وہ کاروان سرا میں چلا گیا تا کہ کچھ خریداری کر لے۔ وہاں ایک تاجر نے کہا: میرے پاس ایک خوبصورت کنیز ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں فروخت کر دوں گا۔ آؤ اور دیکھ لو۔

جب وہ آدمی اُسے دیکھنے کیلئے گیا تو حیران رہ گیا کہ وہ لڑکی وہی ہے جسے اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔ اُس لڑکی نے اپنے قید ہونے کا واقعہ بیان کیا۔

وہ آدمی اُسے گھر لے آیا اور کہا: میرے چار بیٹے ہیں تم جس سے چاہو میں تمہاری اس کے ساتھ شادی کر دوں گا۔ لڑکی نے کہا: جو مجھے مشہد مقدس امام رضا علیہ السلام کی زیارت کیلئے لے جانے کا وعدہ کرے میں اُس کے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوں۔

ایک لڑکے نے یہ شرط قبول کر لی۔ شادی کے بعد وہ دونوں زیارت کیلئے خراسان کی طرف چلتے ہیں۔ راستے میں لڑکی سخت بیمار ہو جاتی ہے۔ مشہد پہنچ کر لڑکا امام رضا علیہ السلام کی ضریح مبارک کے پاس دعا کرتا ہے کہ مجھے کوئی ایسا مل جائے جو میری بیوی کی تیمارداری کر سکے۔

دعا کرنے کے بعد مسجد گوہر شاد کی طرف جاتے ہوئے وہ ایک بوڑھی عورت کو دیکھتا ہے۔ اُس بڑھیا سے کہتا ہے کہ میری بیوی بیمار ہے۔ اگر ہو سکے تو کیا تم اس کی تیمارداری کر سکتی ہو؟ اس میں ثواب بھی ہے اور میں تمہیں کچھ رقم بھی دوں گا۔

وہ بڑھیا جب اُس آدمی کے گھر پہنچتی ہے تو کیا دیکھتی ہے وہ اس کی اپنی بیٹی ہے۔ کہتی ہے او خدایا! یہ تو میری بیٹی ہے۔ بیٹی آنکھیں کھولتی ہے ماں کو دیکھتی ہے۔ سب بہت خوش ہوتے ہیں کہ امامؑ کی برکت سے لڑکی کو قید سے بھی نجات مل گئی اور ماں کو اپنی بیٹی بھی مل گئی۔

(خزینۃ الجواہر، ص ۵۹۹)

باب نمبر 92

نذر (منت)

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝

نیک لوگ اپنی نذر کو پورا کرتے ہیں۔ اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر اور عذاب پھیلا ہوا ہے۔

(انسان/۷)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ليس النذر بشيء حتى يُسمى شيئا لله صياما او صدقة او هديا او حجا.

کوئی نذر صحیح نہیں ہے جب تک اُس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، جب تک اُس میں روزہ رکھنا، صدقہ دینا، قربانی کرنا یا حج کرنا نہ ہو۔ (الکافی ۷/ ۴۵۵)

ا۔ انقلابی نذر

سال ۶۱ ہجری میں کربلا کے واقعہ کے بعد جب شہدا کربلا کے بازماندگان کو اسیر کر کے کوفہ لایا گیا۔ ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا۔ وہاں لوگوں کی بھیڑ تھی۔ وہاں جابر نام کا ایک آدمی موجود تھا۔ جو کہ بکر بن وائل قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔

جب اُس نے قیدیوں کے ساتھ ابن زیاد کی طرف سے بہت زیادہ گستاخی اور جسارت دیکھی، امام سجاد علیہ السلام اور بی بی زینب سلام اللہ علیہا کی دل ہلانے دینے والی تقریر اور باتیں سنیں۔ تو دل میں ارادہ کیا کہ میں خدا کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ابن زیاد کے خلاف دس افراد نے بھی قیام کر لیا تو میں بھی اُن کے ساتھ مل جاؤں گا۔

اب جابر اس موقعہ کی تلاش میں تھا کہ ۶۶ ہجری میں مختار نے کربلا کے شہدا کا انتقام لینے کیلئے قیام کیا۔ جابر سمجھ گیا کہ اب وہ موقعہ ہے کہ اپنی نذر کو پورا کرے۔ وہ مختار کے لشکر میں شامل ہو کر ابن زیاد سے مقابلے کے لیے آگے آگے جا رہا تھا۔ اُس نے ابن زیاد کو اپنا نشانہ بنایا اور اُسے قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گیا۔

(معالی السبطین ۲/ ۱۱۴)

کامل ابن اثیر نے اپنی کتاب میں ابن زیاد کے قتل کے بارے میں لکھا ہے کہ مالک اشتر کے بیٹے ابراہیم نے

اُسے پکڑا اور خازر نہر کے پاس لے گیا، وہاں اُس کے جسم کے دو حصے کیے پھر اُس کا سر کاٹ کر بدن سے الگ کر دیا اور پھر اُس کے جسد کو آگ لگا دی۔

(کامل ابن اثیر ۴/ ۲۶۴)

۲۔ مسجد تعمیر کروانے کی نذر

جب یزید امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں شہید کر چکا، اسیروں کو شام میں قید کر چکا۔ یزید کے درباریوں میں سے چاپلوسی کرنے والے ہر کوئی یزید کو ہر روز ایک نئی بات کہتے تھے۔ ایک دن ایک چاپلوس کہتا ہے کہ اے خلیفہ میں نے نذر کی تھی کہ جب خدا آپ کو حسین بن علی پر غلبہ دے گا تو میں شکرانہ کے طور پر ایک مسجد تعمیر کراؤں گا۔

دوسرا کہتا ہے کہ میں نذر کی تھی کہ اگر حسین بن علی مغلوب ہو گئے تو میں حج کروں گا۔ وہاں مروان کا بھائی یحییٰ موجود تھا اُس نے کہا: میں نے خدا سے وعدہ کیا تھا کہ اگر خدا تمہیں حسین پر غلبہ دے تو میں اولاد پیامبر کے قریبی ترین شخص کو کچھ رقم دوں گا۔ اب جبکہ خدا نے تمہیں غلبہ دے دیا ہے میں کیا کروں اور کس کو وہ رقم دوں؟

یزید نے کہا: علی بن حسینؑ کو دے دے۔ کیونکہ وہ نواسہ پیامبر کا بیٹا ہے۔ یحییٰ نے کہا: تم نے اُن کے باپ کو قتل کر دیا ہے اُن کو اور اُن کے عزیز و اقارب کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا ہے اب اُنہیں پیسہ دینا چاہتے ہو؟

(رہنمائے سعادت ۳/ ۶۱۷)

۳۔ مادر خلیفہ کی نذر

متوکل عباسی (م ۲۴۷) کے جسم میں ایک بیماری ہو گئی۔ اس کے علاج کیلئے آپریشن ضروری تھا لیکن اس میں موت کا خدشہ تھا۔ اُس کے ماں نے نذر کی کہ اگر اُس کا بیٹا اس بیماری سے نجات حاصل کرلے تو وہ ۱۰۰۰۰ دینار اپنے مال سے امام ہادی علیہ السلام کو ہدیہ کرے گی۔

متوکل کا وزیر فتح بن خاقان کہتا ہے: طبیب حضرات جب اُس کے علاج سے ناامید ہو گئے تو کہنے لگے: وہ مرد جو امام ہادی علیہ السلام ہے، وہ مستجاب الدعوۃ ہے، (اس کی دعا قبول ہوتی ہے) اور وہ طب کے بارے میں بھی جانتا ہے۔ اس کے پاس کسی کو بھیجیں شاید کسی قسم کے علاج کا پتا چل جائے۔

ایک آدمی گیا اور اس نے خلیفہ کی بیماری کے بارے میں امامؑ کی خدمت میں ساری تفصیل بیان کی۔ امامؑ نے فرمایا: بکری کی خشک مینگنیاں کوٹ کر گلاب کے ساتھ ملا دیں اور درد کی جگہ پر باندھ دیں۔

جب دوسرے اطباء نے یہ نسخہ سنا تو مسخرہ کرنے لگے۔ کہا: اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیکن کچھ لوگوں نے کہا: ابھی اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ اُن کے اصرار پر اس کام کو انجام دیا گیا۔ اُسی دن جسم سے گندا مواد خارج ہو گیا۔ اور

سوجن کم ہو گئی۔ خلیفہ رو بہ صحت ہو گیا۔

جب خلیفہ کو اس بات کی خبر پہنچی تو وہ بہت خوش ہوئی۔ اُس نے ۱۰۰۰۰ دینار والی اپنی نذر پوری کی اور امام ہادیؑ کی خدمت میں وہ رقم بھجوا دی۔

(تحفۃ المجالس، ص ۳۳۴)

۴۔ عمران بن شاہین

عضد الدولہ دیلمی (م ۳۷۲ مدفون نجف اشرف) کی حکومت کے زمانے میں عراق کا ایک بہت مشہور و معروف آدمی اس کی مخالفت کیا کرتا تھا۔

عضد الدولہ نے اس کی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ وہ ننگ پاؤں فرار کر گیا اور امام علیؑ کی قبر مبارک کے پاس پناہ حاصل کی۔ وہاں نذر کی کہ اگر عضد الدولہ اُسے معاف کر دے تو کوفہ سے نجف اشرف تک پیدل سفر کرے گا۔

نجف اشرف میں عالم خواب میں امیر المؤمنینؑ کی زیارت کرتا ہے، آپ فرماتے ہیں: کل عضد الدولہ اس جگہ آئے گا۔ تم اس فلانی جگہ پر چھپ جانا۔ تمہیں کوئی نہیں دیکھ پائے گا۔ اور پھر اس کے سامنے جاؤ کہو علیؑ سے کیا چاہتے ہو؟ کہے گا: عمران کی گرفتاری۔ تم جواب دینا کہ اگر تم اس تک رسائی حاصل کر لو، تو تم مجھے کیا انعام دو گے؟ وہ کہے گا اگر تم عمران کے لیے معافی چاہو تو وہ بھی دے دوں گا۔ پھر تم اسے بتاؤ کہ تم ہی عمران ہو۔

اگلے دن عمران نے اپنے خواب کے مطابق عمل انجام دیا۔ عضد الدولہ نے اسے معاف کر دیا۔ بلکہ اسے اپنی ایک وزارت بھی سونپ دی۔ معافی حاصل کرنے کے بعد وہ آدھی رات کو اپنی نذر کو پورا کرنے کیلئے کوفہ سے نجف اشرف کی طرف پیدل چل پڑا۔

امامؑ کے روضے کا خادم کہتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ امام علیؑ نے مجھے فرمایا: ورودی دروازے کے پاس بیٹھ جاؤ جب عمران پہنچے تو اس کیلئے دروازہ کھول دو۔

جب عمران پہنچا تو خادم نے کہا: میرے آقا تشریف لے آیئے۔ وہ پوچھتا ہے: میں کون ہوں؟ خادم جواب دیتا ہے: عمران بن شاہین ہیں۔ اور پھر خادم اپنا خواب بیان کرتا ہے۔ عمران اس نعمت کے شکرانہ کے طور پر خادم کو ایک بڑی رقم انعام میں دیتا ہے اور خود کو خوشی و سرور کے عالم میں ضریح مقدس پر گرا دیتا ہے۔

(سفینۃ البحار ۲/ ۲۷۴)

۵۔ عیسائی کی نذر

ہبۃ اللہ موصلی کہتا ہے: ربیعہ کے دربار میں ایک یوسف نام کا عیسائی کسی شعبہ کا سربراہ تھا۔ عباسی خلیفہ متوکل نے اُسے اپنے سامنے حاضر ہونے کو کہا۔ اس نے اس بات کے ڈر سے کہ کہیں کوئی مشکل پیش نہ آئے، نذر کی کہ ۱۰۰ اشرفی امام ہادی علیہ السلام کو

ہدیہ کرے گا۔ یہ بھی کہا کہ پہلے یہ نذر امام تک پہنچائے گا پھر خلیفہ کے پاس جائے گا۔

یوسف شہر سامرا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن وہ گدھے پر سوار ہوا اور شہر کی طرف چل دیا۔ گدھا خود ہی چلتا ہوا ایک گھر کے سامنے جا کر رک گیا۔ یوسف نے یونہی اس گھر کے غلام سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے؟ اُس غلام نے جواب دیا: امام ہادی علیہ السلام کا گھر ہے اور کیا تم یوسف نہیں ہو؟

وہ بہت حیران ہوا اور اس غلام کے کہنے پر گھر کے اندر چلا گیا۔ غلام نے اس سے کہا: تم نے ۱۰۰ اشرفی کی نذر کی ہے۔ جو کہ تم نے ایک کاغذ میں لپیٹ کر اپنی آستین میں چھپا رکھی ہے۔ وہ مجھے دے دو۔ یوسف نے حیرانی کے عالم میں اپنی نذر کی رقم اس غلام کے ہاتھ میں تھما دی۔

اس سے کہا گیا کہ اب امام کی خدمت میں جاؤ۔ جب وہ امام کی خدمت میں پہنچا، امامؑ نے فرمایا: کیا اسلام کو قبول کرنے کا وقت نہیں آگیا؟ پھر فرمایا تم مسلمان نہ ہو گے لیکن تمہارا بیٹا مسلمان ہو جائے گا۔ لیکن ہماری دوستی جو مسلمان نہیں ہیں اُن تک بھی پہنچتی ہے۔ تم اب اپنے کام کے پیچھے جاؤ۔ تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ بلکہ تمہیں فائدہ اور نفع حاصل ہوگا۔

یوسف خلیفہ متوکل عباسی کے سامنے بے خوف پیش ہوا، اُسے کوئی نقصان نہ ہوا۔ بعد میں وہ تو مسلمان نہ ہوا لیکن اُس کا بیٹا مسلمان ہو گیا۔

(خزینۃ الجواہر، ص ۲۱۱)

باب نمبر 93

نماز

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ

نماز کو میرے ذکر کیلئے قائم کرو۔ (طٰہٰ/۱۴)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لو یعلم المصلی ما یغشاہ من الرحمة لما رفع رأسه من السجود.

اگر نماز پڑھنے والا انسان یہ جان لے کہ اُسے کیا رحمت اپنے گھیرے میں لے رہی ہے۔ تو سجدہ سے سر نہ اٹھائے۔

(غرر الحکم ۱/۶۵۱)

۔ سپاہی کی نماز

پیامبر خدا اپنے چند ایک مسلمان سپاہیوں کے ہمراہ کچھ اہل کتاب لوگوں کی سرکوبی کے لیے نکلے، جو حکومتی ٹیکس دینے پر راضی نہ ہو رہے تھے۔

ایک نئی نویلی دلہن کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ واپسی پر ایک رات جب سب سو گئے۔ پہرے کیلئے عمار یاسر اور عباد بن بشر کی ڈیوٹی لگی۔

ان دونوں نے وقت کو آپس میں تقسیم کیا کہ رات کا پہلا حصہ عباد بن بشر پہرہ دے گا اور رات کو دوسرا حصہ عمار یاسر پہرہ دے گا۔ عمار چلا گیا اور جا کر سو گیا۔ عباد نے موقعہ غنیمت جانا اور نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو گیا۔

دوسری طرف اُس لڑکی کے عزیز و اقارب پیچھا کرتے ہوئے، آن پہنچے تا کہ اپنی لڑکی کو چھڑوا سکیں اور اُسے قید سے نجات دلائیں۔

عباد کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ لوگ آگے بڑھے دیکھا سب سو رہے ہیں۔ پہرے پر کھڑے شخص کے بارے میں اُنہیں شک ہوا کہ کوئی لکڑی ہے یا آدمی ہے۔ ایک تیر اُس کی طرف پھینکا۔ وہ اُس کے مصلے پر لگا۔ عباد نے نماز جاری رکھی۔ دوسرا تیر چھوڑ کر

نکل گیا۔ عباد نے نماز جاری رکھی۔ تیسرا تیر لگا تو عباد زخمی ہو گیا۔ اور ساتھ ہی اُس کی نماز بھی ختم ہو گئی۔

اُس کے بعد عباد نے عمار کو جگایا۔ عمار نے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ عباد نے جلدی جلدی سارا واقعہ بیان کر دیا۔ عمار نے کہا: پہلے ہی تیر پر مجھے کیوں نہیں جگایا؟ کہا: میں نماز کے دوران سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا میرا دل نہ چاہا کہ اس سورت کو نامکمل چھوڑ دوں۔ اگر پیامبر اکرمؐ کی جان کا ڈر نہ ہوتا تو کبھی بھی نماز کو مختصر نہ کرتا، چاہے میری جان ہی چلی جاتی۔

(سفینۃ البحار ۲/۱۳۵)

۲۔ نماز میں عیب نکالنا

بعض نمازیوں میں ایک عیب یہ ہوتا ہے کہ اُن کی توجہ دوسرے نمازیوں پر ہوتی ہے جو باعث بنتا ہے کہ انسان حق تعالی سے غافل اور مخلوق کی متوجہ رہتا ہے۔

کہتے ہیں: چار مرد مسجد گئے اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے اسی دوران مؤذن مسجد میں داخل ہوا، اُن میں سے ایک نے کہا: کیا اذان کا وقت ہو گیا ہے؟ دوسرے نے پہلے والے سے کہا: تم نماز میں بولے ہو، تمہاری نماز باطل ہو گئی ہے۔

تیسرے نے دوسرے مرد سے کہا: اپنے ساتھی کو طعنہ کیوں دیتے ہو، تمہاری اپنی نماز باطل ہو گئی ہے۔

چوتھے نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ میں نے نماز میں بات نہیں کی اور میری نماز باطل نہیں ہوئی۔

اس طرح چاروں کی نماز باطل ہو گئی کیونکہ وہ دوسرے نمازیوں میں عیب تلاش کر رہے تھے اور اپنے عیب بھول گئے۔

پس نماز ہر چہاران شد تباہ
عیب گویان بیشتر گم کردہ راہ

بس چاروں کی نماز تباہ ہو گئی کیونکہ عیب نکالنے والے ہمیشہ اپنا راستہ بھی گم کر دیتے ہیں۔

(داستانہائے مثنوی ۲/۲۴)

۳۔ نمازی کی گردن پر سانپ

قیس بن سعد، پیامبرؐ، امیر المؤمنینؑ اور امام حسنؑ کے اصحاب اور جانثاروں میں سے تھا۔ وہ سخی، سمجھدار، بہادر، صاحب تدبیر اور صحیح فیصلے کرنے والا انسان تھا۔

وہ خدا کے خوف اور اپنے پروردگار کی اطاعت میں اس مقام تک پہنچ گیا تھا کہ ایک مرتبہ نماز میں جب سجدہ کے لئے جھک رہا تھا تو اچانک ایک بہت بڑا سانپ اُس کے سجدے کی جگہ پر ظاہر ہو گیا اور وہ اس خطرے کی طرف متوجہ ہوئے بغیر اسی طرح سجدے میں چلا گیا۔

سانپ اس کی گردن پر چڑھ گیا اور اس کی گردن کے گرد لپٹ گیا۔ اس نے اپنی نماز جاری رکھی، نماز کو مختصر نہ کیا۔ یہاں تک

کہ نماز سے فارغ ہو کر سانپ کو اپنی گردن سے الگ کیا اور دور پھینک دیا۔ (الغدیر ۳/ ۱۶۰)

۴۔ نماز ترک کرنے کے آثار

پیامبرؐ کے زمانے میں ایک عورت نے اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں زنا کیا۔ لیکن اس بُرے عمل کے بعد پچھتانے لگی اور بہت پریشان ہوگئی۔ پریشانی کے عالم میں مدینہ کی ایک گلی سے گذر رہی تھی کہ اچانک پکار کر کہتی ہے مجھے رسولخداؐ کے پاس لے چلو۔

پیامبر خداؐ نے جب اُسے دیکھا تو دریافت فرمایا: تم کیوں پریشان ہو، اور کیوں پکار رہی ہو؟ اس عورت نے عرض کی: میں نے اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں زنا کیا ہے۔ پھر میں نے زنا سے پیدا ہونے والے بچے کو قتل کر دیا، اور اُس کو کچھ مدت تک سرکہ میں رکھا۔ پھر اس سرکہ کو لوگوں میں فروخت کر دیا۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

پیامبرؐ نے فرمایا: تم شوہر کی غیر موجودگی میں زنا کی مرتکب ہوئی ہو، اس پر تمہیں سنگسار کیا جائے گا۔ تم نے قتل کیا ہے، اُس کی سزا جہنم ہے۔ نجس سرکہ فروخت کیا ہے، بہت بڑا گناہ انجام دیا ہے۔ پھر پیامبرؐ نے فرمایا: تم نے نماز عصر کو ترک کیا اور اُس کے بعد تم نے یہ گناہ انجام دینا شروع کیے۔ (نماز کے ترک کرنے کی وجہ سے خدا سے غافل ہوگئی، کیونکہ نماز انسان کو فحشا و منکر سے روکتی ہے۔) (تفسیر روح المعانی ۳۰/ ۲۲۸۔ تفسیر سورہ والعصر)

۵۔ گلدستہ یا نماز

سید نعمت اللہ جزایری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: میرے ایک قابل بھروسہ اور عادل دوست نے بتایا کہ میں نے سوچا، حدیث میں ہے کہ اگر کسی کی دو رکعت نماز قبول ہو جائے تو اس پر کبھی عذاب نہ ہوگا۔ میں نے کہا بہتر ہے میں بھی ایسی نماز پڑھوں۔

میں نے ارادہ کیا کہ کوفہ کی مسجد میں جاؤں اور وہاں ایسی دو رکعت نماز پورے خضوع و خشوع کے ساتھ پڑھوں۔ میں مسجد میں داخل ہوا اور نماز شروع کر دی۔ میں نے اپنے دل کو شیطانی وسوسوں سے پاک کرنے کی کوشش کی۔

اچانک نماز کے دوران مجھے خیال آیا کہ کوفہ کی مسجد کا مینار نہیں ہے۔ اگر کوئی مسجد کا مینار بنانا چاہے گا تو وہ اس کیلئے پتھر اور مٹی کہاں سے لائے گا۔ نماز ہی کے دوران میں نے سوچا کہ فلاں جگہ سے لائے تو بہتر رہے گا۔ پھر آہستہ آہستہ میں نے کہا کچھ ہی دنوں میں یہ مینار مکمل ہو جائے گا لیکن مینار کے اوپر گلدستہ کیسا بنانا چاہیے۔

جب میں نے دو رکعت نماز ختم کی تو میں متوجہ ہوا کہ مینار کی تعمیر بھی مکمل ہوگئی ہے۔ مجھے پتہ چل گیا کہ میں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی بجائے مسجد کے خالی حصہ میں مینار بنانے کی فکر میں پڑ گیا اور وہاں گلدستہ ہی بناتا رہ گیا۔

(پند تاریخ ۵/ ۲۲۱۔ انوار نعمانیہ)

باب نمبر 94

وصیت

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾

تمہارے لیے لکھا جا چکا ہے کہ تم میں سے کسی کو جب موت آئے، تو اگر تمہاری کوئی چیز یا مال باقی ہے، اس کو اپنے باپ، اپنی ماں، اور اپنے قریبوں کیلئے اچھے طریقے سے وصیت کرو۔ یہ پرہیزکاروں پر حق ہے۔ (اُن کے ذمے ہے۔) (بقرہ/۱۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم يحسن الوصية عند موته كان نقصا فی عقله و مروته.

جو کوئی موت کے وقت اچھی وصیت نہ کرے اس کی عقل اور مروت اخلاقی میں کمی واقع ہوتی ہے۔

(بحار الانوار ۱۰۲/۱۹۳)

ا۔ بے جا وصیت

پیامبر خدا کا زمانہ تھا۔ ایک مسلمان کی چند ایک بیٹیاں تھیں۔ مال دنیا میں سے اُس کے پاس سوائے چھ عدد غلاموں کے کچھ نہ تھا۔

وہ بیماری کی وجہ سے بستر پر پڑ گیا۔ جب اُسے موت کا احساس ہوا تو اس نے ثواب کی خاطر سوچا کہ اپنی کل دنیا جو کہ چھ عدد غلام ہیں اُنہیں اللہ کی راہ میں آزاد کر دے جو کہ اُس کے مرنے کے بعد سب آزاد ہو جائیں گے۔ پھر وہ مر گیا اور سب غلام آزاد ہو گئے۔

اس کے مرنے کے بعد جب اسے دفن کر چکے۔ اس بات کی خبر پیامبر اکرم کو دی گئی کہ فلاں مسلمان نے ایسی وصیت کی تھی۔ اس نے اپنے بچوں کیلئے کچھ نہیں چھوڑا۔

پیامبرؐ نے فرمایا: اس کے جنازے کے ساتھ تم نے کیا کیا؟ عرض کی: اسے دفن کر دیا ہے۔ فرمایا: اگر مجھے پہلے بتایا گیا ہوتا تو میں اُسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنے دیتا۔ کیونکہ اس نے اپنے بچوں کو اپنے مال سے حصہ نہیں دیا اور اُن کو فقیر بنا دیا ہے تا کہ وہ دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔

۲۔ حکیم اور تین بیٹے

ایک حکیم کے تین بیٹے تھے۔ حکیم نے اُن کی اچھی تربیت کیلئے بہت زحمت اٹھائی تھی۔ وہ تینوں بھی اپنے باپ کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ حکیم نے اپنی موت کے وقت وصیت کی کہ میری ہر چیز اور سارا مال اور دولت میرے سب سے کاہل و سست بیٹے کو دے دیا جائے۔

باپ کی موت کے بعد بیٹے قاضی کے پاس گئے تا کہ وصیت پر عمل کیا جا سکے۔ قاضی نے کہا: تم میں سے ہر کوئی اپنی عقل اور اپنی سستی کے بارے میں وضاحت کے ساتھ بتائے تا کہ میں فیصلہ کر سکوں اور وراثت کو اس کے نام کر سکوں۔

تینوں نے اپنی زندگی کے کاموں کے بارے میں کچھ بیان کیا۔ اس کے بعد قاضی نے حکم دیا کہ تیسرا بھائی اُن دو سے زیادہ سست ہے اس لیے ساری وراثت اُسے دے دی گئی۔

تینوں کے بیان سے قاضی یہ سمجھ گیا کہ تینوں دنیا کے معاملے میں سست ہیں لیکن آخرت کے معاملے میں تینوں اچھے ہیں۔ لیکن تیسرا آخرت کے معاملے میں زیادہ اچھا ہے اور دنیا کے معاملے میں زیادہ لا پرواہ ہے۔ اور ان کے باپ کی خواہش یہ تھی کہ جو آخرت کے معاملے میں زیادہ اچھا ہو اُس کو ساری وراثت ملنی چاہیے۔

(داستانہائے مثنوی ۳/۱۲۵)

۳۔ عبید زاکانی

عبید زاکانی (م ۷۷۲) ایک مزاحیہ شاعر تھا۔ وہ طہماسب صفوی بادشاہ کے زمانے میں رہتا تھا۔ وہ ۸۲ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اس کے چار بیٹے تھے لیکن بیٹے اس کے بڑھاپے میں اس کا بالکل خیال نہ رکھتے تھے۔ اور اس کی زندگی کا خرچہ نہ دیا کرتے تھے۔

اس نے اپنے بیٹوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہر ایک کو علیحدہ اپنے پاس بلایا۔ اور اُن سے کہا: میں تم سے خاص طور پر محبت کرتا ہوں اور صرف تمہیں بتا رہا ہوں اور تم اپنے بھائیوں کو نہ بتانا۔ میں نے ساری زندگی محنت کی ہے اور اس کی کل کمائی کی کچھ رقم ایک کوزے میں رکھی ہے، اور اُسے فلاں جگہ زمین میں چھپا دیا ہے۔ میری موت کے بعد تمہیں اجازت ہے کہ اسے وہاں سے نکال لو۔

اس قسم کی ایک ہی جیسی لیکن سب کو علیحدہ وصیت کرنا، اس بات کا باعث بنی کہ سب بیٹے باپ سے محبت اور توجہ کرنے لگے۔ جب عبید مر گیا۔ بیٹے فرصت کی تلاش میں تھے کہ اس خزانے کو نکالیں۔ آہستہ آہستہ وہ سب متوجہ ہو گئے کہ باپ نے سب کو وصیت

کی ہے۔

سب مل گئے اور ایک وقت طے کرنے کے بعد سب اکٹھے وہاں پہنچے اور کوزے کو زمین سے باہر نکالا، سب بہت خوش تھے، خوشی سے پھولے نہیں سمارہے تھے۔

جب کوزے کے منہ کو کھولا تو دیکھا کہ وہ اندر سے خالی ہے، سوائے ایک کاغذ کے اس میں کچھ نہیں ہے اور اس کاغذ پر عبید کا ایک شعر لکھا تھا۔

خدای داند و من دانم و تو هم دانی
که یک فلوس ندارد عبید زاکانی

میرا خدا جانتا ہے، میں جانتا ہوں، اور تم بھی جانتے ہو کہ عبید زاکانی کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔

(داستان دوستان ۱ / ۲۱۳ ـ الکنی والالقاب ۲ / ۲۸۶)

۴۔ پانچ افراد کے نام وصیت

ابوایوب جوزی کہتا ہے: آدھی رات کے وقت منصور دوانیقی نے مجھے بلایا۔ جب میں اُس کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ تخت پر بیٹھا ہے، اس کے پاس ایک شمع روشن ہے اور ایک خط اُس کے ہاتھ میں ہے، جسے وہ پڑھ رہا ہے۔ جیسے ہی میں نے سلام کیا، اس خط کو میرے سامنے پھینک دیا اور روتے ہوئے کہتا ہے:

یہ محمد بن سلیمان کا خط ہے جس میں مدینہ سے امام جعفر صادق (علیہ السلام) کی وفات کی خبر لکھی ہے۔ پھر تین بار انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ اس کے بعد بولا: جعفر جیسا پھر کہاں پیدا ہوگا؟

مجھ سے کہا کہ مدینہ کے والی کے نام خط لکھو۔ اگر امام صادق نے کسی کو اپنا وصی بنایا ہے تو اس کی گردن کاٹ ڈالو۔

کچھ دن کے بعد مدینہ سے خط کا جواب آیا کہ امام صادق نے پانچ افراد کو اپنا وصی قرار دیا ہے۔ جس میں خلیفہ، محمد سلیمان والی مدینہ، دو بیٹے عبداللہ وموسیٰ اور موسیٰ کی والدہ حمیدہ شامل ہیں۔ منصور نے یہ خط پڑھا اور کہا: ان کو تو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

امامؑ جانتے تھے کہ منصور ہمارے وصی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے پانچ افراد کو اپنا مقرر فرمایا۔ سب سے پہلے خلیفہ کا نام لکھا۔ پھر اوروں کو شامل کیا تا کہ ان گمراہوں کو حقیقی وصی کا علم نہ ہوسکے۔

(منتہی الآمال ۲ / ۱۵۷)

۵۔ چھ افراد کی شوریٰ

جب ابوبکر دنیا سے چلا گیا۔ عمر کو اپنا وصی قرار دیا۔ جب عمر بستر مرگ پر آیا تو ابوبکر کی وصیت کے خلاف وصیت کی کہ میرے بعد خلافت چھ افراد کی شوریٰ کے درمیان رکھی جائے۔ جس میں عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبداللہ، عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، علی

بن ابی طالبؑ اور سعد وقاص شامل ہیں۔

وصیت میں لکھا کہ اگر دو فرد کسی ایک کی بیعت کرلیں اور باقی دو کسی اور کی بیعت کرلیں جس کا نتیجہ مساوی ہوجائے۔ تو وہ گروہ قابل قبول ہوگا جس میں عبدالرحمن بن عوف ہوگا۔ اور دوسرے گروہ کو قتل کر دیا جائے۔

عمر کی ہوشیاری اور چالاکی یہ تھی کہ وہ جانتا تھا کہ عبدالرحمن بن عوف، سعد وقاص کا چچازاد ہے اور عثمان بن عفان، عبدالرحمن کا داماد ہے۔ اس لیے ان تین کی رائے ایک ہے۔

جب شوریٰ بیٹھی تو طلحہ نے عثمان کو ووٹ دیا اور زبیر نے علی بن ابی طالبؑ کو ووٹ دیا۔ سعد وقاص نے عبدالرحمن کو ووٹ دیا۔ عبدالرحمن نے علی بن ابی طالبؑ سے کہا میں تمہاری بیعت کرتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم کتاب خدا، سنت رسول اور ابوبکر وعمر کی سیرت پر عمل کروگے۔

علی بن ابی طالبؑ نے فرمایا:

میں کتاب خدا، سنت رسول اور اجتہاد پر عمل کروں گا۔

عبدالرحمن نے یہی کلمات عثمان بن عفان کیلئے دھرائے۔ عثمان نے فوراً قبول کرلیا۔ عبدالرحمن نے ان جملوں کو تین بار تکرار کیا۔ تینوں بار عثمان نے قبول کیا۔ پھر عبدالرحمن نے عثمان کی بیعت کی۔ بنی ہاشم کے علاوہ سب نے عثمان بن عفان کی بیعت کرلی۔

شوریٰ کا معاملہ تین دن تک چلتا رہا۔ سال ۲۴ ہجری اول محرم کو عثمان بن عفان مسند خلافت پر بیٹھا۔

(منتخب التواریخ، ص ۱۵۲)

باب نمبر 95

وفا

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــُٔوْلًا

اپنے عہد کو وفا کرو کہ عہد و پیمان کے بارے میں سوال ہوگا۔ (الاسراء/۳۴)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا تعتمد علی مودة من لا یوفی بعهده.

جو اپنے وعدے سے وفا نہیں کرتا اُس کی دوستی پر اعتماد نہ کرو۔ (غرر الحکم ۲/ ۵۵۵)

ا۔ باوفا آدمی

حجاج بن یوسف کے زمانے میں جن لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کی تھی، گرفتار کیا جا رہا تھا اور اُن پر حد جاری کی جا رہی تھی۔ اچانک مؤذن کی آواز بلند ہوئی۔ مجرموں میں سے ابھی ایک زندہ تھا، حجاج نے اسے اپنے دربان عتبہ کے حوالے کیا اور کہا: اسے کل میرے پاس لے کر آؤ۔

عتبہ کہتا ہے کہ جب حجاج وہاں سے چلا گیا تو وہ مجرم کہتا ہے کیا تم میں کوئی خیر و نیکی ہے؟ میں نے کہا: کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ بولا: میں نے کسی مسلمان کے خلاف جنگ نہیں کی۔ میرے اوپر یہ الزام غلط لگایا گیا ہے۔ میرے ساتھ ایک نیکی کرو کہ مجھے اجازت دے دو، میں اپنے اہل و عیال کے پاس چلا جاؤں اور اُن کو وصیت کروں اور پھر صبح ہونے سے پہلے واپس آ جاؤں۔

عتبہ کہتا ہے میں نے یہ بات قبول نہ کی اور اُس کی طرف سے منت سماجت کرنے پر ہنستا رہا۔ وہ مسلسل مجھ سے درخواست کرتا رہا، آخر میرا دل نرم پڑ گیا، مجھے اُس پر رحم آ گیا۔ میں نے کہا: کیا تم اپنے وعدے کو وفا کرو گے یا میرے ساتھ اداکاری کر رہے ہو؟ اُس نے قسم کھائی کہ میں وعدہ کرتا ہوں، صبح ہونے سے پہلے تمہارے پاس واپس آ جاؤں گا۔ تاکہ تم مجھے حاکم کے پاس لے جاؤ۔

عتبہ کہتا ہے اس رات میں سو نہ سکا اور بستر پر کروٹیں بدلتا رہا جیسے کسی سانپ کا ڈسا ہوتا ہے۔ میں دل میں کہہ رہا تھا اگر وہ نہ آیا تو حجاج مجھے قتل کر دے گا۔ لیکن وہ آدمی صبح ہونے سے پہلے آ گیا۔ اور کہنے لگا میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔

میں نے تعجب کیا، میں اُسے حجاج کے پاس لے گیا اور واقعہ حجاج کے سامنے بیان کیا۔ حجاج نے اس آدمی کی وفا کرنے کی

وجہ سے مجھ سے کہا: اگر تم کہو تو یہ آدمی میں تمہیں بخش دوں۔ میں نے کہا: یہ آپکی کرامت نفس ہے۔ حجاج نے اُسے مجھے بخش دیا۔ اور میں نے اسے آزاد کردیا۔ لیکن اس نے میرا شکریہ ادا نہ کیا۔ میں نے سوچا یقیناً وہ احمق ہے۔

اگلے دن آیا، معذرت کی اور کہا: کل اس آزادی پر پہلے خدا کا شکر ادا کرنا چاہتا تھا اس لیے آج تمہارا شکر ادا کرنے آیا ہوں۔

(رہنمائے سعادت ۳/ ۳۳۳۔ تاریخ مہدی)

۲۔ اسماء شادی کی رات

حضرت خدیجہ کی زندگی کے آخری ایام میں جب وہ بستر بیماری پر تھیں، اسماء بنت عمیس اُن کی عیادت کرنے آئیں۔ حضرت خدیجہ کو روتے ہوئے دیکھا، پوچھا: آپ رو کیوں رہی ہیں، آپ کا شمار تو بہترین عورتوں میں ہوتا ہے، آپ پیامبرؐ کی زوجہ ہیں ،آپ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے اور آپ نے اپنی تمام دولت خدا کی راہ میں بخش دی ہے۔

فرمایا: ہر عورت کو شب زفاف میں ماں کی ضرورت ہوتی ہے، میری فاطمہؑ ابھی چھوٹی ہے، ڈرتی ہوں میرے مرنے کے بعد کوئی نہ ہو جو اس کے کاموں کی ذمہ داری اٹھائے۔ اسماء نے کہا: میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ اگر فاطمہؑ کی شادی تک میں زندہ ہوئی، تو آپکی جگہ اُن کے کاموں کی ذمہ داری اٹھاؤں گی۔

اسماء کہتی ہیں: حضرت زہراؑ کی شادی کی رات پیامبرؐ نے فرمایا: سب عورتیں باہر چلی جائیں، میں رک گئی۔ پیامبرؐ نے دیکھا کہ میں نہیں گئی، فرمایا: میں نے کہا نہیں کہ سب باہر چلے جائیں؟ عرض کیا: میں نے خدیجہ، سے وعدہ کیا تھا کہ ایسی رات میں فاطمہؑ کے لئے ماں کا کردار ادا کروں گی اور اب میرا وعدہ وفا کرنے کا وقت آگیا ہے۔

پیامبرؐ نے گریہ کیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر میرے لیے دعا کی۔

(چند تاریخ ۲/ ۲۲۔ شجرہ طوبی)

۳۔ عجیب وفا

میرزا فرہاد معتمد الدولہ فارس کے گورنر کہتا ہے: کس کام سے برطانیہ کے سفیر کو ملنے تہران گیا۔ اس نے تصاویر کی البم مجھے دیکھائی۔ پھر اچانک ایک تصویر کو دیکھا اور رونے لگا۔

میں نے دیکھا کہ ایک کتے کی تصویر کو دیکھ کر وہ رونے لگا ہے۔ میں حیران ہوا اور اس کی وجہ پوچھی۔ کہا: میں لندن میں رہتا تھا۔ اور کسی ذمہ داری کی انجام دہی کیلئے شہر سے باہر کچھ کلومیٹر تک مجھے جانا تھا۔ میں گھر سے باہر آیا۔ میرے پاس میرا بیگ بھی تھا، اس میں کچھ اہم کاغذ اور حکومتی اسناد تھیں، اس کے علاوہ کچھ رقم بھی تھی۔

میں نے دیکھا کہ میرا کتا میرے پیچھے آرہا ہے۔ میں نے اسے واپس کرنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ واپس نہ گیا۔ میں

شہر سے باہر پہنچا اور ایک درخت کے نیچے آرام کرنے لگا۔ پھر وہاں سے اٹھا اور اپنے مقصد کی طرف چل دیا۔

میرا کتا پھر میرے پیچھے چل پڑا، میں نے اسے پھر روکنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ جانے کیوں باز نہیں آرہا تھا۔ میں نے تنگ آکر اسے گولی ماردی۔ چند ایک گولیاں ماریں وہ گر گیا۔ میں اپنے کام کے پیچھے چلا گیا۔ کچھ دور جا کر مجھے اندازہ ہوا کہ میرا بیگ میرے پاس نہیں ہے۔ میں بہت پریشان ہو گیا، میں نے جہاں آرام کیا تھا وہاں واپس آیا، دیکھا کہ بیگ وہاں نہیں ہے۔

میرے ذہن میں آیا کہ شاید کتا جو میرے راستے میں رکاوٹ بن رہا تھا اُس میں کوئی مطلب تھا۔ میں اپنے کتے کے پیچھے گیا جسے میں نے گولی ماری تھی۔ میں خون کے قطروں کے نشان پر چلتا ہوا ایک گڑھے تک پہنچا، دیکھا کہ کتے نے میرا بیگ اپنے دانتوں میں پکڑا ہوا ہے اور مر چکا ہے۔

میں نے اپنا بیگ اٹھا لیا اور سمجھ گیا کہ اس کے باوجود کہ میں نے اُسے گولی ماری تھی۔ اُس نے میرے بیگ کی حفاظت کی۔ راہگیروں سے بچا کر اور گاڑیوں سے بچا کر کہ کہیں اُن کے نیچے نہ آجائے، جتنی اُس میں جان تھی، بیگ کو کھینچ کر سڑک سے دور لے گیا تاکہ کوئی میرے بیگ تک نہ پہنچ سکے۔ کیا اب بھی میں اس کتے کی تصویر دیکھ کر اس وفا پر گریہ نہ کروں۔

(داستانہائے شگفت، ص ۱۳۹)

۴۔ ابو جعدہ

مروان حمار کے قتل سے بنی امیہ کی خلافت اپنے اختتام کو پہنچی اور بنی عباس مسند خلافت پر براجمان ہوئے۔ ابو جعدہ، مروان حمار کا بہت سمجھدار وزیر تھا۔ اس واقعہ کے بعد وہ بنی عباس کے خلیفہ سفاح سے مل گیا۔

جب مروان کا کٹا ہوا سر سفاح کے سامنے لایا گیا تو سفاح نے پوچھا: کوئی ہے جو اس کو پہچانتا ہو؟ ابو جعدہ نے کہا: میں جانتا ہوں، وہ روتا ہوا آگے بڑھا اور بولا: یہ سر ہمارے کل کے امیر المؤمنین کا ہے۔ آج خدا کی حمد و ثنا ہے کہ اب مسند خلافت آپ کے جمال مبارک تک پہنچی، آج آپ امیر المومنین ہیں جو تا قیامت قائم و دائم رہے۔

سفاح کی عادت یہ تھی کہ جو کوئی بھی مروانیوں کی تعریف کرتا تھا، وہ اسے قتل کر دیتا تھا۔ ابو جعدہ خود کہتا ہے: اس بات کے بعد اس کے گرد کھڑے لوگوں نے یوں مجھے گھورا کہ میں سمجھ گیا، میں کوئی بہت ہی بری بات کر دی ہے۔ رات میں صبح تک جاگتا رہا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھ دیا۔ اس انتظار میں تھا کہ اب سفاح کی طرف سے کوئی آئے گا اور مجھے سزا دی جائے گی۔

جب صبح ہو گئی میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ صدقہ دیا اور جناب سفاح کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے اپنے ایک جاننے والے سے پوچھا: کل میری بات کے بعد جب میں یہاں سے چلا گیا تو کیا کہا گیا؟

اس نے بتایا: کسی نے خلیفہ سے کہا اس نے تو عجیب بات کر دی ہے۔ خلیفہ نے کہا: اس نے اپنے ولی نعمت اور کفالت کرنے والے کو برے الفاظ سے یاد نہیں کیا۔ اس کے احسان کو نہیں بھلایا۔ اس کے ساتھ وفا کی ہے۔ اسی وجہ سے ہم بھی اس کے ساتھ احسان

دیتی کریں گے۔

(جوامع الحکایات، ص ۱۳۳)

۵۔ کثیر کی نذر

عباسی خلیفہ مامون بیمار ہوگیا۔ اس نے نذر کی کہ اگر وہ صحت یاب ہوگیا تو مال کثیر صدقہ دے گا۔ جب وہ صحت مند ہوگیا تو اپنی نذر کو وفا کرنا چاہتا تھا لیکن اس پہ معلوم نہ ہوسکا کہ مال کثیر کتنا ہے۔

اس نے تمام علما کو حاضر کیا اور اُن کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ اس کا حل پوچھا کہ مال کثیر کی کیا مقدار ہوگی؟ ہر کوئی الگ بات کر رہا تھا۔ کوئی کہتا: دس ہزار، کوئی کہتا: ایک لاکھ دینار۔ مامون کو ان کی باتوں سے اطمینان حاصل نہ ہوا۔

مامون نے امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا۔ امامؑ نے فرمایا: تراسی (۸۳) دینار کو فقرا میں تقسیم کردو تمہاری نذر وفا ہوجائے گی۔ علمانے محفل میں اعتراض کرنا شروع کردیا۔ کہا: یہ کیا بات ہوئی، ۸۳ دینار کیوں؟ اس کیا وجہ ہے؟ امامؑ نے فرمایا: خداوند تعالیٰ قرآن پاک میں اپنے رسول اور اُن کے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

لقد نصر کم الله فی مواطن کثیرة۔ بتحقیق اللہ نے آپ کی مواطن کثیر میں مدد کی۔ (توبہ/۲۵)

جیسا کہ تاریخ میں لکھا گیا ہے مواطن کثیر، ۸۳ غزوات اور جنگیں ہیں۔ جو پیامبر اکرمؐ اور صحابہ نے اسلام کی خاطر لڑی ہیں۔ سب علما یک زبان آفرین کرنے لگے اور داد و تحسین کہنے لگے۔ مامون کو بھی اطمینان ہوگیا۔ یوں اُس نے اپنی نذر کو پورا کیا اور ۸۳ دینار طلا فقرا میں تقسیم کیے۔

(لطائف طوائف، ص ۵۴)

باب نمبر96

ہدیہ (تحفہ)

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنِّیۡ مُرۡسِلَۃٌ اِلَیۡہِمۡ بِہَدِیَّۃٍ فَنٰظِرَۃٌۢ بِمَ یَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ

(ملکہ بلقیس نے اپنی حکومت کے عہدیداروں سے کہا:) میں اُن (حضرت سلیمانؑ) کے لیے قیمتی تحائف بھیجتی ہوں۔ تاکہ دیکھوں کہ ہمارے بھیجے ہوئے کیا خبر لاتے ہیں۔ (نمل/۳۵)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ما استسل سخیمة الغضبان و لا استمیل المهجور و لا استدفعت الشرور بمثل الهدیة۔

غصے سے بھرے افراد کا غصہ دور کرنے کیلئے، علیحدہ ہو چکے لوگوں کو اکھٹے کرنے کیلئے اور شرارتی لوگوں کے شر سے بچنے کیلئے تحفہ کے علاوہ کوئی چیز کارآمد نہیں ہے۔ (غرر الحکم ۲/۵۸۱)

ا۔ بیمار کیلئے تحفہ

امام صادق علیہ السلام کے ایک خادم کہتے ہیں: امامؑ کے خدمت کاروں میں سے ایک خادم بیمار ہو گیا تھا۔ ہم کچھ خادم اُس کی عیادت کے لیے گئے۔ راستے میں کسی ایک گلی میں ہمارا امام صادقؑ سے سامنا ہو گیا۔ امامؑ نے پوچھا: کہاں جارہے ہیں؟ ہم نے بتایا کہ فلاں خادم بیمار ہے اس کی عیادت کیلئے جارہے ہیں۔

فرمایا: کیا کوئی سیب، پھول، عطر یا کوئی خوشبو تم ساتھ لے جارہے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ فرمایا: کیا نہیں جانتے ہو کہ اگر بیمار کیلئے کوئی تحفہ لے کر جائیں تو وہ خوش ہوتا ہے اور آرام و سکون کا احساس کرتا ہے۔

(محجۃ البیضاء ۳/۱۱)

۲۔ چیونٹی اور مچھر کی ٹانگ

حضرت سلیمانؑ نے ایک عام لوگوں اور بزرگوں کو ایک محفل میں دعوت دی۔ طے پایا کہ ہر کوئی تحفہ لے کر جائے گا۔ ہر آنے والا اپنے ساتھ تحفہ لا رہا تھا۔ ایک بوڑھی سی چیونٹی بھی منہ میں مچھر کا پاؤں دبائے جناب سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

جناب سلیمانؑ نے یہ تحفہ قبول کرلیا اور خزانہ دار کو بلا کر یہ تحفہ اُس کے حوالے کیا۔ اس نے عرض کی: آپ بلقیس کی طرف سے بھیجا ہوا عظیم الشان، قیمتی، طلائی اینٹوں سے بنا ہوا، سو غلام طلائی کمر بند کے ہمراہ بھیجا ہوا تحفہ قبول نہیں کرتے، لیکن اب ایک مچھر کی ٹانگ جو یہ بوڑھی چیونٹی آپ کیلئے لائی ہے اُسے آپؑ نے قبول کرلیا ہے، اور اُسے حفاظت کیلئے اپنے خزانہ دار کے حوالے کر رہے ہیں۔ آخر کیا ماجرا ہے؟

فرمایا: ہم فقیروں اور درویشوں کے غریبانہ تحفے کو قبول کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھتے۔ ہم اُنہیں قبول کرتے ہیں۔ اور ہمارا خزانہ مال دار لوگوں کے مال کا محتاج نہیں ہے۔

(رہنمائے سعادت ۳/ ۵۷۷)

۳۔ حدیث کے راوی کیلئے تحفہ

سید حمیری کوفہ کے ایک بزرگ آدمی کی خدمت سے واپس آرہے تھے۔ اس بزرگ آدمی نے اُن کو گھوڑا اور انتہائی قیمتی خلعت تحفہ کے طور پر دی تھی۔

سید حمیری نے کوفہ کے لوگوں کی طرف منہ کیا اور کہا: اے لوگو! اگر کوئی امیر المومنینؑ کی فضیلت میں مجھے کوئی حدیث سنائے گا، جس کے بارے میں نے کوئی شعر نہ کہا ہو تو یہ گھوڑا اور قیمتی خلعت میں اُسے تحفہ کے طور پر دوں گا۔

ایک آدمی اُٹھا اور اس نے ایک حدیث بیان کی: ایک دن امیر المؤمنینؑ گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے تھے، سفر کیلئے لباس زیب تن کیا، جوتے کا ایک پاؤں پہنا اور جب دوسرا پاؤں پہننا چاہتے تھے تو اچانک ایک عقاب آسمان سے آیا اور وہ جوتے کا پاؤں اپنی چونچ میں پکڑ کرلے گیا۔ اوپر جا کر اُس نے چھوڑ دیا۔ جب جوتے کا دوسرا پاؤں زمین پر گرا تو اس میں سے ایک سانپ نکلا اور بھاگ کر ایک سوراخ میں چلا گیا۔ پھر امیر المومنینؑ نے جوتے کا دوسرا پاؤں بھی پہن لیا۔

سید حمیری نے اس فضیلت پر کوئی شعر نہ کہا تھا۔ لہذا اس فضیلت کو سننے کے بعد اس پر اُس نے اشعار کہے۔ اور وعدے کے مطابق گھوڑا اور خلعت اُس آدمی کو ہدیہ کردیا۔ اس کے علاوہ اُس کے اپنے پاس بھی جو کچھ وہ بھی دے دیا۔

(الغدیر ۴/ ۹۴)

۴۔ عجیب تحفہ

نعیمان بن عمرو شوخ طبع اور مزاح کرنے والے انسان تھے۔ وہ پیامبر اکرمؐ کے صحابہ میں سے تھے۔ ایک دن مدینہ میں ایک کاروان آیا۔ اُن کے پاس کھانے کے سامان میں بہت لذیذ کھانے اور شہد تھا۔ نعیمان نے اُن سے کچھ مقدار میں وہ ادھار لیا اور پیامبر اکرمؐ کی خدمت میں لایا اور عرض کی:

یارسول اللہؐ تناول فرمائیں یہ ہدیہ ہے! آنحضرتؐ نے اُس میں سے کچھ کھالیا اور باقی کو اصحاب میں تقسیم کر دیا۔ جب کاروان والوں نے پیسے مانگے تو اُن کو پیامبرؐ کے پاس لے آیا اور کہا: یارسول اللہؐ ان کے کھانے کی قیمت ادا کر دیں۔ فرمایا: تم نے تو کہا تھا ہدیہ ہے؟

کہا: خدا کی قسم میرے پاس اس کے پیسے نہیں تھے اور میں چاہتا تھا کہ آپ یہ تناول کریں اس لیے میں نے یہ کام کیا۔

پیامبر مسکرائے اور اُس کھانے کی قیمت اُن کے مالکوں کو ادا کر دی۔

(لطائف الطوائف، ص ۲۸)

۵۔ بارش کے پانی کا گھڑا

عربستان کی سرزمین پر ایک صحرانشین مرد اور عورت بیابان میں زندگی گزار رہے تھے۔ وہاں کا بادشاہ بہت سخی تھا۔

ایک رات عورت نے اپنے شوہر سے کہا: اتنی تنگدستی کب تک؟ کچھ کرو۔ شوہر اُس کو صبر اور توکل کرنے کی تلقین کرتا رہا۔ عورت راضی و مطمئن نہیں ہو رہی تھی اور مسلسل ضد کر رہی تھی۔

مرد اُس کو نصیحت کرتا رہا اور کہتا تھا کہ: تنگ دستی، قناعت اور صبر و رضا کے ساتھ خدا پر توکل بہتر ہے۔ لیکن عورت جواب میں شرمندگی اور سخت زندگی کی باتیں کرتی تھی۔

کچھ عرصہ مہر و محبت کے ساتھ یہ فقیرانہ زندگی گذر گئی، تو ایک دن عورت نے مرد سے کہا: بادشاہ بخشش والا ہے، آؤ کوئی ہدیہ لے کر اُس کے پاس چلتے ہیں شاید اُس کی بخشش سے ہماری زندگی بدل جائے۔

مرد نے کہا: ہمارے پاس کچھ نہیں ہے جو ہدیہ کے طور پر لے جائیں؟ عورت نے کہا: ہمارے پاس ایک گھڑا ہے جس میں ہم نے بارش کا پانی جمع کیا ہوا ہے، وہ تحفے کے طور پر لے جاتے ہیں۔

پانی کا گھڑا لے کر وہ دربار کے پاس آئے اور اُس کو ہدیہ کر دیا۔ نگہبانوں نے اس بات کو خلیفہ تک پہنچا دیا۔ خلیفہ کو اُن کی سادگی اور نیت بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ گھڑے کو سونے سے بھر دیں اور اُن کو کشتی میں سوار کرا دیں تاکہ وہ آسانی سے اپنی منزل پر واپس جا سکیں۔ خلیفہ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور اس طرح وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

(داستانہائے مثنوی ۱/ ۵۰)

باب نمبر 97

بیوی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

خدا کی آیات میں سے یہ ہے کہ آپکی جنس سے ہی آپکے لیے بیویاں پیدا کیں تا کہ اُن کے پاس سکون حاصل کرو اور اُس نے آپکے درمیان مودت اور رحمت پیدا کی۔ (روم/۲۱)

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ما افاد عبد فائدۃ خیراً من زوجۃ صالحۃ اذا رآھا سرته و اذا غاب عنھا حفظته فی نفسھا و ماله.

کسی بھی بندے کے لیے صالح بیوی سے بہتر کچھ نہیں ہے جب اُس کو دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب وہ سفر میں اور گھر سے باہر ہوتا ہے تو وہ اپنی اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہے۔ (بحار الانوار ۱۰۳ / ۲۱۷)

ا۔ بیوی کی اذیت پر صبر

حضرت یونس پیامبرؑ کے گھر کچھ لوگ مہمان کے طور پر گئے اور دیکھا کہ جب بھی حضرت یونسؑ اپنی بیوی کے کمرے میں جاتے ہیں کچھ لینے کے لیے، تو اُن کی بیوی اُن کو اذیت کرتی ہے اور دیر سے اُن کی بات سنتی ہے۔

مہمان یہ دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ حضرتؑ نے اُن سے کہا: حیران نہ ہو، میں نے خدا سے درخواست کی ہے کہ میرے لیے جو امتحان آخرت میں قرار دیا ہے وہ مجھے اسی دنیا میں دے دے۔

خدا نے فرمایا: تمہارا امتحان فلاں شخص کی بیٹی ہے جس سے تم نے شادی کرنی ہے۔ میں نے اُس لڑکی کو اپنی بیوی بنالیا اور جب بھی اُس کو دیکھتا ہوں اُس پر صبر کرتا ہوں اور اُس کی دی ہوئی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہوں۔

(محجۃ البیضاء ۳/۷۱)

۲۔ بیوی کیلئے خوبصورتی

قتادہ ابن نعمان انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے رسول خداؐ کے ہمراہ غزوہ بدر و احد اور دیگر تمام جنگوں میں شرکت کی تھی۔ فتح مکہ کے وقت بنی ظفر کا پرچم اُس کے ہاتھ میں تھا۔ پیامبرؐ کے صحابہ میں اُس کا نام مشہور و معروف ہے۔ وہ ایک نامور آدمی تھا۔

غزوہ احد میں ایک تیر اس کی طرف آیا اور اس کی آنکھ کو پھوڑ دیا۔ آنکھ باہر نکل آئی۔ قتادہ پیامبرؐ کی خدمت میں پہنچا اور کہا: یا رسول اللہ میں نے حال ہی میں ایک خوبصورت لڑکی لے ساتھ شادی کی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اس حالت میں اس کے پاس گیا تو کہیں وہ مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔

پیامبر خداؐ نے اس کی آنکھ کو صحیح جگہ پر رکھا اور دعا فرمائی: خدایا! اُسے خوبصورت بنا دے۔ پیامبرؐ کی دعا سے اُس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ اچھی اور خوبصورت ہوگئیں۔ اس کی بینائی میں بھی اضافہ ہوگیا۔ پھر کبھی وہ بیمار نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ۲۳ ہجری میں ۶۵ سال کی عمر میں دنیا سے چلا گیا۔

(طبقات ۳/۳۶)

۳۔ حولاء

پیامبر خداؐ اپنے گھر میں تشریف لائے، گھر میں اُم سلمہ موجود تھیں۔ پیامبرؐ نے ایک اچھی خوشبو محسوس کی۔ فرمایا: ایسا لگتا ہے جیسے حولاء (عطر بنانے اور بیچنے والی) یہاں ہے۔

ام سلمہ نے کہا: جی ہاں! وہ یہیں ہے اور اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی ہے۔ حولاء پیامبر خداؐ کے سامنے آئی اور عرض کی: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ میرا شوہر مجھ سے ناراض ہوگیا ہے۔ پیامبر خداؐ نے فرمایا: تمہارے پاس جو مختلف قسم کے عطر ہیں، اُن کے ساتھ اپنے شوہر کیلئے سنگھار کرو۔

اس عورت نے کہا: میرے پاس جو بھی عطر تھے میں نے اس کے ساتھ شوہر کیلئے اپنا سنگھار کیا لیکن پھر بھی میری طرف توجہ نہیں کرتا۔ مجھ سے بے رخی برتتا ہے۔

پیامبرؐ نے فرمایا: اگر وہ یہ جانتا ہوتا کہ جب تمہاری طرف توجہ کرے گا تو اس کا کیا اجر پائے گا تو ہرگز ایسا نہ کرتا۔ حولاء نے عرض کی: کس قدر اجر ہے؟ پیامبرؐ نے ارشاد فرمایا: جب وہ تم پر توجہ کرے گا تو دو فرشتے ہر جگہ اس کی تعریف کرنے لگیں گے، اور اس کا اجر میدان جہاد میں دشمنوں کے خلاف خدا کی خاطر تلوار کے ساتھ جنگ کرنے والے مجاہد جیسا ہے۔ اس وقت اس کے گناہ خزاں میں گرنے والے پتوں کی مانند جھڑ جائیں گے۔ اور جب غسل کرے گا تو گناہوں سے بالکل پاک ہو جائے گا۔

(فروغ کافی ۵/۴۹۶)

تین قسم کی بیویاں

منصور دوانیقی کی خلافت کے زمانے میں ایک آدمی نے فیصلہ کیا کہ جب تک ایک سو افراد سے مشورہ نہ کرلے شادی نہیں کرے گا۔

رات جب سونے لگا تو ارادہ کیا کہ صبح جب اُٹھے گا تو پہلے جس آدمی سے ملے گا اس سے اس بارے میں مشورہ کرے گا۔ قسمت کا کرنا یہ ہوا کہ صبح جب پہلے شخص سے ملا تو وہ پاگل تھا۔ اس کے پیچھے بچے بھاگ رہے تھے۔ اپنے آپ سے کہنا لگا اس پاگل کو تو عقل ہی نہیں ہے لیکن اب کوئی چارہ نہیں ہے مجھے اس کے ساتھ مشورہ کرنا ہوگا۔

اس پاگل نے جواب دیا: بیویاں اور عورتیں تین قسم کی ہیں۔ ایک تمہارے لیے ہے نہ کہ تم پر ہے۔ دوسری دائیں طرف نہیں اور نہ ہی تم پر ہے۔ تیسری دائیں طرف نہیں ہے اور تم پر ہے۔ خیال کرو کہیں میرا گھوڑا تمہیں لات نہ مار دے۔ یہ کہا اور وہاں سے بھاگ گیا۔

وہ آدمی کہتا ہے میں سوچ میں پڑ گیا، میں نے کہا یہ تو سمجھداروں والی بات لگتی ہے۔ میں اس کے پیچھے گیا اور کہا تم نے بہت مختصر بات بتائی ہے اس کی وضاحت کرو۔

وہ پاگل بولا: وہ عورت جس کا تمہیں فائدہ ہے وہ باکرہ عورت ہے، اس کے دل میں تمہاری محبت غالب ہوگی۔ وہ عورت جس کا تمہیں فائدہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ تمہارے خلاف ہوگی، وہ عورت ہے جس کا پہلے شوہر تھا، اور اس کی محبت ابھی بھی اس کے دل میں باقی ہے۔

وہ عورت جس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ تمہارے نقصان میں ہے، وہ عورت ہے جس کی پہلے شوہر سے کوئی اولاد ہو، اور وہ ہر وقت اس کے کاموں میں مصروف رہے، تمہارا سب مال اس پر خرچ کردے۔ اور جب تم اس سے کوئی بات کہو تو جواب میں کہے کہ وہ بہت ہی برا دن تھا جب مجھے تمہارے ساتھ باندھ دیا گیا۔

پاگل نے یہ کہا اور جلدی وہاں سے بھاگ گیا۔

وہ آدمی کہتا ہے میں پھر اس کے پاس گیا اور کہا: تمہاری باتیں تو عقلمندوں کی طرح ہیں تو پھر کیوں پاگل بنے پھرتے ہو؟ جواب دیا کہ خلیفہ چاہتا تھا کہ مجھے قاضی بنادے۔ اس قضاوت سے فرار کی خاطر میں پاگل بن گیا ہوں۔

میں بہت حیران ہوا۔ (جوامع الحکایات، ص ۳۳۵)

۵۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ

ہند جو کہ ام سلمہ کے نام سے جانی جاتی تھیں۔ وہ ابوسلمہ کی بیوی تھیں۔ اُن سے چار اولاد تھیں۔ اُنہوں نے ابوسلمہ کے ہمراہ

حبشہ ہجرت کی۔ پھر مدینہ واپس آ گئیں۔

اُن کے شوہر نے غزوہ احد میں شرکت کی اور زخمی ہو گئے۔ آٹھ مہینے کے بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دنیا سے چلے گئے۔ شوہر کی موت پر جناب ام سلمہؓ بہت بے تاب اور پریشان تھیں کہ اب باقی زندگی کس کے سہارے گذاریں گی۔

ابو سلمہ نے اپنی بیوی کیلئے پیامبرؐ کا قول نقل کیا تھا کہ جب کوئی مشکل گھڑی میں، مصیبت کے وقت میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور پھر کہے کہ خدایا! اس مصیبت کو آپ کی خاطر برداشت کرتا/کرتی ہوں، مجھے اس نیک جزا عطا فرما۔ اور پہلے سے بہتر عطا فرما۔

تو ایسا کہنا بہت اچھا ہے۔

جناب ام سلمہؓ کہتی ہیں: میں نے یہی جملے کہے اور دل میں خیال کیا کہ اب ابو سلمہ سے زیادہ کون ہے جو میرے نصیب میں ہوگا۔ جناب ابوبکر اور عمر نے مجھ سے نکاح کی درخواست کی، میں نے قبول نہ کی۔ پھر پیامبر اکرمؐ نے کسی کو اپنا واسطہ بنا کر بھیجا تا کہ وہ مجھ سے نکاح کی خواستگاری کرے۔ میں نے جواب میں کہا: پیامبرؐ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کریں کہ میں بچہ دار خاتون ہوں اگر میں پھر سے شادی کرتی ہوں تو میرے بچے بے سہارا ہو جائیں گے۔ میرے رشتہ دار میری شادی پر راضی نہیں ہیں۔ میں ایک غیر تسند خاتون ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ میں شادی کے بعد کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکوں گی۔

پیامبر خداؐ نے جواب میں فرمایا: اپنے بچوں کی تم خود سرپرستی کرو گی۔ تمہارے رشتہ دار میری تجویز کے ساتھ مخالفت نہ کریں گے۔ اور یہ جو تم نے کہا کہ تم ایک غیور عورت ہو تو اس کے لیے میں دعا کروں گا۔ جب جناب ام سلمہؓ نے رسول خداؐ کا جواب سنا تو راضی ہو گئیں۔ سال چہارم ہجری ماہ شوال میں پیامبر خداؐ کی ہمسری میں آ گئیں۔

(اسد الغابہ ۵ / ۲۱۸)

باب نمبر 98

ہوائے نفس

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

کیا اس زیادہ کوئی گمراہ جو اپنے ہوائے نفس کی پیروی کرے اور خدا کی ہدایت کو قبول نہ کرے، کوئی اور ہوسکتا ہے۔ (قصص/۵۰)

امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

اشقى الناس من غلبه هواه فملكته دنياه وافسد أخراه.

لوگوں میں سے بدبخت ترین وہ ہے جس پر ہوائے نفس غلبہ کرلے اور وہ اپنی دنیا کو اپنے اختیار میں لے لے اور اپنی آخرت کو تباہ کرلے۔ (غرر الحکم ۲/۵۹۲)

۔نفس پرست

گرمی کے موسم میں ایک دن معاویہ کمرے میں بیٹھا تھا، جس چار اطراف میں کھلی ہوادار کھڑکیاں تھیں۔ جن سے ہوا آرہی تھی۔ معاویہ نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو ایک عربی ننگے پاؤں پانی کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے کپڑے اتارے اور پانی میں بھگو کر پھر پہن لیے تا کہ اس کی ٹھنڈک سے گرمی کی شدت کو کم کرسکے۔ معاویہ نے کہا: اگر وہ سوئے قصد رکھتا ہوا یا اُس پر ظلم ہوا ہے تو میں ضرور اس کا حساب لوں گا۔

وہ عرب معاویہ کی ہی طرف آرہا تھا۔ جب معاویہ کے سامنے پہنچا، اس نے سلام کیا۔ معاویہ نے کہا: اس گرمی میں تمہیں مجھ سے کیا کام ہے جو یہاں آئے ہو؟ کہا: جی ہاں! مجھے آپ سے ضروری کام ہے۔ میں بنی تمیم کے علاقے سے آرہا ہوں۔ میری درخواست یہ ہے کہ میں نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ شادی کی تھی۔ میں اور وہ بہت اچھی زندگی گذار رہے تھے۔

زمانے کے اتفاقات کہ میری ساری دولت میرے ہاتھ سے چلی گئی۔ میرے سسر نے جب میری تنگدستی دیکھی تو اپنی بیٹی کو میرے پاس سے لے گیا۔

میں آپ کے گورنر مروان کے پاس گیا۔ اور اپنی داستان اُن کے گوش گزار کی۔ اُس نے حکم دیا کہ میری بیوی اور اس کے باپ کو جو کہ میرا چچا تھا، اُن کو حاضر کیا جائے۔ جب وہ لوگ آ گئے۔ جیسے ہی مروان کی نگاہ میری بیوی پر پڑی وہ اس کا شیفتہ ہو گیا۔ میرے چچا کو ایک ہزار سرخ دینار دیے تاکہ چچا مجھ سے اپنی لڑکی کیلئے طلاق حاصل کریں۔

میں نے انکار کر دیا، اُس نے حکم دیا کہ مجھے کوڑے مارے جائیں۔ اُنہوں نے مجھے کوڑے مارے لیکن میں طلاق دینے پر راضی نہ ہوا۔ مروان نے خود ہی میری مرضی کے بغیر طلاق جاری کر دی اور عدت کے عرصے تک کیلئے مجھے جیل بھجوا دیا۔ اب میں اُس کی قید سے رہا ہو کر سیدھا آپ کے پاس آ رہا ہوں۔ اس نے میری بیوی کو زبردستی مجھ سے چھینا ہے۔ میں آپ سے انصاف کا تقاضا کرتا ہوں۔

معاویہ نے مروان کے نام سخت الفاظ کے ساتھ ایک خط لکھا اور اُسے خبردار کیا کہ اس عورت کو جلد از جلد شام روانہ کرو۔ چند دن کے بعد جب وہ عورت معاویہ کے سامنے لائی گئی۔ جیسے ہی معاویہ نے اس عورت کو دیکھا۔ عربی سے کہنے لگا: میں تمہیں اس کے بدلے میں تین خوبصورت کنیزیں دیتا ہوں اور تمہاری ساری زندگی کے خرچے کا ذمہ لیتا ہوں۔ یہ لڑکی میرے حوالے کر دو۔

عرابی نے کہا: میں مروان کے ستم سے تنگ آ کر آپ کے پاس انصاف کیلئے آیا تھا لیکن اب آپ کی شکایت کس کے پاس لے کر جاؤں؟ معاویہ نے اس عورت کی طرف منہ کیا اور پوچھا: تم مروان کے ساتھ رہنا چاہتی ہو یا اپنے شوہر کے ساتھ؟ ان میں سے کس کو چاہتی ہو؟

عورت نے کچھ سوچنے کے بعد جواب دیا: میں اپنے چچازاد جو کہ میرا شوہر ہے اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ میرے اور اس کے درمیان کوئی مشکل نہ تھی۔ ہمارے درمیان پیار و محبت کا رشتہ قائم تھا۔ لیکن ہمارے برے دن تھے کہ ہم پر یہ مصیبتیں آئیں۔ معاویہ نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس نے حکم دیا کہ اس عورت کو اس کے شوہر کے حوالے کر دیا جائے۔

(اعلام الناس، ص ۱۲)

۲۔ نفس پرست کون؟

جناب عثمان کے قتل کے بعد عبداللہ بن عمر اُن سات افراد میں سے ایک تھا جس نے امام علیؑ کی بیعت نہ کی تھی۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ جب سب بیعت کریں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔

کچھ عرصے بعد وہ مکہ چلا گیا اور وہاں جا کر امام علیؑ کی حکومت کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف ہو گیا۔ امامؑ نے اُس کے پیچھے مامور کو بھیجا کہ اسے گرفتار کر کے لائیں۔ لیکن اُس نے آخر عمر تک بیعت نہ کی۔

امام علیؑ کی شہادت کے بعد اس نے معاویہ کی بیعت کرلی۔ اس کی حکومت کو رسمی حکومت کے طور پر تسلیم کرلیا۔ جب معاویہ لوگوں سے یزید کیلئے بیعت لے رہا تھا۔ وہ مخالفین میں شامل ہوگیا۔ جب معاویہ کے بعد امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تو وہ یزید کے مخالفین میں سے تھا۔ وہ مکہ آگیا اور امامؑ کو نصیحت کی اور جنگ کرنے سے روکا۔ پھر امامؑ کے سینہ کا بوسہ لیا اور چلا گیا، خود مکہ میں رہ گیا تاکہ اپنی حکومت کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرے۔ لیکن اس کے بعد کہ وہ مدینہ آگیا اور امام حسینؑ کوفہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ یزید کو اُس نے خط لکھا اور اس کی حکومت اور خلافت کو دل وجان سے قبول کرلیا۔

جب مدینہ کے لوگوں نے امامؑ کی شہادت کے بعد گورنر اور حکومتی عہدیداروں کے خلاف بغاوت کی تو اُس نے اپنے رشتہ داروں کو اکٹھا کیا اور کہا: جو بھی یزید کی مخالفت کرے گا میں اُس سے قطع تعلق کرلوں گا۔ یزید کے بعد عبدالملک مروان کو خلافت ملی، اُس نے ابن زبیر کی سرکوبی کے لیے حجاج کو مکہ بھیجا۔ عبداللہ بن عمر رات کے وقت ہی حجاج کے پاس گیا اور اس کے ساتھ بیعت کرلی۔

حجاج نے کہا: بیعت کرنے میں اتنی جلدی کیوں کر رہے ہو؟ عبداللہ نے کہا: میں نے پیامبرؐ سے سنا تھا کہ فرمایا: جو بھی مرجائے اور اُس کا کوئی امام نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔ ڈر رہا تھا کہ کہیں رات کو میری موت نہ آجائے اور امام نہ ہونے کی وجہ سے جاہل مردوں میں میرا شمار نہ ہوجائے۔

حجاج نے لحاف میں سے اپنا پاؤں نکالا اور کہا: آجاؤ میرے ہاتھ کے بجائے، میرے پاؤں کو بوسہ دے دو۔ کیونکہ وہ امام علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ جیسے اماموں کو نہیں مانتا تھا اور نفسانی خواہشات رکاوٹ تھیں۔ لیکن یہاں رات کے اندھیرے میں کسی خوف کے بغیر اپنے بدکردار نفس کے تسلیم ہوگیا اور حجاج کے پاؤں سے بیعت کرلی۔

(سخنان حسین ابن علیؑ، ص ۵۰-۴۵)

۳۔ نفس کی پیروی کا انجام

حضرت موسیٰؑ کے حکم سے کھال سے ایک حوض بنایا گیا اور پھر اس کو پانی سے پُر کردیا گیا۔ اس پر تالا لگایا گیا اور چابی جناب ہارونؑ کو دے دی گئی۔

بنی اسرائیل میں سے اگر کسی عورت پر زناکاری کا گمان کیا جاتا تو اسے جناب ہارونؑ کے پاس لے جاتے۔ جناب ہارونؑ اس حوض میں سے کچھ پانی اس عورت کو پلاتے، اگر وہ گناہگار ہوتی تو وہیں اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہوجاتا اور وہ وہیں مرجاتی۔

ایک دفعہ ایک عورت نے نفس کی پیروی کرتے ہوئے، بدکاری کی۔ اور جب اس پر گمان کیا جانے لگا۔ اور اس کو امتحان کرنے کی باتیں ہونے لگیں۔ اس کی ایک ہم شکل بہن تھی، اس عورت نے سوچا اپنی جگہ اسے بھیج دے گی۔ تاکہ خود کو روسیاہی اور ہلاکت سے نجات دے سکے۔

جس دن اسے جانا تھا اس نے اپنی بہن کو بھیج دیا۔ وہ گئی اور اس نے حوض سے پانی پیا۔ اسے کوئی نقصان نہ ہوا اور وہ واپس

آ گئی۔ جب اس کی بہن وہاں سے واپس آ گئی تو وہ بہت خوش ہوئی کہ وہ دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ لیکن جیسے ہی اس نے اپنی بہن کو دیکھا، اس کا اپنا چہرہ سیاہ ہو گیا اور وہیں مر گئی۔

(کیفر کردار ا /۷۹ ۳)

۴۔ اپنے کو دھوکہ

حضرت موسیٰ کے زمانے میں بلعم باعورا کو اسم اعظم معلوم تھا۔ جب حضرت موسیٰ کا لشکر اس کے شہر کی طرف جا رہا تھا۔ بلعم کے لوگوں نے اس سے کہا: موسیٰ کے لشکر پر نفرین کرو۔ اس نے ایسا نہ کیا۔ لوگوں نے ایک خوبصورت عورت کو اس کے پاس بھیجا۔ اس عورت نے وسوسہ کے ذریعے بلعم کو زنا کرنے پر مجبور کر دیا۔ جس کی وجہ سے اس سے اسم اعظم کا علم چلا گیا۔ پھر جب اس نے چاہا کہ موسیٰ کے لشکر پر نفرین کرے تو اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔

لوگوں نے کہا: اب کیا کریں؟ بلعم نے جب دیکھا کہ اس کا علم چلا گیا ہے تو اس نے کہا: ساری عورتیں بناؤ سنگھار کریں اور موسیٰ کے لشکر میں داخل ہو جائیں۔ اگر وہاں کوئی سپاہی دست درازی کرنا چاہے تو منع نہ کرنا۔ اگر ایک بھی سپاہی اُن میں سے کسی کے ساتھ زنا کرے گا تو اُن کا کام تمام سمجھو۔

عورتوں نے ایسا ہی کیا۔ سپاہیوں میں سے ایک سپاہی زمری ابن مشلوم نے ایک عورت کو پکڑا اور حضرت موسیٰ کے سامنے آ کر کہتا ہے کہ اس عورت کے ساتھ اکٹھا ہونا، تمہارے نزدیک حرام ہے۔ لیکن میں تمہارے حکم کو نہیں مانتا۔

اس کے بعد وہ عورت کو لے کر خیمہ میں چلا گیا اور اس کے ساتھ زنا کا عمل انجام دیا۔ فوراً ہی طاعون کی بیماری ہر جگہ پھیل گئی اور حضرت موسیٰ کے لشکر سے بیس ہزار سپاہی مارے گئے۔

خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں پیامبر اکرمؐ سے فرمایا: لوگوں کو تذکر کی خاطر یہ داستان سناؤ۔ بلعم باعورا کو ہم نے اپنے اسرار سے آشنا کیا لیکن اس کی نافرمانی کی وجہ سے ہم نے وہ واپس لے لیا۔ شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو ان اسرار کے ذریعے اسے اعلیٰ منازل تک لے جاتے، لیکن اس نے پستی کو پسند کیا اور ہوائے نفس کی پیروی کی۔ (اعراف/ ۱۷۴ و ۱۷۵)

(چند تاریخ ۲/ ۲۲۴)

۵۔ نفس پرستی کی حد

ابو ہریرہ (م ۵۹) پیامبرؐ کے صحابہ میں سے تھا۔ اس نے پیامبرؐ سے دعا کی درخواست کی۔ پیامبرؐ نے اس کے حق میں دعا کی۔ وہ دو سال پیامبرؐ کے آخری زمانے میں رہا۔ لیکن چند ایک بری عادتوں کی وجہ سے نفس اس پر غالب آ گیا اور اسے گمراہ کر دیا۔ اس نے کبھی بھی علی ابن ابی طالب کی برتری کو پیامبر کی زبان سے قبول نہ کیا۔ علاوہ ازاین شکم پرستی نے دنیا کو اس کی آنکھ میں خوب جلوہ

کررکھا تھا۔

اس نے معاویہ کے زمانے میں مقام ومنصب کے حصول کی خاطر امیر المومنینؑ پر بہت سے ناروانسبت دیں۔ تا کہ معاویہ کی نظروں میں آسکے۔

اس کا جھوٹ پرست نفس اس حد تک پہنچ گیا کہ امیر المومنینؑ نے اس کے بارے میں فرمایا: سب سے زیادہ ابوہریرہ نے پیامبر خداؐ کے ساتھ جھوٹی نسبتیں دی ہیں۔

رقص وسروراور نفس پرستی میں وہ مسلمہ باتوں کا بھی انکار کردیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ طلحہ کی بیٹی عایشہ انتہائی خوبصورت، حسین وجمیل تھی۔ ایک دن ابوہریرہ کی نظراس پر پڑگئی، کہتا ہے سبحان اللہ، تیرے سے زیادہ خوبصورت چہرہ میں نہیں دیکھا۔ (اچانک اُسے کچھ خیال آیا تو کہتا ہے۔) مگر معاویہ کا چہرہ جب وہ منبر رسول پر بیٹھتا ہے۔ (جبکہ معاویہ کے چہرے پر جابہ جادانے تھے۔)

(پیامبر واصحاب)

باب نمبر 99

نا اُمیدی

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا یَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾

انسان نعمت کے حصول کیلئے درخواست کرنے سے کبھی نہیں تھکتا۔ اور جب کبھی اُس پر کوئی شر یا بدی پہنچے تو سخت نا اُمید اور افسردہ ہو جاتا ہے۔ (فصلت/۴۹)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

للغائب الآیس مضض الهلاك.

جو کوئی اپنی خواہش تک نہ پہنچے وہ سخت رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ (غرر الحکم ۲/۶۰۵)

ا۔ محمد بن شہاب زہری

امام سجاد علیہ السلام خانہ خدا کا طواف کر رہے تھے۔ دیکھا کہ لوگ مسجد کے ایک حصے میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ عرض کی: محمد بن شہاب زہری کو ذہنی دورہ پڑا ہے۔ لگتا ہے وہ پاگل ہو گیا ہے۔ وہ کوئی بات نہیں کر رہا۔ اس کے گھر والے اسے مکہ لے کر آئیں ہیں کہ شاید یہاں کچھ شفا ہو جائے اور وہ کوئی بات کرے۔

امام جب طواف مکمل کر چکے تو محمد بن شہاب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ کہا: میں ایک شہر کا حاکم تھا، میں وہاں بہت سے بے گناہ لوگوں کا خون بہایا ہے۔ جس کی وجہ سے میرا یہ حال ہو گیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: میں رحمت الٰہی سے نا اُمید ہونے کے گناہ سے زیادہ ڈرتا ہوں۔ یہ بے گناہ خون بہانے سے بڑا گناہ ہے۔

یہ بات سن کر وہ رحمت الٰہی سے امیدوار ہو گیا۔ اور اس کی بیماری کے آثار ختم ہونا شروع ہو گئے۔

پھر امامؑ نے فرمایا: قتل کا دیہ اُن کے وارثوں کو ادا کرو۔ عرض کی: میں نے کوشش کی تھی، لیکن وہ لوگ قبول نہیں کرتے۔ امامؑ نے فرمایا: دیہ کی رقم کو کپڑے کی تھیلیوں میں رکھ کر اُن کے منہ بند کر دو۔ اور جب مقتولین کے وارثین گھر سے باہر جائیں، نماز جماعت کے لیے گھر سے باہر جائیں، تو وہ رقم کی تھیلیاں اُن کے گھر میں پھینک دو۔ (بحار الانوار ۱۱/۳۱)

۲۔ کیوں نا اُمیدی

ایک آدمی رات کی تاریکی میں گریہ وزاری کرتے ہوئے دعا مانگ رہا تھا اور اللہ اللہ پکار رہا تھا۔ شیطان اُس دعا کرنے والے کے پاس آیا اور کہا: اتنا اللہ اللہ پکار رہے ہو اور کوئی جواب نہیں سن رہے ہو۔ تو پھر اتنا اصرار کیوں کرتے ہو؟ اس رونے دھونے کو بند کرو اور بس کرو۔

وہ آدمی نا اُمید ہو گیا اور افسردہ ہو گیا۔ اس کا دل ٹوٹ گیا۔ عالم خواب میں حضرت خضرؑ کو دیکھتا ہے۔ وہ اس سے فرماتے ہیں: کیا ہوا اللہ اللہ نہیں کہہ رہے ہو؟ کیا تم راز و نیاز کرنے سے پشیمان ہو گئے ہو؟

اس آدمی نے کہا: میں جتنا بھی پکارتا ہوں، کوئی جواب نہیں سنتا۔ اس لیے میں نا اُمید ہو گیا ہوں۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا: کیا تم جواب کو در و دیوار سے سننا چاہتے ہو؟ یہی جو اللہ اللہ کہہ رہے ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ خدائی جذبہ نے تمہیں اس کام پر آمادہ کیا ہے اور تمہارے معشوق کی طرف سے تمہیں بلایا ہے۔

نی، کہ آن اللہ تو ، لبیک ماست
آن نیاز و سوز و دردت ، پیک ماست
ترس و عشق تو کمند لطف ماست
زیر ہر یا رب تو لبیکھاست

تمہارا اللہ کہہ کر پکارنا ہمارا لبیک کہنا ہے۔ وہ تمہارا راز و نیاز کرنا، اور درد دل کرنا۔ ہماری توفیق ہے۔
تمہارا خوف اور عشق ہمارا لطف و کرم ہے۔ کیونکہ ہر یارب کی صدا ہماری طرف سے لبیک ہے۔

ان مطالب اور آگاہی کے بعد وہ سمجھ گیا کہ شیطان نے اسے گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسے حق تعالیٰ سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اس کا اللہ اللہ کہنا ہی بارگاہ رب العزت میں قبولی کی دلیل ہے۔ (داستانہائے مثنوی ۲/ ۴۸)

۳۔ قبولیت سے نا اُمیدی

حضرت ابراہیمؑ نے ایک عابد شخص سے کہا: آؤ کہ دعا کریں تا کہ خداوند مومنوں کو اس دن کی سختی سے نجات دے دے۔ وہ عابد شخص کہتا ہے کہ تین سال سے خداوند سے ایک درخواست کر رہا ہوں۔ لیکن وہ قبول نہیں ہو رہی۔ اب کسی دوسری دعا کیلئے بارگاہ الٰہی میں درخواست کرنے سے شرم محسوس کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: بالکل بھی شرم نہ کرو۔ کبھی خداوند اپنے بندے سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اس کی دعا کی قبولیت کو تاخیر کر دیتا ہے تا کہ وہ اپنے رب سے زیادہ سے زیادہ مناجات کرے۔ اور اس کے برخلاف جب کسی بندے پر غضب ناک ہوتا ہے تو اس

کی دعا کو جلد قبول کر لیتا ہے۔ یا اسے نا اُمید کر دیتا ہے۔ تاکہ پھر وہ دعا نہ کرے۔ اب بتاؤ کہ تمہاری دعا کس زمرے میں آتی ہے؟

عابد نے کہا: ایک دن میں ایک نورانی جوان کی زیارت کی۔ وہ چند ایک گائے کو چرانے کیلئے لایا تھا۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں۔ میں نے کہا: خدایا! اگر تمہارا کوئی دوست اور خلیل ہے تو مجھے اُس کی زیارت نصیب فرما۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: میں وہی ابراہیم ہوں۔ اور وہ نوجوان میرا بیٹا تھا۔

عابد شخص نے حضرت ابراہیم کو بوسہ دیا۔ اور وہ عابد جو مایوس ہو چکا تھا۔ لیکن پھر اس نے خلیل اللہ کی زیارت کر لی۔

(بحارالانوار ۵ / ۳۳)

۴۔ مایوسی اُمید میں بدل گئی

پیامبر خداؐ نے فرمایا: ایک شخص کو قیامت کے دن آگ میں ڈالا جائے گا اور وہ صدا دے رہا ہوگا یا حنان یا منان۔

خداوند جناب جبرائیلؑ سے فرمائیں گے: جاؤ میرے اس بندے کو لے آؤ۔ جناب جبرائیل اسے لائیں گے۔ خداوند فرمائے گا: تم نے اپنی جایگاہ کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا: بدترین جگہ تھی۔ خداوند فرمائے گا: اُسے اسی جگہ واپس لے جاؤ۔ جب چند قدم لے کر جائیں گے تو پیچھے مڑ کر دیکھے گا۔

خداوند فرمائے گا: کس چیز کی طرف دیکھ رہے ہو؟ وہ بندہ کہے گا: مجھے اُمید تھی کہ پھر مجھے اس جگہ نہ لے جایا جائے گا۔ خداوند کا خطاب آئے گا کہ اسے جنت کی طرف لے جاؤ۔ (محجۃ البیضاء ۷ / ۲۵۴)

۵۔ فرعون بھی نا اُمید نہیں

فرعون کے زمانے میں دریائے نیل خشک ہو گیا۔ مصر کے لوگ اس کے پاس آئے اور درخواست کی کہ کچھ کریں جس سے پانی زیادہ ہو جائے۔ فرعون نے کہا: کیونکہ میں آپ لوگوں سے راضی نہیں ہوں، اس لیے ایسا ہوا ہے۔ لوگ دوسری و تیسری بار بھی لیکن پھر وہی جواب سنا۔

چوتھی مرتبہ پھر آئے اور کہا: اے فرعون ہمارے جانور مر رہے ہیں۔ ہماری کھیتیاں خشک ہو رہی ہیں۔ اگر جلد پانی جاری نہ کیا تو ہم کوئی اور خدا انتخاب کر لیں گے۔ فرعون نے اُن سے وعدہ کر لیا کہ جلد پانی جاری ہو جائے گا۔ اگلے دن بیابان میں چلا گیا اور ایک کونے میں اپنا چہرہ مٹی پر رکھا اور عرض کی: خدایا! میں جانتا ہوں کہ حقیقی خدا تو ہی ہے۔ ہم تو ذلیل اور لاچار لوگ ہیں۔ ساری قدرتیں تیری ہیں۔ اپنے لطف و کرم کے ساتھ نیل کے دریا میں پانی جاری فرما دے۔

فرعون نے اتنا گریہ وزاری کی اور اُمید کے ساتھ خدا کو پکارا کہ خداوند نے نیل کے دریا میں پانی جاری فرما دیا۔ ایسا پانی جاری ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ (خداوند برے لوگوں کے اچھے اعمال کا نتیجہ اسی دنیا میں دے دیتا ہے۔)

(علل الشرائع، ص ۵۵)

باب نمبر 100

یہودی

خداوند تعالی فرماتا ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ؕ

یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ تم مومنوں کے سب سے زیادہ دشمن یہودی اور مشرکوں کو ہی پاؤ گے۔

(مائدہ/۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تشبهوا باليهود.

اپنے آپ کو یہودی کے مشابہ نہ کرو۔ (نہج الفصاحہ، ص ۱۳۲)

۱۔ غزوہ احد کے بعد

غزوہ بدر کے بعد، اور مسلمانوں کی کامیابی کے بعد، یہودیوں میں سے بعض نے کہا: وہ اُمی پیامبر جس کی خصوصیات کے بارے میں ہم نے اپنی دینی کتاب تورات میں پڑھا ہے کہ جنگ میں مغلوب نہیں ہوگا۔ یہی پیامبرؐ ہے۔ کچھ نے کہا: جلد بازی نہ کرو۔ جب تک ایک اور جنگ یا واقعہ نہ ہوجائے۔ پھر فیصلہ کریں گے۔

یہودیوں نے کہا: نہیں، خدا کی قسم وہ پیامبر جس کی بشارت ہماری کتاب میں دی گئی ہے وہ یہ نہیں ہے۔

اس واقعہ کے بعد نہ صرف یہ کہ وہ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اپنی دشمنی اور پیامبرؐ و مسلمانوں سے دوری کو بڑھا دیا۔ حتی وہ عہد جو پیامبرؐ کے ساتھ نہ لڑنے کے بارے میں کیا تھا، مدت ختم ہونے سے پہلے توڑ دیا۔ ساٹھ افراد کعب بن اشرف کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے اور مشرکین کے ساتھ اسلام کے خلاف مقابلے کے لیے ہم پیمان ہوگئے اور مدینہ واپس آگئے۔

اسی دوران یہ آیت نازل ہوگئی: "اے پیامبر اُن سے کہہ دو (جنگ احد کی جیت سے خوش نہ ہوں) بہت جلد مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم میں جاؤ گے۔

اور اُن کو منہ توڑ جواب دیا کہ بہت جلد وہ مغلوب اور اسلام کامیاب اور کامران ہوگا۔

(تفسیر نمونہ ۲/ ۳۲۳)

۲۔ پچاس یہودی

جب امیر المومنینؑ نے زمام خلافت کو سنبھالا تو ایک دن نخیلہ میں (کوفہ کے قریب) پچاس یہودی اُن سے ملاقات کیلئے آئے۔عرض کی: ہم نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے کہ ایک بہت بڑے پتھر پر سات پیامبروں کا نام لکھا ہوا ہے۔وہ پتھر اسی سرزمین میں ہے۔لیکن ہم نے بہت جستجو کی ہے، ہم تلاش نہیں کر سکے۔کیا آپ اس جگہ کو جانتے ہیں؟

امامؑ اُن کے ہمراہ نخیلہ سے باہر آئے۔ چند قدم چلنے کے بعد ریت کے ایک ٹیلے پر پہنچے، فرمایا: وہ پتھر یہاں اس ریت کے نیچے ہے۔اُنہوں نے کہا: اس پتھر کو نکالنے کیلئے ہم اتنی زیادہ ریت کو یہاں سے نہیں ہٹا سکتے۔امامؑ نے حق تعالیٰ سے مدد طلب کی تا کہ وہ ریت وہاں سے ہٹ جائے۔ پس تیز ہوا چلی اور وہاں سے ریت ہٹ گئی اور پتھر ظاہر ہو گیا۔امامؑ نے فرمایا: انبیاء کے نام پتھر کے دوسری طرف ہے، جو کہ زمین کی طرف ہے۔

یہودیوں نے ہتھوڑے اور بیلچوں کے ساتھ بہت کوشش کی لیکن تھوڑی ہی دیر میں وہ تھک ہار کر بیٹھ گئے۔امامؑ نے اپنے طاقتور بازو کے زور پر پتھر کو اپنی جگہ سے پلٹ دیا۔جس کی وجہ سے سات انبیاء کے نام ظاہر ہو گئے۔

یہودیوں نے دیکھا کہ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داوؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت عیسیٰؑ، اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام کندہ تھا۔اُن پچاس یہودیوں نے وہیں اسلام قبول کر لیا۔

(ناسخ التواریخ ۵/۶۹)

۳۔ یہودی کی شرمندگی

ایک یہودی امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے: محمد (ص) کہتا ہے۔ ہر انار میں ایک دانہ جنت کا دانہ ہوتا ہے۔ میں نے ابھی پورا ایک عدد انار کھایا ہے۔اور محمد (ص) کے کہنے کے مطابق میں جو کہ کافر ہوں، میں نے بھی جنت سے آئے ہوئے انار کے دانوں میں سے ایک دانا کھا لیا ہے۔پس میں بھی اہل جنت میں سے ہو گیا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: رسولخداؐ نے سچ فرمایا ہے۔اُسی وقت امامؑ نے انار کا ایک دانہ جو اُس یہودی کی داڑھی میں پھنسا ہوا تھا اُسے ہاتھ مار کر گرا دیا۔پھر بڑھ کر اُسے اُٹھا لیا۔اور فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ کافر نے اسے نہیں کھایا۔

وہ یہودی شرمندگی کے مارے وہاں سے چلتا بنا۔(بحار الانوار ۴۱/ ۳۰۰)

۴۔ جرم پر راضی

محمد بن ارقط کہتا ہے: امام صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: تم جو کوفہ آتے جاتے رہتے ہو کیا وہاں امام حسینؑ کے قاتلوں کو دیکھتے ہو؟

عرض کی: ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا، سب مر چکے ہیں۔ فرمایا: کیا تمہاری نظر میں قاتل صرف وہ ہے جو کسی شخص کو قتل کرے؟ یا وہ بھی قاتل ہے جو قتل کا سبب بنے؟ کیا تم نے خداوند کا فرمان قرآن پاک میں نہیں پڑھا کہ پیامبر اکرمؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: زمانے کے یہودیوں سے کہہ دو کہ مجھ سے پہلے بھی پیامبر روشن دلائل کے ساتھ آئے ہیں۔ جو کچھ تم نے کہا وہ لائیں ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو پھر کیوں ان کو قتل کرتے رہے ہو؟ (آل عمران/ ۱۸۳)

پیامبر خداؐ کے زمانے کے یہودیوں نے کسی پیامبر کو قتل نہ کیا تھا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے سے حضرت پیامبر اکرمؐ کے زمانے تک کوئی پیامبر نہ تھا۔ جبکہ مذکورہ بالا آیات میں پیامبر آخر الزمانؐ کے زمانے کے یہودیوں کو قاتل کہا جا رہا ہے۔ وہ اس لیے کہ وہ بھی اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کار پر باقی تھے۔ اس بنا پر کوفہ میں وہ لوگ جو امام حسینؑ کے بارے میں اپنے آباؤ اجدا کے عمل اور طریقہ کار پر راضی ہیں، وہ بھی قاتل شمار کیے جائیں گے۔ (وسائل الشیعہ ۱۱/ ۴۱۲)

۵۔ یہودیوں کے معبد میں پیامبر خداؐ

مدینہ میں پیامبر خداؐ اپنے چند ایک صحابہ کے ہمراہ یہودیوں کے عید کے دنوں میں سے ایک دن یہودیوں کے معبد میں چلے گئے۔ یہودی آپؐ کے وہاں آنے پر برہم تھے۔ پیامبرؐ نے فرمایا: اے یہودی لوگو! اپنے میں سے بارہ افراد کو سامنے لاؤ جو خدا کی واحدانیت، محمدؐ کی نبوت پر گواہی دیں۔ تاکہ خداوند دنیا بھر کے یہودیوں پر سے اپنا غضب اٹھالے۔

وہ لوگ خاموش تماشائی بنے رہے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پیامبر خداؐ نے تین بار اس بات کو تکرار فرمایا۔ سب چپ سادھے کھڑے رہے۔ پھر فرمایا: تم لوگوں نے حق سے روگردانی کی ہے۔ لیکن خدا کی قسم، میں وہی پیامبر ہوں جس کا نام تورات میں حاشر اور عاقب آیا ہے۔ چاہے مجھ پر ایمان لاؤ یا جھٹلاؤ۔

پھر پیامبر خداؐ وہاں واپسی کیلئے چلے، ابھی باہر قدم مبارک نہ رکھا تھا کہ ایک یہودی آدمی پیچھے آیا اور بولا: اے محمد (ص)! رک جائیے۔ پیامبر اکرمؐ رک گئے۔ اس نے سب یہودی لوگوں کی طرف منہ کیا اور بولا: میرے بارے میں تم لوگ کیا جانتے ہو؟ سب نے کہا: تم، تمہارے باپ اور دادا زیادہ آسمانی کتاب تورات کے بارے میں ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس نے کہا: میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ وہی پیامبرؐ ہے جس کا تورات وانجیل میں ذکر آیا ہے۔

یہودی کہنے لگے: تم جھوٹ بول رہے ہو۔ پیامبر خداؐ نے فرمایا: تم لوگ جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہارے اقرار کرنے کے بعد تمہارا انکار کرنا ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ جس یہودی نے پیامبر خداؐ کی تائید کی اور آپؐ کی رسالت کا اقرار کرلیا وہ عبداللہ بن سلام تھے۔ (تفسیر نمونہ ۲۱/ ۳۱۳)